افریقہ کے عجائبات کی ایک سنسنی خیز کہانی

ABA BEEL

ابابیل

مصنف
رائیڈر ہیگرڈ

مترجم
مظہر الحق علوی

○

قیمت مجلد
دس روپیہ

○

ناشر
نسیم بک ڈپو۔ لاٹوش روڈ لکھنؤ

ٹیلیفون { آفس :- ۲۳۵۴۹
ٹیلیفون { رہائش :- ۲۴۲۳۳

ناشر :- عزیز الرحمٰن (فروری سنہ ۱۹[illegible]ء) پرنٹر :- تنویر پریس لکھنؤ

پہلا باب

آغاز

یہ ایک عجیب بات ہے کہ میں، ایک بوڑھی بوبڑ وراؤ[1]، ایک کتاب لکھنے کے لئے قلم اٹھا رہی ہوں جبکہ دنیا میں کتابیں لکھنے والوں کی کوئی کمی نہیں اور ان لکھنے والوں میں سے اکثر تو محض بیکار ہیں اور جو دوسرے بچ رہتے ہیں وہ ایسی واہیات کتابیں لکھتے ہیں کہ انھیں پڑھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ افریقہ کے کافروں سے جنگ کرنا۔ ان کی کتابیں خود خدا اور اس کے بیٹے کے نزدیک جہنم میں جلائے جانے کے قابل ہوتی ہیں پھر ہم انسانوں کا تو پوچھنا ہی کیا۔ خصوصاً وہ کتابیں جنھیں ناول کہتے ہیں۔ ان ناولوں میں جھوٹ کا طومار ہوتا ہے اور ایسی ایسی بےحیائی کی باتیں اس میں لکھی ہوتی ہیں کہ مجھ جیسی بڑھیا بھی شرما جائے لیکن ان کا اثر جوان اور کنواری لڑکیوں پر یہ ہوتا ہے کہ وہ کنکھیوں سے ان لڑکوں کی طرف دیکھ دیکھ کر مسکراتی ہیں جنھیں ان لڑکیوں کے بزرگ قطعی پسند نہیں کرتے۔

خیر تو اگر کوئی میری مردہ ماں کے کان میں اور میری ان سہیلیوں کے کان میں، جنھیں میں پچاس سال پہلے اپنی جوانی میں جانتی تھی اور جب عورتیں اتنی شریف عصمت مآب ہوا

---

[1] VROUW خاتون، عورت

مظہر الحق علوی

کرتی تھیں کہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے مرد کا خیال بھی دل میں نہ لاتی تھیں۔ ہاں تو اب کوئی میری مردہ ماں اور میری مرحوم سہیلیوں کے کان میں کہے جا کر کہ سوزا نے ناول کی کتاب لکھنے جا رہی ہے تو وہ سب کی سب ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو جائیں اور اس میں تعجب کی کوئی بات بھی نہیں کیونکہ اب تک میں نے قلم اور روشنائی کا استعمال صرف اپنے دستخط کرنے کے لئے کیا اور وہ بھی ٹیڑھے میڑھے اور بڑے بڑے حروف میں میں تو اپنے شوہر جان کے مقابلے میں ذرا بھی پڑھی لکھی نہیں ہوں جان، میرا شوہر، بے شک خاصا تعلیم یافتہ ہے۔ اتنا زیادہ کہ، جب اس پر فالج نہ گرا تھا تو اس وقت وہ بائبل اونچی آواز میں پڑھا کرتا تھا لیکن مقامات اور پیغمبروں کے نام چھوڑ جاتا تھا۔ یعنی انھیں پڑھے بغیر آگے بڑھ جاتا تھا۔

نہیں۔ نہیں۔ میں قلم اور دوات سے نہیں لکھ رہی ہوں۔ یہ تو میری پڑپوتی ہے جو لکھ رہی ہے اور جس کا نام میرے ہی نام پر سوزا نے رکھا گیا ہے اب کوئی دیکھے اسے لکھتے ہوئے۔ کمال ہے کہ اس کے پاس نہ قلم ہے اور نہ دوات لیکن وہ لکھ رہی ہے اب بھلا کوئی پوچھے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ لو۔ میں بتاتی ہوں۔ میری پڑپوتی سوزانے ڈربن سے ایک مشین لے آئی ہے جو ہے تو بیٹھے جتنی لیکن جب سوزانے، اپنے ہاتھوں کی انگلیاں اس پر مارتی ہے تو وہ چلنے لگتی ہے۔ "ٹپ ٹپ۔ ٹپاٹپ۔ ٹپاٹپ" جیسے کٹھ بھوڑ ٹہنے پر چونچ مار رہا ہو۔ اور پھر ٹپ ٹپ کی آواز کے ساتھ یہ مشین لکھتی بھی جاتی ہے۔ اب میرے شوہر جان کو شروع ہی سے موسیقی سے شغف تھا لیکن اب اس کی آنکھوں کی بینائی قریب قریب جاتی رہی ہے اور اسے کچھ دکھائی نہیں دیتا چنانچہ سوزانے جب، اپنی مشین پر ٹپ ٹپ ٹپاٹپ کرنے لگتی ہے تو میرا شوہر سمجھتا ہے کہ یہ کوئی ساز ہے جسے سوزانے بجا رہی ہے۔۔ ایسا ہی اکتارے کی قسم کا ساز جو میرے جان کے لئے اس وقت بجایا کرتی تھی جب ہم دونوں کی شادی نہیں ہوئی تھی اور ہم ایک دوسرے سے چوری چھپے ملا کرتے

تھے۔ ہا۔ آ۔ کیا زمانے تھے وہ بھی۔ سوزانے کی مشین کی آواز میرے شوہر جان کو بہت بھلی معلوم ہوتی ہے، وہ خوش ہو جاتا ہے، اُسے وہ دن یاد آجاتے ہیں جب ہم جوانی میں ایک دوسرے سے محبت کیا کرتے تھے اور تب وہ مسکراتا ہے اور اُن دنوں کی یادوں میں کھو کر سو جاتا ہے۔

خیر یہ تو میرا ایک لطیفہ تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ میرا شوہر اپنے وقت میں بڑا ہی گبرو جوان اور بہادر تھا جان بوتمار۔ یہ ہے میرے شوہر کا پورا نام۔ اور سن عیسوی اٹھارہ سو چھتیس میں جب ہم اپنے ظالم آقاؤں، یعنی انگریزوں کے مظالم سے تنگ آکر گروہ در گروہ اور قدیم اسرائیلیوں کی طرح قبیلہ در قبیلہ اپنے وطن سے نکلے اور افریقہ کے خطرناک اور خوفناک جنگلوں میں بھٹکتے رہے تو اس وقت میرے شوہر نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے تھے اور آج بھی اس کے کارناموں کی داستانیں زبان زدِ خاص و عام ہیں ہمارا وہ خروج ہمیشہ "عظیم خروج" کے نام سے مشہور رہے گا۔ لیکن آج کوئی دیکھے میرے اس شوہر کو۔ ایک کونے میں مفلوج پڑا ہوا ایک دیو قامت بڈھا جس کی اب صرف قوت سامعہ باقی رہ گئی ہے۔ کوئی کہہ نہیں سکتا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے کبھی افریقہ کے کافروں اور زولوؤں سے جنگ کی تھی۔ میں اپنے شوہر کی طرف دیکھتی ہوں تو دل پر ایک چوٹ سی لگتی ہے۔ وہ ہاتھ پاؤں نہیں ہلا سکتا، دیکھ نہیں سکتا، بولتا ہے تو زبان صحیح الفاظ نہیں بنا سکتی۔ بس سن سکتا ہے۔ اس کے لانبے سفید بال اس کے شانوں پر بکھرے رہتے ہیں، بے نور آنکھیں ٹکٹکی لگائے عین سامنے دیکھا کرتی ہیں، ٹھوڑی سینے پر جھکی رہتی ہے، اس کے بڑے بڑے ہاتھ، جن میں کبھی بندوق ہوا کرتی تھی، بے بسی سے اس کی گود میں پڑے رہتے ہیں اور میں نے دیکھی ہے ان بے بس ہاتھوں کی قوت۔ ہاں واشتوپ کی جنگ کا واقعہ ہے یہ جب موسی می کازے نے ہمیں کچل دینے کے لئے فوج بھیج دی تھی اور ہم لوگ چھکڑوں کو ایک دائرے میں کھڑا کر کے۔ جسے لاگر کہتے ہیں؛

ان کے پیچھے سے گولیاں چلا رہے تھے تو دو زد لو سپاہی کسی نہ کسی طرح لاگر میں گھس آئے تھے۔ جان نے ان دونوں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں دبوچ لیا تھا اور ان کے سر آپس میں ٹکراتا رہا تھا یہاں تک کہ دونوں زد لو سپاہی مر گئے تھے ۔۔ اور اب وہی ہاتھ بے بسی سے، بے جانی سے اس کی گود میں پڑے رہتے ہیں۔

لیکن میں کون ہوتی ہوں اپنے شوہر کی بیماریاں بیان کرنے والی؟ کیا خود میری ٹانگوں پر ورم نہیں چڑھ گیا ہے؟ اور ڈاکٹر نے، جو حالانکہ انگریز ہے لیکن بیوقوف نہیں ہے، نہیں کہا ہے کہ یہ ورم، اوپر، میرے دل کی طرف بڑھ رہا ہے؟ ہم بوڑھے ہو چکے ہیں ۔۔ میں اور میرا شوہر جان ۔۔ اور اب ہماری موت زیادہ دور نہیں۔ چنانچہ ہمیں تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ ہم نے طویل عمر پائی اور اپنی جوانی میں ہی ۔۔ نہیں مر گئے جیسے کہ ہمارے بہت سے ساتھی مر گئے۔ ہاں ۔۔ ہمارے ساتھی ۔۔ جوان، مرد، عورتیں اور بچے جو زد لوؤں کے بھالوں سے مارے گئے یا جنہیں درندوں نے پھاڑ کھایا یا جو افریقہ کے جنگلوں میں بھوک سے مرے یا بخار میں مبتلا ہو کر مرے۔ ہاں ۔ وہ لوگ مجھے اکثر یاد آتے ہیں۔ اس بڑھاپے میں میری نیند بہت کم ہو گئی ہے لیکن جب بھی میری آنکھ لگتی ہے میں اپنے ان پرانے ساتھیوں کی آوازیں سنتی ہوں جو اس دنیا میں نہیں رہے۔ جو اپنی جوانی میں مارے گئے۔ ہاں اس وقت جب میں جوان تھی اور میرا شوہر جان بھی جوان تھا۔ میں انھیں خواب میں دیکھتی ہوں اور ان کی آوازیں سنتی ہوں۔

چنانچہ میں بول رہی ہوں اور سوزانے، میری پڑپوتی، میرے الفاظ مشین سے لکھ رہی ہے۔ اب کوئی پوچھے بھلا کہ مجھے اس بڈھے بڑھاپے میں یہ کہانی لکھوانے کی کیا دھن سمائی؟ لو سنو ۔۔ میں ان بہادروں کے کارنامے محفوظ کر دینا چاہتی ہوں جو میرے ساتھی تھے اور کافروں سے جنگ کرتے ہوئے مارے گئے۔ یہ تو ایک وجہ ہوئی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ تنہا سوزانے، میری پڑپوتی، ہمارے خاندان کی آخری نشانی رہ گئی ہے کیونکہ اس کا باپ اور دادا ــ اور اس کا دادا ہمارا گود لیا ہوا بیٹا تھا اور ہماری اکلوتی بیٹی کا شوہر تھا ــ انگریزوں کے ساتھ مل کر زولو بادشاہ کاٹو دایو کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے مارے گئے۔

اب بہت سوں نے رالف کانزی کی عجیب وغریب کہانی سنی ہوگی۔ رالف بے خانماں تھا اور اس کو ہم نے اپنے گھر میں رکھ لیا تھا حالانکہ وہ انگریز تھا۔ بہت سوں نے سنا ہوگا کہ رالف ہماری بیٹی سوزانے کو کس طرح اور کہاں ملا تھا (ہماری بیٹی کا نام بھی سوزانے تھا چنانچہ اس حساب سے یہ سوزانے، جو یہ کہانی لکھ رہی ہے، میری پڑنواسی بھی ہوئی)۔ اکثروں نے یہ بھی سنا ہوگا کہ کن عجیب واقعات میں ہماری بیٹی سوزانے کو افریقہ کے وحشیوں نے پناہ دی اور کس طرح وہ ایک بوڑھی وچ ڈاکٹرس کے ساتھ، جس کا نام سی ہاسبا تھا، دو برس سے زیادہ مدت رہی یہاں تک کہ رالف نے، جو اس پر جان چھڑکتا تھا، اسے آخرکار بچا لیا۔ یہ وچ ڈاکٹرس سی ہاسبا ایک قبیلہ کی سردارنی تھی اور یہ قبیلہ "قبیلۂ کہار" کہلاتا تھا۔

ہاں۔ بہت سوں نے رالف اور سوزانے کی حیرت انگیز، عجیب وغریب اور سنسنی خیز کہانی سنی ہوگی لیکن اس میں، مجھے یقین ہے کہ زیب داستان کے لئے بہت سی الٹی سیدھی باتوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے اور حقیقت روایتوں کے انبار میں دب کر رہ گئی ہے۔ البتہ تنہا میں حقیقی داستان سے واقف ہوں۔ تنہا میں اس کہانی کی ایک ایک تفصیل، صحیح تفصیل جانتی ہوں۔ چنانچہ میں چاہتی ہوں کہ مرنے سے پہلے یہ داستان محفوظ کر لوں تاکہ میری آئندہ نسل اور رالف کانزی کی بھی نسل اجداد کے کارناموں سے واقف ہو اور انھیں معلوم ہو کہ رالف کانزی، ہمارا

منہ بولا بیٹا، جو ہم بوئرنوں میں پلا اور بڑھا تھا اور حالانکہ انگریز تھا لیکن افریقہ کا سب سے زیادہ بہادر اور سب سے زیادہ شریف تھا۔

اور اب میں اپنی یادوں کی راکھ کرید کر رالف کے ملنے کا قصہ بیان کرتی ہوں اور یہ واقعہ برسوں پہلے کا، کئی برسوں پہلے کا ہے۔

جان بوتھا، یعنی میرا شوہر، اسی نام کے خاندان کا ایک فرد تھا۔ بوتھا ایک مشہور خاندان تھا جس کے زیادہ تر لوگ اولڈ کالونی کے گراف رینٹ علاقے میں رہتے تھے اور اس وقت تک جان بھی وہیں رہا جب تک یہاں کے لوگ انگریزی حکومت کے مظالم سے تنگ آکر اپنے گھر بار چھوڑ کر نئی آبادی بسانے کے لئے آگے چلے گئے۔ اور آگے ہی بڑھتے چلے گئے تاکہ برطانوی حکومت سے دور، بہت دور چلے جائیں۔ اس وقت میں چھوٹی سی تھی۔

اور ان لوگوں کا یہ خروج بے وجہ نہ تھا۔

اسی علاقے میں ایک گھرانہ تھا جو بیزنڈاہوٹ کہلاتا تھا۔ اس کے ایک شخص کا نام فریڈرک تھا۔ فریڈرک پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ اپنے غلاموں پر سخت ظلم کرتا۔ چنانچہ افریقی کا فردوں کا ایک دستہ فریڈرک کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ یہ دستہ ہاٹینٹوٹ کافردوں کا تھا جو پنڈور کہلاتا تھا۔ انگریزوں نے پنڈوروں کی پوری فوج ہی بنائی تھی۔ خیر تو فریڈرک اس بات کو برداشت نہ کر سکتا تھا کہ کالے کافر اسے گرفتار کریں۔ اس کے نزدیک یہ بڑی ذلت کی بات تھی چنانچہ وہ بھاگ کر ایک غار میں پہونچا اور وہاں وہ انگریزوں کے بھیجے ہوئے اس دستے سے اس وقت تک جنگ کرتا رہا جب تک کہ مارا نہ گیا۔ اس کی کھلی ہوئی قبر پر اس کے بھائیوں اور دوستوں نے قسم کھائی کہ وہ اس کے خون کا انتقام لیں گے چنانچہ پچاس آدمی تھے جنھوں نے علم بغاوت بلند کیا۔ پنڈوروں اور شہریوں نے بھی ان کا تعاقب کیا

اور یہ وہ شہری تھے جو یا تو قانون کا احترام کرتے تھے یا انگریزوں سے ڈرتے تھے اور ان کے وفادار تھے ــــ فریڈرک کا بھائی جان بیز نڈ اہوٹ مارا گیا۔ یہ جان بڑا بہادر تھا۔ وہ آخر دم تک گولیاں چلاتا رہا اور اس کی بیوی اور اس کا لڑکا، جو ابھی کم عمر ہی تھا، بندوق میں بارود بھر بھر کر اسے دیتے رہے۔

جان کی موت کے بعد بقیہ باغیوں کو گرفتار کر لیا گیا اور ان پر مقدمہ چلایا گیا۔ اس وقت جو برطانوی گورنر تھا اس کا نام سامرسٹ تھا اور یہ شخص بڑا ہی سنگدل اور ظالم تھا اسی سامرسٹ نے پانچ باغیوں کو پھانسی پر لٹکا دینے کا حکم دیا۔ اس کے اس حکم پر بوئیروں میں غم و غصے کی ایک لہر دوڑ گئی لیکن سامرسٹ نے اس کی ذرا پروا نہ کی۔ جن باغیوں کو پھانسی کی سزا سنائی گئی تھی ان میں ایک میرے شوہر کا باپ اور دوسرا میرے شوہر کا چچا تھا۔

ہر چار طرف سے رحم کی تحریری درخواستیں بھیجی گئیں لیکن گورنر نے انھیں پھاڑ کر پھینک دیا اور ان پانچ آدمیوں کو ٹکٹی سے باندھ دیا گیا جس طرح کہ گولی مارنے کے لئے باؤلے کتوں کو باندھ دیا جاتا ہے۔ ہاں۔ ان پانچ آدمیوں کو جنھوں نے کسی بھی شخص کا خون نہ بہایا تھا ــ ہاں۔ یہ سچ ہے۔ یہ سچ ہے کیونکہ میرے شوہر جان نے اپنے باپ اور چچا کو پھانسی چڑھتے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ خیر تو جب ان کے گلے میں پھندا ڈال کر لٹکا دیا گیا تو چار رسے ٹوٹ گئے۔ غالباً رسے پرانے یا کمزور تھے یا شاید ان پھانسی چڑھنے والوں کے ہمدردوں میں سے کسی نے رسے کاٹ کر کمزور کر دیئے تھے وجہ کچھ بھی ہو رسے ٹوٹ گئے۔ لیکن اس کے بعد بھی ظالم انگریزوں نے انھیں نہ بخشا، خیر تو جان اپنے باپ کی طرف دوڑ گیا جو زمین پر پڑا ہوا تھا اور جس کے گلے میں ٹوٹا ہوا رسہ تھا۔ جان اپنے باپ سے لپٹ گیا لیکن ظالموں نے جبراً اسے اپنے باپ پر سے گھسیٹ لیا اور تب جان کے باپ نے آنکھیں کھول کر اپنے بیٹے کی طرف دیکھا اور کہا:۔

"میرے بیٹے ۔ بھولنا نہیں ۔ بھولنا نہیں"

اور سچ کہتی ہوں جان کبھی نہ بھولا کہ اس کے باپ اور چچا کو انگریزوں نے پھانسی دے دی تھی ۔

اس واقعہ کے بعد بوئیمار اور چند دوسرے خاندانوں نے اپنی پرانی بستی کو خیرباد کہا اور وہ وہاں سے خروج کر کے ٹرانسکی کر آئے ۔ ان خاندانوں میں ایک خاندان ماؤڈی بھی تھا یعنی میرا خاندان ۔ میرے والدین ۔

ٹرانسکی میں بوئیمار کی بیوہ اور میرے والد پڑوسی تھے ۔ یعنی ان کے گھروں میں اتنا فاصلہ تھا کہ اگر گھوڑے پر بیٹھ کر میرے گھر سے بوئیمار کی بیوہ کے گھر جانے کے لئے آدمی نکلے تو دو گھنٹوں میں وہاں پہنچ جائے ۔ مطلب یہ کہ دونوں گھروں میں تقریباً بیس میل کا فاصلہ تھا ۔ غالباً یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اس زمانے میں ہم بوئیروں کا یہ تھا کہ انگریزوں کے مظالم سے دور ہی دور رہنے کی کوشش کرتے تھے اور جس علاقے پر انگریزوں کا قبضہ ہو جاتا تھا وہاں سے نکل کر پھر کسی نئے علاقے کی تلاش میں چل پڑتے تھے اور کسی مناسب جگہ دیکھ کر قیام کر دیتے تھے اور جو شخص جتنی زمین چاہتا تھا اپنے قبضے میں کر لیتا تھا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ایک خاندان کا گھر دوسرے خاندان کے گھر سے بیس بیس تیس تیس میل دور رہتا تھا ۔ یہ تشریح اس لئے کر دی ہیں نے کہ میرا خیال ہے میرے یہ کہنے پر لوگ ہنسیں گے کہ بوئیمار کی بیوہ اور میرے والد پڑوسی تھے ۔

خیر تو اب میں بغیر شرم محسوس کئے کہہ سکتی ہوں کہ اُن دنوں میں بڑی حسین تھی نہ صرف یہ بلکہ پورے ٹرانسکی کی حسین ترین لڑکی تھی ۔ جی ہاں اپنی نواسی سوزانے سے بھی زیادہ حسین حالانکہ اکثر لوگ سوزانے کو بہت زیادہ حسین سمجھتے ہیں اور خود سوزانے کو بھی اپنے حسن پر ناز تھا اور یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے کہ خود لڑکی اپنے حسن پر ناز کرے ایسی لڑکیاں اپنے حسن پر مغرور ہو کر بھٹک جاتی اور بگڑ جاتی ہیں ۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ میری

رگوں میں شریف فرانسیسی خون ہے لیکن مجھے اس پر کوئی فخر نہ تھا کیونکہ میں بوئیر رہنا ہی پسند کرتی تھی کیونکہ سارے ہی بوئیروں کی رگوں میں شریف خون ہے۔ کم سے کم میں اتنا تو جانتی ہوں کہ میرے جدامجد ایک فرانسیسی کونٹ تھے جو اپنے ملک سے کسی مذہبی اختلاف کی وجہ سے جان بچاکر فرار ہو گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ خوبصورت تھے اور ان کی بیوی سوزانے بھی بہت حسین تھی چنانچہ ان کا حسن ہمیں ورثے میں ملا ہے۔ اور یہ تو حقیقت ہے کہ ہمارے ناؤڈی خاندان کا ہر فرد، کیا مرد کیا عورت، خوبصورت اور حسین ہی ہوا ہے اور اس خاندان کی سب سے زیادہ حسین لڑکی تو میری بیٹی سوزانے تھی جس کی شادی اس انگریز لڑکے سے ہوئی تھی جس کا نام رالف کانری تھا۔ چنانچہ تب سے، یعنی رالف اور سوزانے کی اولاد سے، ہمارے خاندان کے حسن میں ذرا زوال شروع ہوا حالانکہ رالف بھی خوبصورت تھا۔

بہرحال وجہ کچھ بھی ہو یہ حقیقت ہے کہ میں دوسری بوئیر لڑکیوں سے قطعی مختلف تھی۔ بوئیروں کی اکثر لڑکیاں جسم سے ذرا موٹی، غیر متناسب الاعضا اور بولنے میں سست ہوتی ہیں۔ یعنی ان کی زبان بھی ذرا موٹی ہوتی ہے اور شادی کے بعد وہ بالکل بولتی ہی نہیں۔ اس کے برخلاف میرا جسم سڈول تھا اور حالانکہ میں بلند قامت نہ تھی لیکن پست قامت بھی نہ تھی، میری زبان بھی موٹی نہ تھی بلکہ وہ کچھ تیز ہی تھی اور پھر میں کٹیلی بھی تھی، میری رنگت گلابی گلابی سی تھی اور دیکھنے والے کہتے ہیں کہ بڑی پرکشش رنگت تھی میری۔ میرے بال بھورے تھے اور ان میں گھونگھر پڑتے تھے، آنکھیں بھی بھوری تھیں اور ہونٹ سُرخ اور بھرے بھرے اور ان ہونٹوں کو چومنے کے لئے، صرف ایک دفعہ چومنے کے لئے، اس علاقے کے نوجوان — اور یہ کل چھ تھے — اپنا گھوڑا مع سامان کے دینے کے لئے تیار تھے لیکن میرے ہونٹ چومنا تو ایک طرف رہا میں نے انھیں اپنے بدن کو انگلی تک لگانے نہ دی کیونکہ، سوزانے، اس زمانے کی لڑکیاں اپنا بھلا برا سمجھتی تھیں۔

آج کی طرح نہیں کہ کسی نوجوان نے انھیں دیکھ کر ایک دفعہ سیٹی بجائی اور وہ اس کی بانہوں میں پہنچ گئیں۔ یہ بے حیائی ہمارے زمانے میں نہ تھی۔

خیر تو ان نوجوانوں میں سے، جو میرے امیدوار تھے، مجھے جان پسند تھا۔ ہاں یہی جان جو اس وقت دوسامنے کمرے میں بیٹھا ہوا ہے اور جو بڈھا، نابینا اور مفلوج ہے لیکن اُس زمانے میں وہ ایسا وجیہہ جوان تھا کہ کوئی بھی لڑکی اس کی طرف مائل ہو سکتی تھی۔

لیکن میرے والد اس شادی کے خلاف تھے کیونکہ ان کی خوبُو اب بھی فرانسیسیوں کی سی تھی۔ چنانچہ ان میں خاندانی غرور کا مادہ زیادہ تھا چنانچہ بوئسمار خاندان کو ذرا کم درجے کا سمجھتے تھے لیکن آخر میں وہ رضامند ہو گئے کیونکہ جان بڑا ہی شریف اور بڑا ہی بہادر جوان تھا، چنانچہ کئی دفعہ "مقابل بیٹھنے" اور اور بہت زیادہ لمبی کئی ایک موم بتیاں جلانے کے بعد[1]، جیسا کہ رواج تھا، میری اور جان کی شادی ہو گئی اور ہم دونوں دور ایک فارم میں رہنے چلے گئے۔

یہاں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہماری ازدواجی زندگی کیسی گزری۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں کہہ سکتی ہوں کہ میں تو بہرحال مطمئن تھی اور رہوں اور اگر جان اپنی ازدواجی زندگی سے مطمئن نہ تھا تو اس نے یہ بات کبھی نہ کہی۔ بہرحال اس ذکر سے کیا فائدہ۔ جیسی بھی زندگی تھی

---

[1] بوئیروں میں یہ رسم تھی کہ شادی کا امیدوار لڑکا رات کے وقت اپنی پسند کی لڑکی کے ساتھ اکیلا بیٹھا کرتا تھا۔ اسے "مقابل بیٹھنا" کہتے تھے۔ اب لڑکی کو بھی یہ لڑکا پسند ہوتا تو وہ اس کے سامنے لمبی اور پوری موم بتیاں سلگاتی لیکن اگر لڑکا اسے پسند نہ ہوتا اور وہ اس سے شادی نہ کرنا چاہتی تو وہ جلی ہوئی موم بتی کا چھوٹا ٹکڑا جلا کر یہ ظاہر کرتی کہ اسے لڑکے کی محبت سے زیادہ اپنے کمرے کی تنہائی پسند ہے۔

ہماری گذر گئی۔ میں جان کے دکھ سکھ میں برابر کی شریک رہی اور اگر کوئی بیوی اپنے شوہر کو خوش رکھنا چاہتی ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اس کے دکھ برابر بانٹتی رہے اور اسے ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کرے اپنی خوش کلامی سے، اپنے محبت بھرے سلوک سے، اپنی ملائمت اور خاکساری سے اور اگر اس کا شوہر کبھی غصے ہو تو اس کو الٹ کر جواب نہ دینے سے. ہاں۔ اس طرح ایک بیوی اپنے شوہر کی زندگی کو اور اس کے گھر کو جنت بنا سکتی ہے جہاں کسی بیوی نے اپنے شوہر پر اپنی فوقیت جتائی، اپنے خاندانی غرور میں آکر اسے ذلیل سمجھا، شوہر کے والدین اور عزیزوں کا اپنے والدین اور اپنے عزیزوں سے مقابلہ کر کے اپنے شوہر کے خاندان والوں کو کم رتبہ ثابت کرنے کی کوشش کی اور دونوں کی زندگی زہر ہوئی۔

تو آمدم بر سر مطلب ــــ میری اور جان کی شادی ہوگئی۔ اس کے ٹھیک ایک سال بعد میرے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ہم نے اپنے خاندانی نام پر "سوزانے" ہی رکھا۔ لیکن ابھی وہ پنگھوڑے میں ہی تھی کہ کافروں نے اسے ایک دوسرا ہی نام دے دیا "ابابیل" اب یہ میں نہیں جانتی کہ کافروں نے سوزانے کو یہ لقب کیوں دیا تھا۔

سوزانے عرف ابابیل شروع سے ہی بے حد خوبصورت تھی اور اس کے بعد میرے کوئی اولاد نہ ہوئی کیونکہ اس کی پیدائش کے بعد میرے رحم میں کوئی بیماری ہوگئی اور میں بچے جننے کے قابل نہ رہی۔ دوسری عورتوں سے سات آٹھ بلکہ بارہ بارہ بچے تھے چنانچہ وہ اکثر مجھے طعنے دیا کرتی تھیں لیکن ان کے ان طعنوں کا جواب میں ایسا دیتی تھی کہ وہ آگے بول ہی نہ سکتی تھیں۔ لیکن میں اپنی پڑپوتی سے نہ کہوں گی کہ وہ میرا یہ جواب بھی لکھے میں ان سے یہ بھی کہتی تھی کہ میرے لئے بس ایک ہی بیٹی کافی ہے حالانکہ دل ہی دل میں، اس پر میں کڑھتی ضرور تھی لیکن جب ہمارا "عظیم خروج"

شروع ہوا اور دوسری عورتوں کی اولاد کافروں کے بھالوں میں چھوکر یا بھوک سے
تڑپ تڑپ کر یا جنگل کے بخار میں مبتلا ہو کر مرنے لگی تب میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ میرا
رحم خشک ہو گیا تھا۔ لیکن جب سوزانے گم ہو گئی تب میری عمر کے چند برس بڑے
آزمائشی اور بے چین گزرے لیکن یہ واقعات میں اپنے وقت پر بیان کروں گی۔

دوسرا باب
رالف کا نرسی

ٹرالنگی میں ہمارا جو فارم تھا وہ سمندر سے زیادہ دور نہ تھا۔ ہمارے مکان کے عقب میں ایک چھوٹا سا ٹیلا تھا جس پر سے ایک چشمہ گنگناتا ہوا نیچے اتر رہا تھا اب اگر آپ اس ٹیلے کی چوٹی پر چڑھ جائیں تو وہاں سے سمندر کو صاف طور سے دیکھ سکتے ہیں۔ سمندر کی زبردست موجیں ساحل کی چٹانوں سے بڑی آواز کے ساتھ ٹکراتیں اور اس کے زبردست فوارے زبردست سفید بادلوں کی طرح بہت دیر تک فضا میں بلند ہوتے۔ اور پھر چٹانیں ان کی اس ٹکر سے کانپ اٹھتیں اور پھواریں اڑتی جیسے سینکڑوں وھیل مچھلیاں اپنے سر کے سوراخوں میں سے پانی اڑا رہی ہوں اور پھر یہ پھوار ہوا کے دوش پر سوار ہو کر ساحل پر اور بہت اندر تک در آتی اور جھاڑیاں اور گھاس اور درختوں کے پتے بھیگ بھیگ جاتے۔ اور اس جہاز کا تو خدا ہی حافظ ہوتا جو ان ٹکرانے والی موجوں میں پھنس کر چٹانوں سے ٹکرا جاتا کیونکہ کچھ ہی دیر بعد وہ ٹوٹ پھوٹ کر ایسا بن جاتا جیسے اس پر بجلی گری ہو۔

سردیوں کا موسم تھا ـــ اور اُس وقت سوزانے کی عمر سات برس کی تھی ـــ پچھلے چار دنوں سے جنوبی مشرقی ہوا چل رہی تھی۔ میرا مطلب تیز طوفانی ہوا سے ہے اور سمندر جیسے دیوانہ ہو رہا تھا۔ وہ گرج رہا تھا اور ساحلی چٹانوں سے سر پٹخ پٹخ کر جھاگ اچھال رہا تھا جیسے کوئی زبردست دیو دیوانہ ہو گیا ہو۔

اسی موسم کا ذکر ہے کہ ایک شام ہوا کا زور کم ہوا تو میں اپنی بیٹی سوزانے کو لے کر اسی ٹیلے پر پہونچی جو ہمارے مکان کے عقب میں تھا اور جس پر سے سمندر

دکھائی دیتا تھا۔ دن بھر کے کام کاج سے میں تھک گئی تھی چنانچہ میں اس ٹیلے کی چوٹی پر بیٹھ کر ذرا آرام کرنا اور سمندر کا نظارہ کرنا چاہتی تھی۔ سمندر اب بھی غصے میں چٹانوں سے ٹکرا رہا تھا حالانکہ ہوا کا زور کم ہو گیا تھا۔

مجھے اور سوزانے کو اس ٹیلے پر بیٹھے ابھی دس منٹ ہی ہوئے تھے کہ میرا شوہر جان بھی وہاں آ گیا اور میں حیرت سے سوچنے لگی کہ وہ کیوں آیا ہے۔ کیونکہ وہ دوسرے معاملات میں تو بہت بہادر تھا لیکن سمندر سے اور پانی سے بہت ڈرتا تھا۔ اس کا یہ خوف اتنا بڑھا ہوا تھا کہ وہ طوفانی سمندر کو دیکھ بھی نہ سکتا تھا اور نہ ہی اس کی آواز راتوں کو اسے سونے دیتی تھی حالانکہ جان کو میں نے مست ہاتھیوں کی چنگھاڑ میں اور زلزلوں کے نرغوں میں بےفکری سے سوتے دیکھا ہے لیکن سمندر کے نظارے اور اس کے شور سے اسی بہادر شخص کا پتا پانی ہوتا تھا۔

"یہ منظر تمھیں حسین معلوم ہو رہا ہے بیوی؟" جان نے طوفانی سمندر کی طرف اشارہ کر کے مجھ سے کہا "میرے نزدیک تو اس سے زیادہ بھیانک منظر دنیا میں اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ میرے خدا! اس کی طرف دیکھنے سے ہی میرا تو خون سرد ہو جاتا ہے اور پھر یہ خیال رہے ہے انسان کبھی خطا کر دیتا ہے کہ ان موجوں میں بیچارے عیسائی — ہاں عورتیں اور بچے بھی — پھنسے ہوئے ہوں گے اور ان کے جسم چٹانوں سے ٹکرا رہے ہوں گے اور ان کی ہڈیوں پسلیوں کا سرمہ ہو رہا ہو گا۔"

"موت بہرحال موت ہے چاہے کسی بھی طرح سے آئے اور کسی بھی صورت میں آئے" میں نے کہا "لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں اس قسم کی موت کو ترجیح دیتی ہوں میں تو یہ چاہتی ہوں کہ میری موت بستر پر آئے کہ پادری میرے سرہانے آخری دعائیں پڑھ رہا ہو اور پائینتی پر میرا شوہر بیٹھا رو رہا ہو یا رونے کی ایکٹنگ کر رہا ہو۔"

"میں! ترجیح دیتی ہوں!" جان نے کہا "یہاں ترجیح دینے کا سوال ہی نہیں پیدا

ہوتا۔ اور اگر ہوتا ہے تو سمندر میں ڈوب کر مرنے سے زیادہ شاید پسند کروں گا کہ کافر مجھے اپنے بھالوں سے قتل کریں یا پھر انگریز مجھے پھانسی پر لٹکا دیں جیسا کہ انھوں نے میرے باپ اور چچا کو لٹکا دیا تھا۔ میرے خدا! سمندر کی موت تو بڑی بھیانک ہے۔"

"جان! آج یہ تم سمندر کی موت کا ذکر کیوں لے بیٹھے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے بیوی۔ لیکن ہمارے ایک بیل کو سانپ نے ڈس لیا ہے اور جب میں اُسے دیکھنے گیا مویشیوں کے کرال میں تو وہاں وہ بڑھی بیوقوف ایک کہانی کہہ رہی تھی اس کے متعلق"

"کون بوڑھی بیوقوف؟" میں نے پوچھا۔

"وہی پونڈ وچ ڈاکٹر میس۔"

"آچھ۔ اچھا۔ کیا کہانی ہے؟"

"مختصر سی ہے۔ اس نے کہا کہ یہ بات اسے ساحل کے قریب رہنے والے کافروں نے بتائی ہے۔ گزشتہ رات، جب پورا چاند نکلا ہوا تھا، تو بیل چلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ توپیں ایک ایک منٹ کے وقفے سے مسلسل چلائی جا رہی تھیں اور پھر ایک جہاز دکھا گیا۔ ایک بڑا جہاز جس کے تین مستول اور بہت سی آنکھیں تھیں۔ آنکھوں سے اس کی مراد یقیناً جہاز کے پورٹ ہولس سے ہوگی جو روشن تھے کیونکہ کیبنوں میں روشنی ہو رہی تھی۔۔۔۔ خیر تو یہ جہاز ساحل کی طرف بہا چلا آرہا تھا۔ تم جانو گزشتہ رات سخت طوفانی ہوا چھنک رہی تھی اور یہ ہوا جہاز کو چٹانی ساحل کی طرف دھکیلے لا رہی تھی اور پھر اسی جہاز سے سرخ و سبز شعلے لپک رہے تھے جیسے کہ بجلیاں ہوں۔"

"اچھا پھر؟"

"پھر کیا؟ پھر کچھ بھی نہیں۔ بس اتنی سی ہے یہ کہانی۔ بقیہ کہانی تو اب وہ بھیانک موجیں ہی سنائیں گی جن کا نظارہ تمھیں اس قدر پسند ہے۔"

"لیکن جان۔ یہ کافروں کی گپ بھی تو ہو سکتی ہے؟"

"ممکن ہے۔ لیکن یہ تو حقیقت ہے کہ ان کافروں میں کوئی بھی خبر جیسے پر لگا کر اڑتی ہے اور چشم زدن میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہونچ جاتی ہے۔ پھر اس سے تو تمھیں بھی انکار نہ ہوگا کہ اس ساحل پر پہلے بھی کئی جہاز ٹکرا کر ٹوٹے ہیں۔۔۔ بیٹی! یہ بندوق رکھ دو۔ کیا تم اپنی ماں کو ہی گولی مار دینا چاہتی ہو؟ کتنی دفعہ میں نے کہا ہے تم سے کہ بندوق سے کھیلنا اچھا نہیں" اور جان نے سوزانے کی طرف اشارہ کیا جس نے اپنے باپ کی بندوق اٹھائی تھی۔۔ ان دنوں میں ہر شخص کے پاس بندوق ہوا کرتی تھی اور مرد ہمیشہ اپنے پاس بندوق رکھا کرتے تھے کیونکہ ہم افریقہ میں تھے اور بہت سے کافروں کے درمیان مقیم تھے۔ چنانچہ یوں سمجھو کہ ہر شخص، جوان اور بوڑھا سپاہی تھا۔

"ابا! میں بیگ اور کافروں کا شکار کر رہی تھی" سوزانے بندوق رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"کافروں کا شکار کر رہی تھیں۔ ایں؟" جان نے کہا "فکر نہ کرو یہاں کافروں سے جھڑپیں ہوتی ہی رہتی ہیں اور اس سے پہلے کہ ہم اس زمین پر مستقل طور سے اپنے گھر بنائیں کافروں سے زبردست جنگ ہوگی۔ لیکن یہ لڑکیوں کا کام نہیں ہے۔ سوزانے! تمھیں تو لڑکا ہونا چاہیئے تھا۔"

"لیکن میں لڑکا نہیں ہوں، میں لڑکی ہوں" سوزانے نے جواب دیا "اور میرا کوئی بھائی بھی نہیں ہے حالانکہ دوسری لڑکیوں کے تو دو دو تین تین بھائی ہیں۔ ابا! میرا کوئی بھائی کیوں نہیں ہے؟"

جان نے شانے اچکا کر میری طرف دیکھا۔

"ابا! سمندر میرے لئے ایک بھائی نہ لادے گا؟" سوزانے نے پوچھا۔

سوزانے کی اس بات کو سمجھنے کے لئے میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتی ہوں کہ ہم نے سوزانے سے کہا تھا کہ ننھے بچے سمندر میں سے نکلتے ہیں۔ آپ کے گھر میں اگر ولادت ہوتی ہوگی

کسی کی اور دوسرا چھوٹا بچہ آپ سے پوچھتا ہوگا کہ اس کا یہ بھائی یا بہن کہاں سے آئی تو آپ بھی کوئی ایسا ہی بے تکا جواب دیتے ہوں گے۔

"سمندر تمھارے لئے شاید ایک بھائی لادے بیٹی۔ لیکن تمھیں اسے تلاش کرنا پڑے گا" جان نے ایک آہ بھر کر کہا۔

اور وہ نہ جانتا تھا کہ اس کی یہ بات، جو اس نے سوزانے کو ٹالنے کے لئے کہی تھی، کیا نتائج پیدا کرے گی۔

دوسرے دن فارم میں ایک بھگدڑ پڑ گئی کیونکہ جب ہم ناشتہ کر رہے تھے تو اس کافر لڑکی نے، جو سوزانے کی دیکھ بھال کیا کرتی تھی اور گویا اس کی اتالیق تھی، آکر ہمیں مطلع کیا کہ بچی کہیں گم ہو گئی تھی۔

معلوم ہوا کہ یہ کافر لڑکی اور سوزانے علی الصبح ساحل سمندر پر وہ بڑی سیپیاں چننے گئے تھے جو مد و جزر کے بعد سمندر ساحل پر چھوڑ جاتا تھا اور چونکہ یہاں تو سمندر میں سخت طوفان آیا تھا اس لئے یقین تھا کہ انھیں یہ سیپیاں بہت زیادہ تعداد میں مل جائیں گی۔ کافر لڑکی نے بتایا کہ سوزانے نے اسپرنگ بک کی کھال کی بنی ہوئی تھیلی اپنے ساتھ لے لی تھی کہ سیپیاں اس میں بھری جائیں گی۔

کافر لڑکی تو وہاں پہنچنے کے بعد ایک چٹان کے سائے میں بیٹھ گئی اور سوزانے سیپیاں اکٹھا کرتی ہوئی ساحل پر آگے بڑھ گئی۔ ایک ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا لیکن سوزانے واپس نہ آئی تو کافر لڑکی کو فکر ہوئی اور اب وہ سوزانے کو تلاش کرنے لگی لیکن پا نہ سکی کیونکہ اس کے قدموں کے نشانات اس جگہ پہنچکر، جہاں سنگستانی ساحل تھا اور جہاں لانبی آبی گھاس اگ رہی تھی، غائب ہو گئے تھے۔

کافر لڑکی کے اس انکشاف سے ہن پریشان ہو گئی اور جان بھی پریشان ہو گیا اور

اسے غصہ بھی اتنا آیا کہ اگر وقت ہوتا تو وہ اس کافر لڑکی کو برآمدے کے کھمبے سے باندھ کر اسے کوڑے مارتا یہاں تک کہ اس کی کھال ادھڑ جاتی۔ لیکن ایک ایک لمحہ قیمتی تھا چنانچہ جان نے چند کافروں کو اپنے ساتھ لیا اور سوزانے کی تلاش میں ساحل کی طرف روانہ ہو گیا اور اس وقت واپس آیا جب سورج غروب ہو رہا تھا۔ میں برآمدے میں کھڑی ہوئی تھی چنانچہ میں نے دور ہی سے جان اور کافروں کو آتے دیکھ لیا اور یہ دیکھ کر میں کانپ گئی کہ اس کے ساتھ سوزانے نہ تھی۔

"بیوی!" اس نے کھوکھلی آواز میں کہا "ہماری بچی گم ہو گئی ہے۔ ہم نے اسے دور دور تک تلاش کیا لیکن کہیں اس کا کوئی سُراغ نہ ملا۔ کھانا تیار کر کے میرے گھوڑے کی زین کے تھیلے میں رکھ دو کیونکہ اگر آج رات یا کل سوزانے ہمیں نہ ملی تو پھر وہ فاقے کر رہی ہو گی۔

"اس طرف سے مطمئن رہو جان" میں نے کہا "کم سے کم وہ فاقے نہ کرے گی"

"تو کیا اس کے لیے آسمان پر سے من وسلویٰ اترے گا؟" جان نے چڑ کر کہا۔

"باورچن نے مجھے بتایا ہے کہ جانے سے پہلے سوزانے نے اس سے دودھ کی ایک بوتل، تھوڑا سا بلتانگ[1] اور گیہوں کے آٹے کے چند کیک مانگ کر تھیلی میں رکھ لیے تھے۔"

"اب یہ عجیب بات ہے" جان نے جواب دیا "سوزانے کو ان چیزوں کی کیا ضرورت تھی الا یہ کہ اس نے سفر پر جانے کا ارادہ کر لیا ہو"

"کبھی کبھی بچوں کے دل میں کچھ دیر کے لیے گھر سے بھاگ جانے اور آوارہ گردی کرنے کا شوق چراتا ہے" میں نے کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن دعا کرو کہ چاند کے غروب ہونے سے پہلے ہم اسے تلاش کر لیں۔"

---

[1] دھوپ میں سکھایا ہوا گوشت

مظہر الحق علوی

اور جب میں زین کے تھیلے میں اشیائے خورد و نوش بھر رہی تھی تو جان نے بھنے ہوئے گوشت کے چند لقمے زہر مار کیے، میرے ہونٹ چومے، مجھے تسلی دی اور پھر تازہ دم گھوڑے پر سوار ہو کر سوزانے کی تلاش میں روانہ ہو گیا۔ میں برآمدے میں کھڑی اسے شام کے دھندلکے میں غائب ہوتے دیکھتی رہی۔

میں بیان نہیں کر سکتی کہ جان کے جانے کے بعد میرا وقت کس قدر اذیت میں گزرا۔ میں رات بھر برآمدے میں بیٹھی رہی اور ٹھنڈی ہوا میری ہڈیوں کا گودا ٹھٹھرتی رہی اور شبنم میرے کپڑے بھگوتی رہی لیکن اس سے بے پروا اپنے پیدا کرنے والے سے دعا مانگتی رہی۔ ایسے سچے دل سے اور ایسی رقت سے میں نے کبھی دعا نہ مانگی تھی۔ اس کا تو مجھے یقین تھا کہ سوزانے، ہماری اکلوتی بیٹی، اور ہماری آنکھوں کی روشنی اور دل کی ٹھنڈک، اس خطرے میں تھی جس سے صرف خدا ہی اسے نکال سکتا تھا۔ جس علاقے میں ہم رہتے تھے وہ بھیانک تھا اور اس علاقے میں وحشی اور خونخوار کافر گھوما کرتے تھے جو سفید فاموں سے سخت نفرت کرتے تھے اور ان کے جانی دشمن تھے چنانچہ یہ کافر سوزانے کو اٹھا کر لے جا سکتے یا اس کی جان لے سکتے تھے اس کے علاوہ یہ علاقہ شیروں، لکڑ بگھوں اور دوسرے درندوں سے پُر تھا جو سوزانے کو پھاڑ کھا سکتے تھے اور آخر میں یہ کہ سمندر کا مدوجزر اس طرف بڑا ہی خوفناک اور تباہ کن تھا اور اگر سوزانے اب تک ساحل کی چٹانوں میں ہی بھٹک رہی تھی تو پھر سمندر اسے نگل سکتا تھا۔ سچ تو یہ کہ میں بار بار سوچ رہی تھی کہ کوئی وقت جاتا ہے جب کہ ہوا میری سوزانے کی آخری چیخ میرے کانوں تک پہنچا دے گی۔

آخر کار رات ختم ہوئی۔ صبح کی روشنی زمین پر اتر آئی اور اس کے ساتھ جان بھی آ گیا میں نے اس کے چہرے کی طرف ایک نظر دیکھا اور میرا دل دھک سے ہو گیا۔

"جان! ہماری بیٹی خدانخواستہ مر تو نہیں گئی؟" میں نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا" اس نے کہا "ہمیں اس کا کوئی سُراغ نہیں ملا ہے نہ وہ خود اور نہ

اس کی لاش یا کچھ اور۔ مجھے برانڈی دو، اور دوسرا تازہ دم گھوڑا تیار کرو۔ سورج طلوع ہو رہا ہے اور میں پھر اس کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ مدو جزر ختم ہو گیا ہے اس لیے ممکن ہے سوزانے ہمیں چٹانوں میں مل جائے"

اور وہ آہیں بھرتا ہوا میرے گھر میں داخل ہوا۔

"آؤ جان۔ ہم اپنے خدا سے دعا کریں۔ وہ ہم دکھیاروں کی ضرور سنے گا" میں نے کہا۔

اور ہم دونوں جھک گئے اور اس سے مانگنے لگے جو ہر جگہ ہے اور ہر دم ہے، جو سب کچھ دیکھتا اور سب کچھ سنتا ہے۔ ہم اس کے سامنے گڑگڑائے کہ وہ ہم پر رحم کرے اور ہماری بچی ہمیں واپس دے دے۔ اگر سچے دل سے دعا مانگی جائے تو خدا ضرور سنتا ہے۔ چنانچہ اس نے ہماری بھی سن لی۔

ابھی ہم دعا مانگ ہی رہے تھے کہ ہم نے اس کافر لڑکی کی آواز سنی جو سوزانے کی انا تھی، اور جو رات بھر پائیں باغ میں اوندھے منھ پڑی ہچکیاں لے لے کر روتی رہی تھی۔ وہ چیخ چیخ کر ہمیں باہر آکر دیکھنے کو کہہ رہی تھی۔ میں اور جان دل میں امید اور خوشی کی لہریں محسوس کر کے اٹھے اور دروازے کی طرف لپکے۔

ہمارے گھر کے سامنے اور اب سے صرف تیس قدم دور ایک ڈھلان تھی اور اس وقت طلوع ہوتے ہوئے سورج کی کرنیں اس ڈھلان کی چوٹی پر پوری طرح سے بکھری ہوئی تھیں اور وہاں، اس ڈھلان پر اور سورج کی نرم گرم کرنوں میں، ہماری بچی سوزانے کھڑی ہوئی تھی۔ وہ سر سے پیر تک بھیگی ہوئی تھی، اس کے بال بے ترتیب تھے لیکن خدا کا شکر ہے کہ وہ نہ تو زخمی تھی اور نہ کچھ اور بلکہ وہ مسکرا رہی تھی اور اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔ ایک سفید فام لڑکا جس کا قد سوزانے کے قد سے نکلتا ہوا تھا اور جو عمر میں بھی سوزانے سے کچھ بڑا تھا۔ یہ لڑکا سوزانے کے شانوں کا سہارا لیے ہوئے تھا۔

خوشی کی چیخوں کے ساتھ ہم اس کی طرف دوڑ پڑے اور اس زمانے میں میں بڑی تیز

بھاگنے والی تھی چنانچہ جان سے پہلے میں سوزانے کے پاس پہونچی اور میں نے اپنی بیٹی کو سینے سے لگا لیا اور اس کا ماتھا چوما میں نے سوزانے کو گھسیٹ کر اپنے سینے سے لگا لیا تو وہ سفید فام لڑکا زمین پر ڈھے گیا کیونکہ معلوم ایسا ہوتا تھا کہ اس کی ٹانگیں زخمی تھیں اور وہ کھڑا نہ رہ سکتا تھا۔

"ہیں! کیا مطلب ہے اس کا؟" جان نے پوچھا۔

"مطلب کیا ہو سکتا ہے ابا" سوزانے جواب دیا "سوائے اس کے کہ میں اپنے اس بھائی کی تلاش میں گئی جو آپ نے کہا تھا کہ اگر میں نے تلاش کیا تو مجھے ساحل سمندر پر مل جائے گا۔ اور یہ دیکھو بھائی مجھے مل گیا حالانکہ میں اس کی بولی نہیں سمجھ سکتی اور یہ بھی میری بولی نہیں سمجھ سکتا۔ آؤ۔ بھائی۔ میں سہارا دوں تمھیں۔ یہ ہمارا گھر ہے اور یہ ہمارے اماں ابا ہیں۔"

میں اور جان دم بخود تھے لیکن ہم دونوں بچوں کو گھر میں لے آئے اور ان کے گیلے کپڑے اتارنے لگے۔ یہ میں تھی جس نے لڑکے کے کپڑے اتارے تھے چنانچہ میں نے دیکھا کہ حالانکہ اس کا لباس پھٹ گیا تھا لیکن وہ اتنے قیمتی اور عمدہ کپڑے کا تھا کہ ہم نے ایسا کپڑا کبھی نہ دیکھا تھا اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ اس کی قمیص کے کالر پر۔ (اور اسکی قمیص ملائم اور ریشمی تھی) ۔ آر۔ ایم۔ (R. M) کڑھا ہوا تھا۔ میں نے دوسری باتیں بھی دیکھیں۔ ایک تو یہ کہ اس کے پیر اتنے سوج گئے تھے کہ جوتے ان میں پھنس گئے تھے اور اب انھیں کاٹ کر ہی اس کے پیروں میں سے اتارا جا سکتا تھا اور دوسری یہ کہ لڑکا کئی دنوں سے بھوکا تھا کیونکہ اس کی پسلیاں اس کی سفید دودھ جیسی جلد پر صاف نظر آرہی تھیں۔

خیر تو ہم نے لڑکے کو نہلا دھلا کر گرم کمبل اور ملائم کھال میں لپیٹ دیا اور میں نے اسے چمچہ چمچہ یخنی پلائی۔ اگر میں نے یخنی کا پیالا اسے دے دیا ہوتا تو وہ اس قدر بھوکا

تھا کہ سب کی سب پی جاتا اور شاید مر جاتا۔ جب اس کی بھوک کی تسکین ہو گئی اور اس کے حواس ذرا بجا ہوئے تو غمناک یادیں اس کے دماغ میں شاید ہجوم کر آئیں کیونکہ وہ رونے اور انگریزی زبان میں بار بار بس ایک ہی لفظ کہنے لگا۔"

"اماں۔ اماں۔ اماں"

اور یہی رٹتے رٹتے وہ سو گیا اور کئی گھنٹوں تک بے خبر سوتا رہا اور پھر تھوڑی تھوڑی کر کے میں نے سوزانے سے پوری کہانی معلوم کر لی۔

معلوم ہوا کہ اس دن کی رات کو، جس دن میں اور سوزانے ٹیلے پر بیٹھے ہوئے تھے اور سوزانے نے جان کی بندوق اٹھائی تھی، سوزانے نے ایک خواب دیکھا۔ یہاں میں یہ بتا دوں کہ سوزانے بڑی دلیر لڑکی تھی اور عجیب عجیب خیالات اس کے دماغ میں کلبلاتے رہتے تھے۔ خیر تو اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک کھائی میں ــ جو ہمارے فارم سے ایک ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت پر تھی ــ کوئی لڑکا دعائیں مانگ رہا ہے۔ حالانکہ وہ ایک ایسی زبان میں دعائیں مانگ رہا تھا جو سوزانے جانتی نہ تھی تاہم سوزانے نے اس کے الفاظ خواب میں سمجھ لئے۔ لڑکا کہہ رہا تھا "اے خدا! میری اماں مر گئی ہے اور میں بھوکا ہوں۔ چنانچہ کسی کو میری مدد کے لئے بھیج دے۔" اس کے علاوہ اس کے خواب میں یہ بھی ہوا کہ سوزانے نے ادھر ادھر دیکھا ــ وہ لڑکے کو دیکھ نہ سکتی تھی صرف اس کی آواز سن سکتی تھی۔ اس نے وہ چٹان پہچان لی جس کی کسی گھاٹی میں سے لڑکے کی آواز آ رہی تھی۔ یہاں وہ دو دفعہ آ چکی تھی۔ ایک دفعہ تو میرے ساتھ کنول کے پھول لینے اور دوسری دفعہ اپنے باپ کے ساتھ ایک گم شدہ بیل کے ساتھ آئی تھی۔

سوزانے بڑی ہوشیار اور تیز فہم تھی اور جانتی تھی کہ اگر اس نے اپنے اس خواب کا ذکر ہم سے کیا تو ہم ہنس پڑیں گے اور اسے اس جگہ جانے نہ دیں گے جو اس

نے خواب میں دیکھی تھی۔ چنانچہ اس نے ساحل پر سے سیپیاں اکٹھی کرنے کا پروگرام بنالیا اور سوچ لیا کہ وہاں سے وہ کافر لڑکی کی نظر بچا کر اس چٹان کی طرف چلی جائے گی جہاں خواب میں اس نے لڑکے کی آواز سنی تھی اور اسی لئے اس نے دودھ کی بوتل اور ریشا تک تھیلی میں رکھ لیا تھا۔

آگے بیان کرنے سے پہلے میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ سوزانے کا یہ خواب کیا تھا؟ کیا یہ خواب اس نے لڑکے کو ہمارے گھر لانے کے بعد گھڑ لیا تھا یا پھر حقیقت میں یہ اس کا سچا خواب تھا جیسے کہ اکثر بچوں کو سچے خواب نظر آتے ہیں کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں؟ اس سوال کا جواب میں نہ دوں گی۔ پڑھنے والے خود ہی فیصلہ کریں۔ البتہ اتنا ضرور کہوں گی کہ اگر اسے ایسا کوئی خواب نظر نہ آیا تھا تو پھر وہ اپنے ساتھ دودھ اور بلٹا نگ کیوں لے گئی تھی؟ آپ کہیں گے اس لئے کہ اس کے باپ نے کہا تھا کہ اگر اس نے تلاش کیا تو اسے ایک بھائی مل جائے گا۔ ممکن ہے ایسا ہی ہو۔ بہر حال فیصلہ میں آپ پر چھوڑتی ہوں۔

تو آمدم بر سرِ مطلب۔ جب سوزانے کافر لڑکی کی نظر بچا کر بھاگ گئی تو وہ ساحل چھوڑ کر آگے بڑھی اور چونکہ اس طرف کی زمین سنگلاخ تھی اس لئے اس کے قدموں کے نشان پتھروں پر نہ پڑے۔ وہ چلتی رہی یہاں تک کہ وہ چٹانوں اور وادیوں میں پہونچ گئی لیکن وہاں تک پہونچنے کے لئے اسے خاصا طویل راستہ طے کرنا پڑا تھا! اس لئے کہ وہ راستہ بھٹک گئی تھی۔ آخر بچی ہی تو تھی۔ وہاں پہونچ کر وہ اس جگہ کو نہ پہچان سکی جو اس نے خواب میں دیکھی تھی اور جہاں وہ پہلے بھی دو دفعہ آچکی تھی۔ چنانچہ وہ چلتی رہی اور پھر اس ویران جنگل کی وجہ سے اس کے دل میں خوف اترنے لگا۔ بک اس کے سامنے سے بھاگ رہے تھے اور بندر ایک سے دوسری چٹان پر چھلانگیں لگا لگا کر چیخ رہے تھے اور سوزانے کی طرف دیکھ دیکھ کر دانت نکال رہے تھے اور اس کا خوف بڑھتا جا رہا تھا۔

وہ برابر چلتی رہی البتہ راستے میں دودھ پینے اور کھانے کے لئے تھوڑی دیر کے لئے رُک گئی۔ سورج غروب ہو رہا تھا جب وہ اس جگہ پہونچ گئی جو اس نے خواب میں دیکھی تھی یہ ایک تنگ گھاٹی تھی۔ کچھ دیر تک وہ اس تنگ گھاٹی میں بھٹکتی رہی یہاں تک کہ جھاڑیوں کے ایک جھنڈ میں سے آتی ہوئی ایک مدھم آواز اس نے سنی۔ یہ وہی آواز تھی جو اس نے خواب میں سنی تھی۔ سوزانے رُک گئی اور دائیں طرف گھوم کر جھاڑیوں میں گھس گئی۔ جھاڑیوں کے پیچھے ایک وادی تھی اور وادی کے عین بیچ میں ایک چپٹی چٹان تھی اور اس چٹان پر ایک لڑکا بیٹھا دعا مانگ رہا تھا۔ سوزانے اس کے پاس پہونچی اور اس سے بات کی لیکن لڑکا ہماری زبان سمجھتا نہ تھا اور سوزانے اس کی زبان سمجھتی نہ تھی۔ سوزانے نے بوتل کا بچا ہوا دودھ اور گیہوں کے کیک اسے دے دیئے اور وہ بڑی رغبت سے کھانے اور پینے لگا۔

اس عرصے میں سورج غروب ہو چکا تھا اور وہ اندھیرے میں واپس آنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے چنانچہ دونوں بچے اس چٹان پر اور گرمی حاصل کرنے کی غرض سے ایک دوسرے کو لپٹ کر بیٹھ گئے۔ وہ یوں بیٹھے ہوئے تھے کہ انھوں نے اندھیرے میں نیلی نیلی آنکھوں کو اپنی طرف گھورتے دیکھا اور خوفناک غراہٹ کی آوازیں سنیں اور وہ دونوں ڈر گئے۔

آخر کار چاند طلوع ہوا اور اس کی روشنی میں انھوں نے دیکھا کہ ان سے صرف چند قدم کے فاصلے پر تین تیندوے کھڑے ہوئے تھے اور ٹہل رہے تھے۔ ان میں سے دو بڑے تھے اور تیسرا چھوٹا تھا۔ لیکن خود خدا ان دونوں بچوں کا محافظ تھا۔ چنانچہ ان درندوں نے ان پر حملہ نہ کیا بلکہ ان کی طرف دیکھتے رہے اور پھر غراتے ہوئے بھاگ گئے۔

اب سوزانے اٹھی اور اس نے لڑکے کا ہاتھ پکڑا اور گھر کی طرف آنے لگی لیکن بہت ہی آہستہ آہستہ کیونکہ لڑکے کی ٹانگیں سوج گئی تھیں اور وہ بے حد تھکا ہوا تھا۔ اسی

لئے آخری نصف راستہ اس نے سوزانے کے شانوں کا سہارا لے کر طے کیا۔ وہ رات بھر اسی طرح چلتے رہے اور وہ ٹیلہ جو ہمارے گھر کے عقب میں تھا، سوزانے کی راہبری کرتا رہا یہاں تک کہ صبح ہوتے ہوتے وہ گھر پہونچ گئے جیسا کہ میں بیان کر چکی ہوں۔

اور یہ اچھا ہی ہوا کہ وہ دونوں آ گئے کیونکہ جان اور وہ کافر جو سوزانے کی تلاش میں گئے تھے اسے اس گھاٹی میں تلاش کر چکے تھے اس لئے ظاہر ہے کہ دوبارہ وہاں جانے والے نہ تھے کیونکہ چٹانیں بہت تھیں اور گھاٹیاں بہت تھیں جہاں انھیں سوزانے کو تلاش کرنا تھا۔

تیسرا باب

رالف

یہ اسی دن کا ذکر ہے جب دونوں بچے ہمارے گھر پہونچے تھے اور اب وہ دونوں بے خبر سو رہے تھے کیونکہ بے حد تھکے ہوئے تھے۔

"بیوی! اب اس لڑکے کا ہم کیا کریں جسے سوزا نے یہاں لے آئی ہے؟" جان نے مجھ سے پوچھا۔

"کیا کریں؟" میں نے کہا "کرنے کا کیا ہے۔ اسے ہم رکھیں گے......"

"لیکن ——"

"یہ لڑکا خدا کا عطیہ ہے" میں نے اس کی بات کاٹ کر جلدی سے کہا۔

"لیکن یہ انگریز ہے اور مجھے انگریزوں سے سخت نفرت ہے" جان نے نظریں جھکا کر کہا

"انگریز ہو یا ڈچ بہر حال یہ کسی شریف اور باعزت خاندان سے ہے اور خود خدا نے اسے ہمارے پاس بھیجا ہے چنانچہ اب اسے یہاں سے نکال دینا گویا اپنی خوش بختی کو نکال دینا ہے۔"

"لیکن اگر اس کے خاندان والے اسے تلاش کرتے ہوئے یہاں آئے تو پھر کیا ہوگا؟"

"جب وہ آئیں گے تب دیکھا جائے گا۔ یہ تو بہت بعد کی بات ہے جس کے متعلق ابھی سے اندازے لگانا فضول ہے۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ کوئی اسے تلاش کرنے نہ آئے گا۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ میرا خیال ہے کہ سمندر نے اس کے سارے عزیزوں کو نگل لیا ہے۔"

اور اس کے بعد جان نے کئی برسوں تک اس سلسلے میں کچھ نہ کہا۔ میرا خیال ہے کہ

وہ شروع ہی سے اس لڑکے کو رکھ لینا چاہتا تھا اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہ تھی کیونکہ ہمارے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اور کوئی اولاد ہونے والی بھی نہ تھی۔

اس کے بعد جان اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ہمارے پڑوسی سے ملنے چلا گیا جس کا نام ہیروان وارین تھا اور جس کا گھر اور علاقہ ہمارے گھر سے دو گھنٹے کی مسافت پر تھا۔ یہ وان وارین بے حد امیر آدمی تھا۔ یعنی اس علاقے میں بکھرے ہوئے بوئیروں میں سب سے زیادہ امیر اور ان ویرانوں میں وہ اس لئے رہنے آیا تھا کہ اس نے کوئی جرم کیا تھا اور انگریزی قانون سے بھاگ کر اور اس سے بچنے کے لئے یہاں آ گیا تھا۔ میں نے سنا تھا کہ ایک دفعہ غصے ہو کر اس نے کسی سیاہ فام کو گولی مار دی تھی یہ وان وارین بے حد عجیب آدمی تھا اور سبھی اس سے ڈرتے تھے۔ یہ شخص بے حد بدمزاج، خاموش طبع اور گھُنّا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کی دادی سُرخ کافروں کے ایک قبیلے کی سردارن تھی۔ اگر یہ سچ تھا تو پھر اس کے خون کی جھلک وان وارین سے زیادہ اس کے اکلوتے بیٹے میں نمایاں تھی۔ ان کے اس بیٹے کا نام "سوارٹ پیٹ" تھا۔ اس کے شیطانی کارناموں اور مظالم کی داستان میں اپنی اس کہانی میں آگے بیان کروں گی البتہ یہاں اس کے متعلق اتنا کہہ دینا ضروری سمجھتی ہوں کہ بچپن سے ہی اس کی رنگت اتنی گہری تقریباً کالی، اور اس کا غصہ ایسا وحشیانہ تھا کہ اسے بچپن میں ہی "ننھا کافر" کا لقب مل گیا تھا۔ یہ سوارٹ پیٹ عرف "ننھا کافر" میری اس داستان میں، جو میں لکھوا رہی ہوں، ایک اہم کردار ادا کر رہا ہے چنانچہ اس کے متعلق یہاں کچھ کہنا فضول ہے۔ اس کے جوہر پڑھنے والوں پر خود بخود کھلتے جائیں گے۔

وان وارین کی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا چنانچہ اس نے اپنے بیٹے سوارٹ کی تعلیم کے لئے ایک استاد اپنے گھر پر ہی رکھ لیا تھا۔ یہ شخص ہالینڈ کا تھا اور انگریزی زبان جانتا تھا۔ غریب آدمی تھا یہ بچارا استاد، لیکن تھا بہت ہوشیار حتیٰ کہ وہ حساب بھی جانتا تھا

ابابیل

ایک دفعہ میں نے اپنی عقلمندی کی دھونس جمانے کے لئے اس سے پوچھا کہ ہمارے
فارم سے کیپ ٹاؤن تک کا سفر ہمارے بڑے چھکڑے میں کیا جائے تو اس کا پہیا
کتنی دفعہ گھومے گا۔ اس نے پہلے تو ہمارے چھکڑے کا پہیا ناپا، پھر کاغذ پر چند ہندسے
لکھے اور کچھ دیر بعد میرے سوال کا جواب بتا دیا اب یہ میں نہیں جانتی کہ اس کا جواب صحیح
تھا یا غلط۔ یہی بات میں نے اس سے کہی۔ اس پر وہ غصے ہو گیا اور اپنے غصے کی جھونجھ میں
اول فول بکنے لگا اور یہاں تک کہہ گیا کہ وہ یہ بھی بتا سکتا ہے کہ زمین سے سورج یا چاند تک
کے سفر میں ہمارے چھکڑے کا پہیا کتنی دفعہ گھومے گا اور یہ کہ وہ یہ بھی بتا سکتا ہے کہ ہم سورج
اور چاند سے کتنے فاصلے پر ہیں —— حالانکہ میں سمجھتی ہوں یہ سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا
یہی شخص سوارٹ کو تعلیم دے رہا تھا چنانچہ اب اگر ایسی کافرانہ تعلیم کے بعد سوارٹ بڑا ہو کر پورا
شیطان بنا تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔

خیر تو میرا شوہر جان وان وادرین کے پاس اس لئے گیا تھا کہ اس استاد کو اپنے ساتھ
لے آئے تاکہ اس انگریز لڑکے کی باتیں وہ سُن اور سمجھ کر ہمیں بتا سکے کہ وہ کیا کہتا ہے۔ چنانچہ
جان اسے لے کر آ گیا۔ اس نے نیلے رنگ کے شیشوں کی عینک لگا رکھی تھی اور وہ خچر پر سوار
تھا کیونکہ گھوڑے کی سواری سے اسے ڈر لگتا تھا۔

لڑکا جب گہری اور طویل نیند کے بعد سو کر اُٹھا اور میں نے اسے کھلا پلا کر کپڑے پہنا
دیئے تو سوارٹ ہیٹ کا وہ استاد اور اتالیق اس کے پاس آ بیٹھا اور اسی انگریزی زبان
میں باتیں کرنے لگا جس کے نام تک سے مجھے نفرت تھی۔ لڑکے سے سُن کر اس نے بعد میں
ہمیں جو کہانی سنائی وہ یوں تھی۔

لڑکے نے اپنا نام رالف کا نزی بتایا۔ میں سمجھتی ہوں یہ کا نزی دراصل میکنزی ہو گا۔
تو یہ رالف اپنے والدین اور دوسرے بہت سے لوگوں کے ساتھ ہندوستان سے جہاز میں
سوار ہوا تھا۔ اب یہ ہندوستان ان ممالک میں سے ایک ہے جنہیں انگریزوں نے اپنی

عیاری سے جزائر اپنے قبضے میں کر لیا ہے جس طرح کہ انھوں نے کیپ اور ناٹال
اپنے قبضے میں کر لئے ہیں ــــ ہندوستان بہت دور ہے چنانچہ وہ لوگ ایک
بہت بڑے جہاز میں بہت دنوں تک سفر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کا جہاز
اس ساحل کے قریب پہونچ گیا اور تب سمندر میں طوفان آیا اور ہوا ان کے جہاز
کو گھسیٹنے لگی یہاں تک کہ وہ ہمارے گھر اسنادم سے سو ڈیڑھ سو میل دور چٹانوں سے
ٹکرا گیا سمندر کا طوفان اتنا شدید تھا اور جہاز چٹانوں سے اتنے فوری طور ـ سے
ٹکرایا تھا کہ ملاح صرف ایک کشتی سمندر میں اتار سکے جس میں صرف چھے ملاح تھے
اور باقی عورتیں بچے تھے ۔ اسی کشتی میں یہ لڑکا رالف اور اس کی ماں بھی تھی لیکن
اس کا باپ اس کشتی میں سوار نہ ہوا حالانکہ جہاز کا کپتان منت سماجت کرتا رہا
کہ وہ بھی کشتی میں سوار ہو جائے کیونکہ رالف کا باپ کوئی بڑا عہدے دار اور اہم شخص
تھا اور اس کی زندگی عام لوگوں سے زیادہ اہم اور قیمتی تھی ۔

لیکن رالف کے باپ نے صاف لفظوں میں انکار کر دیا اور کہا کہ وہ دوسرے
مردوں کا ساتھ دے گا اور اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو دوسرے مردوں کا ہوگا ۔ بس
سے پتہ چلتا ہے کہ یہ انگریز لارڈ ــــ کیونکہ میرے خیال میں وہ لارڈ ہی تھا ۔ بڑا
ہی بہادر اور بے غرض آدمی تھا ۔ چنانچہ اپنی بیوی اور بچے کا ماتھا چوم کر انھیں دعا دی
اور کشتی سمندر میں اتاری گئی ۔ لیکن اس سے پہلے کہ دوسری کشتی اتاری جاتی جہاز اس
چٹان پر سے، جس پر وہ چڑھ گیا تھا، پھسل آیا اور فوراً ہی ڈوب گیا (یہ باتیں
بعد میں ان افراد نے بتائی تھی جنھوں نے اپنی آنکھوں سے جہاز کو غرق ہوتے دیکھا
تھا) اور وہ سارے لوگ بھی اس کے ساتھ غرق ہو گئے جو اس جہاز پر تھے ۔ خدا
ان ڈوبنے والوں کی روحوں پر رحم کرے اور انھیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے ۔ آمین
کشتی جب کنارے کے قریب پہونچی تو الٹ گئی اور کشتی میں بیٹھنے والوں میں سے

چند غرق ہو گئے لیکن رالف اور اس کی ماں کو اور بقیہ لوگوں کو سمندر کی موجوں نے کنارے پر لا پھینکا۔ ایک ملاح نے کمپاس سے سمت معلوم کی اور ان لوگوں کا قافلہ ایک طرف چل دیا۔ یقیناً انھیں امید تھی کہ وہ سفید فاموں کے کسی شہر یا بستی میں پہونچ جائیں گے۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ میں نہیں کہہ سکتی کیونکہ بچارا بچہ خود نا آشنا خوفزدہ تھا کہ اسے بھی یاد نہیں کہ کیا ہوا تھا۔ لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مرد تو کافروں سے جنگ کرتے ہوئے مارے گئے لیکن ان کافروں نے عورتوں اور بچوں سے کوئی تعرض نہ کیا۔ اس کے بعد عورتیں اور بچے بھوک اور تھکن سے یکے بعد دیگرے مرنے لگے۔ چند کو درندوں نے پھاڑ کھایا یہاں تک کہ کوئی نہ بچا سوائے رالف اور اس کی ماں کے۔ جب وہ دونوں ہی بچ رہے تو ایک کافر عورت نے انھیں کھانے پینے کی چیزیں اتنی دے دیں جتنی کہ وہ اٹھا سکتے تھے یہ ماں بیٹا جنوب کی طرف پانچ چھے دنوں تک چلتے رہے اور تب کھانے پینے کی چیزوں کا ذخیرہ ختم ہو گیا اور ایک صبح رالف بیدار ہوا تو دیکھا کہ اس کی ماں مر چکی تھی۔

رالف کو جب یقین ہو گیا کہ اس کی ماں مر چکی ہے تو اس پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ وہ وہاں سے بھاگا۔ جتنا تیز بھاگ سکتا تھا بھاگا۔ دن بھر وہ بھاگتا اور پھر لڑکھڑاتی ٹانگوں سے چلتا رہا یہاں تک کہ وہ گھاٹی میں پہونچ گیا اور اس چپٹی چٹان پر گھٹنوں کے بل جھک کر دعائیں مانگنے لگا جیسا کہ اسے سکھایا گیا تھا اور اسی جگہ سوزانے نے آخر کار اسے تلاش کر لیا۔

رالف کی اس کہانی کی تصدیق ان کافروں کی باتوں سے بھی ہو گئی جو ایک یا دوسری خبر لاتے تھے اور پھر ایک شخص کو، جو سوزانے کی تلاش میں گیا ہوا تھا، رالف کی ماں کی لاش مل گئی اور اس نے اسے دفن کر دیا۔ اس نے اسے بتایا کہ جس عورت کی لاش تھی وہ طویل القامت اور بلند خاندان کی تھی اور اس کی عمر تیس سال کی رہی ہوگی۔

ہم نے اس کی قبر نہ کھودی حالانکہ ہم اسے دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن کافروں نے کہا کہ اس خاتون کے پاس کچھ نہ تھا سوائے دو انگوٹھیوں کے جن میں سے ایک تو سونے کی اور سادی تھی اور دوسری میں زمرد جڑا ہوا تھا جس پر کچھ علامت کندہ تھی۔ یہ شاید خاندانی علامت تھی اس کے گون کی ایک جیب میں سرخ چرمی جلد والی جیبی کتاب تھی جو بائبل تھی جس کے پہلے صفحے پر انگریزی میں لکھا ہوا تھا:۔

"یہ تحفہ ہے ظورا گورڈن کے لئے اس کی ماں اگینس گورڈن کی طرف سے۔ بہ تقریب کونفرمیشن[1]"

اور اس کے نیچے تاریخ لکھی ہوئی تھی۔

اور یہ سب چیزیں وہ کافر، جسے رالف کی ماں کی لاش ملی تھی، لے آیا اور مجھے دیدیں ساتھ ہی وہ اس خاتون کے بالوں کی ایک لٹ بھی کاٹ کر لے آیا تھا سوزانے، یاد رکھنا کہ بالوں کی یہ لٹ، جس پر لیبل لگا دیا ہے، میرے پلنگ کے نیچے دھرے ہوئے دیگن صندوق میں محفوظ ہے۔ جب خدا مجھے اپنے پاس بلائے تو تم یہ لٹ اپنے پاس رکھ لینا۔

دوسری چیزیں میری پڑپوتی اسی سوزانے کے پاس ہیں جو یہ داستان لکھ رہی ہے۔ کیونکہ ان چیزوں پر اس کا جائز حق ہے اور خود اس کا دادا اپنے وصیت نامے میں یہ چیزیں اس کے نام کر گیا ہے۔ اور ہاں ان میں ایک اور چیز بھی ہے جس کا ذکر کرنا میں بھول گئی۔

جب ہم نے لڑکے کے کپڑے اتارے تو اس کی گردن میں ایک لاکٹ تھا۔ رالف نے بتایا کہ مرنے سے پہلے اس کی ماں نے یہ لاکٹ اس کے گلے میں ڈال دیا تھا۔ یہ لاکٹ بھی

---

[1] عیسائی بچے جب سنِ شعور کو پہنچتے ہیں انھیں عیسوی دین کی تعلیم و تلقین کی رسم ادا کی جاتی ہے جسے کونفرمیشن کہتے ہیں جیسی کہ ہمارے یہاں بچوں کو بسم اللہ پڑھانے کی رسم ادا کی جاتی ہے

مظہر الحق علوی

سونے کا تھا اور اس میں تین تصویریں تھیں ایک مرد کی، ایک عورت کی اور ایک بچے کی۔
بائیں طرف کھڑا ہوا مرد خاصا قبول صورت تھا اور اس نے فوجی وردی پہن رکھی تھی۔ رالف
نے بتایا کہ یہ اس کا باپ تھا۔ دائیں طرف ایک حسین خاتون کی تصویر تھی۔ رالف نے مجھے بتایا
کہ یہ اس کے ماں کی تھی۔ دونوں کے بیچ میں ایک بچہ کھڑا تھا اور یہ رالف تھا۔ یہ تصویریں
اور لاکٹ بھی میری بڑی پوتی سوزانے کے پاس ہے کہ اس کا دادا یہ بھی اس کے نام کر گیا ہے۔
پھر تو ہم نے اس خاتون کی قبر نہ کھودی۔ بلکہ جان ایک دن وہاں گیا اور اس نے
پتھر رکھ کر اس کچی قبر کو پکی بنایا اور اس کے چاروں طرف ایک چار دیواری بنادی۔ وہ
قبر اور چار دیوار آج تک وہاں موجود ہے اور اُس علاقے کے لوگ اس قبر کا بہت
زیادہ احترام کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعد میں جب ایک پادری ہمارے علاقے میں آنکلا
تو ہم اسے اس خاتون کی قبر پر لے گئے اور وہاں اس نے قبر پہ آخری دعا بھی پڑھی
اس جہاز کی غرقابی نے ایک دنیا میں ہلچل مچادی اور برطانوی حکومت نے ایک جہاز
اس ساحل کی طرف تحقیق کے لئے بھیجا کہ معلوم ہو جہاز کی غرقابی کا سبب کیا تھا لیکن کوئی
ہمارے پاس پوچھنے نہ آیا کہ ہم کیا جانتے تھے اس جہاز کی غرقابی کے متعلق۔ چنانچہ یوں
ہوا کہ رفتہ رفتہ اس جہاز کے واقعہ کو لوگ بھول گئے جیسا کہ اس دنیا میں ہر واقعہ کو لوگ
بھول جاتے ہیں خواہ وہ کتنا ہی غمناک کیوں نہ ہو۔

شروع شروع میں تو رالف کی حالت کسی آسیب زدہ کی سی رہی۔ رات کے وقت
اور دن کو بھی کبھی کبھی اس پر شدید خوف کا دورہ سا پڑتا اور پھر وہ اسی طرح سے رونے
اور ہچکیاں لینے لگتا کہ پتھر کا کلیجہ بھی ہل جائے۔ جب یہ دورے پڑتے اس پر تو صرف ایک
ہستی تھی ایسی جو اسے پُرسکون کر سکتی تھی۔ اور یہ ہماری بیٹی سوزانے تھی۔ مجھے اب تک یاد
ہے کہ میں تین دفعہ انھیں کس حال میں دیکھ چکی ہوں۔ ہاں اس منظر کی ایک ایک تفصیل

مجھے یاد ہے۔

رالف ایک دم سے اُٹھ کر اپنے بستر پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی پھٹی ہوئی آنکھوں سے وحشت عیاں تھی، پسینے کے ریلے اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے اور وہ کچھ انگریزی زبان میں اور کچھ ڈچ زبان میں بول رہا تھا کبھی تو اس کی آواز بلند ہو کر چیخ بن جاتی تھی اور کبھی مدھم ہو کر سرگوشی۔ اور وہ جہاز کی تباہی، اپنے والدین، اس کافر عورت کے متعلق جس نے اسے کھانا دیا تھا اور جنگل اور درندوں اور ان کافروں کے متعلق بکا کرتا تھا جو ان پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اور اس کے قریب نائٹ گون پر لومڑی کی کھال کا فرغل اوڑھے سوزانے بیٹھی ہوتی اور اس کی پلکوں میں اب بھی نیند کے ٹکڑے پھنسے ہوتے۔ وہ رالف سے باتیں کر رہی ہوتی جو ہمارے لیے سراسر بے معنی تھیں۔ وہ ایک ہاتھ سے رالف کی کلائی پکڑے ہوتی اور دوسرے ہاتھ سے اس کے بالوں میں کنگھی سی کر رہی ہوتی یہاں تک کہ رالف کا یہ دورہ گزر جاتا۔ وہ خاموش ہو جاتا اور پھر سوزانے سے لپٹ کر سو جاتا۔

جیسے جیسے سال گزرتے گئے رالف کے یہ دورے کم ہوتے چلے گئے اور آخر کار یکسر ختم ہو گئے لیکن جو چیز ختم نہ ہوئی بلکہ وقت کے ساتھ بڑھتی رہی وہ سوزانے سے رالف کی محبت تھی اور سوزانے کی رالف سے محبت تھی، جو اس کی محبت سے شاید کچھ زیادہ ہی بڑھی ہوئی تھی بھائی کو بہن سے اور بہن کو بھائی سے محبت ہوتی ہی ہے۔ لیکن ان دونوں کی محبت، بچپن ہی سے، عجیب طرح کی تھی۔ مکمل ترین محبت اور وہ دونوں بچپن ہی سے ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے۔ اس محبت میں بھائی بہن کی بھی محبت تھی۔ دوست اور دوست کی بھی محبت تھی اور عاشق و معشوق کی محبت بھی تھی اور ان کی محبت اس وقت تک، اتنی ہی شدت سے قائم رہی، جب تک کہ وہ دونوں زندہ رہے اور یقیناً ان کی یہ محبت دوسری دنیا میں بھی قائم ہو گی۔ ان کے خیالات ایک تھے، ان کے دل ایک تھے حالانکہ جسم جدا جدا تھے۔ میں بوڑھی ہوں اور حالانکہ میں بہت سی باتوں سے ناواقف ہوں لیکن میں نے دنیا دیکھی ہے اور

یہ میں یقین سے کہتی ہوں رالف کا نزی اور سوزانے میں جیسی پاک محبت تھی ایسی محبت نہ تو پہلے کبھی کسی مرد عورت میں ہوئی اور نہ ہی آئندہ شاید ہوگی۔

رالف کا نزی بڑا ہوا تو وہ بڑا خوبصورت اور کھلے ہاتھ پاؤں والا مضبوط اور بہادر جوان تھا۔ اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور دہانہ ذرا تنگ تھا۔ وہ اتنا طاقتور اور پھرتیلا تھا کہ اس دور کا کوئی بھی جوان اس سلسلے میں اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ جوانی میں حالانکہ وہ دیو قامت نہ تھا لیکن اس کا سینہ چوڑا تھا اور اس کے پٹھے جیسے آہنی تھے کہ وہ تھکنا جانتے ہی نہ تھے۔ ہم بوئیر پڑھنے لکھنے کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے بس اتنا علم حاصل کر لیتے ہیں کہ کتاب مقدس کی تلاوت کر سکیں۔ اس کے باوجود ہم نے سوچا کہ رالف کو اس کی قوم کی سی تعلیم دلوائی جائے کیونکہ وہ بوئیر نہ تھا حالانکہ میں نے اور جان نے اسے شروع سے ہی اپنے بیٹے کی طرح رکھا تھا اور اس سے ایسی ہی محبت بھی کرتے تھے۔

خیر تو ایک دن — اور اس وقت رالف کو ہمارے ساتھ رہتے دو برس ہو چکے تھے — وہی نیلی عینک والا اتالیق، جس کا ذکر میں کر چکی ہوں، خچر پر بیٹھ کر ہمارے یہاں آیا۔ اس نے بتایا کہ وہ وان وارین کے گھر سے فرار ہو کر آیا ہے کیونکہ وہاں جو مظالم اور گناہ ہوتے تھے وہ اس اتالیق کے لئے ناقابل برداشت تھے۔ اس لئے اب ہم نے اسے رالف کا اتالیق بنا دیا۔ چنانچہ وہ چھے برس تک ہمارے ساتھ رہا اور ان چھے برسوں میں رالف اور سوزانے نے اس سے بہت کچھ تعلیم حاصل کی۔ ان دونوں نے کیا کتنا سیکھا یہ میں نہیں کہہ سکتی کیونکہ اس سلسلے میں میں نری جاہل ہوں۔ ان دونوں نے تاریخ سیکھی اور لکھنا اور پڑھنا سیکھا اور انگریزی زبان بھی سیکھی۔

میں نے اس اتالیق سے بار بار پوچھا کہ وہ وان وارین کے یہاں سے کیوں بھاگ آیا لیکن اس نے مجھے کچھ زیادہ نہ بتایا سوائے اس کے کہ وان وارین کے گھر میں جادو کا بہت زیادہ دخل ہو گیا تھا اور وہاں بڑے شیطانی کام ہوتے تھے۔ اگر اس اتالیق

کے کہنے کا یقین کر لیا جائے تو پھر معلوم ہوا کہ وان واریَن کا فروچ ڈاکٹروں اور بی ڈاکٹرنیوں کو اپنے گھر بلاتا تھا اور بند کمروں میں کچھ خفیہ اور خوفناک رسومات ادا کی جاتی تھیں اور ان رسومات میں وہ اپنے بیٹے سوارٹ ہیٹ کو بھی شریک کرتا تھا۔ یہ آخری بات سچ تھی اس میں تو مجھے شک نہیں کیونکہ بعد کے واقعات نے اس کی تصدیق کر دی۔

خیر تو چھ برس بعد یہ اتالیق ایک بوڑھی لیکن امیر عورت سے شادی کرنے کے لئے چلا گیا جو عمر میں اس سے بیس برس بڑی تھی اور یہاں اس اتالیق کی کہانی ختم ہوتی ہے اس کے متعلق اس سے زیادہ کچھ کہنے کو نہیں رہ جاتا کہ مجھے شروع سے ہی یہ شخص پسند نہ تھا لیکن جب وہ ہمارے گھر سے رخصت ہوا ہے تب تو مجھے اس سے اور بھی زیادہ نفرت ہو گئی۔ اب میں یہ نہیں جانتی کہ مجھے اس سے کیوں نفرت تھی۔ خصوصاً اس لئے کہ وہ غریب بڑا ہی بے ضرر قسم کا آدمی تھا اور نہ تو اس نے ہمارا کچھ بگاڑا تھا اور نہ ہی ہمیں کسی طرف سے کوئی نقصان پہونچایا تھا۔ شاید اس لئے کہ وہ ایک بڑھیا سے محض دولت کی خاطر شادی کرنے گیا تھا اور میرے خیال میں کسی بھی انسان کی یہ بڑی ذلیل حرکت ہے۔

چوتھا باب

سایہ

اب میں غیر ضروری تفصیلات حذف کر کے اس زمانے کا ذکر کر رہی ہوں جب رالف کی عمر انیس برس کی تھی، حالانکہ اب تک اس کے ڈاڑھی مونچھ نہ اُگی تھی لیکن وہ مرد نظر آتا تھا کیونکہ افریقہ کی آب و ہوا میں لڑکے بہت جلد، دماغی طور پر نہیں تو جسمانی طور پر، جوان ہو جاتے ہیں۔ اس زمانے کا ذکر میں غم اور شرم محسوس کر کے کر رہی ہوں کیونکہ اسی سال میں نے اور جان نے ایک گناہِ کبیرہ کیا جس کی سزا ابھی ہمیں خدا کی طرف سے سخت ملی۔

موسم سرما کے ابتدائی دنوں میں میرا شوہر قریبی نشیب کی طرف گیا جو پچاس میل دور تھا وہ مکئی اور اینٹلوپ کی کھالوں سے بھرا ہوا چھکڑا لے کر انھیں فروخت کرنے وہاں گیا تھا۔ یہ اینٹلوپ جان اور رالف نے شکار کئے تھے۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ ان خریدوں کی تجارت بھی کرے گا نشٹ مہال (حضرت عیسیٰ کا آخری کھانا جو آپ نے صلیب دیئے جانے سے پہلے اپنے حواریوں کے ساتھ کھایا تھا) کی عید کے جشن میں شرکت کرے گا۔ میں ان دنوں علیل تھی چنانچہ اس کے ساتھ نہ گئی۔ سوزان بھی نہ گئی کیونکہ اس نے کہا وہ میری تیمارداری کرے گی رہا رالف تو ہم دونوں کی خبر گیری کے لئے گھر پر ہی رہ گیا۔

پندرہ دن بعد جان واپس آیا اور اس کے چہرے پر نظر ڈالتے ہی میں نے سمجھ لیا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔

"کیا بات ہے جان؟" میں نے پوچھا "کیا مکئی اچھے داموں فروخت نہیں ہوئی؟"

"بہت اچھے داموں فروخت ہوئی" اس نے جواب دیا "اس انگریز دکاندار نے نہ صرف مکئی بلکہ کھالیں بھی دوگنی قیمت سے خرید لیں۔ یہ انگریز واقعی بیوقوف ہوتے ہیں"

"تو پھر کیا بات ہے؟ کیا کافر دوبارہ حملہ کرنے یا بغاوت کرنے والے ہیں"

"نہیں۔ فی الحال تو وہ پُرسکون ہیں حالانکہ لندن سوسائٹی کے لعنتی مبلغ انھیں اکسانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔"

اور پھر اس نے مجھے اشارے سے مزید سوالات پوچھنے سے منع کر دیا۔ چنانچہ میں نے اس وقت تک کچھ نہ پوچھا جب تک کہ رات کے کھانے سے فارغ ہو کر ہم اپنے کمرے میں نہ چلے گئے اور دوسرے افراد سو نہ گئے۔

"ہاں جان۔ اب سناؤ اپنی بُری خبر" میں نے کہا" کیونکہ مجھے یقین ہے کہ یہ بُری خبر ہی ہے۔"

"سنو بیوی" جان نے کہا" وہاں نشیب کی بستی میں ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی تو پورٹ الیزابیتھ سے آیا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہاں میں دو انگریز آئے ہوئے ہیں جو حال ہی میں وہاں وارد ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک تو اس کا چستانی لارڈ ہے اور دوسرا سرخ بالوں والا وکیل ہے۔ جب ان انگریزوں کو معلوم ہوا کہ یہ شخص، جس سے میری ملاقات بستی میں ہوئی تھی، افریقہ کے اس علاقے کا ہے تو وہ اس کے ساتھ باتیں کرنے لگے اور انھوں نے بتایا کہ وہ ایک عجیب کام سے افریقہ آئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جب ایک بڑا جہاز اس طرف کی چٹانوں سے ٹکرا کر کوئی دس برس پہلے، غرق ہوا تھا تو اسی جہاز میں ایک لڑکا سفر کر رہا تھا جو اگر زندہ رہتا تو آج اسکاٹ لینڈ کا ایک بے حد امیر لارڈ ہوتا۔ بیوی! نام بتانے کی ضرورت نہیں کیونکہ تم خود سمجھ سکتی ہو کہ یہ لڑکا کون تھا"

میں نے اثبات میں سر ہلایا اور میرا پورا بدن ٹھنڈا ہو گیا کیونکہ میں نے اندازہ لگا لیا کہ جان کیا کہنے والا تھا۔

"ایک طویل مدت تک" جان نے کہنا شروع کیا" وہ لوگ، جنھیں اس لڑکے سے دلچسپی تھی، یہی سمجھتے رہے کہ جہاز کے سارے مسافروں کے ساتھ یہ لڑکا بھی مر گیا لیکن ایک آدھ برس

پہلے یہ افواہ گشت کرنے لگی کہ ایک لڑکا، جس کا حلیہ ایسا ہی ہے جیسا کہ بتایا جاتا ہے، بچ گیا ہے اور ٹرانسکی کے ایک بوئیر خاندان نے اسے بیٹا بنا لیا ہے۔ اب یہ میں نہیں جانتا یوں کہ افواہ کیسے پھیلی۔ وہ جائداد اور خطاب جو اس لڑکے کو ملنے والا تھا اور اس کا جائز حق تھا اس کے ایک چچیرے بھائی کو مل گیا ہے۔ لیکن لڑکے کا یہ عزیز چونکہ ایماندار آدمی ہے اس لئے اس نے یہ ورثہ قبول کرنے سے پہلے افریقہ آنے اور اس افواہ کی حقیقت معلوم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ وہ پورٹ الزابیتھ آ گیا ہے بلکہ اب تک وہ ہمارے گھر آنے کو وہاں سے چل پڑا ہے چنانچہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ دن زیادہ دور نہیں جب رالف ہم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جائے گا۔"

"نہیں۔ ایسا کبھی نہ ہو گا" میں نے کہا "وہ ہمارا بیٹا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے اور میں اسے ان انگریزوں کے سپرد نہ کروں گی۔ کبھی نہیں"

"تو پھر وہ اسے زبردستی لے جائیں گے" جان نے کہا "اگر رالف نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تب بھی وہ اسے لے جائیں گے کیونکہ ان کی پشت پناہی قانون کر رہا ہے۔"

"آہ جان" میں نے چیخ کر کہا "اگر ایسا ہی ہوا تو میرا دل ٹوٹ جائے گا اور کسی اور کا بھی دل ٹوٹ جائے گا۔"

اور میں نے اس کمرے کی طرف اشارہ کیا جس میں سوزانے سوئی ہوئی تھی۔

جان نے اداسی سے سر ہلایا کیونکہ نہ صرف ہم دونوں بلکہ ہر کوئی جانتا تھا کہ رالف اور سوزانے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں بلکہ فدا ہیں ایک دوسرے پر۔

"ٹھیک ہے" جان نے کہا "تمہارا دل ٹوٹ جائے گا، سوزانے کا دل ٹوٹ جائے گا اور میرا بھی سالم نہ رہے گا تاہم سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بلا کو کس طرح ٹالا جائے جو ہمارے گھر کی طرف بڑھ رہی ہے"

"جان" میں نے کہا "موسم سرما قریب ہے چنانچہ اب وقت آ گیا ہے کہ تم اور رالف ہمارے مویشیوں کو گھاس کے ان میدانوں میں لے جاؤ جہاں ہر سال لے جاتے ہو اور

وہاں کی گھاس چر کر ہمارے مویشی خوب موٹے تازے ہو جاتے ہیں۔ ہمارے مویشیوں کا ریوڑ اتنا بڑا ہے کہ اسے صرف کافروں کے بھروسے پر نہیں چھوڑا جاسکتا۔ مناسب ہوگا کہ تم اور رالف کل ہی روانہ ہو جاؤ۔ اب اگر یہ انگریز یہاں آگئے جن کا ذکر تم نے کیا ہے، تو پھر میں خود ان سے بات چیت کروں گی۔ تم ہی بتاؤ کہ سوزانے نے اس لڑکے کو کیا اسی لئے بچایا تھا کہ اسے ان انگریزوں کے حوالے کر دیا جائے؟ کیا ہم نے اسکی پرورش اسی لئے کی ہے کہ ظالم انگریز آکر اسے لے جائیں؟ تم خود سوچو کہ جب تم اسے یہاں سے ہمیشہ کے لئے جاتے دیکھوگے تو تمھاری کیا حالت ہو جائے گی؟ تمہارے کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے اور ہوگی بھی نہیں۔ تم کیا کروگے رالف کے بغیر؟ کیا تم اکیلے ہی فارم کا کام کروگے؟ اکیلے ہی شکار کرنے جاؤگے؟ اور اگر کبھی کافروں نے حملہ کر دیا تو کیا اکیلے ہی ان سے جنگ کروگے؟ سوچو، جان، سوچو"

"مجھے اکساؤ مت" جان نے پھٹی ہوئی آواز میں کہا کیونکہ رالف اس کا بیٹا ہی نہیں بلکہ بہترین دوست بھی تھا "مجھے اکساؤ مت۔ اس کی اطلاع ہمیں رالف کو دینی چاہئے اور پھر فیصلہ وہی کرے گا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ بے شک ابھی اس کی عمر صرف انیس برس کی ہی ہے لیکن ہم بوئیروں میں انیس برس کا لڑکا شادی کے قابل اور خود اپنی زمین حاصل کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ اسے یہ بات بتا دینی چاہئے اور فوراً"

"ٹھیک ہے" میں نے کہا "اسی کو فیصلہ کرنے دو"

لیکن، میں نے سوچا کہ اس کے فیصلے میں، میں اس کی مدد کروں گی اور ایسی ترکیب لڑاؤں گی کہ رالف وہی فیصلہ کرے گا جو ہم چاہتے ہیں۔ بے شک یہ میری خودغرضی تھی۔ لیکن اس کے بچھڑ جانے کے خیال سے میرا کلیجہ منہ کو آرہا تھا اور سرد خوف میرے دل میں اتر گیا تھا چنانچہ میں رات بھر سو نہ سکی

صبح بیدار ہو کر میں کمرے سے نکل کر برآمدے میں آگئی۔ وہاں سوزانے بیٹھی کافی سڑپ رہی تھی اور وہ گیت گنگنا رہی تھی جو رالف نے اسے سکھایا تھا۔ میں اب بھی تصور کی نظروں سے سوزانے کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے تنگ خوبصورت لباس پہن رکھا تھا، اس کی کمر ڈوری میں ایک پھول اڑسا ہوا تھا اور جو شبنم سے نم تھا وہ ٹوپی اپنے ہاتھ میں لٹکائے ہوئے تھی اور اس کے لہردار بھورے بال صبح کی دھوپ میں ریشم کے ڈھیر کی طرح چمک رہے تھے۔

اس وقت سوزانے کی عمر اٹھارہ سال کی ہو چکی تھی اور وہ اتنی حسین تھی کہ اس کی خوبصورتی دیکھ کر میرا سینہ فخر سے پھولنے لگتا تھا۔ میری اتنی عمر ہوئی لیکن میں نے اپنی پوری قوم میں آج تک ایک بھی ایسی لڑکی نہیں دیکھی جو حسن و نزاکت میں سوزانے کی برابری کر سکے، بہت سی لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں جو ایک یا دوسری طرف سے حسین معلوم ہوتی ہیں لیکن سوزانے ہر طرف سے حسین تھی۔ وہ حسن کی ملکہ تھی اور ہمیشہ وہ ایسی ہی حسین رہی۔ وہ سرو قد تھی، غزال کی طرح چنچل تھی، اس کی اعضاء نازک نازک تھے، سینہ ابھرا ہوا تھا اور گردن صراحی دار تھی۔ اس کی رنگت بے داغ تھی اور چہرہ کھلے ہوئے کنول کی مانند تھا اور آنکھیں ———؟ ہرنوں کی آنکھیں بھی ایسی نرگسیں، ایسی خوبصورت اور ایسی پرکشش نہیں ہوتیں۔ اس کے علاوہ وہ دل کی بھی صاف تھی، رحم دل تھی اور ایسی خوش اخلاق کہ کافروں تک سے مسکرا کر بات کرتی تھی۔

"سوزانے! آج تو تم وقت سے پہلے ہی بیدار ہو گئیں" میں نے کہا۔

"ہاں۔ رالف کے لئے کافی جو تیار کرنی تھی۔ اسے کافر عورتوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی کافی پسند نہیں" سوزانے نے جواب دیا۔

"تمہارا مطلب ہے تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ کوئی کافر عورت اس کے لئے کافی بنائے" میں نے کہا کیونکہ میں جانتی تھی کہ رالف کو اس سے کوئی غرض ہی نہ تھی کہ اس

کے لئے کافی کون بناتا ہے اور کون نہیں بناتا اور اگر اسے کسی کی بنائی ہوئی کافی پسند تھی تو پھر وہ میرے ہاتھ کی بنی ہوئی ہوتی تھی سوزانے کے ہاتھ نہیں جو اس زمانے میں ایک بے پروا اور کھلنڈری لڑکی تھی اور گھر کے کاموں سے جی چراتی تھی۔

"سوارٹ ہیٹ کل یہاں آیا تھا؟" میں نے پوچھا" جب میں ساحل کی طرف سے واپس آرہی تھی تو میرا خیال ہے میں نے اس کا گھوڑا دیکھا تھا"

"ہاں۔ آیا تھا"

"کیوں؟"

سوزانے نے شانے اچکائے

"اماں! سب کچھ جانتے ہوئے بھی آپ یہ پوچھ رہی ہیں؟" سوزانے نے جواب دیا "وہ مجھے پریشان کرنے آتا ہے اور کیا۔ پھولوں کے تحفے لاتا ہے میرے لئے اور کہتا ہے کہ میں اس کے ساتھ "روپ سٹ"[1] کروں"

"تو تم اس کے ساتھ روپ سٹ کرنا نہیں چاہتی؟"

"سوارٹ ہیٹ کے سامنے میں نے اگر کوئی موم بتی جلائی بھی تو وہ بہت چھوٹی ہوگی" سوزانے نے پیر پٹخ کر جواب دیا" یہ سوارٹ ہیٹ بڑا شیطان ہے۔ اس کے دھندے شیطانی ہیں۔ اور اس کی باتیں شیطانی ہیں۔ مجھے تو اس سے خوف آتا ہے کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ اپنے باپ وان وارین کی موت کے بعد تو وہ اور بھی زیادہ بگڑ گیا ہے اور اسی کے ساتھی اور دوست زیادہ تر اکھڑ ہی ہیں۔

"مثل مشہور ہے کہ باپ پر پوت، پتا پر گھوڑا۔ مجھے تو یقین تھا کہ سوارٹ ہیٹ ایسد

---

[1] یعنی بوئیروں کی وہی رسم کہ شادی کا امیدوار لڑکا اپنی پسند کی لڑکی کے ساتھ اکیلا بیٹھا کرتا تھا جسکی تفصیل پچھلے صفحات کے کسی حاشیئے میں بیان کی جا چکی ہے۔ مظہر الحق علوی

ہی اٹھے گا کیونکہ تم جانو گناہ اور سحر وغیرہ تو اس کی گھٹی میں پڑے ہیں۔ تمھارے اور اس کے درمیان کوئی بات چیت ہوئی ؟"

"ہاں۔ تھوڑی سی۔ میں اس کی میٹھی میٹھی باتیں سننا چاہتی ہی نہ تھی چنانچہ وہ غصے ہوگیا اور مجھے دھمکیاں دینے لگا لیکن عین اس وقت رالف آگیا اور سوار ٹی دم دبا کر بھاگ گیا کیونکہ اماں وہ رالف سے بہت ڈرتا ہے۔"

"یہ رالف کہاں گیا سویرے سویرے ؟" میں نے موضوع بدلنے کی غرض سے پوچھا۔

"وہاں دور کے مویشیوں کے کرال میں گیا ہے۔"

"کیوں ؟"

"چند کافر بیل خریدنا چاہتے ہیں۔ آج صبح وہ بیل منتخب کر رہے ہیں چنانچہ رالف قیمت طے کرنے گیا ہے۔"

"اس کی رگوں میں انگریزی خون ہے لیکن وہ ایک عمدہ بوئیر ثابت ہو رہا ہے اس کے باوجود میرا خیال ہے کہ جب وہ دوبارہ انگریز بن جائے گا تو اسے شاید بھولے سے بھی یہ خیال نہ آئے گا کہ وہ کبھی بوئیر رہ چکا ہے۔"

"دوبارہ انگریز بن جائے گا! کیا مطلب ہے آپ کا ؟" سوزانے نے جلدی سے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ کند ہم جنس باجنس پرواز، کبوتر با کبوتر، باز با باز اور میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے اس باز کا گھونسلا کہیں دور تیار ہے جسے پکڑ کر ہم نے پنجرے میں ڈال دیا ہے۔"

"گھونسلا کہیں دور تیار ہے! اگر ایسا ہے اماں تو پھر یہاں بھی ایک گھونسلا ہے جو خالی رہ جائے گا۔ میرا مطلب ہے آپ کا دل اور ابا کا دل" اور اس نے ٹوپی پھینک کر اپنے دونوں ہاتھ آپس میں بھینچ لیے۔ "اماں! پہیلیاں بجھوانے کے بجائے آپ صاف صاف لفظوں میں کیوں نہیں کہہ دیتیں کہ بات کیا ہے ؟ کیا مطلب ہے آپ کا ؟"

"میرا مطلب یہ ہے سوزانے کہ ہم میں سے کسی کے لیے بھی یہ مناسب نہیں ہے

کہ ایک اجنبی سے ایسی محبت کرنے لگ جائیں۔ رالف بویر نہیں انگریز ہے۔ وہ مجھے ماں، تمھارے باپ کو ابا اور تمہیں بہن کہتا ہے لیکن ہمارے لئے نہ وہ بیٹا ہے اور نہ بھائی چنانچہ ایک دن ایسا آئے گا جب حقیقت اس پر واضح ہو جائے گی، جب اسے پتہ چلے گا کہ اس کے حقیقی عزیز و اقربا تو یہاں سے بہت دور، سمندر کے اس پار ہیں اور بیٹی! جب دور کے یہ پرندے اسے بلائیں گے تو پھر کون اسے اس اجنبی گھونسلے میں روک سکے گا؟"

"ہاں۔ کون روک سکے گا؟" سوزانے نے اداسی سے دہرایا۔

"میں نہیں جانتی" میں نے کہا "لو۔ ایک بات تو پوچھنا بھول ہی گئی۔ رالف بندوق لے کر گیا ہے؟"

"ہاں۔ میں نے بندوق اس کے ہاتھ میں دیکھی تھی"

"تو پھر بیٹی تم ایسا کرو کہ گھوڑا لے کر چلی جاؤ اور اگر رالف مل جائے تمھیں تو اس سے کہنا کہ ایک چھوٹا سا بک مار لائے۔ بک کا تازہ گوشت کھانے کو میری طبیعت چاہ رہی ہے"

"اماں! آپ اجازت دیں تو میں بھی اس کے ساتھ بک کے شکار کو چلی جاؤں؟"

"چلی جاؤ۔ لیکن خدا کے لئے زیادہ دیر کر کے نہ آنا نہیں تو الٹے سیدھے اندیشے مجھے ادھ موئی کر دیں گے"

اس کے بعد سوزانے مزید کچھ کہے بغیر چلی گئی اور کچھ ہی دیر بعد میں نے اسے اپنی بھوری گھوڑی پر سوار ہو کر جنگل کی طرف جاتے دیکھا۔ یہ گھوڑی سوزانے کے لئے رالف نے سدھائی تھی۔ اور میں سوچنے لگی کہ کیا وہ رالف کو تلاش کرے گی اور کیا ان دونوں کو اس دن شکار مل جائے گا؟۔

معلوم ہوا کہ سوزانے رالف کو تلاش کرنے میں کامیاب ہوگئی اور اسے میرا پیغام بھی سنا دیا اور یہ کہ وہ دونوں بک کی تلاش میں اس جنگل کی طرف چل دیئے جو ساحل اور ٹیلوں کے سلسلے کے قدموں کے درمیان ایک سبز دھجی کی طرح یہاں سے وہاں تک چلا گیا تھا۔

ابابیل

اور کبھی کبھی یہاں بلبلیں بک اور اسپرنگ بک ہزاروں کی تعداد میں گھاس چرنے آیا کرتے تھے لیکن اس دن وہاں انھیں ایک بھی بک نظر نہ آیا کیونکہ خشک گھاس جلادی گئی تھی اور ان چوپایوں کے لئے یہاں کچھ نہ تھا جسے وہ کھانے آتے۔

"اگر ماں کے لئے آج تازہ گوشت حاصل کرنا ہی ہے تو پھر ہمیں چٹانوں کی طرف جانا پڑے گا۔ ممکن ہے وہاں ہمیں کوئی ڈوئیکر یا بک مل جائے"۔

چنانچہ وہ دونوں گھوم کر اپنے گھوڑوں پر سوار چلتے رہے یہاں تک کہ اس گھاٹی کے قریب پہونچ گئے جہاں برسوں پہلے سوزانے کو رالف ملا تھا اس گھاٹی کے دہانے پر چھوٹا سا دلدلی قطعہ تھا جس میں نرسلوں کا ایک جھنڈ تھا۔ یہ نرسل چونکہ ہرے تھے اور دلدل میں بھی تھے اس لئے گھاس کے ساتھ جلے نہ تھے۔

"اس جھنڈ میں بک کو ہونا چاہئے" رالف نے کہا "اب اگر کوئی ہانکا کر کے بک کو باہر نکالے تو پھر اس کا شکار کیا جا سکے کیونکہ یہ جھنڈ اتنا گنجان تھا کہ بک نظر ہی نہیں آتا"۔

"یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے" سوزانے بولی "تم گھاٹی کے دہانے کی طرف جاکر کھڑے ہو جاؤ۔ میں دوسری طرف جاکر نرسلوں میں گھستی ہوں"

"نہیں۔ تم دلدل میں دھنس جاؤگی"

"ایسی کوئی بات نہ ہوگی کیونکہ اس خشک موسم میں دلدل خشک ہو کر اسفنجی کیچ میں تبدیل ہو گئی ہوگی اور اگر ایسا ہوا بھی کہ میں کسی نرم جگہ میں پھنس گئی تو تمھیں آواز دوں گی"

سوزانے کی یہ تجویز رالف نے آخر کار منظور کر لی اور نرسلوں کے جھنڈ کا چکر کاٹ کر، جو پچاس گز سے زیادہ نہ تھا، گھوڑے پر سے اترا اور گھاٹی کے دہانے میں اگی ہوئی جھاڑیوں میں چھپ گیا پھر سوزانے اپنی گھوڑی پر سوار نرسلوں کے جھنڈ میں گھس گئی وہ چیخ رہی تھی، گا رہی تھی اور اپنے چابک سے نرسلوں کو مار رہی تھی کہ اگر اس جھنڈ میں کوئی شکار ہو تو آوازوں سے گھبرا کر دوسری طرف نکل آئے۔ اور اس کی یہ محنت رائگاں

گئی کیونکہ فوراً ہی دو ریڈ بک، جو نرسلوں میں سو رہے تھے خوفزدہ ہو کر اٹھے اور گھاٹی کے دہانے کی طرف بھاگے۔ یہ ریڈ بک گدھوں کی طرح بڑے اور شیر کی طرح سُرخ دکھائی دے رہے تھے۔ وہ سوزانے کے اتنے قریب سے اٹھ کر بھاگے تھے کہ اس کی گھوڑی بھڑک گئی لیکن سوزانے بڑی ماہر اور عمدہ شہسوار تھی چنانچہ وہ زین پر جمی رہی اور وہیں سے چیخ چیخ کر رالف کو تیار رہنے کو کہتی رہی۔ فوراً اس نے بندوق چلنے کی آواز سنی۔ اس اثنا میں وہ بھڑکی ہوئی گھوڑی کو قابو میں کر چکی تھی چنانچہ وہ اسے بڑھا کر نرسلوں کے دوسری طرف پہنچی تو دیکھا کہ رالف احمقوں کی طرح کھڑا ہوا تھا اور اس کے قریب ایک بھی مردہ نہ پڑا تھا۔

"کیا ہوا؟ نشانہ خطا کر گیا بالکل؟" سوزانے نے پوچھا۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ لیکن بارود شاید گیلی تھی چنانچہ گولی ذرا دیر سے چلی اور وہ بک کے اگاڑی لگنے کے بجائے پچھاڑی لگی۔ وہ گرا لیکن پھر فوراً ہی اٹھ کر بھاگ گیا۔ ہمیں اس کے پیچھے جانا چاہیے کیونکہ میں سمجھتا ہوں وہ زیادہ دور تک نہ جا سکے گا۔"

رالف نے دوبارہ بندوق بھری اور اس میں کچھ وقت لگ گیا کیونکہ ان دنوں میں ہمارے پاس کارتوسوں اور چھرّوں والی بندوقیں نہ تھیں اور ایسی ہی بندوقوں سے ہم نے ڈنگان اور موسی لی کازے کی خونخوار فوجوں کا مقابلہ کیا تھا۔ خیر تو رالف بندوق بھر چکا تو وہ دونوں بک کے تعاقب میں روانہ ہو گئے جگہ جگہ خون کے چھینٹے جمے ہوئے تھے چنانچہ انھیں اس کا تعاقب کرنے میں مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ خون کے یہ چھینٹے میموسں کے ایک جھنڈ تک چلے گئے تھے اور اس کے پیچھے ایک وادی میں انھیں بک مردہ پڑا مل گیا۔

"بیچارہ" سوزانے نے کہا "دیکھو اس کی آنکھوں سے آنسو کس طرح بہے ہیں۔

اچھا ہوا کہ مر گیا اور اس کی تکلیف کا خاتمہ ہو گیا"

اور سوزانے نے دوسری طرف منہ پھیر لیا کیونکہ وہ اتنی نرم دل تھی کہ جانوروں اور کافروں کو بھی مرتے نہ دیکھ سکتی تھی۔ لیکن فوراً ہی اس نے چونک کر کہا۔

"رالف! یہ جگہ یاد ہے تمہیں؟"

رالف نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر نفی میں سر ہلایا کیونکہ اس وقت وہ یہ سوچ رہا تھا کہ سوزانے کی مدد کے بغیر وہ اکیلا ہی ہک کو اٹھا کر گھوڑے پر لاد سکے گا۔

"پھر دیکھو" سوزانے نے کہا۔ "اس چپٹی چٹان اور اس کے قریب گرے ہوئے میموسا درخت کی طرف دیکھو"

رالف نے ہک کی ٹانگ چھوڑ دی اور سوزانے کے اس حکم کی تعمیل کی کیونکہ وہ ایسا ہی کرتا تھا جیسا کہ سوزانے کہتی تھی اور اس دفعہ چونکنے کی باری تھی۔

"میرے خدا!" وہ بولا۔ "اب یاد آیا ہے مجھے۔ سوزانے! یہ وہی جگہ ہے جہاں میں تمہیں ملا تھا بلکہ یوں کہو کہ تم نے مجھے پایا تھا اور ہم ایک دوسرے سے لپٹے بیٹھے تھے اور تیندوے ہماری طرف دیکھ رہے تھے"

اور وہ ذرا سا کانپ گیا کیونکہ یہ جگہ دیکھ کر اس کی چند پچھلی خوفناک یادیں تازہ ہو گئی تھیں۔

"ہاں رالف۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں تم مجھے ملے تھے۔ تم اس پتھر پر جھکے دعائیں مانگ رہے تھے تو میں نے تمہاری آواز سنی تھی اور یہاں آگئی تھی۔ خدا نے تمہاری دعا سُن لی تھی رالف"

"اور اس نے ایک بے حد پیاری بچی کی صورت میں مجھے بچانے کے لئے فرشتہ بھیج دیا تھا" وہ بولا "ارے! تم تو شرما رہی ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس دن کے بعد سے جب بھی میں نے فرشتوں کو تصور کی نظروں سے دیکھنا چاہا ہے تصور میں تمہاری ہی صورت

آئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ تم میں اور فرشتوں میں زیادہ فرق نہ ہوگا۔"

"اور اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ تم ایک شیطان اور بیوقوف لڑکے ہو کہ ایک بوڑھی لڑکی سے ایسی باتیں کر رہے ہو"

اور سوزانے نے دوسری طرف منہ پھیر لیا کیونکہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں آنسو تھے۔ رالف کے ان الفاظ نے اس کے دماغ کو خوش اور دل کو متاثر کیا تھا۔

رالف سوزانے کی طرف دیکھتا رہا۔ اس نے مجھے بعد میں بتایا کہ اس حالت میں کہ سوزانے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں آنسو تھے وہ اتنی خوبصورت معلوم ہو رہی تھی کہ رالف کے دل میں ایک انوکھا جذبہ سرایت کر گیا۔ جو نرم تھا، گرم تھا اور نیا تھا۔ ایک ایسا جذبہ جس کے سبب اس نے محسوس کیا کہ دفعتہً وہ اپنا لڑکپن پیچھے چھوڑ کر مرد بن گیا ہے اور اس کی اس نوزائیدہ مردانگی نے صرف ایک چیز طلب کی۔ اس لڑکی کی محبت جو اب تک اس کی بہن ــــ رہی تھی حالانکہ دونوں کی رگوں میں مختلف خون تھا۔

"سوزانے!" رالف نے کہا اور اس کی آواز بدلی ہوئی تھی "گھوڑے تھک گئے ہیں چنانچہ انھیں ذرا سستا لینے دو اور آؤ ہم بھی اس چٹان پر بیٹھ کر باتیں کریں اس جگہ حالانکہ ہم کئی برسوں بعد آئے ہیں لیکن یہ بڑی مبارک جگہ ہے ــــ تمھارے لئے بھی اور میرے لئے بھی کیونکہ اسی جگہ ہم ایک دوسرے کے قریب آئے تھے اور اسی جگہ ہماری زندگیاں ایک ہوئی تھیں"

حالانکہ سوزانے جانتی تھی کہ گھوڑے تھکے نہ تھے تاہم اس نے یہ بات رالف سے نہ کہی۔

پانچواں باب
پیار اور جھگڑا

تھوڑی دیر بعد ہی وہ دونوں اسی چٹان پر قریب قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ سوزانے رالف کی طرف نہیں بلکہ اپنے ٹھیک سامنے جیسے کہیں دور دیکھ رہی تھی کیونکہ فطرت نے اسے احساس دلا دیا تھا کہ ان کی گفتگو بالکل ہی مختلف ہو گی۔

اور رالف سوزانے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"سوزانے" آخر کار اس نے کہا

"ہاں" وہ بولی "کیا ہے؟"

لیکن رالف نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس وقت بہت سے الفاظ اس کے دماغ میں اوپر تلے گر رہے تھے اور دھکا پیل کر رہے تھے لیکن وہ اس کے گلے میں آکر پھنس جاتے تھے اور کوشش کے باوجود وہ انھیں اپنے منھ سے باہر دھکیل نہ سکتا تھا۔

"سوزانے" اس نے پھر کہا۔

"ہاں۔ کہو"

لیکن رالف پھر کچھ نہ کہہ سکا اس پر وہ ہنسی۔

"رالف! ہمارے گھر کے برآمدے میں ایک پنجرہ لٹک رہا ہے اور اس میں ایک طوطا ہے" وہ بولی "وہ بچارا صرف ایک لفظ جانتا ہے اور دن بھر میں وہی لفظ دہراتا رہتا ہے۔ اس وقت تم بھی یہی کچھ کہہ رہے ہو۔ بس ایک ہی لفظ دہرا رہے ہو"

"ہاں" رالف نے جواب دیا "میری حالت اس طوطے سے مختلف نہیں ہے اور مجھے بھی ایک ہی لفظ سکھایا گیا ہے اور وہ لفظ ہے سوزانے اور جو لفظ میرا دل مجھے سکھا

رہا ہے وہ بھی یہی لفظ ہے۔ اور سوزانے۔ مجھے تم سے محبت ہے"
اور اب سوزانے نے سر گھمایا اور نظریں جھکالیں اور کہا:۔
"یہ میں جانتی ہوں رالف۔ میں جانتی ہوں کہ تم بچپن سے ہی مجھ سے محبت کرتے ہو۔ اور اس میں تعجب کی بات بھی کیا ہے کیونکہ بھائی بہن نہیں ہیں کیا؟"
"نہیں" رالف نے جواب دیا۔
"نہیں کیا؟"
"یہ سچ نہیں ہے"
"تو پھر رالف یہ میرے لئے بری خبر ہے" سوزانے نے کہا "کیونکہ آج تک تو میں ہی سمجھے ہوئے تھی کہ یہ سچ ہے"
"نہیں۔ یہ سچ نہیں ہے" رالف نے کہا اور اب الفاظ اس کی زبان تیزی سے ادا کر رہی تھی:

"آخر کیا سچ نہیں ہے؟"
"یہی کہ میں تمھارا بھائی ہوں اور یہ کہ میں ایک بھائی کی طرح تم سے محبت کرتا ہوں ہم ایک دوسرے کے عزیز نہیں ہیں اور اگر میں نے تمھیں ایک بھائی کی طرح چاہا ہے تو وہ میری محبت کا ایک چھوٹا سا حصہ تھا۔ ذرا سا حصہ۔ جیسا کہ صحرا میں ایک ذرہ ہو۔ سوزانے! میں تم سے۔ ایسی محبت کرتا ہوں۔ جیسی کہ ایک مرد عورت سے کرتا ہے۔ اور اگر تم برا نہ مناؤ تو میں کہتا ہوں کہ۔ یہ میری آرزو ہے کہ۔ ایک دن تمھیں۔ اپنی بیوی بنالوں۔ میرا مطلب ہے۔ اگر تم پسند کرو تو"

اور وہ خاموش ہو گیا اور اٹھ کر سوزانے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ شدتِ جذبات سے وہ کانپ رہا تھا۔
سوزانے نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھک لیا تھا۔ وہ بہت دیر تک اسی طرح

بیٹھی رہی اور جب اس نے اپنے چہرے پر سے ہاتھ ہٹائے تو رالف نے دیکھا کہ اسکی آنکھیں تاروں کی طرح چمک رہی تھیں، ان میں سُرخ ڈورے نمایاں ہو گئے تھے، اس کے رخساروں پر گلاب سے کھل اٹھے تھے، وہ جھینپ رہی تھی لیکن بے حد خوش نظر آتی تھی۔

"رالف" آخر کار سوزانے نے کہا اور اس کی آواز میں ایسی پختگی تھی کہ اسے محسوس کر کے خود سوزانے بھی حیران رہ گئی" رالف! یہ۔ یہ۔ میرے لئے بالکل نئی بات ہے اس کے باوجود۔ اس کے باوجود مجھے پرانی محسوس ہوتی ہے۔ اتنی پرانی جتنی کہ وہ رات ہے جب پہلی دفعہ میں نے تمھیں اس پتھر پر دعا میں مصروف پایا تھا۔ جب تم اکیلے اور ہر طرف سے مایوس تھے۔ رالف! میں بھی یہی چاہتی ہوں جو تم نے کہا۔ اس وقت سے چاہتی تھی جب سے میں بالغ ہوئی ہوں حالانکہ اب تک میں یہ سمجھ نہ سکی تھی کہ میں کیا چاہتی ہوں اور کیوں بے چین رہتی ہوں۔ یہ عقدہ آج کھلا ہے۔ رالف! بے شک مجھے تمھاری۔ ب۔ ب۔ بیوی بننا پسند ہے۔ نہیں۔ مجھے چھوؤ نہیں۔ کم سے کم ابھی نہیں۔ وہ سن لو پہلے جو میں کہنا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد اگر تم چاہو تو مجھے چوم سکتے ہو۔ پھر تمھارا یہ بوسہ رخصتی بوسہ ہی کیوں نہ ہو!"

"تم مجھ سے شادی کرنے پر رضامند ہو اور میں بھی تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں پھر اس سے زیادہ اور کیا کہنے کو رہ جاتا ہے؟" رالف نے کہا اور خوفزدہ نظروں سے سوزانے کی طرف دیکھا۔

"سنو رالف۔ تم اور میں ابھی کم عمر ہیں چنانچہ ہماری مرضی کوئی مرضی نہیں ہے چند دوسرے بھی ہیں جن کی مرضی کا ہمیں خیال کرنا ہے۔ ان کی خواہش اور مرضی کو ہماری خواہش اور مرضی پر فوقیت حاصل ہے۔"

"یہ چند دوسرے کون ہیں؟"

"ہمارے والدین — بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ میرے والدین اور پھر خدا۔"

"ہمارے یا بقول تمھارے صرف تمھارے والدین کے متعلق تو میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ کوئی اعتراض نہ کریں گے۔ کیونکہ تم انھیں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہو اور وہ تمھیں خوش رکھنا اور خوش دیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ سچ ہے کہ میرے پاس تمھیں دینے کو کچھ نہیں ہے کیونکہ میں ایک آوارہ گرد شخص ہوں لیکن سوزا نے قسمت بنائی جاسکتی ہے اور دولت حاصل کی جاسکتی ہے۔"

"رالف! وہ تمھیں بھی چاہتے ہیں اور انھیں دولت وغیرہ کی اتنی پروا بھی نہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ کبھی یہ نہ چاہیں گے کہ تم دولت کی تلاش میں انھیں چھوڑ کر چلے جاؤ۔"

"رہی خدا کی مرضی" رالف نے کہا۔ "تو اس کا تو یہ ہے کہ یہ خدا کی مرضی ہی تھی کہ ہمارا جہاز اس ساحل کے قریب غرق ہوا اور یہ کہ تم مجھے بچاؤ اور یہ کہ جو زندگی تم نے بچائی ہے وہ تمھیں ہی پیش کر دی جائے اور تمھارے قدموں پہ نچھاور کر دی جائے۔ تو پھر کیا یہ خدا کی مرضی نہ ہوگی کہ ہم دونوں ایک ہو جائیں اور خوش رہیں کیونکہ ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو کر کبھی خوش نہ رہ سکیں گے۔ سوزا نے ہم دونوں ایک ہو کر اس وقت تک خدا کا شکر ادا کرتے رہیں گے جب تک کہ ہم مر نہیں جاتے"۔

"میں بھی ایسا ہی سمجھتی ہوں۔ لیکن رالف، حالانکہ میں نے کچھ زیادہ کتابیں نہیں پڑھیں اور زیادہ دنیا نہیں دیکھی، میں جانتی ہوں کہ اکثر دفعہ خدا کی یہ مرضی ہوتی ہے کہ ان دو دلوں کو، جو ایک دوسرے کی محبت میں دھڑکتے ہیں، موت یا کسی اور ذریعہ سے الگ کر دیا جائے۔"

"جدائی کا ذکر نہ کرو سوزا نے"، رالف نے کراہ کر کہا۔

"بہت اچھا نہیں کرتی۔ لیکن ایک دوسری بات ضرور کہوں گی۔ یہ عجیب بات ہے کہ

آج صبح ہی اماں تمھارے متعلق باتیں کر رہی تھیں ۔"

"کیا کہہ رہی تھیں ۔"

"انھوں نے کہا کہ تم انگریز ہو اور جلد یا بدیر تمھارا اصل خون تمھیں پکارے گا اور تم ہمیں چھوڑ کر چلے جاؤ گے ۔ انھوں نے کہا کہ تمھارا گھونسلا یہاں نہیں بلکہ بہت دور، سمندر پار ہے اور یہ کہ تم ایک ابابیل ہو جو چڑیوں میں پل رہی ہے اور یہ کہ ایک دن تمھارے پر نکل آئیں گے، پھر تم اپنی ذات پہچان لو گے اور پھر سے اڑ کر اپنوں میں چلے جاؤ گے یہ بات انھوں نے کبھی نہیں اور آج ہی کیوں کہی یہ میں نہیں جانتی لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں رالف کہ ان کے یہ الفاظ سن کر میں ڈر گئی اور اب میری سمجھ میں آیا ہے کہ میں ڈر کیوں رہی تھی ۔"

رالف نے ایک قہقہہ لگا ۔

" تو پھر سونداتے " اس نے کہا " تم اپنا یہ ڈر بھگا دو کیونکہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے عزیز واقربا کوئی ہی کیوں نہ ہوں، وہ مجھے کسی ملک کی حکومت ہی کیوں نہ دے رہے ہوں میں اسے ٹھکرا دوں گا ہاں اگر تم نے اسے ، اس حکومت کو میرے ساتھ قبول کرنا پسند کیا تو میں قبول کر لوں گا ورنہ نہیں ۔ میں خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ قسم کھاتا ہوں اور کبھی میں اپنی یہ قسم توڑ دوں تو خدا مجھے کبھی سکھی نہ کرے نہ اِس دنیا میں اور نہ اُس دنیا میں ۔"

" رالف ! ایسی بڑی قسمیں کھانے اور ایسے وعدے کرنے کی ابھی تمھاری عمر نہیں ہے " سونداتے نے کہا " اور میں تمھیں قسموں اور وعدوں سے باندھنا چاہتی بھی نہیں ۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ وہ لڑکا جس کی عمر انیس برس کی ہو اپنی پسند کی لڑکی کے سامنے جذبات کے اندھے پن میں کیسی بھی قسم کھا سکتا اور کیسا بھی وعدہ کر سکتا ہے ۔"

"بے شک میری عمر ابھی کم ہے، بہت ہی کم ہے لیکن سوزانے دماغی طور پر میں ایک پختہ عمر کا مرد ہوں کیونکہ غم نے بچپن سے ہی میرا دماغ پختہ کر دیا تھا۔ تم نے میری قسم سُن لی۔ اب میری آزمائش بھی کر لو اور تمھیں پتہ چل جائے گا کہ میں اپنی قسم پر قائم ہوں یا نہیں۔ سوزانے ؟ کیا میں بیوقوف اور بھولا ہوں کہ جو کچھ کہتا ہوں بے سوچے سمجھے کہہ دیتا ہوں ؟"

اور سوزانے نے نظریں اٹھا کر رالف کی طرف دیکھا۔ اس کی بھوری آنکھوں میں مستقل مزاجی کی چمک تھی اور اس کے ہونٹ سختی سے بھینچے ہوئے تھے۔

"رالف ! تمھارے بشرے سے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ واقعی تمھارا دماغ پختہ ہے اور تم نے جو کچھ کہا ہے وہ نری جذباتیت نہیں ہے چنانچہ میں اس پر یقین کرتی ہوں۔ چنانچہ آؤ ہم خدا سے دعا کریں کہ مجھے دھوکا نہ ہوا ہو کیونکہ یہ سمجھ لو رالف کہ اگر تم نے مجھے دھوکا دیا تو پھر میں زندہ نہ رہوں گی اور اگر رہی تو پھر میری حالت دیکھ کر ایک وحشی کافر کو بھی مجھ پر رحم آجائے گا۔"

"مطمئن رہو۔ ایسا نہ ہوگا۔ تمھیں جو کچھ کہنا تھا وہ تم کہہ چکیں اور میں نے سُنا۔ اب اگر پسند کرو تو تم اپنا وعدہ وفا کر دو۔"

"میرا وعدہ ! کون سا وعدہ ؟" سوزانے نے حیرت سے پوچھا۔

"واہ اتنے جلدی بھول گئیں ؟ اچھا۔ لو میں یاد دلائے دیتا ہوں۔ اب اجازت ہو تو میں تمھیں چوم لوں ذرا اور یہ رخصتی بوسہ نہ ہوگا۔"

"بے شک نہ ہوگا بلکہ اس طرح ہم اپنی اس نئی زندگی کو خوش آمدید کہیں گے جو ہمارے سامنے پھیلی ہوئی ہے۔ زندگی کی یہ خوشگوار راہ، جو عین ہمارے قدموں میں سے شروع ہو رہی ہے، طویل ہو یا مختصر لیکن ہوگی بے حد دلچسپ اور منزل تو بے حد عمدہ ہوگی رالف۔"

چنانچہ رالف نے سوزانے کو اپنی باہوں میں سمیٹ لیا اور اس کے ہونٹوں پر اپنے

ہونٹ رکھ دیئے اور سوزانے نے اس کے اس بوسے کا جواب دیا اور اس طرح بہت دیر تک وہ ایک دوسرے کو چومتے رہے اور سوزانے نے مجھے بعد میں بتایا کہ اس طرح وہ ایک عجیب طرح کی مسرت اور روحانی سکون محسوس کر رہے تھے۔

اور اس کے بعد وہ دونوں اسی پتھر پر گھٹنوں کے بل جھک گئے جس پر برسوں پہلے بے سہارا اور خوفزدہ رالف جھکا دعا مانگ رہا تھا اور خدا نے اسکی مدد کے لئے سوزانے کو بھیج دیا تھا اور وہاں وہ اس عظیم ہستی کے سامنے جھک گئے جس نے نہ صرف ان دونوں کو بلکہ ان کے دلوں کو بھی آپس میں ملا دیا تھا اور انھوں نے دعا کی کہ خدا ان کی حفاظت کرے۔ ہاں پرغم، پرآزمائش، پرخوف حتیٰ کہ جدائی میں بھی ان دونوں کی حفاظت کرے اور یہ کہانی پڑھنے والے دیکھیں گے کہ ان دونوں کی یہ دعا خدا نے قبول کی۔

اس کے بعد وہ دونوں اٹھے اور ذرا دقتوں کے بعد شکار کو اٹھا کر گھوڑے پر باندھ دیا جس طرح کہ صرف ہم بوئیر باندھنا جانتے ہیں اور پھر وہ دونوں گھوڑے کی لگامیں پکڑ کر پیدل ہی گھر کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ ہرن بوجھل تھا اور پھر رالف اور سوزانے کو گھر پہنچنے کی کوئی جلدی نہ تھی چنانچہ وہ دوپہر کے وقت گھر پہنچے۔

میں بیٹھی دوپہر کا کھانا کھا رہی تھی اور میں نے ان کی طرف دیکھ کر پہلی ہی نظر میں معلوم کر لیا کہ ان دونوں کے درمیان کوئی غیر معمولی بات ہوئی تھی۔ سوزانے بہت زیادہ خاموش تھی اور بار بار شرمیلی نظروں سے رالف کی طرف دیکھ رہی تھی اور رالف اس کی نگاہیں اپنے جسم پر محسوس کر کے غروب ہوتے ہوئے سورج کی طرح سرخ ہو جاتا تھا اور اسے یوں سرخ دیکھ کر سوزانے بھی سرخ ہو جاتی تھی جیسے وہ اس راز سے واقف ہو جو بہ یک وقت انھیں خوش بھی کر رہا ہے اور شرما بھی رہا ہے۔

"رالف! آج تو بک تلاش کرنے میں تمھیں بہت وقت لگ گیا؟" میں نے کہا۔

"ہاں۔ اماں" اس نے جواب دیا "ساحل کے آس پاس تو ایک بھی شکار نہ ملا کیونکہ

وہاں کی گھاس جلادی گئی ہے اور اگر سوزانے مجھے اس دلدلی قطعے میں نہ لے گئی ہوتی جہاں نرسل اب بھی ہرے ہیں تو میرے خیال میں ہم خالی ہاتھ ہی لوٹتے اب اتفاق ایسا ہوا کہ میرا نشانہ ٹھیک نہ بیٹھا اور گولی بگ کے پچھلے حصے میں لگی چنانچہ وہ زخمی ہو کر بھاگ گیا اس لئے ہمیں بہت دور تک اس کا تعاقب کرنا پڑا اور تب ایک جگہ وہ ہمیں پڑا مل گیا"

"اور کس جگہ پڑا ملا وہ؟" میں نے پوچھا۔

"ایک عجیب جگہ یعنی ٹھیک اس جگہ جہاں کئی برسوں پہلے سوزانے نے مجھے کھوکا اور بے سہارا پایا تھا اسی پتھر کے قریب بگ مردہ پڑا تھا جس پر میں نے بیٹھ کر خدا سے مدد کی دعائیں مانگی تھیں اور ہر طرف سے مایوس تھا۔ اماں! حالانکہ تب سے لے کر اب تک نہ تو میں وہاں گیا تھا اور نہ سوزانے، اس کے باوجود ہم نے وہ جگہ پہچان لی۔ ہم چونکہ تھک گئے تھے اس لئے گھر آنے سے پہلے وہاں بیٹھ کر کچھ دیر سُستاتے رہے۔"

میں نے کوئی جواب نہ دیا البتہ ایک سوچ میں غرق ہو گئی اور ہم سب پر خاموشی مسلط رہی اس عرصے میں کافر لڑکیوں نے آکر میز صاف کر دی اور کافی لے آئیں جو ہم پینے لگے اور مردوں نے اپنے پائپ بھر لئے اور دھواں اڑانے لگے۔

میں نے جان کی طرف دیکھا اور سمجھ گئی کہ وہ کچھ کہنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کر رہا تھا کیونکہ اس کے بشرے سے قدرے پریشانی اور رنج و غم کے آثار ہویدا تھے۔ اس نے اپنے منہ میں سے پائپ نکال کر رکھ دیا اور پھر بے چینی سے اپنے ہاتھ ہلائے اور وہ کافی کے کپ سے ٹکرا گئے اور ساری کافی میز پر بہہ گئی۔

"یقیناً جان ان انگریزوں کے متعلق کہنا چاہتا ہے جو رالف کی تلاش میں آئے ہیں" میں نے دل میں کہا "مناسب ہو گا کہ وہ جلد از جلد یہ کہانی بیان کر کے قصہ ختم کرے اور میں سمجھتی ہوں کہ اگر اس نے یہ کہانی رالف کو سنائی تو اب وہ ہمیں چھوڑ کر نہ جائے گا۔ حالات اب یکسر بدل چکے ہیں اور میرا خوف جاتا رہا ہے۔ کہو جان کہہ دو"

اب میں نے رالف کی طرف دیکھا۔ وہ بھی بہت زیادہ بے چین نظر آتا تھا اور ان الفاظ کے ساتھ کشتی لڑ رہا تھا جو وہ کہنا تو چاہتا تھا لیکن باوجود کوشش کے انھیں زبان پر لا نہ سکتا تھا اور پھر میں نے کچھ اندر بھی دیکھا سوزانے نے اپنا ایک ہاتھ میز کے نیچے ہی نیچے بڑھا کر رالف کے ہاتھ پر رکھ دیا اور اسے تھپتھپانے لگی۔ وہ رالف کو تسلی دے رہی تھی اور اسکی ہمت بڑھا رہی تھی۔ ان دونوں مردوں کو اس حالت میں دیکھ کر میری ہنسی چھوٹ گئی اور پھر میں نے کہا:۔

"تم دونوں کی حالت تو اس آگ کی سی ہو رہی ہے جو مکئی کے ہرے کھیت میں لگ گئی ہو اور اندر ہی اندر گھٹ رہی ہو۔ اب میں سوچ رہی ہوں کہ دونوں میں سے کس کی آگ پہلے شعلے میں تبدیل ہوتی ہے یا پھر تم دونوں ہی گھٹی ہوئی آگ کے دھوئیں میں گھٹتے رہوگے۔"

میری یہ ہنسی اور یہ میرا یہ طنز حالانکہ بے ضرر تھا لیکن ان دونوں نے اس کی چبھن اپنے دلوں میں محسوس کی اور یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ مرد کتنا ہی بیوقوف کیوں نہ ہو کبھی اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کا مذاق اڑایا جائے۔

"میں کچھ کہنا چاہتا ہوں" دونوں نے ایک ساتھ کہا اور پھر دونوں ہی خاموش ہو کر ایک دوسرے کی صورت حیرت سے تکنے لگے۔

"تو پھر بیٹے۔ پہلے مجھے کہہ لینے دو۔ خدایا! پچھلے بیس منٹ سے تم تسکار کی تاک میں بیٹھے ہوئے ریچھ کی طرح خاموش اور بے حرکت تھے اور اب میں نے زبان کھولی تو تم بھی بول پڑے۔ اب میری باری ہے چنانچہ مجھے کہہ لینے دو جو میں کہنا چاہتا ہوں اور خاموشی سے سنو۔"

"معافی چاہتا ہوں ابا" رالف نے کہا۔

اور سہمی ہوئی نظروں سے جان کی طرف دیکھا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ وہ سوزانے کے بارے میں اسے سرزنش کرے گا اور چونکہ اس کے دل میں چور تھا اس لئے اس کی سمجھ میں یہ بات آتی ہی نہیں کہ کیسی طرح ممکن تھا ہی نہیں کہ جان کو ان دونوں کی محبت کا اور ایک

دوسرے کو چہ منے کا حال معلوم ہو گیا ہو۔

"ٹھیک ہے" جان نے کہا وہ اب بھی رالف کو گھور رہا تھا "لیکن میں تمھارا باپ نہیں ہوں"

"تو پھر آپ نے مجھے بیٹا کیوں کہا؟" رالف نے پوچھا

"خدایا! تم سمجھتے ہو کہ میں یہاں تمھاری پہیلیاں بوجھنے بیٹھا ہوں؟" جان نے کہا اور اپنی گھنی اور لمبی ڈاڑھی کھینچنے لگا۔ "لیکن واقعی میں تمھیں بیٹا کیوں کہتا ہوں؟ اور پھر اس نے غمناک آواز میں اضافہ کیا۔ "کیوں کہتا ہوں جب کہ مجھے تمھیں بیٹا کہنے کا کوئی حق نہیں ہے؟ سنو میرے بچے، ہم ایک مصیبت میں پھنس گئے ہیں یعنی میں اور تمھاری ماں اور اگر یہ تمھاری ماں نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے لیکن یہ تمھیں ایک ماں کی طرح ہی چاہتی ہے اور میں بھی تمھیں ایک باپ کی طرح چاہتا ہوں اور یہ تم بھی جانتے ہو۔ چنانچہ اب تم پہیلیاں بوجھ کر مجھے بیوقوف کیوں بنا رہے ہو؟"

رالف کوئی جواب دینے والا تھا لیکن سوزانے کا اشارہ پا کر خاموش ہو رہا۔

"بیٹے" جان نے کہا اور اس کے منہ سے ہلکی سی ہچکی نکل گئی" وہ لوگ تمھیں ہمارے پاس سے لے جانے آ رہے ہیں"

"وہ لوگ؟ کون لوگ؟" رالف نے پوچھا

"انگریز۔ اور کون۔ لعنت ہو ان پر۔ ہاں۔ میں کہتا ہوں لعنت ہو انگریزوں پر اور انگریزی حکومت پر"

"ہشت جان" میں نے جلدی سے کہا "یہ کوئی سیاسی اجلاس نہیں ہے کہ تم ایسی زبان استعمال کر رہے ہو۔ ایک دوسرے پر لعنت بھیجنا اور گالیاں دینا تو سیاسی لیڈروں کو ہی زیب دیتا ہے"

"انگریزی حکومت مجھے لے جانے کے لئے آ رہی ہے!" رالف نے حیرت اور پریشانی سے کہا "لیکن انگریزی حکومت کو مجھ سے کیا واسطہ؟"

"نہیں بھئی حکومت نہیں" جان نے جواب دیا "بلکہ دو اسکاچستانی آ رہے ہیں جو ایک ہی

بات ہے۔ میں نے کہا تھا کہ وہ لوگ تمھیں لے جانے کے لئے یہاں آرہے ہیں۔"

اب رالف کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور جان کی طرف نہ دیکھنے لگا کیونکہ اس نے سمجھ لیا کہ جان سے سوالات پوچھنا فضول تھا۔ کیونکہ وہ، یعنی جان، اپنے طور پر ان اسکاچستانیوں کے آنے کی وجہ بیان کرے گا۔ رالف منتظر رہا اور زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔

"رالف" میرے شوہر نے کہا "یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ تم ہماری اولاد نہیں ہو اور یہ کہ سمندر نے تمھیں ساحل پر لا پھینکا تھا جس طرح وہ مچھلیوں کو لا پھینکتا ہے۔ سوزانے نے تمھیں تلاش کیا، وہ تمھیں یہاں لے آئی، ہم نے تمھاری پرورش کی اور تم ہمیں اتنے ہی عزیز ہو جتنا کہ بیٹا والدین کو ہوتا ہے۔ حالانکہ تم انگریز ہو یا اسکاچستانی۔ اور یہ اور بھی بُرا ہے کیونکہ انگریز ہم پر ظلم کرتے ہیں اور اسکاچستانی ہم پر ظلم کرتے ہیں اور تجارت میں ہمیں دھوکا بھی دیتے ہیں۔ خیر تو تمھارے والدین غرق ہو گئے اور اب کئی برسوں سے وہ جنت میں ہیں لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تمھارے والدین کے ساتھ تمھارے سارے عزیز و اقربا غرق نہ ہوئے تھے۔ ابتدا میں تو انھوں نے تمھیں تلاش کرنے کی زحمت گوارہ نہ کی اور اگر ایسا ہوا ہوتا تو اسی وقت ہم بڑی خوشی سے تمھیں ان کے سپرد کر دیتے۔"

"نہیں" سوزانے نے کہا

"نہیں۔ یہ سچ نہیں ہے" میں نے کہا "جان! یہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ کیا واقعی تم رالف کو اس کے عزیزوں کے سپرد کر دیتے؟"

"ابتدا میں اگر ہم تمھیں ان کے سپرد کر دیتے تو ہمارے دل کو ایسا سخت صدمہ نہ پہونچتا" جان نے جلدی سے اپنی بات کی اصلاح کر لی "لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اگر تم زندہ رہتے تو تمھیں ایک بڑی جائداد یا خطاب یا دونوں ہی چیزیں ورثے میں مل جاتیں۔"

"زندہ رہتے تو؟ کیا وہ لڑکا مر گیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تم بیچ میں ٹپکو" جان نے چڑ کر کہا" میرا مطلب ہے اگر یہ لڑکا اسکاچستانی بنکر
رہتا تو ـــ خیر تو انھوں نے تحقیقات کیا اور انھیں کسی طرح پتہ چل گیا کہ ایک لڑکے کو بچا لیا
گیا ہے اور یہ کہ وہ ٹرانسکی میں بوشمیروں کے ساتھ رہتا ہے چنانچہ وہ تمھاری تلاش میں ادھ
ہو گئے اور اب وہ لوگ تمھیں لے جانے کے لئے یہاں آرہے ہیں۔ یہ بات میں نے
وادی کی بستی میں سنی ہے۔"

"کیا یہ سچ ہے؟" رالف نے پوچھا

"ہاں۔ یہ سچ ہے۔"

اور میں نے دیکھا کہ سوزانے رالف کی طرف دیکھ رہی تھی اور سانس روکے اس
کے فیصلے کی منتظر تھی۔

"اور اگر یہ سچ ہے" رالف نے کہنا شروع کیا "تو پھر میں ان کے ساتھ نہ جاؤں
گا۔ میں انگریز ہی سہی لیکن یہ میرا گھر ہے، یہ میرا وطن ہے۔ میرے والدین مر چکے ہیں چنانچہ
یہ اجنبی، جو آرہے ہیں، میرے کوئی نہیں ہیں اور نہ جائداد اور نہ ہی خطاب کی میرے
لئے کوئی اہمیت ہے۔ اس دنیا میں مجھے جو بھی عزیز ہے وہ یہاں ٹرانسکی میں ہے۔

اور اس نے سوزانے کی طرف دیکھا اور سوزانے نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے
دعا دی۔

"رالف! تم بے وقوفوں کی سی باتیں کر رہے ہو" جان نے کہا لیکن اس کی آواز
سے خوشی جھلکی پڑ رہی تھی اور کوشش کے باوجود وہ اپنی خوشی چھپا نہ سکتا تھا" اور سچ تو
یہ ہے کہ ایک کم عمر اور ناتجربہ کار لڑکے سے امید بھی کیا رکھی جا سکتی ہے۔ لیکن میں نے
دنیا دیکھی ہے چنانچہ میں کہتا ہوں کہ حالانکہ انگریزوں کی قوم لعنتی قوم ہے اس کے باوجود
ان میں نواب بن کر زندگی بسر کرنا بڑی شاندار بات ہے۔ ہاں بھئی جانتا ہوں میں۔ جب
میں کیپ ٹاؤن گیا تھا تو وہاں میں نے ایک لارڈ کو دیکھا تھا۔ گورنر تھا۔ وہ۔ ہائے ہائے

کیا شان سے سواری نکلی تھی اس کی۔ ہر شخص نے، سوائے میرے، ہیٹ اٹھا کر اسے سلام کیا تھا۔ کیا عزت، کیا شان اور کیا رعب۔ بھئی واہ واہ۔ ہاں بھئی ایسا فوق البھڑک لباس پہنتا اور وہ بھی ہر دن نیا اور جب گھر سے باہر نکلیں تو لوگ باگ راستہ چھوڑ دیں اور سلام کریں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ لارڈ ہونا بڑے عزکے کی چیز ہے۔ چنانچہ اس کا لب لباب یہ ہے رالف کہ یہاں تم غریب ہو اور سملج وغیرہ میں تمھارا کوئی مقام نہیں ہے اور وہاں تم نہ صرف بلکہ بہت کچھ ہو گے اس صورت میں یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم تمھاری ترقی اور مسرتوں کی راہ میں حائل نہ ہوں۔ حالانکہ تمھارے چلے جانے سے ہمیں بہت زیادہ دکھ ہوگا لیکن جو تمھارا جائز حق ہے اس سے ہم تمھیں محروم رکھنا نہیں چاہتے۔ چنانچہ مناسب ہوگا کہ تم ان لعنتی اسکاچتانی لوگوں کے ساتھ جانے کا فیصلہ کر لو اور جب وہ یہاں آجائیں تو ان کے ساتھ چلے جاؤ۔ اُمید ہے کہ اپنے وطن اور اپنے لوگوں میں پہونچکر تم ہمیں بھول نہ جاؤ گے۔ رالف! تم جاؤ گے اور سب سے بڑی بات تو یہ کہ میں تمھیں اپنا بہترین گھوڑا دے دوں گا سواری کے لئے اور اپنی وہ نئی ٹیلٹ ہیٹ جو میں نے حال ہی میں بستی میں سے خریدی ہے۔ لو بھئی۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا اور اب میں باہر جا رہا ہوں کیونکہ یہاں تو دھواں اتنا بھر گیا ہے کہ آنکھیں جل رہی ہیں اور ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دیتا

اور وہ جانے کے لئے اٹھا اور پھر بولا:۔

"اگر وہ اسکاچتانی اپنے جسموں میں میری بندوق کی گولیاں پیوست کروانا نہیں چاہتے تو مناسب ہوگا کہ جب وہ یہاں آئیں تو میری نظر سے دور ہی دور رہیں۔"

جان نے یہ غلط کہا تھا کہ کمرے میں دھواں بھرا ہوا تھا، کیونکہ جب وہ بول رہا تھا تو اس کی آواز رالف سن رہا تھا تو اس کی بھی پائپ بجھ گئی تھی۔ لیکن چونکہ میں جانتی تھی کہ اس نے یہ جھوٹ کیوں بولا ہے اس لئے میں نے اسے نہ ٹوکا۔ نہ صرف جان کی بلکہ میری آنکھیں بھی پُرنم تھیں اور سوزانے تو بے حیائی سے ہچکیاں لے کر رو رہی تھی۔

"ایک منٹ ابا ــــــ اوہ ــــــ میرا مطلب ہے جان بائمار" رالف نے کہا۔ اس کی آواز صاف تھی اور اس میں غصّہ تھا" اب میری باری ہے"

"باری ہے! کاہے کی باری ہے؟" جان نے پوچھا

"میں بھی کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن آپ نے مجھے روک دیا اور خود اپنی کہے چلے گئے۔ اب میری باری ہے چنانچہ اجازت ہو تو میں اپنی بھی سنا دوں"

جان ایک بار پھر بیٹھ گیا۔

"اچھا کہو" اس نے کہا۔

"اگر آپ نے مجھے بھیج دیا تو آپ بڑے نقصان میں رہیں گے"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ آپ کو اپنی پیاری اور بے حد قیمتی چیز سے ہاتھ دھونے پڑیں گے"

"سوائے اپنے گھوڑے شامیل اور نئی فیلٹ ہیٹ کے علاوہ میری اور کیا چیز جائے گی؟ خدایا! کیا تم چھکڑے ہم جوتنے کے لئے میرے نئے بیل بھی چاہتے ہو؟ بہت اچھا۔ اگر وہ تمھیں پسند ہیں تو میں تمھیں وہ بھی دیتا ہوں"

"نہیں" رالف نے کہا

"تو پھر کیا چاہیئے؟"

"آپ کی بیٹی سوزانے۔ اگر آپ نے مجھے یہاں سے نکال دیا یا ان آنے والوں کے ساتھ بھیج دیا تو میرا خیال ہے کہ سوزانے بھی میرے ساتھ ہی آئے گی"

چھٹا باب
انگریزوں کی آمد

رالف کا یہ اعلان سن کر سوزانے نے کہا "اوہ" اور اپنی کرسی میں یوں ڈھے گئی جیسے بیہوش ہوا چاہتی ہو لیکن میں بے تحاشہ ہنسنے لگی کچھ تو رالف کی اس گستاخی پر اور کچھ اپنے شوہر کی صورت دیکھ کر۔ اس کی صورت اس وقت دیکھنے کے قابل تھی۔

دفعتہ جان غصّے سے پھنکار کر میری طرف گھوم گیا۔

"خاموش، بیوقوف عورت" وہ گرجا "سنا تم نے کیا کہہ رہا ہے یہ مجنوں؟ — یہ — یہ — میری بیٹی کو چاہتا ہے۔"

"تو اس میں حیرت کی یا غصّہ کرنے کی کیا بات ہے؟" میں نے کہا "سوزانے کی عمر شادی کے قابل ہو چکی ہے اور پھر وہ اتنی حسین بھی ہے کہ کوئی بھی جوان لڑکا اس سے شادی کی آرزو کر سکتا ہے۔"

"ہاں بھئی ہاں — یہ واقعی سچ ہے" جان نے اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا "لیکن رالف نے کہا ہے کہ وہ سوزانے کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہے۔"

"ہاں یہ دوسری بات ہے" میں نے کہا "چنانچہ اس کی تو میں اسے کبھی اجازت نہ دوں گی۔"

"بے شک۔ وہ ہماری بیٹی کو اپنے ساتھ کبھی نہ لے جا سکے گا" جان نے کہا۔

"سوزانے" میں نے کہا "تم نے شروع سے آخر تک یہ ساری باتیں سنی ہیں۔ چنانچہ اب تمھارے دل میں جو کچھ ہو بلا جھجک کہہ دو۔"

"اماں!" سوزانے نے کہا "آپ کے اور ابا کے ہر حکم کی تعمیل کرنا میرا فرض ہے لیکن رالف کی خواہش کے سامنے بھی سر جھکانا میرا فرض ہے کیونکہ رالف کو خود خدا نے مجھے دیا ہے۔ چنانچہ اگر آپ نے رالف کو بلا وجہ ہی یہاں سے رخصت کر دیا اور اگر اس نے چاہا تو میں بھی اس کے ساتھ چلی جاؤں گی اور اس سے شادی کر لوں گی اور اگر آپ نے مجھے جبراً روک لیا تو شاید میں مر جاؤں گی بس اس سے زیادہ مجھے کچھ اور نہیں کہنا ہے۔"

"اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت بھی نہیں" میں نے کہا۔

میں نے دل ہی دل میں سوزانے کی اس جرأت اور صاف گوئی کی داد دی حالانکہ جانتی تھی کہ یہ محض گیدڑ بھبھکی تھی تاکہ جان ایک دم سے سہم جائے اور کسی نہ کسی طرح رالف کو جانے سے روک لے۔

"واہ۔ بہت عمدہ" جان نے پہلے رالف اور پھر سوزانے کی طرف دیکھا "اب تک تو میں دیکھ اور سن رہا تھا کہ تم دونوں ایک دوسرے کو بھائی اور بہن کہتے تھے اور اب یہ نیا گل کھلایا ہے تم دونوں نے۔ سوزانے — بے حیا لڑکی — یہ معاملہ کب ہوا اور تم نے میری اجازت کے بغیر رالف سے شادی کرنے کا وعدہ کیوں کر لیا؟"

"اس لئے ابا کہ آپ سے پوچھنے اور اجازت لینے کا وقت ملا ہی نہیں" سوزانے نے نظریں جھکا کر جواب دیا "کیونکہ آج صبح ہی رالف نے مجھ سے اس سلسلے میں گفتگو کی تھی۔"

"آج صبح ہی اس نے تجھ سے گفتگو کی اور اب تم یہ اعلان کر رہی ہو کہ اس کے ساتھ سات سمندر پار چلی جاؤ گی خود غرض — احسان فراموش لڑکی"

"میں نہ تو خود غرض ہوں اور نہ احسان فراموش" سوزانے نے جواب دیا "آپ خود غرض ہیں کہ رالف کو ان انگریزوں کے ساتھ بھیج کر ہم دونوں کے دل توڑ دینا چاہتے ہیں"

"یہ جھوٹ ہے سوزانے" جان چیخا "کیونکہ میں رالف کو بھیجنا نہیں چاہتا"

"تو پھر کیوں کہا تھا آپ نے کہ وہ آپ کا گھوڑا اور بیٹ لے کر چلا جائے؟"

اسی کی بھلائی کے لئے بیٹی"

"تو کیا اسی میں اس کی بھلائی ہے کہ وہ ہم سب کو، جو اسے چاہتے ہیں، چھوڑ کر چلا جائے اور سمندر کے اُسی پار جا کر گم ہو جائے؟"

اور سوزانے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"کمال ہے۔ یہ لڑکی جو کبھی بے حد سیدھی اب ایک دم سے شیرنی بن گئی ہے" جان بڑبڑایا۔

"تم خاموش رہو سوزانے" رالف نے کہا "اور آپ دونوں میری بات سنیں۔ آپ دونوں نے مجھے بیٹے کی طرح پالا اور رکھا ہے اور میں نے بھی آپ کو والدین سمجھا۔ یہ سچ ہے کہ میں اور سوزانے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ جیسی کہ شروع سے ہی کرتے آئے ہیں لیکن یہ آج صبح پتہ چلا ہے کہ ہمارا یہ پیار کتنا بڑھا ہوا ہے۔ میں لاوارث اور بے خانماں ہوں جسے آپ دونوں نے پالا پوسا ہے اور میرے پاس نہ تو دولت ہے اور نہ کوئی جائیداد چنانچہ آپ یہ سوچنے میں حق بجانب ہیں کہ میں آپ کی بیٹی کے قابل نہیں ہوں جو حسین بھی ہے اور آپ کی کل جائیداد اور دولت کی وارث بھی۔ چنانچہ اگر آپ نے سوزانے کو مجھ سے نہ بیاہنے کا فیصلہ کیا ہے تو اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں لیکن آپ کہتے ہیں کہ یہاں سے دور، دوسرے ملک میں، میری جائداد بھی ہے اور دولت بھی حالانکہ یہ بات آپ نے مجھے ابھی ابھی بتائی ہے اور ممکن ہے یہ گپ ہو۔ اور یہ کہ آپ مجھے ان لوگوں کے سپرد کر دیں گے جو مجھے لینے آ رہے ہیں۔ بہر حال اگر آپ نے مجھے نکال دیا تو میں چلا جاؤں گا کیونکہ اس جنگل میں میں اکیلا نہیں رہ سکتا۔ میرے پاس نہ تو گھر ہوگا، نہ مویشی اور نہ کوئی دولت۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ میرا یہاں رہنا ممکن نہ ہوگا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ جب سوزانے کی عمر شادی کے قابل ہو جائے گی تو میں اس سے شادی کرنے کے لئے واپس آؤں گا اور پھر اسے بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گا اور تب اسے اور مجھے بھی کوئی نہ روک سکے گا کیونکہ پھر سوزانے پہ میرا جائز حق ہوگا کیونکہ آپ جانتے ہیں ہر اس چیز سے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا جس سے میں محبت کرتا ہوں میں سچ کہتا ہوں کہ دنیا کی کوئی طاقت، موت کے علاوہ، مجھے سوزانے

سے الگ نہیں کرسکتی۔ تو اب صورت حال یہ ہے کہ آپ یا تو مجھے اپنے ساتھ ہی رہنے دیں اور میری غربت کے باوجود سوزانے کی شادی مجھ سے کر دیں۔ یعنی اس وقت جب آپکی مرضی ہو، یا مجھے یہاں سے نکال دیں لیکن اس صورت میں آپ کو اس بات کے لئے تیار رہنا پڑے گا کہ ایک نہ ایک دن میں واپس آؤں گا اور سوزانے کو اپنی بیوی بنا کر لے جاؤں گا"

"یہ کیا سوزانے سوزانے کی رٹ لگا رکھی ہے" میں نے غصے ہو کر کہا کیونکہ خود اپنی بیٹی پر مجھے رشک آ رہا تھا" سوزانے کے علاوہ تمھیں کسی اور کا کچھ خیال ہی نہیں رالف؟"

"مجھے سب کا خیال ہے" رالف نے جواب دیا" لیکن صرف سوزانے کو میرا خیال ہے کیونکہ آپ کے شوہر تو مجھے یہاں سے نکالنے پر تلے ہوئے ہیں اور آپ خاموش بیٹھی سن رہی ہیں اور کچھ کہتی نہیں۔ میری حمایت اور اپنے شوہر کی مخالفت میں آپ نے ایک لفظ تک نہیں کہا۔"

"بیٹے! لوگوں کی خاموشی سے نہیں بلکہ ان کی بات چیت سے انھیں سمجھنا سیکھو" میں نے جواب دیا" تم سب بول رہے تھے اور میں اس بلی کی طرح سہمی بیٹھی تھی جس کے چاروں طرف کتے بھونک رہے ہوں لیکن اب میں اپنی کہتی ہوں۔ پہلے میں یہ کہوں گی کہ جان تم نرے احمق ہو کیونکہ تمھارا خیال ہے کہ دولت ہی آدمی کے لئے سب کچھ ہے اور یہ کہ تم رالف کو بھیج دو گے کہ وہ دولت اور عزت، جو خدا جانے اس کی ہے بھی یا نہیں، حاصل کرے حالانکہ خود رالف جانا نہیں چاہتا اور رالف۔ تم جان سے بھی زیادہ بیوقوف ہو کہ یہ سوچ رہے ہو کہ تمھارا منہ بولا باپ تمھیں یہاں سے نکالنا چاہتا ہے اس کے برخلاف وہ تمھاری بھلائی چاہتا ہے حالانکہ وہ تمھارے جانے کے بعد تمھیں یاد کر کے عمر بھر روتا رہے گا۔ اور سوزانے تم ان دونوں سے بڑی بیوقوف ہو کہ اس بلی کی طرح سب سے لڑنے کے لئے تلی ہوئی ہو جس نے بچوں کی پہلی جھول جنی ہو لیکن محبت میں پھنسی ہوئی لڑکی سے بحث کرنا فضول ہے۔ اچھا۔ اب میں تم سب سے چند سوالات پوچھ رہی ہوں۔ پہلے تم سے

پوچھتی ہوں جان۔ کیا تم واقعی ان اجنبیوں کے ساتھ رالف کو بھیجدینا چاہتے ہو؟"

"ہوی!" جان نے فوراً جواب دیا "اگر وہ لوگ میرا دایاں ہاتھ کاٹ کر رالف کو یہیں چھوڑ دیں تو خدا کی قسم میں بخوشی اپنا ہاتھ کٹوا دوں گا۔ میں تو چاہتا ہوں کہ رالف ہمیشہ کے لئے یہیں رہ جائے اور میرا جو کچھ ہے اُسی کا ہے حتیٰ کہ میری بیٹی بھی۔ لیکن مجھے اس کی بھلائی کا خیال ہے اور میں نہیں چاہتا کہ بعد میں یہ کہا جائے کہ جان بوشمار نے انگریز لڑکے کو، جو اتنا کم عمر تھا کہ اپنی برائی اور بھلائی نہ سوچ سکتا تھا، محض اس لئے دھوکے سے اپنے پاس رکھ لیا کہ وہ جان کی مدد کرتا رہے اور اس لئے بھی کہ جان اس انگریز لڑکے سے اپنی بیٹی بیاہنا چاہتا تھا۔"

"بس ٹھیک ہے" میں نے کہا "سوزانے! اب تمھیں کیا کہنا ہے؟"

"میں نے جو کچھ ہے اس میں کچھ اضافہ کرنا نہیں چاہتی" سوزانے نے جواب دیا "آپ میری دلی خواہش سے واقف ہیں"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ رالف اب تم کہو"

"اماں! میں یہاں سے اس وقت تک نہ جاؤں گا جب تک کہ آپ لوگ مجھے دھکے مار کر یہاں سے نہیں نکال دیتے۔ اگر میں گیا تو سوزانے کے لئے واپس آؤں گا۔ مجھے آپ سب سے محبت ہے اور میں یہاں اور آپ ہی لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔"

"نہیں رالف" میں نے آہ بھر کے کہا "اگر ایک دفعہ تم چلے گئے تو پھر واپس نہ آؤ گے کیونکہ انگلستان میں تمھیں نیا گھر، نئی دلچسپیاں اور شاید نئی محبت بھی مل جائے گی۔ اس معاملے میں کسی نے مجھے کوئی اہمیت نہیں دی اور مجھ سے کچھ نہ پوچھا گیا اس کے باوجود مجھے بھی اپنی بات کہنے کا حق ہے کیونکہ رالف میرا بھی اتنا ہی بیٹا ہے جتنا کہ جان کا۔ خیر۔ تو اب رالف پورا مرد بن چکا ہے یا کم سے کم اس عمر کو پہنچ چکا ہے جس عمر کو پہنچ کر اس ملک کے لڑکے مرد کہلاتے ہیں اور یہ یہاں سے جانا نہیں چاہتا اور خود ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ وہ نہ جائے۔ اس کے علاوہ

رالف سوزانے سے اور سوزانے اس سے محبت کرتی ہے اور یہ میرا ایمان ہے کہ خود خدا نے انھیں آپس میں ملایا ہے اور خود خدا انھیں میاں بیوی بنانا چاہتا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ ان کی آپس کی یہ محبت ہی ان کے لئے دنیا میں جنت مہیا کر دیگی نہ کہ وہ دولت اور عزت جو انگلستان میں شاید رالف کی منتظر ہے۔ چنانچہ جان، میرا فیصلہ یہ ہے کہ رالف کو یہیں، ہمارے ساتھ رہنے دو، وقت آنے پر ان دونوں کی شادی کر دو تاکہ ان کی اولاد سے ہماری نسل چلے۔"

"لیکن ان اسکاچ سنا ہیوں کا کیا جو قانون کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اسے لیے جانے آرہے ہیں؟" جان نے پوچھا۔

"رالف! تم کل صبح ہی مویشیوں کا ریوڑ لے کر جنگل کی چراگاہوں کی طرف چلے جاؤ۔ آنے والوں سے میں نپٹ لوں گی۔"

"بھئی میں نے تو اپنی ہار مان لی" جان نے کہا "کیونکہ میری بیوی کے لفظوں کے سامنے تو سید سکندری بھی ڈھے جائے۔ لیکن خدا بہتر جانتا ہے کہ اگر رالف چلا جاتا تو میرا دل ٹوٹ جاتا جس طرح کہ سوزانے کا ٹوٹ جاتا لیکن شاید اس لڑکی کے دل کا زخم مندمل ہو جاتا لیکن میں بوڑھا ہوں اس لئے میرے دل کا زخم کبھی مندمل نہ ہوتا۔ یہاں آؤ میرے بچو!"

وہ دونوں جان کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور اس نے ان دونوں کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"تم دونوں مجھے عزیز ہو" اس نے کہا "اور خدا تم دونوں کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے اور اس دنیا کے سارے سکھ اور ساری مسرتیں تم پر نچھاور کر دے اور خدا ہمارے اس گناہ کو معاف کر دے جو ہم رالف تمھاری محبت میں کر رہے ہیں یعنی تمھیں اپنے وطن، عزیزوں اور جائداد سے محروم کر رہے ہیں" اور پھر اس نے دونوں کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

"اگر یہ کوئی گناہ ہے تو پھر میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اس کی سزا تنہا مجھے ملے" رالف نے کہا "کیونکہ میں مر جاتا لیکن اپنی خوشی سے یہاں سے کبھی نہ جاتا"

"لیکن بیٹے۔ محبت میں پھنسے ہوئے لونڈے کی باتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی" جان نے کہا" خیر۔ گناہ ہم نے کیا ہے اور سزا بھی ہم ہی بھگت لیں گے۔ تو اب میں جا کر ان مویشیوں کو کرال میں بند کروا دیتا ہوں جنہیں کل ہم چراگاہوں کی طرف لے جائیں گے۔ ان اسکاچستانیوں کی میں صورت تک دیکھنا نہیں چاہتا چنانچہ تمھاری ماں ان سے بات چیت کرے گی البتہ اس سے اتنا ضرور کہوں گا کہ وہ ان سے کیسا ہی سودا کیوں نہ کرے اس کا ذکر میرے سامنے نہ کرے۔ نہیں رالف۔ میرے ساتھ آنے کی ضرورت نہیں۔ اپنی ہونے والی بیوی کے پاس رہوں گا کیونکہ کل تم عارضی طور پر اس سے الگ ہونے والے ہو۔"

چنانچہ جان چلا گیا اور ہم تینوں بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے اور ہم تینوں ہی یوں ظاہر کر رہے تھے جیسے بہت ہی خوش ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی کیونکہ جان نے گناہ و سزا کے متعلق جو بات کہی تھی وہ کانٹے کی طرح ہمارے دل میں چبھ رہی تھی۔

دوسرے دن علی الصبح جان اور رالف مویشی لے کر جنگل کی چراگاہوں کی طرف چلے گئے اور فارم کی دیکھ بھال میرے اور سوزانے کے سپرد کر گئے۔

اس کے تین دن بعد وہ اسکاچستانی آئے اور تب میں نے رالف کی محبت سے مجبور ہو کر اور سوزانے کی خوشی کی خاطر اپنی زندگی کا سب سے بڑا گناہ کیا اور میں نہ جانتی تھی کہ میرا یہ گناہ نہ صرف میری بلکہ میری اولاد کی اولاد پر کی قسمت پر اثر انداز ہوگا۔

سہ پہر کا وقت تھا اور میں حسب معمول برآمدے میں بیٹھی ہوئی تھی کہ میں نے دور سے ہی ان لوگوں کو گھوڑے پر سوار آتے دیکھ لیا۔ تین سفید فام تھے اور ان کے ساتھ ان کے چند سیاہ فام ملازم تھے۔

"یہ ہیں وہ لوگ جو میرے بچے کو مجھ سے چھین لینا چاہتے ہیں" میں نے اپنے آپ سے کہا اور پھر میں نے کوشش کر کے فرعون کی طرح اپنا دل سخت کر لیا۔

ان دنوں میں میری نظر بہت تیز تھی اور ابھی آنے والے دور ہی تھے کہ میں ان کا جائزہ لینے اور ان کے متعلق فیصلہ کرنے لگی۔

ان میں سے ایک تو تگڑا جوان تھا جس کی عمر پچیس سال کے لگ بھگ ہو گی اور یہ دیکھ کر میرا دل ذرا دھڑک گیا کہ وہ صورت شکل میں رالف سے مشابہ تھا۔ آنکھیں رالف کی آنکھوں جیسی ہی تھیں اور ماتھے کا جھکاؤ بھی رالف کا سا ہی تھا البتہ اس کے ہونٹ ذرا مختلف تھے اور میں نے اندازہ لگایا کہ وہ خوش طبع اور ہنسوڑ تھا لیکن آرام طلب اور قدرے خود غرض تھا۔ اس کے قریب جو دوسرا شخص تھا وہ ادھیڑ تھا اور ہزاروں میں پہچانا جا سکتا تھا۔

"یہ وکیل ہے" میں نے دل میں کہا۔

اور آپ جانیے اپنی وضع قطع سے، ماتھے پر ابھری ہوئی سلوٹوں سے، گھنی اور آپس میں ملی ہوئی بھوؤں سے اور حرکتوں سے وکیل سب سے الگ نظر آتا ہے پھر وہ کسی قوم سے ہی کیوں نہ تعلق رکھتا ہو۔

"مکار اور بیوقوف" میں نے اپنے آپ سے کہا "بہر حال میں کسی بھی مکار سے ٹکر لے سکتی ہوں اور بیوقوف تو پھر بیوقوف ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ اس وکیل کی مجھے فکر نہیں"۔

رہا تیسرا آدمی تو اس کا جائزہ میں نے لینا ضروری نہ سمجھا کیونکہ اسے بھی میں نے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا تھا۔ وہ مترجم تھا۔

وہ لوگ برآمدے کے قریب آئے۔ دونوں انگریزوں نے اپنی وائیات رسم کے مطابق اپنے اپنے ہیٹ اٹھا کر مجھے سلام کیا اور مترجم نے مجھے چچی کہہ کر مخاطب کیا حالانکہ میری عمر اس سے بہت کم تھی اور گھوڑوں پر سے اترنے کی اجازت چاہی۔

ان لوگوں نے گھوڑوں پر سے اتر کر اپنے گھوڑے اپنے ملازموں کے حوالے کئے اور سیڑھیاں چڑھ کر برآمدے میں آئے اور تینوں نے باری باری مجھ سے مصافحہ کیا۔ میں

جہاں بیٹھی تھی بس بیٹھی رہی یعنی ان کے استقبال کو نہ اٹھی۔ کیونکہ میں ان انگریزوں کے استقبال کو اٹھنا چاہتی بھی نہ تھی جن سے مجھے نفرت تھی اول تو اس لئے کہ وہ انگریز تھے اور دوم اس لئے کہ وہ مجھ سے ایک گناہ کروانا چاہتے تھے۔

"بیٹھو" میں نے اس بنچ کی طرف اشارہ کیا جو برآمدے میں دھری ہوئی تھی، اور جس پر زیبرا کی دھاری دار کھال جڑی ہوئی تھی۔

وہ تینوں اس چھوٹی سی بنچ پر گھس بیٹھ کر بیٹھ گئے۔ نوجوان اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ لئے میری طرف دیکھ رہا تھا، وکیل اپنی چیل سی آنکھیں گھما کر ادھر ادھر دیکھ رہا تھا اور مترجم ایسی کوئی حرکت نہ کر رہا تھا کیونکہ وہ عقلمند اور سمجھ دار آدمی تھا اور جانتا تھا کہ شریف لوگوں کے سامنے اور ان کے گھروں میں کس طرح بیٹھا جاتا ہے۔ پانچ سات منٹ کے بعد وکیل بے چین ہو گیا اور اس نے تیکھی آواز میں کچھ کہا جس پر مترجم نے کہا:۔

"ذرا صبر کرو"

چنانچہ وہ صبر کر کے بیٹھے رہے یہاں تک کہ نوجوان بدتمیزی سے میرے سامنے ہی آنکھیں بند کر کے سونے لگا لیکن عین اس وقت سوزانے برآمدے میں آگئی اس پر نوجوان نے ہڑبڑا کر اپنی آنکھیں کھول دیں۔ وہ اچھل کر اٹھ کھڑا ہوا اور سوزانے کے سامنے جھک گیا اور پھر اشارے سے اس سے کہا کہ وہ بنچ پر بیٹھ جائے کیونکہ وہاں اس ایک بنچ کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہ تھی بیٹھنے کے لئے۔

"سوزانے" میں نے نوجوان کی بد اخلاقی کی طرف کوئی دھیان نہ دیتے ہوئے کہا "مہمانوں کے لئے کافی لے آؤ"

چنانچہ سوزانے فوراً ہی پلٹ کر اندر چلی گئی اور میں نے دیکھا کہ وہ اس نوجوان کی مسکراہٹ سے ناخوش تھی بلکہ شاید اسے اس سے نفرت ہو گئی تھی۔

کافی آگئی۔ وہ تینوں کافی پینے لگے یا یوں ظاہر کرنے لگے جیسے پی رہے ہوں۔ اس

کے بعد وکیل ایک بار پھر بے چین ہونے لگا۔ اس نے ایک بار پھر مترجم سے کچھ کہا اور مترجم نے مجھے مطلع کیا کہ وہ لوگ ایک خاص کام سے آئے ہیں۔

"تم پھر اس خاص کام کو اس وقت تک انتظار رکھو جب تک کہ ہم کھانا نہیں کھا لیتے"

میں نے کہا "سہ پہر کے وقت کاروبار کی باتیں کرنے کی میں عادی نہیں ہوں۔ اور یہ وکیل اتنا بے چین کیوں ہے حالانکہ اسے دن بھر کی فیس تو مل ہی گئی ہوگی؟"

مترجم نے اس کا ترجمہ وکیل کو سنایا تو اس نے پوچھا:۔

"خاتون نے کیسے معلوم کر لیا کہ میرا پیشہ یہی ہے؟"

"بالکل اسی طرح جس طرح کہ میں نیولے کو اس کی کھوتھنی سے اور بدبو دار بلی کو اس کی بدبو سے پہچان لیتی ہوں" میں نے جل کر کہا کیونکہ اب مجھے اس وکیل سے سخت نفرت ہو گئی تھی۔

میرے اس جواب پر وکیل کو اتنا غصہ آیا کہ اس کا چہرہ لال ہو گیا لیکن وہ نوجوان لارڈ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گیا۔ میں نے کہا نا کہ یہ انگریز بڑے ہی بدتمیز ہوتے ہیں۔ بہرحال وہ پھر بنچ پر بے حرکت اور خاموش بیٹھ گئے اور میری طرف دیکھنے لگے اور میں اپنی کرسی پر اور اپنی گود میں ہاتھ رکھے بیٹھی تھی اور میں بھی ان کی طرف دیکھ رہی تھی اور اس طرح گھنٹہ گذر گیا نہ میں اپنی جگہ سے ہلی اور نہ وہ لوگ اپنی جگہ سے ہلے کیونکہ مترجم نے ان سے کہا کہ اگر وہ اٹھ گئے تو مجھے برا معلوم ہوگا۔ رہی میں تو میرا تو یہ ہے کہ میں نے تو فیصلہ کر لیا تھا کہ جب سورج نہ سو نہیں جاتی میں ان لوگوں سے معاملے کی بات نہ کروں گی۔

آخر کار ان لوگوں کی بے چینی جب انتہا کو پہونچ گئی اور جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ زیادہ برداشت نہ کر سکیں گے تو میں نے کھانا تیار کرنے کا اعلان کیا اور ہم سب اٹھ کر اندر آ گئے اور ایک بار پھر مجھے نوجوان لارڈ اور رالف میں مشابہت نظر آئی کیونکہ وہ بالکل رالف کی طرح کھا رہا تھا اور شراب کی چسکیاں بھی رالف کی طرح ہی لیتا تھا اور میں نے دیکھا کہ جب وہ گوشت کھا چکا تو کرسی پر ذرا ٹیڑھا ہو کر اور ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھ گیا بالکل رالف

کی طرح۔

"رالف کی اور اس نوجوان کی یا تو دادی ایک تھی یا دادا ایک تھا" میں نے سوچا اور پھر اپنے اس اندازے سے خود ہی سہم گئی۔

ساتواں باب

میرا گناہ

جب کھانا ختم ہو چکا تو میں نے سوزانے سے کہا کہ اب وہ جا کر سو جائے۔ اور میرے اس حکم کی تعمیل اس نے بادل ناخواستہ کی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ یہ لوگ ہمارے گھر کیوں آئے ہیں چنانچہ وہ ہماری باتیں سننا چاہتی تھی۔

سوزانے چلی گئی تو میں اٹھ کر ایسی جگہ بیٹھ گئی کہ موم بتیوں کی روشنی میرے چہرے پر نہیں البتہ ان چہروں پر پوری طرح پڑ رہی تھی۔ اور یہ میں نے بڑی عقلمندی بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ مکاری کی تھی کیونکہ میں جھوٹ بولنے والی تھی اور نہ چاہتی تھی کہ وہ لوگ میرے بشرے سے جھوٹ معلوم کر لیں۔

اور تب میں نے کہا" لو صاحب۔ میں تیار ہوں۔ اب تم لوگ چاہو تو معاملے کی بات کر سکتے ہو اور بتا سکتے ہو کہ یہاں کیوں آئے ہو"۔

اور اب انھوں نے گفتگو کا آغاز کیا۔ وکیل نے مترجم کے ذریعہ مجھ سے پوچھا:۔

"کیا آپ ہی دا ہُود بوتمار ہیں؟"

"ہاں۔ یہی میرا نام ہے"

"آپ کے شوہر جان بوتمار کہاں ہیں؟"

"جنگل کی چراگاہوں میں گئے ہوئے ہیں۔ اب یہ میں نہیں جانتی کہ وہ اس وقت کہاں ہیں"

"وہ کل واپس آجائیں گے؟"

"نہیں"

"کب واپس آجائیں گے ؟"

"شاید دو مہینوں بعد یا شاید تین مہینوں بعد یقین سے نہیں کہہ سکتی"

اس پر انھوں نے آپس میں کچھ مشورہ کیا اور پھر سوالات کا سلسلہ شروع ہوا۔

"آپ کے ساتھ رالف کانزی نام کا کوئی انگریز لڑکا رہتا ہے ؟"

"ہاں رالف کانزی نام کا ایک لڑکا ہے ہمارے یہاں"

"وہ کہاں ہے ؟"

"میرے شوہر کے ساتھ چراگاہوں کی طرف گیا ہوا ہے۔ کہاں ؟ یہ میں نہیں جانتی"

"آپ اسے بلوا سکتی ہیں ؟"

"نہیں۔ جنگل کی چراگاہیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اگر آپ لوگ اس سے ملنا چاہتے ہیں تو مجھے خوف ہے کہ آپ کو اس کی واپسی کا انتظار کرنا پڑے گا"

"کب واپس آئے گا وہ ؟"

"میں اس کی اتنا نہیں ہوں کہ بتا سکوں۔ شاید تین مہینوں میں۔ شاید چھے مہینوں میں"

ایک بار پھر انھوں نے آپس میں مشورہ کیا اور وکیل نے ایک بار پھر سلسلۂ کلام جوڑ دیا۔

"ہمارا خیال ہے یہ لڑکا رالف مکینزی یا کانزی اس جہاز میں تھا جو ہندوستان سے چلا تھا اور اس طرف کے ساحل کے قریب چٹانوں سے ٹکرا کر غرق ہو گیا تھا ؟ یہ ۱۸۲۲ء کا واقعہ ہے"

"میرے خدا ! آخر آپ لوگوں نے مجھے سمجھ کیا رکھا ہے ؟" میں نے غصے ہو کر کہا "کافروں کی بیویاں ہماری مرغیاں چرا کر لے جاتی ہیں تو ہم انھیں پکڑ کر اسی طرح کے سوالات پوچھتے ہیں۔ آپ نے مجھے چور سمجھا ہے۔ جو کچھ کہنا ہے صاف لفظوں میں کہہ دو پھر میں جواب دوں"

اس پر وکیل نے شانے اچکا کر ایک کاغذ نکالا جس کا ترجمہ مجھے مترجم نے سنایا۔ اس میں ان مسافروں کے نام تھے جو جہاز "ہند" پر بمبئی سے سوار ہوئے تھے۔ اس فہرست میں لارڈ اور لیڈی گلاسٹرک کا نام تھا اور اس کے بعد ان کے بیٹے آنریبل رالف میکنزی کا نام تھا

جس کی عمر نو سال درج تھی۔ اس کے بعد ان ایک دو ملاحوں یا شاید مسافروں کا بیان تھا
جو غرق ہونے سے بچ گئے تھے۔ انھوں نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ انھوں نے خود اپنی آنکھوں
سے دالف کو بحیرۂ جنوبی ساحل پر پہنچتے دیکھا تھا۔ اس کے بعد ایک انگریزی اخبار کا، جو
کیپ ٹاؤن سے شائع ہوتا تھا، تراشا تھا۔ یہ اخبار دو سال پہلے کا تھا اور اس کی سرخی
تھی "سمندری الٹے کی حیرت انگیز کہانی"۔ اور پھر چند ملاحوں کے ساتھ دالف کے ملنے کی
کہانی بیان کی گئی تھی۔ اب یہ میں نہیں جانتی کہ اخبار والوں کو یہ کہانی کہاں سے اور کیسے
معلوم ہوئی۔ ممکن ہے یہ کہانی اس اتالیق نے انھیں سنائی ہو جو چھے برس تک ہمارے
ساتھ رہا تھا اور جس کا ذکر میں کر چکی ہوں۔ خیر تو اسی کہانی میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ یہ لڑکا اب
بھی زندہ ہے اور یہ کہ جان بوتمار کے خادم رہتا ہے۔ بس یہی کہانی تھی اخبار کی۔ میں نے اخبار کا یہ تراشا
دیکھنے کے لئے ان سے لیا اور پھر نہ لوٹایا اور دوسرے دن صبح میں نے ان سے کہہ دیا کہ
کافر لڑکی نے اسے فرش پر پڑے دیکھا اور اسے بیکار سمجھ کر چولھے میں جھونک کر اس سے
آگ جلائی۔ لیکن آج بھی وہ تراشا دوسری چیزوں کے ساتھ میرے صندوق میں موجود ہے۔

تراشے کا قصہ ختم ہوا تو دیگل نے پھر کہانی شروع کی اور مجھے بتایا کہ انگلستان میں یہ
سمجھ لیا گیا کہ لارڈ گلانتھرک سمندر میں غرق ہو گئے اور حقیقت میں وہ غرق ہو گئے تھے، اور یہ کہ
لیڈی گلانتھرک اور ان کا بیٹا دوسری عورتوں اور بچوں کے ساتھ خشکی پر پہنچنے کے بعد
مر گئے اور یہ رپورٹ ان لوگوں نے دی تھی جنھیں انگریزی حکومت نے معاملے کی تحقیق کے
لئے اس طرف بھیجا تھا۔ چنانچہ یوں ہوا کہ قانون کی رو سے جائداد اور خطاب لارڈ گلانتھرک
کے چھوٹے بھائی کو مل گیا اور وہ آٹھ برس یعنی اپنے انتقال تک جائداد کے مالک اور لارڈ
کے خطاب سے سرفراز رہے۔ ان کے انتقال سے کوئی ایک برس پہلے کسی نے انھیں اخبار
کا یہ تراشا بھیج دیا۔ یعنی "سمندری الٹے کی حیرت انگیز کہانی"۔ یہ کہانی پڑھ کر وہ بہت زیادہ
بے چین ہو گئے حالانکہ انھوں نے یہ کہہ کر اپنے آپ کو تسلی دی کہ یہ محض ایک جھوٹی اور دلچسپ

کہانی کے علاوہ کچھ نہیں ہے جیسی کہ اخبار والے گھڑ لیا کرتے ہیں خیر تو انھوں نے اس کہانی کی صداقت معلوم کرنے کے لئے کوئی عملی قدم نہ اٹھایا۔ ان کے علاوہ کوئی اس کہانی سے واقف نہ تھا اور وہ خود اس طرف کے واہیات سمندر میں اس کی تحقیقات کے لئے آنا نہ چاہتے تھے۔ تو یوں ہوا کہ وہ اس سلسلے میں خاموش رہا اور اس تراشے کے راز کو اپنے سینے میں دفن رکھا۔ لیکن جب وہ قبر میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے اور جب جائداد اور خطاب اور دنیوی لوازمات ان کے کسی کام نہ رہے تو انھیں عاقبت کی فکر ہوئی اور تب انھوں نے اس سلسلے میں زبان کھولی اور اپنے بیٹے اور وکیل کو اس کے متعلق بتایا یعنی اس نوجوان اور وکیل کو جو اس وقت میرے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔۔۔ ان کے علاوہ یہ بات مرنے والے نے کسی اور سے نہ کہی اور ان سے کہا کہ وہ اس کہانی کی صداقت کی تحقیقات کریں اور اگر یہ سچ ہو تو پھر جائداد اور خطاب اس کے جائز حقدار یعنی ان کے بھتیجے رالف کے حوالے کر دیں۔

میں ان کی یہ داستان، جو مترجم کے ذریعہ سنائی جا رہی تھی، غور سے سن رہی تھی اور نوجوان اور وکیل کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو بھی غور سے دیکھ رہی تھی اور میں نے دیکھا۔۔۔ اور بعد میں خود ان لوگوں نے بھی مجھے بتایا۔ کہ مرنے والے نے اس کہانی کی تحقیقات کے لئے اپنے ہی بیٹے اور اپنے ہی وکیل کو منتخب کر کے فاش غلطی کی تھی۔ حالانکہ نوجوان ایماندار اور مخلص تھا لیکن وہ اور وکیل اس کہانی کو غلط ثابت کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے تھے اس کے بعد سے لے کر آج تک میں اکثر وقعہ سوچتی ہوں کہ مرنے والا خود اس بات سے واقف تھا کہ اس کا بیٹا اور وکیل اس کہانی کو کسی نہ کسی طرح غلط ثابت کر دیں گے۔ چنانچہ خود اپنے آپ کو، اپنے ضمیر کو اور خدا کو بھی دھوکا دینے کے لئے اس نے اس راز سے ان دونوں کو واقف کر دیا تھا اس طرح خود بری الذمہ ہو گیا تھا اور اپنے خیال میں، سکون سے مرا تھا لیکن جانتا تھا کہ

جائداد اور خطاب اس کے خاندان میں ہی رہے گا۔ میں نے کہا ہے کہ مرنے والے نے ان دونوں کو منتخب کر کے فاش غلطی کی تھی اور یہ کہ وہ دونوں ہی اس کہانی کو غلط ثابت کرنا چاہتے تھے اور اس میں ہی ان دونوں کا بھلا تھا۔ یہ بات خود وکیل نے مجھے بتائی کہ اسے ایک خطیر رقم ملنے والی تھی، دس ہزار پونڈ، اور یہ مرنے والا اپنے وصیت نامے میں لکھ گیا ہے کیونکہ وکیل نے زندگی میں اس کی بڑی خدمات انجام دی تھیں۔ لیکن اگر رالف جائداد اور خطاب کا صحیح وارث ثابت ہو گیا تو پھر یہ رقم اس کی، یعنی رالف کی تھی کیونکہ روپیہ بھی رالف کے باپ کے ورثے کا ہی ایک حصہ تھا۔ چنانچہ ان دس ہزار پونڈ کی خاطر وکیل نے مرحوم لارڈ کو اور خود اپنے کو بھی یقین دلا دیا کہ رالف غرق شدہ لارڈ کا بیٹا نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے میری ہر بات بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ میرے ہر جھوٹ پر بڑی خوشی سے اور فوراً یقین کر لیا۔

خیر تو جب وہ بنا ہوا لارڈ اپنی قبر میں جا سویا تو وکیل نے اس کے بیٹے کو سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ اپنے باپ کے آخری الفاظ پر کوئی دھیان نہ دے اور معاملہ بس وہیں ختم کر دے لیکن اس نوجوان نے وکیل کی یہ بات نہ مانی کیونکہ، جیسا کہ میں نے کہا، وہ ایماندار تھا۔ اس نے کہا تھا کہ حقیقت معلوم کئے بغیر اسے چین نہ آئے گا۔ اور یہ کہ تحقیقات کے لئے اگر وہ خود نہ جا سکا تو دوسروں کو بھیج دے گا۔ خود وکیل یہ نہ چاہتا تھا کہ تحقیقات کے لئے دوسروں کو بھیجا جائے کیونکہ اس صورت میں خود اس کے دس ہزار پونڈ چلے جانے کا خدشہ تھا۔ چنانچہ وہ راضی ہو گیا اور وہ دونوں اس سفر پر روانہ ہو گئے اور ان دنوں میں یہ سفر بے حد طویل اور مشکل تھا۔ آخر کار وہ لوگ بخیر و خوبی ہمارے علاقے ٹرانسکی میں پہونچ گئے۔

یہ کہانی بیان کی جا چکی تو وکیل نے اپنی چیاں سی آنکھوں سے میری طرف دیکھا اور مترجم کے ذریعہ کہا:-

• ورائڈ بوشمار! آپ نے پوری کہانی سُن لی اب آپ بتائیے کہ آپ اس کے متعلق کیا جانتی ہیں۔ وہ نوجوان، جو آپ کے ساتھ رہتا ہے، کیا وہی ہے جس کی ہمیں تلاش ہے؟
میں ایک سکنڈ تک سوچتی رہی اور یہ ایک سکنڈ مجھے ایک سال کی طرح معلوم ہوا میرے تمام شکوک دور ہو گئے تھے اب کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ بے شک رالف ہی وہ لڑکا تھا جس کی ان دونوں کو تلاش تھی اور رالف کی قسمت اور مستقبل کا انحصار میرے جواب پر تھا۔ لیکن اس مسئلے پر میں پہلے ہی سے غور کر کے جھوٹ بولنے کا فیصلہ کر چکی تھی اور جہاں تک مجھے یاد ہے یہ میری زندگی کا پہلا اور آخری جھوٹ تھا۔ اور میں ان عورتوں میں سے نہیں ہوں جو بار بار اپنے فیصلے بدلتی ہیں۔ چنانچہ میں نے جھوٹ بولا
" ہمارے ساتھ جو جوان رہتا ہے وہ وہ نہیں ہے جس کی تمہیں تلاش ہے" میں نے کہا۔ حالانکہ اس کی بھلائی کی خاطر سوچتی ہوں کہ کاش ہمارا رالف وہی لڑکا ہوتا میں ثابت کر سکتی ہوں کہ رالف وہ لڑکا نہیں ہے جس کی تلاش میں تم لوگ اتنا طویل سفر کر کے یہاں آئے ہو"
رالف اور اپنی بیٹی سوزانے کی خاطر، جو رالف کی منگیتر تھی، میں نے یہ جھوٹ بولا تو دفعتہً میرا دماغ لمحہ بھر کے لئے خالی ہو گیا اور اس عالم میں؛ اس خالی الذہنی میں، میں نے ایک قہقہے کی آواز سنی جو میرے گھر کے چھت کے اوپر سے آ رہی تھی اور فضا میں پھیلتی جا رہی تھی لیکن میں نے فوراً ہی سنبھل کر اپنے مہمانوں کے چہروں پر نظر کی اور دیکھا کہ میرے اس اعلان نے ان دونوں کو خوش کر دیا تھا سوائے مترجم کے جو میرے خیال میں کیپ ٹاؤن سے آیا تھا اور اسے اس معاملے سے نہیں صرف اپنی اجرت سے دلچسپی تھی۔ وکیل اور نوجوان نے ایک دوسرے کی طرف مسکرا کر یوں دیکھا جیسے ایک بڑا بھاری بوجھ ان کے دلوں پر سے ہٹ گیا ہو۔ کچھ ہی دیر بعد وکیل نے سنبھل کر مجھ سے کہا:۔

"ورائڈ بوٹمار! اب اگر بارِ خاطر نہ ہو تو وہ ثبوت بھی پیش کرنے جس کا ذکر آپ نے کیا ہے۔"

"بہت اچھا" میں نے جواب دیا "لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ جہاز "ہند" سن عیسوی انیس سو چوبیس میں غرق ہوا تھا؟"

"بے شک وشبہ" وکیل نے جواب دیا۔

"اچھا تو کیا تمھیں پتہ ہے کہ ایک دوسرا جہاز، جس کا نام طوراتھا، جو کیپ سے روانہ ہوا تھا اور میں نہیں جانتی کہ کہاں جا رہا تھا، اسی ساحل پر دوسرے برس غرق ہوا تھا؟"

"ہاں یہ سنا ہے"

"اچھا تو اب یہ دیکھو" میں نے کہا۔

اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس صندوق کے قریب پہونچی جو کھڑکی کے نیچے رکھا ہوا تھا اور اس میں سے ایک پرانی بائبل نکالی۔ یہ بائبل میرے دادا اور دادی کی تھی اور اس کی جلد کے پہلے سفید صفحے پر بہت سی پیدائشوں کی تاریخ درج تھی۔ نہ صرف یہ بلکہ شادیوں، اموات اور اہم واقعات کی تاریخیں بھی لکھی گئی تھیں اور یہ وہ واقعات تھے جو ہمارے خاندان میں ہوئے تھے۔ میں نے اس فہرست میں سے وہ اندراج تلاش کرلیا جو میرے شوہر جان نے اپنے بڑے اور بھدے خط میں لکھا تھا۔ یہ اندراج ذرا پھیکی روشنائی میں کیا گیا تھا کیونکہ اس زمانے میں تاجر جو روشنائی ہمارے ہاتھوں فروخت کیا کرتے تھے اس میں ملاوٹ ہوا کرتی تھی اس اندراج کے نیچے دوسرے اندراج تھے جو بعد کے برسوں میں خود جان نے کئے تھے۔ مثلاً جان کی چچی کے انتقال کا واقعہ جو جان کے نام روپیہ چھوڑ گئی تھی، وہ تاریخ اور برس جب ہمارے فارم میں چیچک کی وبا پھیلی تھی، ان لوگوں کے نام جو اس وبا کا شکار ہو کر مرگئے تھے، سرخ کافروں کے ایک گروہ کا ہمارے گھر پر حملہ لیکن خدا کی مدد سے ہم نے انھیں مار بھگایا تھا اور وہ اپنے بارہ آدمیوں کی لاشیں چھوڑ کر لیکن ہمارے بہترین مویشی لے کر بھاگ گئے تھے۔

"لو پڑھو" میں نے کہا۔

اور مترجم نے وہ عبارت، جس پر میں نے انگلی رکھی تھی بلند آواز میں پڑھی۔ عبارت یوں تھی:۔

"۱۸۲۵ء ستمبر کے مہینے کی بارہ تاریخ کو ہماری بیٹی ہوزانے کو ایک بھوکا پیاسا لڑکا مل گیا۔ جو ایک جہاز کے غرق ہو جانے کے بعد کسی نہ کسی طرح اس گھاٹی تک پہنچ گیا تھا جو ساحل سے زیادہ دور نہیں ہے۔ ہم نے اس لڑکے کو خدا کی دین سمجھ کر اپنے یہاں رکھ لیا۔ اس نے اپنا نام رالف کانزی بتایا"۔

"تاریخ دیکھی تم نے؟" میں نے پوچھا

"ہاں دیکھی" وکیل نے جواب دیا" اور یہ تاریخ بعد میں بدلی نہیں گئی"۔

"بے شک نہیں بدلی گئی" میں نے کہا" تم خود ہی دیکھ لو"۔

لیکن یہ میں نے انھیں نہیں بتایا کہ جان۔ نے سال بہت بعد میں لکھا تھا اور سن عیسوی غلط لکھ گیا تھا۔ میں نے اسے اپنی غلطی سے آگاہ کیا لیکن اس نے سن عیسوی نہ بدلی اور کہا کہ صفحہ پر اتنی جگہ نہیں کہ اس پر روشنائی پھیر کر نئے سرے سے لکھا جائے۔

"ایک بات اور بھی ہے" میں نے کہا" تم کہتے ہو کہ اس لڑکے کی ماں بڑی امیر عورت تھی خیر تو جو لڑکا ہمیں ملا تھا اس کی ماں کی لاش میں نے دیکھی تھی یہ کسی عام سی عورت کی لاش تھی جس کا زیر جامہ گندہ اور موٹے کپڑے کا تھا اور اس کی ہتھیلیوں میں محنت و مشقت کر کے گٹے پڑ گئے تھے۔ اس کے ایک ہاتھ کی صرف ایک انگلی میں انگوٹھی اور وہ بھی سونے کی نہیں بلکہ چاندی کی تھی۔ اور یہ ہے وہ انگوٹھی"۔

اور میں نے دراز میں سے ایک انگوٹھی نکال کر وکیل کے ہاتھ میں تھما دی۔ یہ چاندی کی ایک سستی انگوٹھی تھی جو کئی برسوں پہلے میں نے ایک پھیری والے سے محض اس لئے خریدی تھی کہ وہ کسی طرح میرا پیچھا چھوڑتا ہی نہ تھا۔

"اور آخر میں یہ" میں نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا" کہ ہمارے رالف کا باپ لارڈ نہ تھا ہاں اگر تمھارے ملک میں لارڈ بھیڑیں چراتے ہوں تو پھر رالف کا باپ بھی لارڈ

تھا کیونکہ خود رالف نے مجھے بتایا تھا کہ اس کا باپ اپنے وطن میں بھیڑیں چرایا اور ان کی نسل بڑھایا کرتا تھا اور یہ کہ رالف کا باپ کسی دور افتادہ کالونی کی طرف جا رہا تھا کہ جہاز کا حادثہ ہو گیا۔ بس یہی کہنا ہے مجھے اور افسوس ہے کہ خود رالف یہاں موجود نہیں ہے ورنہ تم لوگ خود اس کی زبانی اس کی داستان سن لیتے"۔

جب میں اپنا بیان ختم کر چکی تو وہ نوجوان لارڈ، جو دراصل رالف کا چچیرا بھائی تھا، اٹھا اور اس نے ایک انگڑائی لی۔ وہ مسکرا رہا تھا اور بے حد خوش نظر آتا تھا۔

"بے شک" وکیل نے مترجم کے ذریعہ مجھ سے کہا" دراڈ بوسمار آپ کے ثبوت ٹھوس اور قابل قبول ہیں۔ اور آپ کا بیان فیصلہ کن ہے۔ لیکن میں آپ کا یہ بیان لکھے لیتا ہوں اور آپ اس پر اپنے دستخط کر دیجئے۔ البتہ ایک بات ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ دونوں کے نام ایک سے ہیں"

اور وکیل نے کنکھیوں سے نوجوان لارڈ کی طرف دیکھا۔

"اسکاٹ لینڈ میں بہت سے میکنزی ہیں" نوجوان لارڈ نے کہا" اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس رالف کا باپ کوئی غریب چرواہا تھا جو اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ ترک وطن کر کے آسٹریلیا یا کہیں اور جا رہا تھا" پھر اس نے ایک جمائی لے کر اضافہ کیا "سونے سے پہلے میں باہر جا کر ذرا تازہ ہوا کھا لوں۔ تم کاغذ تیار کر لو کہ خاتون اس پر اپنے دستخط کر دیں"

"بہت اچھا" وکیل نے کہا

اور نوجوان لارڈ اطمینان سے سیٹی بجاتا باہر چلا گیا۔

اس کے چلے جانے کے بعد وکیل نے کاغذ اور قلم نکالا اور میرا وہ سارا جھوٹ لکھ لیا جو میں نے بیان کیا تھا اور بائبل کے پہلے صفحے پر لکھی ہوئی ضروری تاریخیں بھی نقل کر لیں۔ جب وہ لکھ چکا تو مترجم نے اس تحریر کا ترجمہ مجھے سنایا۔ اس کے بعد ہی وکیل نے مجھے مرنے والے لارڈ کی آخری خواہش کے متعلق بتایا اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر ہمارا رالف

وہی ہوتا جس کی ان لوگوں کی تلاش تھی تو خود وکیل دس ہزار پونڈ کی خطیر رقم سے محروم رہ جاتا

آخر کار اس نے وہ کاغذ میری طرف بڑھا دیا کہ میں اس پر دستخط کر دوں۔ کمرے میں میز پر ایک موم بتی جل رہی تھی اور تیل کا ایک چراغ بھی طاق میں رکھا جل رہا تھا لیکن چونکہ اس کا تیل ختم ہو رہا تھا اس لئے اس کا شعلہ بار بار بھڑک رہا تھا۔ اور اس ناکافی روشنی میں میں اور وکیل ایک دوسرے کے چہروں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میرا چہرہ اپنے جھوٹ کی وجہ سے زرد تھا اور وکیل کا اس لئے کہ اس نے سمجھ لیا تھا کہ میں جھوٹ بول رہی تھی اور اسے خوف تھا کہ کہیں میں ایک دم سے اپنا ارادہ تبدیل نہ کر دوں۔

"دستخط کر دیجئے" اس نے شانے اچکا کر کہا "موم بتی اور چراغ بھی بجھ رہا ہے"۔

اور تب میں نے کانپتے ہاتھوں سے اس کاغذ پر دستخط کر دیئے۔ اور عین اسی وقت موم بتی اور چراغ بھی بجھ گیا اور ہم گھپ اندھیرے میں تھے اور اس اندھیرے میں ایک بار پھر میں نے اسی بھیانک قہقہے کی آواز سنی جو پہلے بھی سن چکی تھی۔

آٹھواں باب

شیطان

بیرے اور آنے والوں کے درمیان جو باتیں ہوئی تھیں اس کا ایک لفظ بھی سوزن نے سُنا نہ تھا تاہم وہ ان کا مطلب بہت حد تک سمجھ گئی تھی اور اس نے جان لیا تھا کہ میں ان انگریزوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتی ہوں۔ اس پر اس کا ضمیر اسے بری طرح پریشان کرنے لگا کیونکہ وہ جتنا زیادہ اس مسئلے پر غور کرتی اتنا ہی زیادہ اسے خود اپنی عیاری پر شرم آنے لگتی کہ چونکہ ہم سب رالف کو چاہتے ہیں اس لئے اپنی اس محبت میں اندھے ہو کر اسے اس کے عظیم ورثے سے محروم کر رہے ہیں۔

چنانچہ رات بھر وہ جاگتی رہی صبح ہوتے ہوتے اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ خود انگریزوں سے گفتگو کر کے انھیں حقیقت سے آگاہ کر دے گی خواہ اس کا نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اس فیصلے کے بعد اسے کچھ سکون حاصل ہوا تو آخرکار وہ سو گئی اور دن چڑھے تک سوتی رہی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے ارادے کو جامۂ عمل نہ پہنا سکی کیونکہ قسمت میں لکھا تھا کہ یوں ہی ہو چنانچہ یونہی ہوا۔

کیا ہوا یہ میں اب بیان کر رہی ہوں۔

سورج طلوع ہونے کے فوراً بعد میرے مہمان بیدار ہوئے اور اس کمرے سے باہر آئے جس میں وہ سو رہے تھے میں نے ان کے لئے کافی اور ناشتہ تیار کر رکھا تھا۔ وہ لوگ ناشتہ کرتے اور خدا جانے آپس میں کیا باتیں کرتے رہے۔ پھر نوجوان لارڈ نے کہا کہ گزشتہ کل یہاں آتے وقت اس نے گھاس کے ایک میدان میں، جو ہمارے گھر سے ایک گھنٹے کی مسافت پر تھا، بہت سے بگ اور وہاں جو چشمہ تھا اس میں بہت سی مرغابیاں دیکھی تھیں۔ اس نے کہا کہ وہ اپنے ساتھ صرف ایک ملازم لے کر اس میدان میں جائے گا اور وہاں اس وقت تک

بگوں اور مرغابیوں کا شکار کرتا رہے گا جب تک کہ اس کے ساتھی تمام کاموں سے فرصت پاکر اور ہمارے گھر سے روانہ ہو کر اس کے پاس نہیں پہنچ جاتے۔ چنانچہ اس نے مجھ سے جانے کی اجازت لی اور اپنی جیبی گھڑی کی سونے کی زنجیر مجھے تحفتہً پیش کر گئے ـــــ (یہ زنجیر اب بھی میرے پاس ہے) اس نے مجھے خدا حافظ کہا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور بڑی خوش دلی سے مسکرا کر اس نے میری طرف ہاتھ ہلایا اور چلا گیا۔ میں اسے جاتے دیکھتی رہی اور تب میں نے سوچا کہ یہ نوجوان عیار نہیں بلکہ بھولا تھا اور دوسروں کے ہاتھوں میں کھلونا بنا ہوا تھا۔ اس کے بعد میری اس کی ملاقات کبھی نہ ہوئی۔ میں سمجھتی ہوں کہ کئی برسوں پہلے موت نے اس نوجوان کی داستانِ حیات ختم کر دی تھی۔ صرف وہ نوجوان ہی نہیں بلکہ وہ تمام لوگ مر چکے ہیں جن کا ذکر میں اپنی اس کہانی میں کروں گی۔ صرف میں اور جان زندہ ہیں لیکن اب دنیا میں ہمارے دن بھی ختم ہونے کے قریب ہیں۔

جب سوزانے بیدار ہوئی تو ایک کافر ملازمہ نے اسے بتایا کہ مہمانوں نے اپنے گھوڑے تیار کرنے کا حکم دیدیا ہے اور یہ کہ وہ رخصت ہو رہے ہیں۔ یہ کافر ملازمہ چونکہ یہ جانتی تھی کہ نوجوان لارڈ جا چکا ہے اس لئے اس نے یہ بات سوزانے کو نہ بتائی۔ اس خوف سے کہ میں اسے روک لوں گی سوزانے چپکے سے باہر نکلی اور ان جھاڑیوں میں چھپ گئی جو مکئی کے کھیت کے کنارے پر اُگی ہوئی تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ انگریز اسی طرف سے گزریں گے۔

کچھ ہی دیر بعد اس نے انھیں آتے دیکھا اور جب وہ اس کی حدِ نظر میں آئے تو اس نے دیکھا کہ وہ نوجوان لارڈ ان کے ساتھ نہ تھا چنانچہ وہ جھاڑیوں میں سے نکل کر وکیل کے پاس پہونچی۔ وکیل نے سوزانے کو دیکھا تو اپنے گھوڑے کی لگامیں کھینچ لیں اور منتظر رہا لیکن دوسرے لوگ آگے بڑھ گئے۔

قریب پہونچکر سوزانے نے وکیل سے پوچھا کہ اس کا آقا کہاں ہے اور یہ کہ وہ اس سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ اب یہاں میں یہ بتا دوں کہ سوزانے انگریزی بول لیتی تھی۔ حالانکہ

اس کی انگریزی صاف اور صحیح نہ تھی تاہم وہ اپنا مطلب واضح کرسکتی تھی۔ اس ہالینڈی اتالیق نے اسے یہ زبان سکھائی تھی جسے ہم نے رالف اور سوزانے کی تعلیم کے لئے اپنے یہاں رکھا تھا۔ چنانچہ رالف جب چاہتا کہ دوسرے اس کی باتیں نہ سمجھ سکیں تو وہ سوزانے سے اسی یعنی زبان میں گفتگو کرتا تھا کیونکہ آپ جانئے یہ اس کی مادری زبان تھی اور وہ اسے بھولا نہ تھا البتہ یہ اور بات تھی وہ اپنی گفتگو میں بہت سے ڈچ زبان کے الفاظ استعمال کرجاتا تھا۔

"بانو۔ لارڈ تو کوئی ایک گھنٹہ ہوا ہم سے آگے چلے گئے ہیں۔ آپ اگر انھیں کوئی پیغام دینا چاہتی ہیں تو مجھ سے کہہ دیں میں پہنچا دوں گا" وکیل نے کہا "اور اگر آپ معاملے کی بات کرنا چاہتی ہیں تو مجھ سے کیجئے۔ میں ان کا وکیل ہوں اور مجھ سے بات کرنا گویا ان سے ہی بات کرنا ہے"۔

"ممکن ہے ایسا ہی ہو" سوزانے نے کہا "تاہم میں ان سے ہی گفتگو کرنا چاہتی ہوں لیکن چونکہ وہ جا چکے ہیں اس لئے آپ سے کہہ رہی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میری بات سننے کے بعد آپ انھیں واپس لے آئیں گے۔ خیر تو آپ رالف کانری کی تلاش میں یہاں آئے ہیں اور میری ماں نے کہا ہے کہ جس لڑکے کی آپ لوگوں کو تلاش ہے وہ وہ نہیں ہے جو ہمارے یہاں رہتا ہے۔ ٹھیک ہے؟"

وکیل نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ماں نے آپ سے جو کچھ کہا ہے وہ سب جھوٹ ہے کیونکہ یہ رالف نہ ہی آدمی ہے جس کی آپ کو تلاش ہے"۔

اور پھر سوزانے نے رالف کے متعلق ساری سچی باتیں وکیل کے سامنے بیان کردیں اور اسے یہ بھی بتا دیا کہ ان لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے ہم نے کیا سازش کی تھی۔

میں کہہ چکی ہوں کہ سوزانے کی انگریزی صاف نہ تھی اور ممکن ہے وکیل نے اس کی

باتیں پوری طرح سے سمجھی نہ ہوں لیکن جہاں تک میرا خیال ہے میں سمجھتی ہوں کہ اس نے ساری باتیں سمجھ لی تھیں کیونکہ سوزانے نے مجھے بعد میں بتایا کہ وکیل کا رنگ ایک دم سے فق ہو گیا تھا اور یہ کہ وہ بے چین بھی دکھائی دیتا تھا۔ اور یہ کہ آخر کار اس نے کہا تھا:

"بانو! آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ اس قدر عجیب اور قابل قبول ہے کہ میں اپنے موکل کو واپس لانے پر مجبور ہو گیا ہوں تاکہ وہ اس معاملے میں کھل کر آپ سے گفتگو کر سکے۔ آپ اپنے گھر واپس جائیے اور ہماری اس ملاقات کا ذکر کسی سے نہ کیجئے۔ آج شام کو یا کل صبح ہم واپس آجائیں گے اور تب اس سلسلے میں آپ سے گفتگو کریں گے۔"

سوزانے بھولی اور صاف دل لڑکی تھی چنانچہ اس نے وکیل کی یہ بات مان لی۔ اور موخر الذکر اپنا گھوڑا بڑھا کر آگے چلا گیا۔ وہ سارا دن اور دوسرے دن بھی سوزانے خاموش رہی اور اس نے مجھ سے بہت کم بات کی لیکن میں نے دیکھا کہ وہ کسی کی یا کسی بات کی منتظر تھی اور بار بار اس راستے کی طرف دیکھ رہی تھی جس راستے سے انگریز گئے تھے لیکن وہ واپس نہ آئے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ عیار وکیل نے نوجوان لارڈ سے سوزانے اور اپنی ملاقات کا ذکر نہ کیا اور سوزانے نے جو باتیں اس سے کہی تھیں وہ اپنے سینے ہی میں دفن رکھیں۔ یہ کتاب بند ہو چکی تھی اور وکیل اسے دوبارہ کھولنا نہ چاہتا تھا کیونکہ اس میں اسے دس ہزار پونڈ کا نقصان تھا۔ تیسری صبح میں نے دیکھا کہ سوزانے بدستور اس راستے کی طرف دیکھ رہی تھی جس سے انگریز گئے تھے۔ اس کی اس خاموشی نے مجھے غصہ دلا دیا چنانچہ میں نے اس سے کہا:

"کیا بات ہے لڑکی؟ کیا ہمارے یہاں بہت سے مہمان نہیں آچکے ہیں کہ ہم اب بھی ان کے انتظار میں راستے پر آنکھیں بچھائے ہوئے ہیں؟"

"مجھے نئے مہمانوں کا انتظار نہیں ہے۔" سوزانے نے کہا۔ "بلکہ انہی کا انتظار ہے جو یہاں آچکے ہیں۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ میں محض بیکار ہی ان کا انتظار کر رہی ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

اور اب سوزانے نے سب کچھ کہہ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھا اور بولی:۔

"مطلب یہ ہے اماں کہ میں نے اس نوجوان کے وکیل کو بتا دیا ہے کہ الف کے متعلق جو کچھ کہانی آپ نے انھیں سنائی تھی وہ جھوٹ کا ایک طومار ہے اور یہ کہ رالف وہی شخص ہے جس کی تلاش میں وہ آئے تھے۔"

"تمھیں ان سے یہ بات کہنے کی جرأت کیونکر ہوئی۔ میں نے غصّے سے کہا لیکن پھر فوراً ہی اپنے غصّے کو دبا کر پوچھا" کیا کہا اس نے؟"

"اس نے کہا کہ وہ نوجوان لارڈ کو لے کر واپس آئے گا اور پھر وہ لوگ مجھ سے گفتگو کریں گے لیکن وہ لوگ آئے ہی نہیں"۔

"اور وہ لوگ آئیں گے بھی نہیں سوزانے کیونکہ وہ رالف کو تلاش کرتے ہیں لیکن یہ بھی چاہتے ہیں کہ وہ انھیں نہ ملے۔ کم سے کم وکیل تو یہی چاہتا ہے۔ بہر حال تم تو گناہ سے بری ہو گئیں اور رالف بھی یہیں رہ گیا گویا "سانپ بھی مر گیا اور لاٹھی بھی سلامت رہی۔"

"والدین کا گناہ اولاد کا گناہ ہے" اس نے جواب دیا۔

اور پھر خدا جانے ایک دم سے اس پر کیا دورہ پڑا کہ وہ ایک دم سے مجھ پر برس پڑی اور میں بھی اپنی زبان نہ روک سکی۔۔۔ خصوصاً اس لئے کہ میں جانتی تھی کہ سوزانے نے جو کیا تھا ٹھیک کیا تھا اور جو کہہ رہی تھی سچ کہہ رہی تھی۔ اس نے کہا کہ ہم عیار سازشی تھے کہ ہم نے اپنی خود غرضی سے رالف کو اس کی زندگی کے علاوہ ہر چیز سے محروم کر دیا اور دوسری بہت سی سخت باتیں اس نے کہیں یہاں تک کہ میں برداشت نہ کر سکی اور اسے ترکی بہ ترکی جواب دینے لگی۔ اب یہ کہنا مشکل ہے کہ

کس کا پلڑا بھاری رہا۔ سوزانے کی زبان اگر تیز تھی اور سچائی نے اسے قوت بخشی تھی تو عمر بھر کا تجربہ اور خود مختاری میری پشت پناہی کر رہی تھی آخر کار سوزانے تھک گئی اور جب وہ دم لینے کے لئے خاموش ہوئی تو میں نے چیخ کر کہا:۔

"بے حیا اور احسان فراموش لڑکی! یہ سب کس کے لئے کیا گیا؟ خود تیرے لئے"

"اگر یہ سچ ہے" وہ بولی "تو پھر مناسب ہوتا کہ رالف کو یہاں روکنے کے لئے مجھے چارے کے طور پر چھوڑ دیا جاتا"

"ہیں!" میں نے کہا "تو کیا تم اس قدر سنگدل ہو کہ اس شخص کو خدا حافظ کہنے کے لئے تیار ہو گئی ہو۔ جو برسوں تک تمہارا بھائی رہا اور اب تمہارا منگیتر ہے؟ یہ تم بھی جانتی ہو کہ وہ ابھی کیسے ہی اور کتنے ہی وعدے کیوں نہ کرے اگر ایک دفعہ وہ انگلستان چلا گیا تو پھر کبھی واپس نہ آئے گا"

"بے شک یہ آپ نے سچ کہا" سوزانے دفعتہ پرسکون ہو گئی "میں اسے برداشت نہ کر سکتی۔ اگر رالف چلا جاتا تو میں مر جاتی"

"تو پھر دیوانوں کی طرح کیوں چیخ رہی تھیں؟ کیا تھی یہ سب بکواس؟" میں نے پوچھا اور سوچا کہ سوزانے کو اب میں نے لاجواب کر دیا تھا "اگر رالف چلا گیا ہوتا تو تم ہمیشہ کے لئے اسے گنوا بیٹھتیں"

"نہیں — ایسا نہ ہوتا" اس نے بڑی معصومیت سے جواب دیا "کیونکہ اس کے جانے سے پہلے میں اس سے شادی کر لیتی اور تب مجھے یقین ہو جاتا کہ وہ ضرور واپس آئے گا اور یہ کہ میں جب چاہتی اسے بلا لیتی"

اور اب میرا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا کچھ تو اس لئے کہ اس لڑکی کی ہوشیاری نے مجھے دم بخود کر دیا تھا اور کچھ اس لئے کہ کل کی چھوکری مجھے ہوشیاری اور عقلمندی کا سبق دے رہی تھی کیونکہ سوزانے کی یہ تجویز، جو میرے ذہن میں آئی ہی نہ تھی، رالف

کو ہم سے باندھ دیتی اور اگر وہ چلا بھی جاتا تو بہت جلد واپس آجاتا۔ یا اگر سوزانے اس کے ساتھ چلی جاتی، میرا مطلب ہے اس کی بیوی بن کر، تو وہ یقیناً رالف کو واپس لے آتی کیونکہ اسے ہم سے اور اپنے گھر سے بھی بہت زیادہ محبت تھی۔

جی ہاں۔ میرا منھ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا اور سوزانے کی اس بات کا جواب آنسوؤں کی زبان میں دیا۔ میں رونے لگی۔ اس پر سوزانے دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی اور اس طرح ہم دونوں کے دل صاف ہو گئے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اس کے بعد سوزانے کے خیالات میرے متعلق ذرا تبدیل ہو گئے اور میں نے بھی سوچا کہ جتنی جلد اس لڑکی کی شادی کر دی جائے اتنا ہی اس کے اور خود ہمارے حق میں بھی اچھا ہوگا۔

چنانچہ یوں انگریزوں کی آمد کی کہانی ختم ہوئی اور اس طرح رالف نے اپنی دولت اور اپنا خطاب ہمیشہ کے لئے گنوا دیا۔ اور اس کے بعد ان انگریزوں کو نہ تو کبھی دیکھا اور نہ ہی ان کے متعلق کچھ سنا۔

اور اب میں اس شیطان کے کارناموں کے متعلق لکھوں گی جس کا نام سوارٹ پیٹ تھا اور جو حقیقت میں مجسم شیطان ہی تھا اور یہ کہ وہ یونی نیچ ڈاکر لیس سی ہامبانگ بانگاکس طرح سوزانے کی غلام اور نجات دہندہ بنی سی ہامبانگ یانگا کے معنی ہوتے ہیں" وہ جو چاندنی میں چلتی ہے۔"

جس زمانے کا میں ذکر کر رہی ہوں اس وقت سوارٹ پیٹ کے باپ وان داریں کو مرے دو برس گذر چکے تھے اور اس کی موت کے متعلق عجیب عجیب روایتیں بیان کی جاتی تھیں لیکن یہاں انھیں بیان کرنا میں ضروری نہیں سمجھتی۔ سوارٹ پیٹ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا تھا یا نہیں یہ میں نہیں کہہ سکتی اور اس پر غور کرنا بھی فضول ہے البتہ یہ ضرور جانتی ہوں کہ سوارٹ پیٹ اس سے بھی بُرے گناہ اور جرم کر رہا تھا۔ اپنے باپ

مان داریمن کی موت کے بعد سوارٹ پیٹ کو ورثے میں بڑی دولت ملی ۔ یعنی وہ جسے ہم اُن دنوں دولت سے تعبیر کرتے تھے ۔ اور یہ دولت بھی مویشیوں اور بکریوں اور بھیڑوں کے بڑے بڑے ریوڑ جن کی حفاظت دور دور بسنے والے کافر سردار کر رہے تھے ، دور دور تک پھیلی ہوئی زمین اور کہتے ہیں کہ انگریزی سونے کے سکوں میں بھی سانقد روپیہ بھی اسے ورثے میں ملا تھا ۔ جی ہاں سوارٹ پیٹ بہت زیادہ امیر تھا ۔

عجیب آدمی تھا یہ سوارٹ پیٹ کہ اس نے نہ تو کسی سے شادی کی تھی اور نہ ہی کسی سے عشق لڑایا تھا ، یعنی اس وقت تک کسی سے عشق بازی نہیں کی جب تک کہ اس کا دل سوزانے پر نہ آ گیا ، اس کی دلچسپی سراسر کافر سرداروں سے وابستہ تھی ۔ وہ انہی سے ملتا جلتا تھا ، کافر عورتوں میں ہی اٹھتا بیٹھتا تھا اور کافر وچ ڈاکٹروں کا معتقد تھا اور ان کے سحر اور ٹونے ٹوٹکوں اور شیطانی کاموں کو اپنا رہا تھا ۔ لیکن ہر شخص کی طرح اس کی قسمت بھی لکھی جا چکی تھی چنانچہ آخر کار وہ سوزانے کی محبت میں گرفتار ہوا اور اپنی شیطانی زندگی کے آخری سانس تک اسی کی محبت میں گرفتار رہا بشرطیکہ ہم اسے محبت کہیں کیونکہ اگر اسے سوزانے سے واقعی محبت ہوتی تو وہ خود سوزانے کو اور ہمیں بھی اپنے مصائب میں گرفتار نہ کر دیتا ۔ ان انگریزوں کی ، جن کا ذکر میں کر چکی ہوں کہ وہ رالف کی تلاش میں آئے تھے ، آمد سے کچھ ہی پہلے اس کے دل میں سوزانے کی محبت نے سر اٹھایا اور چونکہ جان کو سوارٹ پسند نہ تھا اور وہ نہ چاہتا تھا کہ یہ ابلیس ہمارے گھر آئے اس لئے سوزانے اسے جہاں کہیں بھی مل جاتی وہ اسے گھیر لیتا اور لگاوٹ کی باتیں کرتا اور اسے تحائف دیتا لیکن سوزانے اس کی باتوں اور تحائف سے محظوظ نہ ہوتی کیونکہ وہ تو اپنا دل کسی اور کو دے چکی تھی ۔

سوارٹ پیٹ کے کافر جاسوس ہر جگہ چنانچہ ہمارے فارم میں بھی تھے اور اسے

ایک ایک بات کی خبر دیا کرتے تھے۔ انہی جاسوسوں کے ذریعہ اسے پتہ چلا کہ جان اور رالف مویشی لے کر دور کی چراگاہوں کی طرف چلے گئے ہیں اور گھر میں ہم دونوں عورتیں ـــ یعنی میں اور سوزانے اکیلی ہیں۔

سوارٹ کو جس موقع کی تلاش تھی وہ اسے مل گیا تھا۔ اب وہ ہفتے میں دو تین دفعہ گھوڑے پر سوار ہو کر ہمارے گھر آتا، کھانا ہمارے یہاں کھاتا، رات ہو جاتی تو ہمارے یہاں سونے کی اجازت طلب کرتا۔ اور ہم انکار نہ کر سکتے ـــ اور اس تمام عرصے میں سوزانے کو پریشان کرتا رہتا۔ یہاں تک کہ میں برداشت نہ کر سکی اور ڈرتے ڈرتے سوارٹ سے وہ بات کہہ دی جو میں کہنا چاہتی۔ سوارٹ ان چند لوگوں میں سے ایک تھا جن سے میں ڈرتی تھی۔ وہ بڑے غور اور فرمانبرداری سے میری باتیں سنتا رہا اور پھر بولا: ـــ

"بچی! یہ سب ٹھیک ہے لیکن آدمی اگر کوئی پھل کھانا چاہے اور وہ درخت سے گرا نہ ہو تو پھر اس آدمی کو چاہیے کہ وہ اس پھل کو گرانے کے لیے درخت کو خوب ہلائے۔"

"اور اگر پھل پھر بھی ٹوٹ کر نہ گرے تو؟" میں نے کہا۔

"تو پھر بچی ہمیں چاہیے کہ درخت پر چڑھ کر اسے توڑ لیں۔"

"لیکن اس وقت تک وہ کسی دوسرے آدمی کی جھولی میں پہنچ گیا ہو تب؟"

اور جواب دینے سے پہلے وہ مسکرایا۔ اس کی یہ مسکراہٹ ایسی تھی کہ ہمیشہ میرا خون سرد کر دیتی تھی۔

"تو پھر اس کا بہترین راستہ یہ ہے کہ اس دوسرے شخص کو قتل کر کے اس کی جھولی میں سے پھل نکال لیا جائے اور اس کے بعد بچی وہ پھل اور بھی زیادہ لذیذ اور میٹھا معلوم ہو گا۔"

"دفع ہو جاؤ یہاں سے سوارٹ پیٹ" میں نے ایک دم سے غصے ہو کر کہا "میں اس شخص کو اپنے گھر میں رہنے کی اجازت نہیں دے سکتی جو ایسی باتیں کرے اور شکر کرو کہ میرا شوہر اور

رالف اس وقت یہاں نہیں ہیں ورنہ وہ تمہیں دھکے مار کر یہاں سے نکال دیتے۔"

"وہ لوگ یہاں نہیں ہیں چنانچہ ان کا ذکر فضول ہے" سوارٹ نے جواب دیا" رہا تمھارا گھر تو یہ بے حد خوبصورت جگہ ہے اندر اس میں جو چیزیں ہیں ان میں سے میں صرف ایک چیز چاہتا ہوں اور یہ چیز مکان کی دیواروں میں چنی ہوئی نہیں ہے۔ میں تمھاری مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اب چلتا ہوں۔"

"سوزانے" میں نے آواز دی "سوزانے"

میرا خیال تھا کہ وہ اپنے کمرے میں ہوگی لیکن وہ وہاں نہ تھی۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ سوارٹ پلٹ آیا ہوا ہے چنانچہ وہ چپکے سے گھر سے نکل گئی تھی اور خود سوارٹ کو اس کا پتہ تھا اس کے علاوہ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ سوزانے کہاں گئی تھی کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ اس کا ایک کافر ملازم باہر کھڑا ہمارے گھر پر نظر رکھے ہوئے تھا اور اسی نے سوارٹ کو بتایا کہ سوزانے کس طرف گئی تھی۔ چنانچہ سوارٹ بھی اسی طرف گیا اور سوزانے سے محبت کی باتیں کرنے لگا۔

آخر میں اس نے سوزانے سے ایک بوسہ طلب کیا اس پر وہ آگ بگولا ہو گئی۔ سوارٹ بڑا ضدی اور بے حیا تھا چنانچہ اس نے جبراً سوزانے کو چومنا چاہا لیکن وہ پرقوت اور پھرتیلی تھی اس لئے اس کی گرفت میں نکل گئی۔ اس پر شرمندہ ہونے کے بجائے سوارٹ اپنی مخصوص بھیانک ہنسی ہنسا۔

"بس" وہ بولا" اس دفعہ تو تم میری گرفت سے نکل گئی ہو لیکن میں یہ بوسہ ایک نہ ایک دن حاصل کر کے رہوں گا میں اب جانتا ہوں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اس بے خانماں انگریز سے محبت کرتی ہو لیکن ٹھیک ہے۔ عورت اپنی زندگی میں بہت سے مردوں سے محبت کر سکتی ہے اور جب ایک مر جاتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ حاصل کر لیتا ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمھارا؟" سوزانے نے خوفزدہ ہو کر پوچھا۔

"مطلب؟ مطلب کچھ نہیں ہے۔ لیکن یہ سن لو میری کبوتری کہ یہ بوسہ

جو میں آج حاصل نہیں کر سکا، ایک نہ ایک دن حاصل کر لوں گا اور وہ دن زیادہ دور نہیں ہے۔"

نواں باب

سی ہامیا

ہمارے فارم سے کوئی ایک گھنٹے کی مسافت پر اور اس راستے کے قریب، جو سوارٹ بیٹ ر کے گھر تک جاتا تھا، ٹیلوں سے گھری ہوئی ایک وادی تھی اور اس وادی میں وہ عورت اہی نا جو بونی تھی، جو وچ ڈاکٹریس تھی اور جس کا نام سی ہامبانگ یانگا تھا۔ سی ہامبا ٹرانسکی یا اس کے آس پاس کے قبائل میں سے تھی بلکہ وہ شمال کی طرف سے آئی تھی۔ وہ سوازی یا کسی ایسے ہی مشہور قبیلے کی فرد تھی۔ اس وقت یہ ہمیں معلوم نہ تھا کہ وہ اپنے آدمیوں کو چھوڑ کر اس طرف کیوں آ گئی تھی۔

یہ سی ہامبا شکل و صورت میں عجیب عورت تھی۔ وہ تندرست اور مکمل عورت تھی اس کی رنگت کالی نہیں بلکہ تانبے کی سی تھی لیکن اس کا قد اتنا تھا جتنا کہ بارہ سال کی عمر کے بچے کا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے چھوٹے قد کی وجہ سے اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ وہ بگلی تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ قطعی بگلی نہ تھی۔ دوسری کافر عورتوں کے مقابلے میں سی ہامبا خوبصورت تھی۔ چہرے کے نقوش نازک نازک سے، دانت چھوٹے اور موتیوں کی طرح سفید اور سر پر چھوٹے اور لہر دار بال جو ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے اسنے کالی چندیا دار ٹوپی پہن رکھی ہو۔

یہ عورت سی ہامبا، جس کی عمر تیس سال کے لگ بھگ ہوگی، تین چار برس سے ہمارے علاقے میں مقیم تھی اور ٹونے ٹوٹکے کیا کرتی تھی۔ میں نے کہا نا کہ وہ وچ ڈاکٹریس تھی۔ لیکن وہ "کالی ساحرہ" نہ تھی کیونکہ اس نے کبھی ساحروں اور چڑیلوں کو "سونگھنے" میں حصہ نہ لیا تھا۔ وہ بیماروں کے ہاتھ تعویذ گنڈے فروخت کیا کرتی تھی اور

بیمار جانوروں کا علاج کرنے میں تو بڑی ماہر تھی لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ وہ وچ ڈاکٹروں کی چیزیں سا۔ یعنی ہڈیوں اور مناقوں کی مالائیں۔ پہنے بغیر اور اپنے آپ پر غشی طاری کئے بغیر ہڈیاں پھینک کر مستقبل کا حال دوسرے وچ ڈاکٹروں سے بہتر اور صحیح بتایا کرتی تھی آخر میں یہ کہ وہ موسم کا حال بھی بتاتی تھی۔ یعنی وہ تھی جسے "رین میکر" کہتے ہیں۔ چنانچہ اس نے قحط سالی یا مسلسل برستی ہوئی موسلا دھار بارش کے تھمنے کی پیشنگوئیاں کر کے بہت سے مویشی معاوضے میں حاصل کئے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ موسم کے متعلق پیشنگوئیاں سو فی صدی صحیح ثابت ہوتی تھیں۔ وہ رات کے وقت جنگل میں بھٹکا کرتی اور دوائیں تیار کرنے کے لئے ضروری جڑی بوٹیاں جمع کیا کرتی تھی۔ اس کے اسی عادت کی وجہ سے وہ سی ہامبا نگ یانگا کے نام سے مشہور ہو گئی تھی۔

کئی دفعہ جان نے ہمارے بیمار مویشی سی ہامبا کے پاس علاج کے لئے بھیجے تھے کیونکہ اس عورت کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ اسے کتنی ہی فیس کیوں نہ دی جاتی وہ مویشیوں کے علاج کرنے کے لئے کبھی کسی کے گھر نہ جاتی تھی۔ ابتدا میں میں نے اس کی مخالفت کی، لیکن چونکہ سی ہامبا مویشیوں کو، پھر انھیں کوئی بھی مرض کیوں نہ ہو، تندرست کر دیتی تھی اس لئے بعد میں میں نے اس کی مخالفت نہ کی کیونکہ ہمیں تو بہر حال مویشیوں کے تندرست ہو جانے سے مطلب تھا۔

اب اتفاق ایسا ہوا کہ چند مہینوں پہلے چند مسافروں نے ہمارے یہاں قیام کیا اور رخصت ہوتے وقت اپنا کتا سوزانے کو تحفتہً دے گئے۔ سوزانے کو اس کتے سے بےحد انسیت ہو گئی اور جب یہ کتا بیمار پڑا تو سوزانے کو بےحد رنج ہوا اور وہ متفکر رہنے لگی۔ آخر کار ایک دن اس نے اپنے بیمار کتے کو ایک ٹوکرے میں رکھا، ٹوکرا ایک کافر ملازم کے سر پہ چڑھایا اور اسے ساتھ لے کر اور اپنی بھوری گھوڑی پر سوار ہو کر اس وادی کی طرف روانہ ہو گئی جس میں سی ہامبا رہتی تھی۔

سی ہامبا کی اور ان چند لوگوں کی، جو سی ہامبا کی خدمت کیا کرتے تھے، جھونپڑیاں وادی کے سرے پر ایک بڑے سے رمنے میں تھیں اور اس طرح پوشیدہ تھیں کہ جب تک آدمی عین جھونپڑیوں کے سامنے نہ پہونچ جاتا وہ اسے نظر ہی نہ آتیں۔

سوزانے اس وادی میں پہونچی۔ کافر ملازم، جو ہاٹنٹوٹ تھا، اپنے سر پر کتے کا ٹوکرا رکھے سوزانے کی گھوڑی کے ساتھ ساتھ دوڑ رہا تھا۔ وادی کا ایک موڑ مڑنے کے بعد سوزانے کو وہ منظر نظر آیا جس کی اسے توقع نہ تھی۔

سامنے کے ایک چھوٹے سے میدان کے ایک حصے میں چند مویشی، بکریاں اور بھیڑیں تھیں جن کی رکھوالی چند کافر کر رہے تھے ان ریوڑوں کے سامنے اور ایک ٹیلے کے سائے میں سی ہامبا کی جھونپڑیاں تھیں اور ان جھونپڑیوں کے سامنے ایک عظیم الشان درخت تھا اور اس درخت کے نیچے کوئی اور نہیں بلکہ سی ہامبا تھی۔

اس کے جسم پر ایک بھی کپڑا نہ تھا۔ اسے بالکل ہی برہنہ کر دیا گیا تھا۔ اس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ اس کی پشت پر بندھے ہوئے تھے اور اس کے گلے میں پھانسی کا پھندا پڑا ہوا تھا اور اس رسے کا دوسرا سرا درخت کے ایک موٹے ٹہنے سے بندھا ہوا تھا۔ سی ہامبا کے سامنے سوارٹ ہیٹ کھڑا ہنس رہا تھا اور اس کے ساتھ لوگوں کی ایک چھوٹی سی بھیڑ تھی۔ یہ لوگ دوغلی نسل سے تھے اور وہ تھے جو در بدر بھٹک کر ہر شخص کے گھر میں مہمان بن کر رہ پڑتے ہیں اور اس وقت تک نہیں ٹلتے جب تک کہ صاحب خانہ انھیں ہاتھ پکڑ کر باہر نہیں کر دیتے۔ ان لوگوں کے علاوہ وہاں چند کافر بھی تھے جو یا تو وہ سردار تھے جو سوارٹ ہیٹ کے دوست تھے یا پھر وچ ڈاکٹر تھے۔

سوزانے کا جی چاہا کہ وہ گھوڑی پھیر کر یہیں سے لوٹ جائے لیکن وہ بڑی نڈر لڑکی تھی اور پھر سی ہامبا کی حالت پر بھی اسے رحم آ رہا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ جہاں سوارٹ ہو وہاں مظالم اور برے مقاصد کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ اس نے

اپنی گھوڑی آگے بڑھائی اور سوارٹ پیٹ کے سامنے پہنچ گئی۔

"ارے سوزانے؟ تم!" سوارٹ نے حیرت سے کہا "خوش آمدید"۔ بڑے اچھے وقت پر آئی ہو کیونکہ ہم اس ۔ چور اور ساحرہ کو پھانسی دینے والے ہیں جس پر مقدمہ چلانے کے بعد یہ سزا دی جا رہی ہے"

"مقدمہ چلانے کے بعد!" سوزانے نے کہا اور ان کافروں اور دوغلی نسل کے بدمعاشوں کی طرف دیکھا جو وہاں کھڑے ہوئے تھے" اور تمھارے انہی دوستوں نے جیوری کی خدمات انجام دی ہوں گی۔ جرم کیا ہے اس عورت کا؟"

"جرم اس کا یہ ہے کہ یہ میری زمین پر جھونپڑی بنا کر رہتی ہے اور اس نے میرے چند جانور چرا کر ٹیلوں کے ایک شگاف میں چھپا دیے تھے ۔ اس کی چوری ثابت ہو چکی ہے ثبوت ٹھوس اور ناقابلِ تردید ہے ۔ وہ سامنے میرے جانور اس چور کے جانوروں میں ملے جلے کھڑے ہیں ۔ چونکہ یہ میرا علاقہ ہے اس لئے میں یہاں کا جج ہوں ۔ میں نے قانوناً اس پر مقدمہ چلایا اور چونکہ اس عورت کا جرم ثابت ہو چکا ہے اس لئے اسے قانون کے مطابق سزا دی جا رہی ہے۔"

"اوہ ۔ یہ بات ہے" سوزانے نے کہا" اگر میں نے تمھاری بات ٹھیک طور سے سمجھی ہے تو پھر مستغیث بھی تم ہی ہو اور جج بھی تم ہی ہو اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ اب تک ایسا کوئی قانون نہیں بنا ہے جس کی رو سے الزام عاید کرنے والے کو فیصلے کرنے اور سزا سنانے کی اجازت مل جائے ۔ تم جیسے لوگوں نے ہی ہم بوئروں کو بدنام کیا ہے اور تم جیسے لوگوں نے ہی انگریزوں کو یہ کہنے کا موقع دیا ہے کہ بوئر افریقیوں پر مظالم توڑتے ہیں ۔ سوارٹ پیٹ! یہ جو کچھ تم کر رہے ہو یہ انصاف نہیں بلکہ جرم اور گناہ ہے اور اگر اس کی سزا تمھیں انسانوں نے نہ دی تو خدا ضرور دے گا کیونکہ اس کے گھر کا انصاف کہیں گیا نہیں

تم انسانوں سے بچ سکتے ہو لیکن خدا سے نہیں"

اور اب پہلی دفعہ سی ہامبا نے زبان کھولی اس کی آواز پُرسکون تھی اور وہ ذرا بھی خوفزدہ نہ تھی۔

"تم نے سچ کہا بانو" وہ بولی" یہ واقعی جرم ہے جو انتقام کے بطن سے پیدا ہوا ہے اور اس کے اس جرم اور گناہ اور برائی کا تاوان میری زندگی کی صورت میں ادا کیا جا رہا ہے۔ میں ایک آزاد عورت ہوں۔ میں نے نہ تو کسی کو نقصان پہونچایا ہے اور نہ ہی کسی پر سحر کیا ہے۔ میں نے بیمار انسانوں اور بیمار جانوروں کو تندرست کیا ہے اور بس۔ یہ صاحب کہتے ہیں کہ میں ان کی زمین پر رہتی ہوں۔ یہ سچ ہے لیکن میں اس کی غلام نہیں ہوں کیونکہ میں باقاعدہ کرایہ ادا کرتی ہوں۔ میں نے اس کے مویشی نہیں چرائے بلکہ مجھ پر الزام لگانے اور مجھ پر فردِ جرم عائد کرنے کے لئے اس شریر شخص کے حکم سے اس کے مویشی میرے مویشیوں میں ملا دئے گئے کیونکہ یہ شخص مجھ سے انتقام لینا چاہتا تھا اور وہ بھی محض اس لئے کہ چند نجی معاملات میں ہم دونوں میں اختلافِ رائے ہو گیا ہے۔ لیکن بانو۔ تم میری فکر نہ کرو میری قسمت میں جو لکھا ہے وہ ہوگا۔ تم چلی جاؤ یہاں سے اور اگر ہو سکے تو میرے مرنے کی داستان افریقہ کے طول و عرض میں اور ایک ایک قبیلے تک پہونچا دینا۔ بس اب جاؤ۔ کیونکہ موت کا یہ منظر تمہاری خوبصورت آنکھوں کے لئے نہیں ہے۔"

"نہیں۔ میں نہ جاؤں گی" سوزانے نے کہا" اور اگر گئی تو سوارٹ ہیٹ میں تمہارے سر پر وہ قانون لے آؤں گی جو تم نے توڑا ہے۔ کاش کہ اس وقت میرے ابا گھر پر ہوتے۔ بے شک وہ کافروں کو پسند نہیں کرتے لیکن انصاف کو ضرور پسند کرتے ہیں۔"

سوزانے کے یہ بے دھڑک الفاظ سن کر اور اس کی آنکھوں سے نکلتے ہوئے

شعلے دیکھ کر سوارٹ پیٹ اور اس کے ساتھی خوفزدہ ہو گئے۔ اس زمانے میں کسی وِچ ڈاکٹر یا وِچ ڈاکٹریس کو مویشیوں کی چوری کے جرم میں پھانسی پر لٹکا دینا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ایسا آئے دن ہوا کرتا تھا اور اس کے متعلق کوئی پوچھ تاچھ نہ ہوتی تھی۔ لیکن اس وقت اگر کوئی سفید فام موقع پر موجود ہوتا اور وہ جا کر کیپ ٹاؤن کے گورنر سے فریاد کرتا کہ یہ پھانسی دینے والے کی زیادتی اور جرم تھا تو پھر اس شخص کا یہ عمل قتل عمد تسلیم کر لیا جاتا تھا۔ چنانچہ جب سوزانے نے سی ہا مبا کی حمایت شروع کی تو سوارٹ پیٹ نے سمجھ لیا کہ اب اس بوڑھی وِچ ڈاکٹریس کو پھانسی دینا مشکل ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس صورت میں خود اس کے گلے میں پھانسی کا پھندا پڑ جانے کا خدشہ پیدا ہو جاتا تھا۔ لیکن اس نے سوچا کہ سوزانے شاید اس بات سے واقف نہ ہو گی چنانچہ اس نے سوزانے کے سامنے چند شرائط پیش کرنے کا فیصلہ کیا۔ ایسے شرائط جو سوزانے کو وہاں موجود لوگوں کے سامنے شرمسار اور ذلیل کر سکتے تھے۔

سوارٹ پیٹ شیطان تھا اور وہ سوزانے کی رحم دلی سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔

"میں نوجوان اور کم عقل لڑکیوں کے ساتھ قانون پر بحث نہیں کرتا" سوارٹ پیٹ نے ہنس کر کہا "لیکن میں ہمیشہ نوجوان لڑکیوں پر احسان ضرور کیا کرتا ہوں اور اس لڑکی پر تو خصوصیت سے کروں گا۔ یہ وِچ ڈاکٹریس اور چور موت کی سزا کی مستحق ہے لیکن چونکہ تم اس کی حمایت کر رہی ہو اس لئے صرف تمہاری خاطر میں اس کی جان بخشی کرنے اور اس کا سزا نامہ اور گواہوں کے بیانات، جو میرے ہاتھ میں ہیں، تلف کرنے کو تیار ہوں لیکن دو شرطوں پر۔ پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ جرمانے کے طور پر اپنے سارے مویشی اور اپنی دوسری چیزیں مجھے دے دے گی۔ وِچ ڈاکٹریس سی ہا مبا! تمہیں منظور ہے یہ شرط؟"

سی ہا مبا ہنسی۔ تلخ ہنسی تھی اس کی۔ اس نے کہا:۔

"یہ شرط میں کیسے نا منظور کر سکتی ہوں؟ کیونکہ جانتی ہوں کہ اگر نامنظور کی تو تم نہ صرف

میرے مویشی بلکہ میری جان بھی لے لو گے۔ لیکن وہ دوسری شرط کیا ہے؟"

"وہ بھی کہہ رہا ہوں لیکن اس کا تعلق، سی ہامبا، تم سے نہیں ہے۔ سوزانے! میری دوسری شرط یہ ہے کہ یہاں اور ان تمام لوگوں کے سامنے تم مجھے وہ بوسہ دو گی جو گزشتہ کل تم نے مجھے دینے سے انکار کر دیا تھا۔"

اس سے پہلے کہ سوزانے جواب دیتی سی ہامبا نے کہا:۔

"نہیں بانو۔ مجھ جیسی ناچیز ہستی کی خاطر تم اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں کے لمس سے ناپاک نہ کرنا اور ان سب کے سامنے میری وجہ سے شرمندہ ہونے کی بھی ضرورت نہیں اس سے بہتر ہے کہ میں مر جاؤں۔ ہاں۔ میں تمھیں ذلیل نہیں کر سکتی۔ سوارٹ بیٹ خود ذلیل ہے۔ وہ سفید اور سیاہ کے ملاپ سے پیدا ہوا ہے اور سفید فاموں اور سیاہ فاموں کے لئے بھی اس کا وجود ایک کلنک ہے۔"

"نہیں میں ایسا نہیں کر سکتی" سوزانے نے کہا۔ اس کا رنگ فق ہو گیا تھا" سوارٹ بیٹ تم کمینے اور بزدل ہو کہ ایسی بات کہہ رہے ہو"

"نہیں کر سکتیں؟" سوارٹ بیٹ نے طنزاً کہا" بہت اچھا نہ کرو۔ یہ سچ ہے کہ تم سی نوجوان لڑکیاں تنہائی میں بوسہ دینا پسند کرتی ہیں۔" وہ اپنے کافر ساتھیوں کی طرف گھوم گیا۔ رسّہ آہستہ آہستہ کھینچو تاکہ اس ساحرہ کو مرنے سے پہلے معلوم ہو جائے کہ جان کتنی تکلیف سے نکلتی ہے۔"

فوراً ہی تین کافروں نے آگے بڑھ کر وہ رسّہ پکڑ لیا جس کا ایک سرا درخت کے ٹہنے پر پڑا ہوا تھا سوارٹ بیٹ نے بھی دونوں ہاتھوں سے رسّہ پکڑ لیا اور اب وہ لوگ اسے آہستہ آہستہ کھینچنے لگے۔ سی ہامبا بھی کھنچنے لگی یہاں تک کہ اس کے پیروں کی صرف پوریں زمین پر ٹکی ہوئی تھیں۔

"واہ! کیا عمدہ رقص کر رہی ہے یہ عورت" سوارٹ بیٹ نے ہنس کر کہا اور اپنے

آدمیوں کو اشارہ کیا کہ وہ سی ہامبا کو کچھ دیر تک اسی حالت میں رکھیں۔

سوزانے سی ہامبا کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے نکلی پڑ رہی تھیں، ہونٹ کالے ہو چلے تھے اور وہ تڑپ رہی تھی۔ سوزا نے اس منظر کی تاب نہ لا سکی۔

"رسّہ ڈھیلا کر دو" وہ چیخی اور اپنی گھوڑی پر سے اتر گرے۔ کیونکہ وہ اب تک سوار ہی تھی۔ سوارٹ پیٹ کے سامنے جا کھڑی ہوئی "لو۔ لے لو جو تم چاہتے ہو۔ کاش میرے ہونٹ زہر آلود ہوتے"

"نہیں۔ نہیں" سی ہامبا نے کہا جو اب بے دم سی زمین پر پڑی ہوئی تھی۔

"شرط یہ نہیں تھی" سوارٹ پیٹ نے کہا "بلکہ یہ تھی کہ تم میرے ہونٹ چومو گی"

ایک بار پھر سوزانے کشمکش و پیچ میں پڑ گئی اور ایک بار پھر سوارٹ پیٹ کے اشارے سے کافر رسّہ کھینچنے لگے۔ سوزانے نے یہ دیکھا تو وہ دل پر جبر کر کے آگے بڑھی۔ اس وقت اس کے چہرے پر موت کی سی زردی چھائی ہوئی تھی۔ اور اس نے اپنے ہونٹ سوارٹ پیٹ کے ہونٹوں سے چھوا دیے۔ دفعتہً سوارٹ پر جیسے بھوت سوار ہو گیا۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ سوزانے کی کمر میں ڈال دیا، اسے اپنی طرف گھسیٹا اور دیوانوں کی طرح اس کے ہونٹ، رخسار، آنکھیں اور ماتھا چومنے لگا یہاں تک کہ خود اس کے ظالم ساتھیوں نے اس سے کہا کہ وہ اب بس کرے اور اس مذاق کو زیادہ آگے نہ بڑھائے۔ سوارٹ نے اپنے ساتھیوں کی بات مان لی لیکن چند ایسے الفاظ کہے جنھیں میں یہاں بیان نہیں کر سکتی۔

شرم سے سوزانے اس قدر نڈھال ہو گئی تھی کہ جب سوارٹ نے اسے چھوڑ دیا تو زمین پر ڈھے گئی اور اس وقت تک نہ اٹھ سکی جب تک کہ ہمارے بوڑھے ہاٹینٹوٹ نے اسے سہارا دے کر نہ اٹھایا۔ یہ ہاٹینٹوٹ اپنی آقا زادی کی یہ ذلت دیکھ کر رو رہا تھا اور سوارٹ پیٹ کو بد دعائیں دے رہا تھا۔

کچھ دیر تک تو وہ کچھ کہہ نہ سکی۔ وہ خاموش کھڑی اپنے ہونٹ اور پورا چہرہ پونچھتی

رہی جیسے اس پر غلاظت چڑھ گئی ہو۔ دھوپ کی سفید ٹوپی اس کے سر پر سے کھسل کر زمین پر جا پڑی تھی اور خود سوزانے کا چہرہ اس ٹوپی کی طرح سفید ہو رہا تھا۔ آخر کار اس نے پھٹی ہوئی آواز میں کہا :۔

"چھوڑ دو اس عورت کو جس کی جان کی قیمت میں نے ذلیل ہو کر ادا کی ہے۔"

انھوں نے سی ہامبا کے گلے سے رسّہ نکالا، اس کے بندھے ہوئے ہاتھ کھول دیے اور اُسے آزاد کر دیا۔ اس نے زمین پر پڑا ہوا اپنا کھال کا جُبّہ اٹھایا اور اسے اپنے برہنہ جسم پر ڈالے بغیر ایک طرف بھاگ گئی۔

سوزانے پلٹ کر اپنی گھوڑی کے قریب پہونچی لیکن اس پر سوار ہونے سے پہلے اس نے براہِ راست سوارٹ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ سوارٹ اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا اور اس سے التجا کر رہا تھا کہ وہ غصّہ نہ کرے اور اس بے ضرر "مذاق" پر خفا نہ ہو کیونکہ سوارٹ کی دیوانگی ذرا دیر کے لئے دور ہو گئی تھی، لیکن سوزانے، نے کچھ اس طرح اس کی طرف دیکھا اور اس کی آنکھوں میں کوئی ایسی بات نظر آئی کہ وہ خوف سے لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔ شاید اسے سوزانے کی آنکھوں میں اپنا انجام نظر آ گیا تھا، سوزانے کچھ کہے بغیر اپنی گھوڑی پر سوار ہو ئی اور گھر کی طرف چل دی۔ سوارٹ بیٹ کھی اپنے کھٹ کی طرف روانہ ہو گیا لیکن جانے سے پہلے اپنے آدمیوں کو یہ حکم دے گیا کہ وہ سی ہامبا کی جھونپڑیوں کو آگ لگا دیں اور اس کے سارے مویشی اور کل سامان اپنے قبضے میں کر لیں۔

گھاٹی کے دہانے پر جھاڑیوں میں کوئی چیز سرسرائی جس سے سوزانے کی گھوڑی بھڑک گئی اور سوزانے یہ سوچ کر گھوڑی پر سے اُتر آئی کہ ان جھاڑیوں میں شاید کوئی درندہ ہو گا۔ لیکن ان جھاڑیوں میں سے درندے کے بجائے سی ہامبا باہر آئی وہ آتے ہی سوزانے کے قدموں میں گر گئی اور اب وہ اس کے پیر اور اس کے لباس کا دامن چوم رہی تھی۔

"اٹھو سی ہامبا" سوزانے نے ہمدردی سے کہا "جو ہونا تھا سو ہو چکا اور پھر قصور

تمھارا نہیں"

"نہیں۔ ابابیل" سی ہاسا بولی۔

غالباً میں بتا چکی ہوں کہ کافرڈن نے سوزانے کو "ابابیل" کا خطاب دیا تھا غالباً اس لئے کہ وہ بڑی پھرتیلی تھی اور شاید اس لئے بھی کہ وہ ادھر سے ادھر بھاگتی پھرتی تھی۔

"نہیں۔ ابابیل۔ سی ہاسا نے پھر کہا" قصور میرا ہی ہے"

"کیا مطلب ہے تمھارا سی ہاسا؟"

"مطلب یہ، اے ابابیل کہ حالانکہ میں قد میں چھوٹی ہوں لیکن اکثر مرد مجھے خوبصورت سمجھتے ہیں اور سوارٹ بیٹ کو مجھ سے محض اس لئے نفرت تھی کہ میں نے ـــ لیکن نہیں۔ میں ایسی شرمناک کہانی سے ابابیل کے کانوں کو ناپاک کرنا نہیں چاہتی اور نہ کروں گی۔"

"ٹھیک ہے سی ہاسا۔ میں سمجھ گئی ہوں"

"سمجھ گئی ہو؟ تو پھر اے ابابیل تم یہ بھی سمجھ گئی ہو گی کہ قصور میرا ہی تھا۔ ہاں اے ابابیل۔ میں ایک سیاہ فام عورت ہوں اور میری حیثیت کچھ نہیں ہے اس کے باوجود میں نے اس کالے دل والے سوارٹ کو وہ نہ کرنے دیا جو وہ مجھ سے کرنا چاہتا تھا لیکن تم نے ـــ ایک سفید فام اور بے حد حسین لڑکی نے ـــ میری خاطر، میری جان اور میری عزت بچانے کے لئے ـــ اپنی عزت اور اپنی پاکدامنی کی پروا نہ کی۔ اے ابابیل۔ تمھارا یہ عمل عظیم ہے۔"

"اگر ایسا ہی ہے تو پھر میری اس نیکی کے عوض ممکن ہے خدا میرے گناہ بخش دے"

"ضرور بخش دے گا" سی ہاسا نے کہا "نہ صرف یہ بلکہ اس دنیا میں بھی ابابیل کے نام ہر اس دل پر نقش ہو گا جو تمھاری اس قربانی کی داستان سنے گا اور سب سے پہلے اور سب سے زیادہ گہرا نقش تو میرے دل پر ہے۔ سنو اے ابابیل۔ میں ایک وچ ڈاکٹریس ہوں اور کبھی کبھی یوں ہوتا ہے کہ میرے دماغ پر ایک بادل سا چھا جاتا ہے اور اس میں مجھے وہ واقعات دکھائی دیتے ہیں جو آئندہ کبھی ہونے والے ہوتے ہیں اور میں پیشنگوئیاں کرتی ہوں

جو بالکل صحیح ہوتی ہے۔ اور اس بادل میں دوسری باتوں کے ساتھ میں نے ایک بات یہ بھی دیکھی ہے کہ آج سے کئی چاندوں کے بعد کبھی میں زندہ رہوں گی اور یہاں سے کہیں بہت دور تمھاری جان بچاؤں گی جس طرح کہ آج تم نے میری جان بچائی ہے لیکن آج کے اور اُس دن کے درمیان کیا ہوگا یہ میں نہیں کہہ سکتی کیونکہ مستقبل گھور کالا ہے اور مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو کیونکہ میں نے سنا ہے کہ تم مستقبل میں دیکھ سکتی ہو" سوزانے نے جواب دیا" اچھا اب میں چلتی ہوں۔ مناسب ہوگا کہ تم اپنے لوگوں میں چند دست تلاش کرکے ان کی پناہ حاصل کر لو اور وہیں رہو۔"

"میرے لوگ!" سی ہامبا نے کہا" اگر ایسا ہی ہے تو پھر مجھے اپنے لوگوں کو بہت دنوں تک تلاش کرنا پڑے گا کیونکہ وہ دور ۔۔۔ دور ۔۔۔ بہت دور ہیں اور پھر وہ مجھے دیکھنا کبھی پسند نہ کریں گے"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ اتفاقاً میں ان کی حاکم ہوں۔ میری رگوں میں ان کے حاکم کا خون گردش کر رہا ہے۔ میں اپنے باپ کی وہ تنہا اولاد ہوں جو اس کی سب سے پہلی اور بڑی بیوی کے بطن سے پیدا ہوئی ہے۔ لیکن وہ مجھے اپنی سردار اس وقت تک تسلیم نہیں کریں گے جب تک کہ میں کسی سے شادی نہیں کر لیتی لیکن میں شادی کرنا نہیں چاہتی کیونکہ میں جسمانی، دماغی اور روحانی طور پر دوسری عورتوں سے مختلف ہوں۔ چنانچہ یوں ہوا اے ابابیل کہ اسی بات پر مجھ میں اور میرے لوگوں میں جھگڑا ہو گیا اور میں انھیں ان کے حال پر چھوڑ کر اور اپنی قسمت پر بھروسہ کرکے وہاں سے چلی آئی۔"

"اور مجھے کہنا پڑتا ہے کہ تمھاری قسمت کچھ اچھی نہیں ہے کیونکہ وہ تمھیں سوار ٹے پیٹ اور پھانسی کے پھندے تک لے آئی۔"

"نہیں بانو۔ میری قسمت بہت اچھی ہے کہ وہ مجھے ابابیل اور آزادی تک لے آئی۔ میں نے غلط کہا۔ آزادی تک نہیں بلکہ غلامی تک کیونکہ اے ابابیل اب میں تمھاری کنیز ہوں میرے پاس اب کچھ نہیں رہا ہے، کیونکہ میرے وہ سارے مویشی جو میں نے ایک ایک کر کے جمع کئے تھے، سوارٹ بیٹ لے گیا اب میرے پاس کچھ نہیں رہا سوائے اس کھال کے اس چغے کے اور دماغ میں عقل اور ہوشیاری کے"

"تو پھر اب تم کیا کرو گی سی ہاسبا؟"

"یہ تم پوچھ رہی ہو ابابیل؟ کیا میں تمھاری کنیز نہیں ہوں جسے تم نے ایک بھاری قیمت دے کر خریدا ہے؟ میں تمھارے ساتھ تمھارے گھر چلوں گی اور اپنے آخری وقت تمھاری خدمت کرتی رہوں گی۔"

"اس سے بڑھ کر خوشی کی بات میرے لئے کوئی اور نہیں ہو سکتی سی ہاسبا۔ لیکن میں نہیں جانتی کہ ابا کیا کہیں گے؟"

"ابابیل۔ تمھارے والد تمھاری خوشی میں خوش رہیں گے۔ اس کے علاوہ میں ان پر بوجھ بن کر نہ رہوں گی کیونکہ میں ان کے بیمار مویشیوں اور بیمار گھوڑوں کا علاج کر کے دو وقت کی روٹی تو کما لوں گی۔"

"اچھا چلو۔ ابا کے واپس آنے کے بعد دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے۔"

دسواں باب

سی ہامبا کی قسم

سوزانے نے گھر واپس آکر مجھے سب کچھ بتا دیا اور میری حالت مارے غصے کے پاگلوں کی سی ہوگئی اور اس دن کہیں سوارٹ پیٹ سے میری مڈبھیڑ ہو جاتی تو اس کے سر پہ ایک بھی بال اور چہرے میں آنکھیں باقی نہ رہتیں۔

"بیٹی! اپنے والد کے واپس آنے کا انتظار کرو" میں نے کہا۔

"ہاں۔ میں ابا کی واپسی کی منتظر ہوں اور رالف کی بھی"

"اب اس سی ہامبا کا ہم کیا کریں؟" میں نے پوچھا اور پھر کہا" میں ساحر قسم کے لوگوں کو بیں اپنے گھر میں رکھنا پسند نہیں کرتی"

"جب تک مرد واپس نہیں آجاتے تب تک سی ہامبا کو بھی یہیں رہنے دو" میں نے کہا "پھر دیکھیں گے کہ وہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ مویشیوں کے کرال کے قریب ایک جھونپڑی خالی پڑی ہوئی ہے۔ سی ہامبا اسی میں رہے گی"

چنانچہ اس طرح سی ہامبا ہمارے یہاں آئی اور وہ سوزانے کی "باڈی گارڈ" بن گئی اور مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اس نے آخر دم تک سوزانے کی حفاظت کی اور ایسی کہ ایسی حفاظت کبھی کسی نے کسی کی نہ کی ہو گی۔ البتہ یہ بھی ضرور کہوں گی کہ یہ لسبت قامت وریچ ڈاکٹر بس جانوروں کا علاج کرنے کے علاوہ اور کسی کام کو ہاتھ نہ لگاتی تھی۔

دس دن بعد جان اور رالف واپس آگئے۔ وہ مویشیوں کی حفاظت کے لئے چند کافروں کو چراگاہ میں چھوڑ آئے تھے۔ ان دونوں کو دیکھکر ہم بہت خوش ہوئے کیونکہ ان کے جانے کے بعد میں اور سوزانے تنہا تھے اور ان دنوں میں وہاں

تنہا رہنا خطرے سے خالی نہ تھا۔

جب مجھے اور جان کو تنہائی میسر آئی تو اس نے چھوٹتے ہی پوچھا:۔

"وہ انگریز آئے تھے؟"

"ہاں آئے تھے اور چلے بھی گئے" میں نے جواب دیا۔

اس کے بعد اس سلسلے میں جان نے مزید کچھ نہ پوچھا البتہ عجیب نظروں سے میری طرف دیکھا اور بعد میں میرے متعلق کوئی بری رائے قائم کر لی کیونکہ اسے معلوم ہو گیا کہ میں نے انگریزوں کو جو کہانی سنائی تھی اس کے سلسلے میں میرے اور سوزانے کے درمیان جھگڑا ہو گیا تھا اور ان انگریزوں کو میں نے کیا کہانی سنائی ہو گی؟ یہ سمجھتے جان کو دیر نہ لگی۔ جی ہاں۔ جان اس سازش میں برابر کا شریک تھا اسکے باوجود اس نے الزام کا ٹوکرا میرے ہی سر پر رکھ دیا ــــ مرد ایسے ہی خود غرض ہوتے ہیں ــــ وہ ہمیشہ کہا کرتا تھا "اس عورت نے مجھے بہکایا تھا"

اُدھر رالف اور سوزانے میں دوسری ہی باتیں ہو رہی تھیں۔ سوزانے اسکی طرف دوڑی تو رالف نے اسے آغوش میں لینے کے لیئے دونوں ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیئے لیکن سوزانے نے اس کے ہاتھ جھٹک کر کہا۔

"نہیں۔ اس وقت تک نہیں جب تک کہ میں تم سے کچھ کہہ نہیں دیتی"

"یہ تو بڑا ٹھنڈا استقبال کیا گیا ہے میرا" رالف نے حیرت سے کہا کیونکہ اسے خیال آیا کہ کہیں سوزانے نے اس سے شادی کرنے کا ارادہ ترک نہ کر دیا ہو۔ وہ خوفزدہ ہو گیا۔

"کیا کہنا چاہتی ہو تم سوزانے؟ خدا کے لئے کہہ دو فوراً" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"دو باتیں رالف۔ پہلی بات یہ ہے"

اور اس نے انگریزوں کی آمد، میری من گھڑت داستان، انگریزوں کی واپسی اور مجھ سے اپنے جھگڑے کی تفصیلات بیان کر دی۔

"رالف" اس نے آخر میں کہا "تمھیں دھوکے سے اپنے ورثے سے محروم کر دیا گیا ہے۔ یہ بتانا اس لئے ضروری تھا کہ اگر تم اپنا ارادہ بدل کر وہ ساری دولت اور خطاب حاصل کرنا چاہو جو تمھارا جائز حق ہے تو اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ وہاں چلے جاؤ جہاں یہ انگریز گئے ہیں اور اپنا حق حاصل کر لو"

رالف نے ایک قہقہہ لگا کر جواب دیا:-

"میری پیاری! میرا تو خیال تھا کہ ہم دونوں یہ معاملہ بہت پہلے طے کر چکے ہیں۔ ممکن ہے کہ تمھاری ماں نے ان انگریزوں کے سامنے حقیقت بیان نہ کی ہو لیکن سوزانے انھوں نے جو کچھ کیا ہے ہماری خاطر کیا ہے اور میری اجازت سے کیا ہے۔ جانے دو ان انگریزوں کو اور بھول جاؤ اس دولت کو۔ بہ فرضِ محال اگر میں انگلستان چلا بھی گیا تو اس بھیڑ کی طرح محسوس کروں گا جو اپنے ریوڑ سے بچھڑ گئی ہو۔ میں اداس رہوں گا۔ اس کے علاوہ ہم دونوں میں جدائی ہو جائے گی کیونکہ اگر تم نے اور تمھارے والدین نے اجازت دے بھی دی تب بھی میں تمھیں یہاں سے نہ لے جاؤں گا کیونکہ یہیں تم پیدا ہوئی ہو اور یہیں پلی بڑھی ہو۔ چنانچہ یہ معاملہ تو اب ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ اس لئے اب اس پر خاک ڈالو اور مجھے اپنے ہونٹ چومنے دو"

لیکن سوزانے نے نفی میں سر ہلا کر کہا:

"ابھی ایک بات اور بتانی ہے۔ اور یہ بات اتنی واہیات ہے کہ میں سمجھتی ہوں کہ اسے سننے کے بعد تم مجھے چومنا پسند نہ کرو گے"

"تو پھر خدا کے لئے جلدی کہو۔ تم نے تو مجھے ایک عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے"

چنانچہ سوزانے نے اسے بتایا کہ اس کے جانے کے بعد سوارٹ بیٹ آکر کس طرح

اسے پریشان کرنے لگا، کس طرح اس نے ایک بوسہ طلب کیا اور سوزانے کے انکار کرنے پر وہ کیسی دھمکیاں دے کر رخصت ہوا۔ دفعتہ وہ خاموش ہو گئی اور پھر بولی۔

"رالف! میں کہانی ختم کرنے سے پہلے تم سے ایک وعدہ بلکہ قسم لینا چاہتی ہوں قسم کھاؤ رالف کہ تم اس واقعہ کی وجہ سے سوارٹ ہیٹ کی جان لینے کی کوشش نہ کرو گے"

ابتدا میں رالف نے قسم کھانے سے انکار کر دیا کیونکہ اتنی سی کہانی سننے کے بعد ہی وہ غصے سے دیوانہ ہو گیا تھا۔

"بس تو میں آگے بیان نہ کروں گی" سوزانے نے کہا۔

چند ثانیوں تک ان دونوں میں "ہاں نہیں" ہوتی رہی اور پھر رالف نے پھٹی ہوئی آواز میں پوچھا:۔

"سچ کہنا سوزانے! اس شیطان کے بچے نے تمھیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا؟"

"نہیں" سوزانے نے دوسری طرف منہ پھیر لیا" اس نے مجھے کوئی جسمانی نقصان نہیں پہنچایا البتہ روحانی نقصان ضرور پہنچایا ہے"

اور یہ سن کر رالف نے اطمینان کا سانس لیا۔

"اچھا تو اب کہو" وہ بولا" میں قسم کھاتا ہوں کہ سوارٹ ہیٹ کی جان نہ لوں گا خواہ اس نے کسی طرح ہی تمھاری ہتک نہ کی ہو"

چنانچہ سوزانے نے پھر تفصیلات بیان کرنی شروع کیں۔ جیسے جیسے وہ بیان کر رہی تھی رالف کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔ وہ دانت پیس رہا تھا اور بپھرے ہوئے جنگلی بھینسے کی طرح زمین پر پاؤں مار رہا تھا۔

"اب تم سمجھ گئے ہو گے رالف" اس نے آخر میں کہا" کہ میں نے کیوں کہا تھا کہ میری باتیں سن لو پہلے۔ میرا خیال تھا کہ یہ سب کچھ سننے کے بعد تم مجھے چومنا

پسند نہ کرو گے؟"

"سوزانے! تم اوّل درجے کی احمق ہو" رالف نے اسے اپنی باہوں میں سمیٹ لیا" سوارٹ پیٹ نے جس طرح تمھاری ہتک کی ہے اس کی سزا تو موت ہی ہو سکتی ہے۔ اور کبھی اگر راستے میں کوئی گائے بھینس تم پر کیچڑ کے چھینٹے اچھال دے تو کیا تم ناپاک ہو جاؤ گی؟ نہیں۔ کیچڑ صاف کر دو اور تم ایسی ہی ہو گی جیسی کہ پہلے تھیں کیا سمجھیں؟"

"لیکن تم نے قسم کھائی ہے کہ اس ہتک کے عوض تم اس کی جان لینے کی کوشش نہ کرو گے" سوزانے نے کہا۔

"ہاں پیاری۔ میں نے قسم کھائی ہے اور اس پر قائم رہوں گا۔ اس دفعہ میں سوارٹ پیٹ کو قتل کرنے کی کوشش نہ کروں گا"

پھر وہ دونوں گھر میں آئے اور رالف نے وہ ساری باتیں جان کو سنا دیں جو سوزانے نے اس سے کہی تھیں جان کو بھی غصہ آگیا اور اس نے کہا کہ اگر کہیں اسے سوارٹ پیٹ مل گیا تو یہ اس سور کے حق میں برا ہو گا اور پھر بولا:۔

"سوارٹ پیٹ بے حد خطرناک آدمی ہے اور اسے اس کے حال پر ہی چھوڑ دینا مناسب ہو گا خصوصاً اس لئے بھی کہ اس نے سوزانے کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے"

آج کل یہاں ناٹال میں اس قسم کے بدمعاشوں کو گھسیٹ کر عدالت میں لے آیا جاتا ہے چاہے اس نے کسی قاتل کو قتل کیا ہو یا کسی لڑکی کی ہتک کی ہو۔ یہ دونوں ہی جرم قابلِ سزا سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن اُن دنوں میں، جن کا میں ذکر کر رہی ہوں حالات مختلف تھے۔ اس دور میں ٹرانسکی میں چند ہی سفید فام رہتے تھے اور ان کے گھر بھی ایک دوسرے سے بہت دور دور تھے اور یہاں کوئی قانون بھی نہ

تھا۔ ہر شخص اپنے طور پر قانون داں تھا اور وہ وہی کرتا تھا جو وہ چاہتا تھا پھر اس کا فیصلہ اور عمل غلط اور براہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ جان نے یہ غلط نہ کہا تھا کہ اس شخص کو دشمن بنانا مناسب نہ تھا جو نہ تو انسانوں سے ڈرتا ہو اور نہ ہی خدا سے اور جو نہ صرف امیر تھا بلکہ کافروں میں جس کا اثر و رسوخ بھی تھا چنانچہ بہت ممکن تھا کہ وہ کافروں کو ہمارے خلاف اکسا کر ہم پر چڑھا لائے اور نوبت خون خرابے تک پہونچے۔ اور یہ داستان پڑھنے والے دیکھیں گے کہ سوارٹ ہیٹ نے ایسا ہی کیا یا اس کی کوشش کی۔

جان کا غصہ ذرا رفع ہوا تو اس نے یہی باتیں ہمیں سمجھائیں جو میں نے اور سوزانے نے تو تسلیم کر لیں لیکن رالف نے کچھ نہ کہا۔ وہ جوان اور نڈر تھا اور اس کے دل میں غم و غصے کا لاوا ابل رہا تھا۔

رہی سی ہا مبا تو جان اسے واپس بھیج دینا چاہتا تھا لیکن سوزانے نے، جسے اس وچ ڈاکٹریس سے خاص انسیت ہو گئی تھی، اپنے باپ سے درخواست کی کہ وہ ایسا نہ کرے۔ کم سے کم اس وقت تک اسے واپس بھیج دینے کا فیصلہ نہ کرے جب کہ وہ سی ہا مبا سے گفتگو نہیں کر لیتا۔ چنانچہ جان نے ایک کافر غلام کے ذریعہ ہا مبا کو بلا بھیجا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ آگئی۔ اس نے جان کو سلام کیا اور کمرے کے فرش پر پالتھی مار کر بیٹھ گئی۔ اس نے بال دار چغہ پہن رکھا تھا اور کمر پر دانوں کا پٹکا باندھ رکھا تھا اور وہ اسی لباس میں وہ بے حد عجیب معلوم ہوتی تھی لیکن مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اپنے طور پر وہ خاصی خوبصورت تھی اور صاف ستھری بھی۔ کسی بھی کافر عورت کو میں نے اس قدر نفاست پسند نہیں دیکھا۔ اس کے علاوہ اس نے سنگھار بھی کر رکھا تھا میرا مطلب کافروں کے سنگھار سے ہے۔ اس کے بالوں پر وہ سبز پوڈر لگا ہوا تھا جو کافر عورتیں استعمال کرتی ہیں اور اس کے گلے میں سبز رنگ کے ہی بڑے دانوں کی مالا پڑی ہوئی تھی۔

ابتدا میں جان نے سی ہا میا سے بڑے سخت لہجے میں بات کی۔ اس نے کہا:-

"سی ہا میا! تم میرے گھرانے پر مصیبت اور ذلت لے آئی ہو چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ تم چلی جاؤ یہاں سے"

"یہ سچ ہے" اس نے جواب دیا "لیکن یہ مصیبت اور ذلت میں اپنی مرضی سے نہیں لائی ہوں۔ اور یہ بات اے ابابیل کے باپ، تمھیں سمجھنی چاہیئے"۔

سی ہا میا ہمیشہ جان کو "ابابیل کا باپ" مجھے۔ "ابابیل کی ماں" اور رالف کو "ابابیل کا عاشق" کہا کرتی تھی۔ ان ناموں کے علاوہ کسی اور نام سے اس نے ہمیں کبھی نہ پکارا۔

"ممکن ہے ایسا ہی ہو" جان نے کہا "لیکن سوارٹ پیٹ چونکہ تم سے نفرت کرتا ہے اس لیئے یقیناً وہ تمھاری تلاش میں یہاں آئے گا" اس صورت میں ہمیں تمھاری حفاظت کرنی پڑے گی نتیجہ یہ ہو گا کہ ہم پر ایک نئی مصیبت آئے گی"۔

"سوارٹ پیٹ میری تلاش میں نہ آئے گا" وہ بولی "اسے اب میری تلاش نہیں ہے اور نہ ہو گی کیونکہ میری ہر چیز وہ اپنے قبضے میں کر چکا اور میری زندگی بھی اب محفوظ ہے"

اور اس نے عجیب نظروں سے سوزانے کی طرف دیکھا۔

"کیا مطلب ہے تمھارا سی ہا میا؟" جان نے کہا "صاف صاف لفظوں میں کہو"

"میرا مطلب یہ ہے کہ اب میں نہیں بلکہ میری آقا ابابیل خطرے میں ہے۔ کیونکہ وہ ابابیل کو ایک دفعہ چوم چکا ہے اور دوسری دفعہ چومنے کے لیئے بے چین ہو گا"

یہ سن کر رالف نے اونچی آواز میں سوارٹ پیٹ کو گالی دی اور جان نے کہا:-

"اگر اس نے ایسی کوئی شرارت یا کوشش بھی کی تو پھر وہ نہیں بلکہ میری بندوق کی گولی اس کے دل کو چوم لے گی"۔

"بزرگوں کی روح کرے کہ ایسا ہی ہو" سی ہا میا نے کہا "لیکن اے ابابیل کے باپ!

میری تم سے درخواست ہے کہ مجھے اس سے الگ نہ کرو جس نے مجھے بڑی بھاری قیمت ادا کر کے خریدا ہے اور اب میری زندگی اسی کی ہے۔ دیکھو۔ تم نے مجھے اپنے یہاں رکھ لیا تو میرا خرچ کچھ زیادہ نہ ہو گا اور بیمار جانوروں کا علاج کر کے میں اپنا یہ خرچ نکال لوں گی اور تم تو جانتے ہی ہو کہ جانوروں کا علاج کرنے میں میں ماہر ہوں۔ اس کے علاوہ میری بہت سی آنکھیں اور بہت سے کان ہیں اور میں وہ باتیں دیکھ اور وہ آوازیں سن سکتی ہوں جو تم دیکھ اور سن نہیں سکتے۔ اور میرا خیال ہے کہ وہ وقت آنے والا ہے کہ جب میں تم سب کی ماں ان سب کی جو ابابیل کے گھونسلے میں رہتے ہیں، ایک بڑی خدمت انجام دوں گی۔ ہاں۔ اگر خود ابابیل نے کہا تو میں بے شک چلی جاؤں گی کیونکہ میں اسکی کنیز ہوں۔ لیکن تم سے درخواست کروں گی کہ تم سب مل کر ابابیل کو مجھے بھیج دینے پر مجبور نہ کرنا۔ میں یہاں رہوں اسی میں تم سب کا فائدہ ہے۔"

سی ہا مبا اب اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ جان کے سامنے کھڑی ہوئی تھی اور اس کی آنکھوں میں کچھ ایسی عجیب قوت سے دیکھ رہی تھی کہ جان اپنے آپ کو روک نہ سکا اور وہ بھی سی ہا مبا کی طرف دیکھنے لگا حالانکہ وہ بڑا ہی پر قوت اور مستقل مزاج آدمی تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہوا۔۔ جیسا کہ خود جان نے مجھ سے بعد میں بتایا ۔۔ کہ اسے سی ہا مبا کی آنکھوں میں عجیب اور حیرت انگیز باتیں دکھائی دیں ۔۔ یا اس کا خیال ہے کہ اسے دکھائی دیں کیونکہ جان شروع سے ہی کچھ توہم پرست رہا ہے۔ تاہم بعد کے بھیانک برسوں میں جان کہا کرتا تھا۔" ہاں یہ جگہ یا یہ واقعہ میں نے پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔ یاد نہیں آرہا کہ کہاں" اور جب میں اسے یاد کرنے کو کہتی تو وہ دماغ پر زور ڈالنے کے بعد جواب دیتا" ہاں۔ یاد آیا۔ یہ سب کچھ میں نے سی ہا مبا کی آنکھوں میں دیکھا تھا"۔ ہاں۔ وہاں ٹرانسکی میں اور رالف اور سوزانے کی شادی سے پہلے"

کچھ ہی دیر بعد ہی سی ہا مبا نے جان کی نظر کو آزاد کر کے خود اپنی نگاہیں اس کے

چہرے پر سے ہٹالیں۔ فوراً ہی جان کی رنگت زرد ہوگئی اور وہ یوں ڈھل گیا جیسے بیہوش ہوکر گرنے والا ہو۔ کچھ ہی دیر بعد اس نے سنبھل کر کہا۔

"بہت اچھا۔ سی ہامبا۔ جب تک تمھارا جی چاہے یہاں رہو ہم تمھیں کبھی نہ نکالیں گے"۔

اس پر سی ہامبا نے اپنا چھوٹا سا ہاتھ اٹھا کر جان کو سلام کیا لیکن عام کافروں کی طرح نہیں بلکہ اس طرح جس طرح کہ زولو اپنے سردار کو سلام کرتے ہیں۔

"سردار! میں نے تمھارے الفاظ سنے" وہ بولی" اور میں یہیں رہ رہی ہوں حالانکہ میری حیثیت ایسی ہی ہوگی جیسی کہ پھوس کی چھت میں رہتی ہوئی چھپکلی کی ہوتی ہے لیکن ابابیل کا گھونسلا میرا گھونسلا ہوگا اور اس چھپکلی کے دانتوں میں زہر ہے ۔۔ہاں سی ہامبا زہریلی ہے ۔۔ چنانچہ افسوس ہے اس عقاب پر اور گھانس میں رینگنے والے اس سانپ پر جو ابابیل کا گھونسلا اجاڑنے کی کوشش کرے گا۔ اے وہ لوگو جو ابابیل سے محبت کرتے ہو، سنو، میری قسم سنو۔ اس آزاد ابابیل کی میں محافظ ہوں۔ اور اس سے پہلے کہ ابابیل کو کوئی نقصان پہونچے میرا دل دھڑکنا ترک کر دے گا، میرے ہاتھ مردہ ہوکر اکڑ جائیں گے اور میری آنکھیں بے نور ہو جائیں گی۔ ہاں ۔ میں مر جاؤں گی لیکن ابابیل پر کوئی آنچ نہ آنے دوں گی۔ اے لوگو جو ابابیل کو چاہتے ہو۔ یاد رکھو کہ جب تک سی ہامبا ۔ چاندنی راتوں میں چلنے والی ۔ زندہ ہے تب تک ابابیل پر آنچ نہ آنے دے گی۔ اور اگر ابابیل مر گئی تو سی ہامبا بھی مر جائے گی"

اور ایک بار پھر اس نے سلام کیا اور ہم سب کو حیرت زدہ چھوڑ کر چلی گئی اور ہم نے سمجھ لیا کہ سی ہامبا دوسری تمام کافر عورتوں سے قطعی مختلف تھی اور وقت آنے پر وہ اس تیز بھالے کی طرح ہوگی جو کسی تجربہ کار سپاہی کے ہاتھوں میں ہو۔ اور اس رات جب میں اور جان اپنی خوابگاہ میں ساتھ لیٹے ہوئے تھے تو میں نے کہا:۔

"جان! ہمارے آسمان پر طوفانی بادل منڈلا رہے ہیں۔ سوزانے کی خوبصورتی کی وجہ سے مصائب اور مشکلات ہمارے چاروں طرف جمع ہو رہے ہیں اور میں سوارٹ بیٹ کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں کیونکہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جو اپنی دُھن کے سامنے کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہیں لاتے۔ رالف سوزانے سے اور وہ رالف سے محبت کرتی ہے اور حالانکہ وہ ابھی کم عمر ہیں لیکن بالغ ہو چکے ہیں اور اس قابل بھی ہو گئے ہیں کہ گھر گرہستی کا بوجھ سنبھال سکیں چنانچہ کیوں نہ جلد از جلد ان کی شادی کر دی جائے کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ ان کی شادی کے بعد سوارٹ بیٹ سوزانے کو پریشان نہ کرے گا کیونکہ وہ جان ہی لے گا کہ اب وہ اس کی نہیں ہو سکتی"۔

"جیسی تمہاری مرضی۔ جیسی تمہاری مرضی" جان نے قدرے تلخی سے جواب دیا" لیکن مجھے شک ہے کہ اس کے بعد بھی ہم اس خطرے سے نجات حاصل نہ کر سکیں گے جو ہمیں لاحق ہے۔ تمہاری طرح میرا بھی یہی خیال ہے کہ ہماری زندگی کا دھارا ایک موڑ مڑ چکا ہے اور اب وہ مصائب اور مشکلات کی طرف بڑھ رہا ہے"۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔

"اور یہ بھی بتا دوں کہ ہماری زندگی کا دھارا یہ موڑ کب مڑا"۔

"کب؟"

"ٹھیک اسی دن سے جب تم نے ان انگریزوں کے سامنے جھوٹ بولا تھا جو رالف کو لینے آئے تھے"۔

گیارھواں باب

لڑائی اور دھماکا

میں چاہتی تھی کہ رالف اور سوزانے کی شادی جلد از جلد اور بخیر و خوبی ہو جائے
چنانچہ دوسرے دن صبح میں اسے تلاش کرنے لگی کہ اس سلسلے میں اس سے بات کرلوں
لیکن وہ مجھے کہیں نہ ملا اور نہ ہی یہ پتہ چلا کہ وہ کہاں گیا تھا۔ البتہ ایک کافر غلام نے
مجھے بتایا کہ اس نے رالف کو اصطبل میں گھوڑے پر سوار ہوتے دیکھا تھا۔
میں مویشی کے کرال کی طرف چلی کہ رالف شاید وہاں ہو۔ وہ وہاں بھی نہ تھا جب
میں واپس آرہی تھی تو میں نے دیکھا کہ سی ہامبا اپنی جھونپڑی کے سامنے بیٹھی اپنے بالوں میں
کنگھی کر رہی تھی اور ان پر سبز چمکدار پوڈر لگا رہی تھی۔
"سلام اے ابابیل کی ماں" اس نے کہا "کس کو تلاش کر رہی ہو؟"
"یہ تم شاید جانتی ہو گی" میں نے جواب دیا۔
"بے شک جانتی ہوں۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر علی الصبح اس ٹیلے کی طرف
گیا ہے۔"
"کیوں؟"
"یہ میں کیا جانوں البتہ یہ ضرور جانتی ہوں کہ سوارٹ پیٹ اسی طرف رہتا ہے۔"
"بندوق تھی اس کے ہاتھ میں؟"
"نہیں البتہ سجامبوک تھا اس کے ہاتھ میں۔ بے حد موٹا سجامبوک (کوڑا یا چابک)
چنانچہ میں اداس اور دھڑکتا دل لئے گھر میں آئی۔ میں نے سمجھ لیا تھا کہ رالف سوارٹ
پیٹ کی تلاش میں گیا ہے لیکن اس کے متعلق میں نے کسی سے کچھ نہ کہا۔ اور میرا یہ خیال غلط نہ تھا۔

رالف نے سوزانے کے سامنے قسم کھائی تھی کہ وہ سوارٹ بیٹ کی جان لینے کی کوشش نہ کرے گا لیکن اس نے یہ قسم نہ کھائی تھی کہ اگر وہ مل گیا تو وہ سوارٹ کو پیٹے گا بھی نہیں۔ رالف غصے اور نفرت سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ رالف جانتا تھا کہ سوارٹ بیٹ جب گھر پر ہوتا ہے تو گھوڑے پر سوار ہو کر اور اپنے ساتھ صرف ایک کافر ملازم لے کر ہر صبح اس گھاٹی کی طرف جاتا ہے جہاں اس کی بھیڑیں تھیں۔

رالف اسی طرف روانہ ہو گیا اور جب وہاں پہونچا تو دیکھا کہ حالانکہ بھیڑوں کو کھولنے کا وقت آگیا تھا لیکن وہ اب بھی باڑے میں بند ممیا رہی تھیں۔

"آہا۔" رالف نے دل میں کہا "تو آج سوارٹ بیٹ خود ہی اپنی بھیڑیں شمار کرنا چاہتا ہے۔ ٹھیک ہے۔ وہ کوئی دم میں یہاں آجائے گا۔"

آدھے گھنٹے بعد سوارٹ بیٹ آگیا۔ حسب معمول اس کے ساتھ ایک کافر تھا۔ وہ آگر باڑے کے پھاٹک کے ایک طرف اور اس کا فر ملازم دوسری طرف کھڑا ہو گیا اب پھاٹک کھولا گیا اور بھیڑیں باہر نکلنے لگیں اور سوارٹ بیٹ اور اس کا ملازم انھیں شمار کرنے لگا۔ جب تمام بھیڑیں باہر نکل گئیں تو چرواہوں کو طلب کر کے انھیں بری طرح سے پیٹا گیا کیونکہ چند بھیڑیں غائب تھیں۔ اس کے بعد سوارٹ بیٹ نے اپنے گھوڑے کی باگ موڑی اور گھر کی طرف چل دیا اور کچھ دور آگے ایک تنگ گزرگاہ میں وہ رالف کے روبرو تھا۔ سوارٹ بیٹ چونکا اور ادھر ادھر دیکھا کہ فرار کی کوئی راہ ہو لیکن اسے فرار کی کوئی راہ نہ ملی چنانچہ وہ اپنا گھوڑا بڑھا کر رالف کے قریب آیا اور صبح بخیر کہا اور بولا :۔

"سچ کہنا اس سے عمدہ بھیڑیں تم نے پورے افریقہ میں کبھی دیکھی ہیں؟"

"یہاں میں تمھاری بھیڑوں کی تعریف کرنے نہیں آیا ہوں" رالف نے کہا اور گھور کر اس کی طرف دیکھا۔

"تو پھر تم خاص مینے کی بات کرنے آئے ہو جو تمھارے ریوڑ میں خاص الخاص ہے؟"

سوارٹ پیٹ نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا کیونکہ اس کے ہاتھ میں بندوق تھی اور اس نے دیکھ لیا تھا کہ رالف نہتا تھا۔

"ہاں" رالف نے جواب دیا "اس مینے کی بات کرنے آیا ہوں جو دودھ کی طرح سفید ہے لیکن جس کی بے داغی کو ایک حرامی نے گندہ کر دیا ہے"

اور اس نے گھور کر سوارٹ پیٹ کی طرف دیکھا۔

"تمھارا مطلب میں سمجھ گیا ہوں" سوارٹ پیٹ نے جواب دیا۔ وہ واقعی ڈھیٹ آدمی تھا "اب مہربانی کر کے میرا راستہ چھوڑ دو"

"میں تمھیں تلاش کرتا ہوا دور سے آیا ہوں پھر کیوں تمھارا راستہ چھوڑنے لگا، سوارٹ پیٹ؟"

"اس لئے رالف کانزی کہ میرے پاس بندوق ہے اور تمھارے پاس نہیں ہے اور اگر تم نے فوراً ہی راستہ نہ چھوڑ دیا تو میری بندوق چل جائے گی"

"وجہ واقعی عمدہ ہے اور قابلِ قبول بھی" رالف نے کہا "اور اسے قبول نہ کرنا حماقت ہے"

اور وہ راستے سے ہٹ کر ایک طرف کھڑا ہو گیا جیسے چاہتا ہو کہ سوارٹ پیٹ آگے بڑھ جائے۔ سوارٹ پیٹ نے بندوق کی نالی کا رخ رالف کے سر کی طرف کیا، گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اسے آگے بڑھایا۔ رالف اپنے گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا، اس کا سر جھکا ہوا تھا اور اس نے نگاہیں زمین پر جما رکھی تھیں جیسے وہ یہ فیصلہ نہ کر پایا ہو کہ اسے جو کچھ کہنا ہے وہ کہے یا نہ کہے لیکن حقیقت میں وہ کنکھیوں سے سوارٹ پیٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی سوارٹ پیٹ اس کے قریب سے گذرا رالف نے بجلی کی سی تیزی سے اس پر چھلانگ لگا دی۔ سوارٹ اس اچانک حملے کے لئے

تیار نہ تھا۔ وہ رالف کا بوجھ سہار نہ سکا اور پیچھے کی طرف جھک کر گھوڑے کی سرین پر گرا۔ زمین پر گرنے سے بچنے کے لئے اس نے زمین پکڑنے کے لئے ہاتھ چلائے تو اس کے ہاتھ سے بندوق چھوٹ کر نرم نرم گھاس پر جا پڑی۔ رالف نے سوارٹ کو چھوڑ دیا، لپک کر بندوق اٹھالی، اس کی نالی آسمان کی طرف اٹھائی اور ہوا میں فیر کر دیا اور اب وہ گھوم کر اپنے دشمن کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ سوارٹ ہیٹ بھی اپنے گھوڑے سے گرنے کے بعد اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

سوارٹ ہیٹ! اب ہم دونوں برابر ہیں کیونکہ تمھاری بندوق بھی خالی ہے" رالف نے کہا" اب ہم اطمینان سے اس نیمنے کے متعلق گفتگو کر سکتے ہیں جو میرے رلوٹر میں خاص الخاص ہے۔ نہیں۔ مدد کے لئے اپنے کافر ملازم کی تلاش میں ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تمھارے گھوڑے کو پکڑنے اس کے پیچھے بھاگ گیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ سفید فاموں کے جھگڑے میں پڑنا پسند نہ کرے گا۔ آؤ۔ اب دو دو باتیں ہو جائیں"

سوارٹ ہیٹ نے کوئی جواب نہ دیا چنانچہ وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے اور عجیب جوڑی تھی۔ اور وہ ایک دوسرے اتنے ہی مختلف تھے جتنا کہ اندھیرا روشنی سے مختلف ہوتا ہے۔ رالف کے بھورے بال اور بھوری آنکھیں تھیں اور چہرے پر غصہ تھا اور نتھنے تپلے تھے اور اس کے کولھے پھیلے ہوئے نہ تھے لیکن سینہ چوڑا تھا، اور اعضا قدرے پتلے تھے کیونکہ وہ ابھی ابھی جوان ہوا تھا اور مردانگی کی حدود کو ابھی اس نے چھوا ہی تھا لیکن وہ شیر کی طرح بہادر اور چیتے کی طرح پھرتیلا تھا۔ اس کے مقابلے میں سوارٹ ہیٹ ـــــ طویل القامت اور بدن سے تگڑا تھا کیونکہ وہ رالف سے عمر میں پانچ سال بڑا تھا۔ اور اس کی آنکھیں کافروں کی آنکھوں کی طرح گول اور کالی تھیں جن سے

سنگدلی عیاں تھی، اس کے بال کالے اور ماتھا تنگ تھا، ہونٹ بھرے بھرے نچلہ ہونٹ لٹک رہا تھا چنانچہ اس کے سفید دانت اور مسوڑوں کا کچھ حصّہ دکھائی دیتا تھا، اس کے اعضا بھی گٹھے ہوئے تھے اور وہ طاقتور اور مضبوط تھا بلکہ اس کے بدن میں بھینسے کی سی طاقت تھی اور اس کے بشرے سے کافروں کی سی عیاری اور شقاوت قلبی ٹپک رہی تھی لیکن اس کھوپڑی میں جو دماغ تھا وہ کافروں کا نہیں بلکہ سفید فاموں کا تھا ـــ سوارٹ پیٹ ایک شیطان اور خوفناک انسان تھا سفید و سیاہ کے ملاپ نے اسے بے حد خطرناک بنا دیا تھا۔ وہ کسی آقا سے واقف نہ تھا سوائے اپنے جذبات کے، وہ کسی مذہب سے واقف نہ تھا سوائے سحر اور جادو کے۔ وہ بدترین اور خوفناک دشمن تھا لیکن ایسا دشمن جو اجالے کے بجائے اندھیرے میں وار کرنا زیادہ پسند کرتا تھا۔

"کیوں کیا ہو گیا سوارٹ پیٹ کہ بت بن گئے؟" رالف نے ہنسی اڑاتے ہوئے کہا "تم ایک بے بس لڑکی کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے دوسرے لوگوں کے سامنے تو ذلیل کر سکتے ہو لیکن اگر ہمت ہو تو آؤ میری کمر میں بھی ہاتھ ڈال دو۔"

اور وہ ایک قدم آگے بڑھا۔

"یہ کیا بکواس ہے" سوارٹ نے نیچی آواز میں کہا "کیا تم مجھ سے محض اس لئے جھگڑا مول لے رہے ہو کہ میں نے ایک لڑکی کو چوم لیا تھا؟ میں پوچھتا ہوں کہ خود تم نے کئی دفعہ اس کے ہونٹ نہیں چومے ہیں اور وہ بھی مفت میں؟ میں نے تو دس کی قیمت ایک ہستی کی جان بخشی کر کے ادا کی ہے"

"اگر میں نے اس کے بوسے لئے ہیں تو اس کی اجازت سے" رالف نے جواب دیا "اور اس لئے کہ وہ میری بیوی بننے والی ہے۔ لیکن تم نے اس کی رحم دلی سے فائدہ اٹھا کر اس کے ہونٹ اس کی مرضی کے خلاف چومے ہیں اور اب تم اس کی

نیمرت ادا کرو۔ مگر کمینے یہ کوڑا دیکھ رہے ہو؟" اور اس نے اس سجا مبوک کی طرف اشارہ کیا جو گھاس پر پڑا ہوا تھا، یہ کوڑا وہ شخص جو اپنے طور پر بہترین اور شریف ہوگا، دوسرے کی کمر پر استعمال کرے گا۔ یا تم میری کمر پر یا پھر میں تمھاری پیٹھ پر۔ سودا مناسب ہے سوارٹ پیٹ؟"

"تمھاری بیوی بننے والی ہے!" سوارٹ پیٹ ہنسا "ایک بے خانماں اور آوارہ گرد انگریز کی بیوی! ممکن ہے بن جاتی لیکن اب اگر بیوی بنی تو ایک ادھیڑ جسم کی ہی بیوی بنے گی۔ تم خود اپنے جسم پر کوڑوں کی مار چاہتے ہو۔ بہت اچھا میں تمھاری یہ آرزو پوری کروں گا اور اس وقت تک کوڑے برساؤں گا جب تک کہ تمھارے جسم سے گوشت کی بوٹیاں نہیں اڑ جاتیں اور تم مر نہیں جاتے لیکن سوزانے میری ......"

وہ اپنا فقرہ پورا نہ کر سکا کیونکہ عین اس وقت رالف نے جنگلی بلے کی طرح اس کی طرف چھلانگ لگا دی اور دوسرے ہی لمحے اس کا گھونسہ پوری قوت سے سوارٹ پیٹ کے گندے منہ پر پڑا۔ اس کے بعد وہ دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ سوارٹ پیٹ بپھر بپھر کر رالف پر حملے کر رہا تھا اور اسے پکڑ کر بھینچ دینا چاہتا تھا لیکن رالف جانتا تھا کہ وہ کشتی میں سوارٹ کا مقابلہ نہ کر سکے گا کیونکہ رالف سوارٹ کے مقابلے میں جسمانی طور پر نسبتاً کمزور تھا۔ چنانچہ وہ بڑی پھرتی سے ادھر ادھر ہٹ کر اس کی گرفت سے بچ رہا تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کے چہرے اور جسم کے مختلف حصوں پر گھونسے برسا رہا تھا کیونکہ وہ انگریز تھا اور انگریز آپ جانتے گھونسے بازی کو پسند کرتے ہیں۔ رالف نے گھونسے مارنے میں ایسی مہارت اور کامیابی کا ثبوت دیا کہ چند منٹوں بعد ہی سوارٹ پیٹ خون میں جیسے نہا رہا تھا۔ وہ غصے اور تکلیف کے عالم میں گرج گرج کر رالف پر بار بار حملے کر رہا تھا اور بار بار

رالف ادھر ادھر ہٹ جاتا تھا اور اس کا گھونسہ سوارٹ کی ناک یا آنکھ یا ماتھے یا ٹھوڑی پر آپڑتا تھا۔

آخر کار سوارٹ کو بھی موقع مل گیا۔ ایک دفعہ رالف پیچھے ہٹ رہا تھا تو اس کا پیر ایک پتھر سے ٹکرا گیا۔ رالف لڑکھڑا کر سنبھلنے کے لئے جھکا اور اس سے پہلے کہ وہ سنبھل سکتا سوارٹ اس کے سر پر پہونچ چکا تھا اور اس کے آہنی بازو رالف کو اپنی گرفت میں لے چکے تھے اور اب وہ دونوں ایک دوسرے کو ٹپخنے کی کوشش کر رہے تھے۔

لیکن اب بھی رالف کا پلڑا بھاری رہا کیونکہ اس سے پہلے کہ سوارٹ پیٹ اپنی پوری طاقت لگاتا رالف اسے اڑنگا لگا چکا تھا۔ سوارٹ دھم سے چت گرا لیکن اس نے رالف کی کمر اب بھی نہ چھوڑی تھی چنانچہ وہ سوارٹ پر گرا لیکن وہ زیادہ دیر تک اس پر سوار نہ رہ سکا۔ اول تو اس لئے کہ سوارٹ جسمانی طور پر رالف کے مقابلے میں زیادہ طاقتور تھا اور دوم اس لئے کہ وہ دونوں جدوجہد کرتے ہوئے ڈھلان پر پہونچ گئے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایک دوسرے لپٹے ہوئے لڑھکنے لگے اور یقیناً اس کا انجام رالف کی شکست بلکہ موت کی صورت میں ظاہر ہوتا کیونکہ سوارٹ غصے سے دیوانہ ہو رہا تھا اور وہ یقیناً رالف کو زندہ نہ چھوڑتا لیکن ہوا یوں کہ ڈھلان کے قدموں میں ایک بڑا سا پتھر پڑا ہوا تھا۔ اتفاق کی بات کہ سوارٹ کا سر اس پتھر سے ٹکرا گیا۔ اس کا بھیجہ ہل گیا اور گھڑی بھر کے لئے اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ رالف نے فوراً ہی ایک جھٹکے کے ساتھ اپنے آپ کو اس کی گرفت سے آزاد کیا اور دوڑ کر وہ کوڑا اٹھا لایا جو چند قدم کے فاصلے پر پڑا ہوا تھا۔ اس عرصے میں سوارٹ اٹھ کر بیٹھ گیا اور احمقوں کی طرح رالف کی طرف دیکھنے لگا۔ موخر الذکر منتظر تھا کہ سوارٹ اٹھ کر اس پر حملہ کرے گا لیکن اس نے ایسا نہ کیا چنانچہ رالف نے کہا:۔

"میں نے قسم کھائی تھی کہ تم پر کوڑے برساؤں گا لیکن چونکہ میں اپنی طاقت سے نہیں

بلکہ ایک اتفاق سے تم پر فتح حاصل کی ہے اس لئے میں اس اتفاق سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاتے ہوئے بس اسی پر اکتفا کرتا ہوں"۔

اور اس نے سوارٹ کے منھ پر کوڑے سے ایک دو ضربیں لگائیں لیکن اس طرح کہ جلد پھٹ کر خون نہ نکلے"۔ اب میں اس قسم سے آزاد ہوں جو میں نے کھائی تھی" رالف نے کہا" یعنی یہ کہ تمھیں قتل نہ کروں گا لیکن اگر آئندہ تم نے سوزانے بوسمار کو کسی بھی طرح سے پریشان کیا، اس کو ذلیل کیا یا اس کی عزت لینے کی کوشش کی تو خدا کی قسم میں تمھیں زندہ نہ چھوڑوں گا"۔

ابتدا میں تو، معلوم ایسا ہوتا تھا، سوارٹ پیٹ نے کوڑے کی ضربیں محسوس نہ کیں لیکن پھر دفعتہً وہ جیسے بیدار ہوگیا اور اس نے اپنے گالوں پر ہاتھ پھیرا جیسے وہ یقین کر رہا ہو کہ کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہا اور پھر اس نے نیچی اور کھوکھلی آواز میں کہا:۔

" رالف کانزی"! اس دفعہ تو جیت تمھاری ہوئی ہے یا اس قسمت نے تمھیں فتح دلائی ہے جو تمھاری طرف سے میرے ساتھ لڑ رہی تھی۔ لیکن رالف! اگر یہ کوڑے تم نے مجھے نہ مارے ہوتے تو یہ تمھارے اور تمھاری پیاری کے حق میں اچھا ہوتا کیونکہ تمھارے کوڑے نے میری جلد کو جیسے ہی چھوا کہ میرے دماغ میں کوئی چیز کھنچ گئی ہے اور اب میں پاگل ہوگیا ہوں"۔

"پاگل ہوگئے ہو یا کچھ اور" رالف نے کہا" میں بہرحال تمھیں خبردار کر چکا ہوں اور مناسب ہوگا کہ تم سوزانے سے دور ہی دور رہو"۔

اور پھر وہ پلٹ کر اپنے گھوڑے کی طرف چل دیا۔ وہ اس پر سوار ہوا اور اسے ایڑھ لگا کر بھگا دیا۔ سوارٹ پیٹ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

لیکن ابھی آسانی سے گھر پہونچنا اس کے مقدر میں نہ تھا۔ کچھ دور آگے ایک چشمہ تھا جو ٹیلوں کی بلندیوں پر سے اتر آیا تھا اور یہ ٹیلے درختوں سے بھرے ہوئے تھے

چشمے کے کنارے پہنچ کر رالف اپنے گھوڑے پر سے اتر پڑا کہ اپنے چہرے پہ کے زخم اور خراشیں دھوئے کیونکہ وہ اس حالت میں، یعنی خون سے لت پت ہمارے سامنے نہ آنا چاہتا تھا۔

اور مجھے کہنا پڑتا ہے کہ یہ رالف کی بیوقوفی تھی کیونکہ سوارٹ بیٹ ایک عیار اور خطرناک دشمن تھا۔ اور پھر چشمے کے دائیں بائیں گھنی جھاڑیاں تھیں جہاں کوئی بھی چھپ کر بے خبری میں اس پر حملہ کر سکتا تھا۔ اور ہوا بھی ایسا ہی۔ منہ دھونے کے بعد وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا ہی تھا کہ اس نے اپنے شانے میں دفعتہً ایک جلتا ہوا سخت درد محسوس کیا جیسے کسی نے اس کی کمر پر لٹھ سے وار کیا ہو اور ساتھ ہی اس نے بندوق کا دھماکا سنا۔ یہ آواز جھاڑیوں میں سے آئی تھی اور بندوق یقیناً انہی جھاڑیوں میں سے چلائی گئی تھی کیونکہ بارود کے دھوئیں کا ننھا سا بادل جھاڑیوں کی چوٹی پر نظر آ رہا تھا۔

"یہ سوارٹ بیٹ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا" رالف دل میں بولا۔

اور اس نے سوچا کہ جھاڑیوں میں گھس کر اسے مزہ چکھا دے لیکن پھر اسے یاد آیا کہ اس کے پاس بندوق نہ تھی اور یہ کہ اس کے قریب پہنچنے سے پہلے سوارٹ بیٹ دوبارہ بندوق بھر لے۔ چنانچہ عقلمندی یہی تھی کہ وہ جھاڑیوں میں سے نکل کر کھلے میدان میں آ جائے اور یہی اس نے کیا اور میدان میں آتے ہی اس نے گھوڑے کی باگیں گھر کی طرف موڑ دیں۔

بندوق کی گولی سے اسے جو زخم آیا تھا اس کی طرف رالف نے کچھ زیادہ دھیان نہ دیا لیکن جب وہ گھر پہونچا ہے تو پتہ چلا کہ وہ حقیقت میں بال بال بچ گیا تھا۔ بندوق کی بڑی گولی نے شانوں کے نیچے سے اس کے کپڑوں کو اس طرح ادھیڑ دیا تھا کہ رالف کی پیٹھ ننگی ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ گولی نے کھال میں گہری اور لمبی خراش

ڈال دی جس سے خون اس بُری طرح سے بہ رہا تھا کہ یہ زخم دیکھ کر سوزانے تقریباً بیہوش ہو گئی۔ لیکن میں نے اپنے حواس بجا رکھ کر یہ اطمینان کر لیا کہ زخم محض سطحی تھا اور میرا یہ اندازہ غلط نہ تھا کیونکہ ایک ہی ہفتے بعد رالف کا یہ زخم اطمینان بخش طور پر مندمل ہو چکا تھا اور اس کے کناروں پر ہلکی سی سوجن کے علاوہ وہاں کچھ نہ تھا۔

اس واقعہ نے ہمارے فارم میں ایک ہلچل مچادی۔ جان کو تو اتنا غصہ آیا کہ وہ کسی سے کچھ کہے بغیر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور چند مسلح ملازموں کو اپنے ساتھ لے کر سوارٹ ہیٹ کی تلاش میں روانہ ہو گیا لیکن اسے پا نہ سکا کیونکہ سوارٹ کہیں چلا گیا تھا اور کوئی جانتا نہ تھا کہ وہ کہاں گیا ہے اور یہ اچھا ہی ہوا تھا۔ کم سے کم اس وقت تو میں نے یہی سوچا تھا۔ کیونکہ جان کو بہت کم غصہ آتا تھا لیکن جب آتا تھا تو پھر جی بھر کر آتا تھا اور جان کو ایسا بے قابو کر دیتا تھا کہ وہ کسی کا نہ رہتا تھا۔ چنانچہ اگر اس دن کہیں سوارٹ ہیٹ، اسے مل گیا ہوتا تو جنگل کی گھاس ان میں سے کسی ایک یا دونوں کے خون سے سرخ ہو جاتی۔

لیکن جیسا کہ میں نے کہا سوارٹ ہیٹ اسے نہ ملا اور بات آئی گئی ہو گئی اور بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ لڑائی کے لئے رالف نے سوارٹ کو للکارا تھا اور ابتدا بھی اسی کی طرف سے ہوئی تھی اس کے علاوہ اس بات کا ہمارے پاس کوئی ثبوت نہ تھا کہ رالف پر وہ گولی سوارٹ نے ہی چلائی تھی۔

خیر تو اس دن کے بعد سے سوزانے کے دل پر ایک ہیبت طاری ہو گئی۔ وہ سوارٹ سے ڈرنے لگی اور رالف بھی جب کہیں جاتا مسلح ہو کر ہی جاتا۔ حالانکہ سُنا گیا تھا کہ سوارٹ ہیٹ کافروں سے تجارت کرنے کے سلسلے میں اپنے ایک طویل سفر پر روانہ ہو چکا تھا بلکہ رالف اور سوزانے کو یقین تھا کہ سوارٹ سے ان کا معاملہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔

میں اور جان بھی خوفزدہ تھے کیونکہ ہم اس شیطان کی فطرتوں سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ وہ رالف سے اپنے اس جھگڑے کو کبھی فراموش نہ کرے گا اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے گا جب تک کہ انتقام نہیں لے لیتا۔

سوارٹ پیٹ سے دو دو ہاتھ کرنے اور بندوق کی گولی سے رالف کے زخمی ہونے کے کوئی پندرہ دن بعد کا ذکر ہے کہ ایک کافر ہمارے فارم میں آیا۔ وہ جان کو تلاش کر رہا تھا۔ جان کو اطلاع ملتے ہی گھر سے باہر آیا تو اس کافر نے ایک خط جان کے ہاتھ میں پکڑا دیا اور کچھ کہے بغیر رخصت ہو گیا۔

جان خط لئے گھر میں آیا اور لفافہ چاک کر کے اسے کھولا تو معلوم ہوا کہ یہ خط کسی اور کا نہیں بلکہ خود سوارٹ پیٹ کا تھا۔ یہ خط یا تو خود اس نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا یا کسی سے لکھوایا تھا۔ بہر حال خط کے آخر میں سوارٹ پیٹ ہی کا نام تھا۔ خط جان کے نام تھا جو یوں تھا:۔

"بخدمت جان بوشمارہ

محترم:۔

اس خط کے ذریعہ میں آپ کو یہ اطلاع دینے کا شرف حاصل کر رہا ہوں کہ آپ کی صاحبزادی سوزانے نے میرا دل اپنے قبضے میں کر لیا ہے چنانچہ میں اسے اپنی زوجیت میں لینا چاہتا ہوں۔ فی الحال خود میرا آپ کی خدمت میں حاضر ہونا مناسب نہیں اس لئے اس خط کے ذریعہ میں آپ سے درخواست کر رہا ہوں کہ آپ سوزانے کی منگنی مجھ سے کر دیں۔ میں اسے ایک دولت مند عورت بنا دوں گا اور آپ کو بھی اطمینان اور خوشی حاصل ہوگی اور مجھے اپنا دوست اور داماد بنانا آپ کے حق میں بہتر ہوگا لیکن مجھے ایک اجنبی اور دشمن بنانا بہت برا ہوگا کیونکہ میں ایک بہترین دوست اور

بدترین دشمن ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ سوزانے اور اس انگریز لونڈے کے درمیان عشق اور محبت کی افواہیں گشت کر رہی ہیں جو آپ کے ٹکڑوں پر پلا ہے لیکن میں ان افواہوں کو نظر انداز کرنے کو تیار ہوں اور نظر انداز کردوں گا۔ تاہم آپ اسے میری طرف سے خبردار کر دیں کہ اگر اس نے دوبارہ مجھ سے ایسی گستاخی کی جیسی کہ وہ چند دنوں پہلے کر چکا ہے تو پھر میں اسے صرف کوڑے مار کر ہی نہ چھوڑ دوں گا۔ مہربانی فرما کر میرے اس خط کا جواب اس شخص کو دے دیں جو یہ خط لے کر آپ کے پاس آیا ہے تاکہ وہ آپ کا جواب ان لوگوں کو دے دے جو جانتے ہیں کہ میں کہاں ہوں کیونکہ میں تجارت کے سلسلے میں سفر کر رہا ہوں اور نہیں جانتا کہ کس دن کہاں ہوں گا۔ اپنی بیٹی سوزانے کی خدمت میں میرا پیار پہونچا کر اس سے کہہ دیجئے کہ میں بڑی بے تابی سے اس دن کا انتظار کر رہا ہوں جب وہ میری ہوگی۔

میں ہوں آپ کا دوست

سوارٹ پیٹ وان زارین

یہ خط جان نے رالف کو پڑھنے کے لئے دیا تھا، کیونکہ وہ ہم سب سے زیادہ پڑھا لکھا تھا، اور وہ اسے بلند آواز میں پڑھ رہا تھا اور جب وہ خط پڑھ چکا تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مارے غصے کی ہماری حالت کیا ہو گئی ہوگی۔ بس یوں سمجھئے کہ اس کمرے میں چار پاگل انسان بیٹھے ہوئے تھے۔ جان اور رالف کا غصہ اتنا بڑھا ہوا تھا کہ ان کی صورتیں بگڑ گئی تھیں اور ان کے منہ سے آواز نہ نکلتی تھی، سوزانے کی زبان بھی گنگ تھی چنانچہ تنہا میں بول رہی تھی۔

"بیٹی! کیا جواب ہے تمہارا؟" جان نے غصے کی ہنسی ہنس کر پوچھا۔

"سوارٹ پیٹ کو جواب دے دیجئے" سوزانے نے مردہ سی مسکراہٹ کے ساتھ

جواب دیا" کہ اگر آئندہ کبھی اس کے ہونٹوں نے میرے چہرے کو چھوا تو اس وقت میرا چہرہ موت سے سخت ہو چکا ہو گا۔ آہ! رالف" دفعتہ اس نے گھوم کر اپنا ہاتھ رالف کے سینے پر رکھ دیا" میرا دل کہتا ہے کہ یہ شخص ہم پر مصیبت اور جدائی لے آئے گا لیکن کچھ بھی ہو جائے رالف میرے یہ الفاظ یاد رکھنا کہ مر جاؤں گی لیکن تم سے بیوفائی نہ کروں گی۔ ہاں مرتے دم تک اور مرنے کے بعد بھی تم سے بیوفائی نہ کروں گی"

اور اس سے پہلے کہ رالف کوئی جواب دیتا جان نے اس سے کہا:۔

" بیٹے! قلم اٹھاؤ اور لکھو"

چنانچہ رالف نے قلم اٹھایا، جان نے لکھایا اور رالف نے سوارٹ کے نام خط لکھا جو یوں تھا:۔

" ہیٹ وان وارین!

میں ہنسی خوشی اپنی بیٹی کو قبر میں لٹا سکتا ہوں لیکن اس کا ہاتھ تم جیسے دوغلی نسل کے سیاہ فام شخص اور وچ ڈاکٹروں اور کالی عورتوں کی صحبت میں بیٹھنے اور اٹھنے والے خونی کے ہاتھ میں نہیں دے سکتا۔ یہ ہے میرا جواب اور اس میں میں اتنا اضافہ اور کر رہا ہوں کہ اگر میرے علاقے کے ایک میل کے اردگرد تم نے کبھی بھولے سے بھی قدم رکھا تو ہم میں سے کسی ایک کی بندوق کی گولی تمہارے غلیظ جسم کے آر پار ہو گی اور تم جانتے ہو کہ ہمارے نشانے خطا نہیں کرتے۔

خط کے آخر میں جان نے اپنے دستخط کئے اور اس کافر کی تلاش میں گھر سے باہر آیا جو سوارٹ ہیٹ کا خط لایا تھا۔ وہ اسے سی ہامبا سے باتیں کرتا مل گیا۔ جان نے اسے یہ خط دے کر کہا کہ وہ اسے جلد از جلد سوارٹ تک پہونچا دے۔ یہ خط لانیوالا ایک دیو ہیکل وحشی تھا جس کے بائیں گال پر زخم کا ایک گہرا اور لمبا نشان تھا اور اس

کے بدن پر ایک لنگوٹ کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہ تھا۔ اس نے جان سے خط لیا اور فوراً ہی روانہ ہو گیا۔

جان کے پیچھے ہی پیچھے میں بھی باہر آ گئی تھی اور اسے دیکھ رہی تھی لیکن یہ جان کو پتہ نہ تھا۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ سوارٹ ہیٹ کے پیغامبر کے چلے جانے کے بعد وہ بھی گھر کی طرف آنے کے لئے پلٹا لیکن پھر رُک گیا۔ سر کھجلایا اور پھر سی ہامبا کے قریب پہونچا۔

"سی ہامبا" اس نے کہا "تم اس کافر سے کیوں باتیں کر رہی تھیں؟"

"اے ابابیل کے باپ! باتیں معلوم کرنا میرا پیشہ ہے اور میں یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ شخص کہاں سے آیا تھا"

"اور یہ بتایا اس نے؟"

"ہاں۔ لیکن پوری طرح سے نہیں کیونکہ کسی نے، جس سے یہ شخص ڈرتا ہے، اس کی زبان پر تالا ڈال رکھا ہے تاہم میں یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئی کہ یہ شخص اس کرال میں رہتا ہے جو یہاں سے بہت دور پہاڑوں میں ہے اور یہ کہ اس کرال کا مالک سفید ہے جس کی بہت سی بیویاں اور مویشی اس کرال میں رہتے ہیں حالانکہ خود وہ سفید فام فی الحال اس کرال میں نہیں ہے۔ بقیہ باتیں اُمید ہے کہ مجھے اس وقت معلوم ہوں گی جب سوارٹ ہیٹ اسے دوبارہ یہاں بھیجے گا کیونکہ اس شخص کے بیمار بچے کے لئے میں نے ایک دوائی دی ہے۔ یہ بچہ سخت بیمار ہے لیکن میری دوا سے وہ روبہ صحت ہو جائے گا اور یہ شخص میرا احسان مند ہو گا"

"یہ تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ سوارٹ ہیٹ نے اس شخص کو بھیجا تھا۔؟"

سی ہامبا نے ایک قہقہہ لگایا اور پھر کہا:۔

"اے ابابیل کے باپ! یہ معلوم کرنا تو بہت آسان تھا۔ تم جانو چھوٹے چھوٹے

دعاگوں کو بٹ کر رستہ بنانا تو میرا کام ہی ہے۔"

ایک بار پھر جان جانے کے لئے پلٹا لیکن ایک بار پھر وہ کچھ سوچ کر سی ہامبا کے قریب واپس آیا۔

"سی ہامبا!" اس نے کہا "یاد پڑتا ہے کہ میں نے پہلے بھی تمھیں اس شخص سے باتیں کرتے دیکھا تھا۔ اس کے گال پر زخم کا جو نشان تھا وہ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے"

"ممکن ہے اس کے گال پر کا نشان تمھیں یاد ہو لیکن تم نے ہم دونوں کو باتیں کرتے پہلے کبھی نہ دیکھا ہوگا کیونکہ میری اور اس کی ملاقات زندگی میں آج پہلی دفعہ ہوئی تھی۔"

"لیکن میں قسم کھانیکے لئے تیار ہوں" جان نے کہا" زخم کا وہی نشان، سر پر تنکوں کی وہی ہیٹ، اس کی بغل میں کمبل کا ویسا ہی گٹھر، اس کا ویسا ہی لمبا سایہ جو اس کے سامنے پڑ رہا تھا اور وہ چھوٹا سا پرندہ جو تمہارے قریب آکر بیٹھ گیا تھا جب تم اس سے باتیں کر رہی تھیں۔ مجھے سب یاد ہے۔ ایک ایک تفصیل یاد ہے۔"

"ابابیل کے باپ" سی ہامبا نے عجیب نظروں سے جان کی طرف دیکھا "یقیناً یہ تم وہی تفصیلات بیان کر رہے ہو جو تم نے ابھی ابھی، جب میں اس شخص سے باتیں کر رہی تھی، دیکھی تھیں"

"نہیں نہیں۔ یہ تفصیلات میں نے برسوں پہلے دیکھی تھیں۔"

"کہاں؟" سی ہامبا نے پوچھا اور جان کی طرف گھور کر دیکھا۔

دفعتہ جان چونکا۔

"اب یاد آیا" وہ بولا" اُس دن یہ تفصیلات ـــــ یہ پورا منظر میں نے تمھاری آنکھوں میں دیکھا تھا"۔

"ٹھیک ہے۔" سی ہامبا نے بڑے سکون سے کہا "بے شک یہ منظر تم نے میری آنکھوں میں دیکھا ہو گا کیونکہ اس پیغامبر کی آمد اس عظیم واقعات کے سلسلے کی پہلی کڑی ہے جو خود ابابیل اور ان لوگوں کے ساتھ ہونے والے ہیں جو اس کے گھونسلے میں رہتے ہیں۔ میں ساری باتوں سے واقف نہیں ہوں لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ تمہیں —— کیونکہ تمہیں دیکھنے کا عطیہ عطا کیا گیا ہے —— مستقبل کے واقعات میری آنکھوں کے آئینوں میں نظر آ گئے ہوں۔"

بارھواں باب

سی ہامبا کا جاسوس

پندرہ دن گزر گئے۔ ایک صبح میں مرغیوں کو دانا ڈالنے باہر آئی تو دیکھا کہ سوارٹ ہیٹ کا وہی پیغامبر، جس کے ایک گال پر زخم کا گہرا نشان تھا، برآمدے کے سائے میں زمین پر بیٹھا اپنے چوڑے نتھنوں میں نسوار کی چٹکیاں چڑھا رہا تھا۔

"اب کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"خط" اس نے جواب دیا اور میرے ہاتھ میں ایک تہ کیا ہوا کاغذ پکڑا دیا۔

میں واپس گھر آ گئی۔ گھر کے سب لوگ ناشتے پر بیٹھ چکے تھے۔ خط میں نے جان کو اور اس نے رالف کو دیا۔ اور رالف نے اسے کھول کر بلند آواز میں پڑھنا شروع کیا۔

"محترمی جان بوثمار

آپ کا خط مجھے مل گیا ہے ——— مجھے کہنا پڑتا ہے آپ نے بڑے سخت لفظوں میں یہ خط لکھا ہے چنانچہ آپ کا لہجہ ہمارے آقا یسوع مسیح کو بھی پسند نہ آیا ہو گا۔ لیکن چونکہ مجھے جنگ نہیں امن پسند ہے اور چونکہ میں تمھارے درمیان کوئی جھگڑا کرنا نہیں چاہتا اس لئے آپ کے سخت الفاظ میں نے صبر و سکون سے برداشت کر لئے ہیں اور رب کے حکم کے مطابق میں آپ کے علاقے کے قریب آؤں گا بھی نہیں تاکہ ہمارے درمیان خواہ مخواہ خون خرابہ ہو جائے

بے شک مجھے آپ کی صاحبزادی سے محبت ہے لیکن اگر وہ خودکسی

دوسرے کی خاطر میری درخواست ٹھکرا رہی ہیں تو اب میرے کہنے کو اور کچھ نہیں رہ جاتا۔ میری بہترین تمنائیں اس کے ساتھ ہیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اسے زندگی کی مسرتوں سے مالا مال کر دے۔

میں علاقہ چھوڑ کر جا رہا ہوں چنانچہ اگر آپ میرا فارم خریدنا چاہیں تو وہ میں مناسب قیمت پر آپ کے ہاتھوں فروخت کر دوں گا بلکہ مناسب ہوگا کہ میرا فارم رالف کا نزی خرید لیں اور شادی کے بعد یہاں بس جائیں۔ اگر رالف یا آپ میرا فارم خریدنا چاہتے ہوں تو اسی پیغامبر کے ہاتھ خط بھجوا دیجئے

خدا حافظ

یہ خط سُن کر دوسرے لوگ تو خوش ہو گئے لیکن میں نے سر ہلایا۔ اس خط سے فریب کی بو آ رہی تھی کیونکہ لہجہ بے حد نرم تھا اور یہ بات سوارٹ کی فطرت کے خلاف تھی۔

اس خط کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا گیا چنانچہ پیغامبر چلا گیا لیکن، جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا کہ سسی ہامبا سے ملاقات کرنے کے بعد ہی وہ یہاں سے رخصت ہوا۔ معلوم ہوا کہ اس کے بچے کے علاج کے لئے سسی ہامبا نے اسے جو دوا دی تھی وہ بڑی زود اثر ثابت ہوئی تھی اور اس کا بچہ تندرست ہو گیا تھا۔ چنانچہ یہ پیغامبر اپنے بچے کے تندرست ہونے سے اتنا خوش اور سسی ہامبا کا اتنا احسان مند ہوا تھا کہ وہ نذرانے کے طور پر ایک گائے اپنے گاؤں سے ہنکا لایا تھا سسی ہامبا نے یہ گائے قبول کر لی۔ یہ بہت عمدہ لیکن بے حد اڑیل اور کٹ کھنی گائے تھی اور سبب اس کا یہ تھا کہ اسے اپنے بچھڑے سے چھڑایا گیا تھا — سسی ہامبا نے اس پیغامبر سے ہیر پھیر کر بہت سے سوالات پوچھے لیکن وہ گول گول جواب دے کر چلا گیا چنانچہ یہ پیسٹ تاسٹ وچ ڈاکٹریں کوشش کے باوجود معلوم نہ کر سکی کہ یہ پیغامبر کہاں سے آیا تھا اور یہ کہ وہاں کس راستے سے جایا جاتا تھا۔

اب یہاں میں یہ بتا دینا ضروری سمجھتی ہوں کہ یہ عورت سسی ہامبا کس قدر عیار تھی اور

کتنے آسان اور سیدھے ذریعوں سے وہ باتیں معلوم کرلیتی تھی جو وہ معلوم کرنا چاہتی تھی
وہ اس خفیہ مقام کا محل و قوع معلوم کرنا چاہتی تھی جہاں سے یہ پیغامبر آیا تھا کیونکہ اسے
یقین تھا کہ یہ سوارٹ پیٹ کے خفیہ اڈوں میں سے ایک ہوگا لیکن جب سی ہامبا اس سے
پوچھنے لگی تو وہ بہرہ اور گونگا بن گیا اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا ایسا شخص پورے علاقے
میں نہ تھا جو سوارٹ پیٹ کے اس خفیہ اڈے کے متعلق جانتا ہو۔ اس کے بعد جب سی ہامبا
کو یقین تھا کہ یہ گائے، جو نذرانے کے طور پر اسے دی گئی، اس خفیہ اڈے تک کا راستہ
بتا دے گی بشرطیکہ کوئی ایسا شخص مل جائے جو اس گائے کے پیچھے پیچھے جائے اور راستہ یاد
رکھے۔

جب سی ہامبا کا گھر بار لوٹ کر اسے موت کی سزا سنائی گئی تھی تو اس کے اکثر ملازموں
اور ان لوگوں کو، جو اس عورت کے ساتھ رہتے تھے، سوارٹ پیٹ نے اپنا غلام بنا لیا تھا
لیکن دو یا تین ملازم اسی وقت، یا بعد میں فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے اور ہمارے
فارم کے آس پاس بس گئے تھے کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ ان کی آقا اسی فارم میں مقیم تھی۔
انہی لوگوں میں سے اپنے کام کے لئے اس نے ایک شخص کو منتخب کیا جس کا نام زنٹی تھا۔
حالانکہ یہ زنٹی ایک بیوقوف کے طور پر مشہور تھا لیکن چند معاملات میں عموماً اور راستہ
یاد رکھنے میں خصوصاً بہت ہوشیار تھا۔ جس راستے پر وہ ایک دفعہ چلتا تھا اس کے ایک
ایک ٹیلے، پہاڑ، وادی اور دریا کو یاد رکھتا تھا۔ اس جوان زنٹی کے سپرد یہ گائے کردی
گئی اور سی ہامبا نے اسے ہدایت کردی کہ وہ گائے کو آزاد چھوڑ دے لیکن اس کے پیچھے
لگا رہے اور جہاں جہاں وہ جائے زنٹی بھی جائے چاہے اسے دس دن کا سفر ہی کیوں نہ
کرنا پڑے اور جب وہ دیکھ لے کہ گائے اس کے گھر پہنچ گئی ہے تو زنٹی واپس لوٹ آئے
لیکن اس طرح کہ کوئی اسے دیکھے نہیں اور واپس آکر وہ سی ہامبا کو اس راستے کی پوری
اور تفصیلی رپورٹ دے جس راستے اس نے گائے کے پیچھے پیچھے سفر کیا ہو۔

اب ایسا ہی ہوا جیسا کہ بسی ہامبا نے سوچا تھا۔ دوسرے دن گائے کو آزاد چھوڑ دیا گیا۔ زنٹی اس کے پیچھے لگ گیا۔ اسے ایک کمبل اور اشیائے خورد و نوش کا ذخیرہ دیدیا گیا تھا کہ وہ راستے میں بھوکوں نہ مرجائے۔ گائے ادھر ادھر گھاس چرتی رہی اور جب اس کا پیٹ بھر گیا تو وہ سیدھی ٹیلوں پر جا چڑھی اور پھر برابر ایک سمت میں کبھی چلتی اور کبھی بھاگتی رہی۔ کہیں کہیں رُک کر وہ گھاس چر لیتی۔ زنٹی اس کے پیچھے لگا رہا یہاں تک کہ روشنی بجھ گئی اور رات کا اندھیرا اتر آیا۔ اور تب گائے ایک جگہ بیٹھ گئی۔ زنٹی بھی اس کے قریب بیٹھ گیا۔ اس نے ایک چرمی فیتہ لے کر اپنی کلائی گائے کی دم سے باندھ دی تھی کیونکہ اسے خوف تھا کہ کہیں وہ اندھیرے میں اٹھ کر بھاگ نہ جائے۔

صبح کی پہلی کرن کے ساتھ ہی گائے اٹھ کر آگے، اپنے گھر کی طرف، روانہ ہوئی۔ زنٹی اس کے پیچھے تھا۔ پورے تین دنوں تک وہ دونوں اسی طرح چلتے رہے۔ زنٹی وقتاً فوقتاً جب گائے کے تھن بھر جاتے، دودھ دوہ لیتا تھا۔ تیسرے دن شام کو گائے رات گزارنے کے لئے کسی جگہ نہ بیٹھی بلکہ رات بھر چلتی رہی۔ وہ بار بار عجیب آواز میں ڈکرا رہی تھی۔ اس سے زنٹی نے سمجھ لیا کہ گائے کا گھر قریب آگیا تھا۔

اور اس کا یہ اندازہ غلط نہ تھا کیونکہ جب سورج طلوع ہوا تو زنٹی نے دیکھا کہ وہ ایک کرال کے قریب پہونچ گیا تھا۔ یہ گاؤں اس پہاڑ کی ایک خفیہ وادی میں تھا جس پر وہ اور گائے سفر کر رہے تھے۔ اب زنٹی گائے کے قریب سے ہٹ آیا اور مناسب فاصلے سے اس کے پیچھے چلتا ہوا کرال کے قریب پہونچ کر جھاڑیوں میں چھپ گیا۔ فوراً کرال میں سے گایوں کو چرانے کے لئے باہر نکالا گیا اور زنٹی کی راہبر گائے ڈکراتی ہوئی ان گایوں کی طرف بھاگی۔ اس کی آواز سن کر ایک بچھڑا ریوڑ میں سے نکل کر بھاگتا ہوا آیا اور گائے کے تھنوں میں منہ مارنے اور گائے اسے پیار سے چاٹنے لگی۔

اب زنٹی کا کام، جو اس کے سپرد کیا گیا تھا، پورا ہو چکا تھا اسکے باوجود وہ جھاڑیوں

میں چھپا رہا کیونکہ اس نے سوچا کہ لوٹنے سے پہلے ممکن ہے وہ چند باتیں معلوم کر سکے۔ وہ کمر سیدھی کرنے کے لئے جھاڑیوں میں لیٹ گیا اور چونکہ تھکا ہوا تھا اس لئے سو گیا۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو سورج کافی بلند ہو چکا تھا اور اس نے عورتوں کی آوازیں سنیں جو اس کے کہیں قریب ہی آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ یہ عورتیں جھونپڑی بنانے کے لئے درختوں سے ٹہنیاں کاٹ رہی تھیں۔ زنٹی اٹھا کہ وہاں سے بھاگ جائے لیکن پھر کچھ سوچ کر بیٹھ گیا۔ اس نے سوچا کہ اگر ان عورتوں میں سے کسی نے اسے دیکھ لیا تو وہ کہہ دے گا کہ وہ ایک آوارہ گرد ہے اور راستہ بھول گیا ہے۔ وہ بیٹھا ہی تھا کہ اس نے ایک عورت کو کہتے سنا:۔

"میں پوچھتی ہوں یہ "بل ہیڈ" اس خفیہ کرال میں یہ نئی جھونپڑی کس کے لئے بنوا رہا ہے؟"

اب تو زنٹی کے کان کھڑے ہو گئے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کافروں نے سوارٹ بیٹ کو "بل ہیڈ" (سانڈ کا سالہ) کا خطاب دے رکھا تھا کیونکہ اس کا سر گول تھا اور اسکی آنکھیں خونخوار سانڈ کی طرح خونی تھیں۔

"میں تو نہیں جانتی" دوسری عورت نے جواب دیا جو عمر میں کم اور خاصی قبول صورت تھی" البتہ وہ دوسری بیوی لانا چاہتا ہو تو پتہ نہیں۔ اور اگر وہ واقعی نئی بیوی لا رہا ہے اور اگر اسی کے لئے یہ جھونپڑی تیار کی جا رہی ہے تو پھر وہ کسی بڑے سردار کی بیٹی ہو گی کیونکہ تم جانو مرد کسی معمولی لڑکی کے لئے ایسی شاندار جھونپڑی نہیں بناتے۔"

"شاید ایسا ہی ہو" تیسری بولی" اور میں سمجھتی ہوں کہ بل ہیڈ نے اس لڑکی کی قیمت ادا نہیں کی بلکہ اسے چرا کر لا رہا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اسے اسی خفیہ کرال میں چھپا کر کیوں رکھنا چاہتا ہے؟ بہر حال آنے دو اسے ہمارا ہاتھ ہی بٹا دے گی اور ہمارے کام کا بوجھ ذرا کم ہو جائے گا۔ اور تم جانو بھئی۔۔ اور انٹیاں زیادہ ہوئی تو فصل جلد کرٹے

جاتی ہے:۔

"میں تو سمجھتی ہوں کہ ہماری تعداد اب بھی کافی سے زیادہ ہے" کم عمر اور قبول صورت عورت نے کہا۔ وہ کچھ پریشان نظر آتی تھی۔ وہ سوارٹ بیٹ کی آخری اور چہیتی بیوی تھی اور نہیں چاہتی تھی کہ سوارٹ اس پر پھر نئی بیوی لائے اور اس طرح وہ اپنے شوہر کی نظر سے گر جائے: "ہش! خاموش رہو۔ میں بُل ہیڈ کے گھوڑے کی ٹاپیں سن رہی ہوں وہ اسی طرف آرہا ہے"

اور وہ ٹہنیاں کاٹنے اور انھیں چھیلنے میں بڑی تندہی سے مصروف ہوگئی۔

چند ہی منٹوں بعد زنٹی نے کسی اور کو نہیں بلکہ خود سوارٹ بیٹ کو گھوڑے پر سوار آتے دیکھا۔ وہ عورتوں کے قریب آیا تو انھوں نے اسے "سردار" اور "شوہر" کہہ کر سلام کیا۔

"تم سب کی سب کام چور اور کاہل ہو" سوارٹ نے کہا اور غصّے سے عورتوں کی کی طرف دیکھا۔

"اے ہمارے شوہر! یہ ٹہنیاں مضبوط اور سخت ہیں چنانچہ بڑی مشکل سے کٹتی ہیں" کم عمر اور قبول صورت عورت نے جواب دیا۔

"کیسی بھی ہوں تمھیں انھیں کاٹنا ہے" سوارٹ بیٹ بولا "ورنہ تمھیں پتہ چل جائے گا کہ جب یہ ٹہنی کمر پر پڑتی ہے تو کتنی سخت اور مضبوط ہوتی ہے۔ اگر سات دنوں کے اندر اندر وہ بڑی جھونپڑی تیار نہ ہوگئی تو تم سب کے حق میں بہت برا ہوگا"

"ہم اسے جلد از جلد تیار کر دینے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں" کم عمر عورت نے کہا "لیکن جب وہ تیار ہو جائے گی تو کون رہے گا اس میں"

"کم سے کم تم تو نہ رہو گی" سوارٹ بیٹ نے تلخی سے جواب دیا "کوئی سیاہ فام عورت نہیں رہے گی اس میں کیونکہ اب میں کالی عورتوں سے اکتا گیا ہوں۔ سنو۔ کل

میں اپنے ملازموں کو ساتھ لے کر ایک سردارن کو لانے جا رہا ہوں، ایک سفید فام سردارن کو جو تم پر حکومت کرے گی لیکن اگر تم میں سے کسی نے اس سردارن کی یہاں موجودگی کا ذکر کسی کے سامنے کبھی بھولے سے بھی کیا تو میں اسے سخت سزا دوں گا۔ میں اسے اپنے یہاں سے نکال باہر کروں گا کہ وہ بھوک سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائے۔ سن لیا تم لوگوں نے؟"

"ہاں سن لیا" ان عورتوں نے ایک زبان ہو کر کہا۔

اس کے بعد سوارٹ پیٹ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ ماری اور آگے بڑھ گیا۔

میں کہہ چکی ہوں کہ زنٹی ایک بیوقوف کے طور پر مشہور تھا۔ شاید اس لئے کہ وہ مشقت کے کاموں سے جان چراتا تھا۔ لیکن اگر معاملات میں وہ بہت سے کافروں سے زیادہ ہوشیار تھا اور اس نے بڑی متجسس طبیعت پائی تھی خصوصاً اسے نئے مقامات دیکھنے کا شوق تھا اور اس کا یہ شوق اس وقت تک اور بھی بڑھ جاتا تھا جب یہ مقامات خفیہ ہوں۔ چنانچہ جب اس نے سوارٹ پیٹ سے یہ سنا کہ عورتیں ٹہنیاں خفیہ گراں میں لے جا رہی ہیں تو اس نے بھی ان کے پیچھے پیچھے وہاں جانے کا فیصلہ کر لیا اور یہ کام اس نے ایسی مہارت اور خاموشی سے کیا کہ ان عورتوں کے فرشتوں کو بھی پتہ نہ چلا کہ کوئی ان کا پیچھا کر رہا ہے۔

ابتدا میں تو وہ چکرا گیا کہ یہ عورتیں کہاں جا رہی ہیں کیونکہ وہ سیدھی چٹانی دیوار کے قدموں میں پہونچی جو اس قدر عمودی تھی کہ اس پر پہاڑی بکرا بھی نہ چڑھ سکتا تھا۔ اس عمودی چٹان پر یہاں وہاں سخت جھاڑیاں اُگ رہی تھیں جیسے سور کی پشت پر بال ہوں وہاں پہونچکر عورتوں نے ادھر ادھر دیکھا اور جب انھیں یقین ہو گیا کہ وہاں کوئی نہ تھا تو وہ ان جھاڑیوں کے قریب پہونچیں جو سطح زمین سے کوئی چھ فٹ بلند اوپر تھیں اور وہاں پہونچ کر وہ یوں اچانک غائب ہو گئیں کہ زنٹی، جو انکی طرف دیکھ رہا تھا، حیرت سے آنکھیں ملنے لگا۔

بہرحال چند منٹوں کے انتظار کے بعد وہ آگے بڑھ کر ان جھاڑیوں کے قریب پہونچا تو پتہ چلا کہ ان جھاڑیوں کے پیچھے ایک تنگ شگاف تھا جیا کہ اکثر چٹانوں میں ہوتا ہے۔ اس شگاف کے دوسری طرف ایک راستہ تھا جو چٹان کے اندر ہی اندر پیچ وتاب کھاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور جیسے جیسے آگے بڑھ رہا تھا چوڑا ہوتا جا رہا تھا اور پھر ایک خفیہ میدان میں پہونچ کر ختم ہو گیا تھا۔

یہ میدان یا کرانز بے حد خوبصورت تھا جو چھے ایکڑ میں پھیلا ہوا تھا اور اس کے چاروں طرف بلند اور ناقابل عبور چٹانیں تھیں۔ ان چٹانوں میں سے ایک پر سے آبشار گر رہا تھا جو نیچے ایک گہری جھیل بنا رہا تھا اور اس جھیل میں سے ایک چشمہ نکل کر مستانہ رفتار سے بہ رہا تھا اور اس چشمے کے کنارے پر نئی جھونپڑی بنائی جا رہی تھی اور ایسے رخ کر وہ سورج کی گرم کرنوں سے بہت حد تک محفوظ رہ سکتی تھی۔

زنٹی اپنی کمین گاہ میں دبکا یہ سب کچھ دیکھ اور ذہن نشین کر رہا تھا تو وہ لوگ، جو جھونپڑی بنا رہے تھے، اپنا کام چھوڑ کر شگاف میں سے باہر نکل گئے۔ زنٹی جو کچھ معلوم کرنا چاہتا تھا معلوم کر چکا تھا چنانچہ وہ بھی اس خفیہ کرانز سے باہر آیا اور گھر کی طرف اسی راستے سے چل دیا جو گائے نے اسے دکھایا تھا۔

اب اتفاق ایسا ہوا کہ راستے میں ایک بڑا سا کانٹا زنٹی کے تلوے میں گھس گیا اور اس کا زخم درد کرنے لگا چنانچہ زنٹی آہستہ آہستہ اور رک رک کر سفر کرنے لگا۔ یہ اس کے سفر کی پانچویں رات تھی جب وہ لنگڑاتا ہوا جھاڑیوں کے اس جنگل میں پہونچا جو ہمارے فارم سے دو گھنٹے کی مسافت پر تھا۔ میرا مطلب ہے اگر آدمی گھوڑے پر سفر کرے تو دو گھنٹوں میں وہاں پہنچ سکتا تھا۔ ان جھاڑیوں میں پہونچ کر زنٹی لیٹ گیا اور فوراً ہی سو گیا۔

چند گھنٹوں کی نیند کے بعد خود بخود اس کی آنکھ کھل گئی کیونکہ اشیائے خورد و نوش کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا، وہ بھوکا تھا اور معدے میں بھوک کی اینٹھن اسے سونے نہ دیتی تھی۔ وہ جاگ گیا اور یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جہاں وہ سویا ہوا تھا وہاں سے کچھ دور درختوں میں الاؤ جل رہا تھا۔ وہ ان الاؤ کی طرف چلا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ یہ یا تو مسافر ہوں گے یا چرواہے جو اسے کچھ کھانے کو دے دیں گے۔ لیکن الاؤ کے قریب پہنچ کر وہ ٹھٹھک گیا کیونکہ ایک الاؤ کے قریب سوارٹ پیٹ ٹہل رہا تھا اور وہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر سوارٹ کے آدمی کمبلوں میں لپٹے سو رہے تھے فوراً ایک شخص درختوں کے اندھیرے سایوں میں سے نکل کر الاؤ کی روشنی میں آیا اور اس نے سوارٹ کو سلام کیا۔

"کہو۔ کیا خبر لائے" سوارٹ نے پوچھا۔

"باس" اس آدمی نے کہا "میں ہیر بوتمار کے فارم میں اور پھر اس کے گھر کے دروازے پر پہنچا اور یہ کہہ کر کھانا مانگا کہ میں دور سے آ رہا ہوں اور اپنے لئے ایک لڑکی دیکھنے دوسرے نور کے کرال میں جا رہا ہوں اور یہ کہ بھوکا ہوں۔ گھر میں کوئی نہ تھا چنانچہ ان کے کافر غلاموں نے مجھے کھانا دیا اور میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا ان غلاموں نے آپس میں جو باتیں کیں ان سے معلوم ہوا کہ ہیر بوتمار، اس کی وراؤ، ان کی بیٹی سوزانے اور وہ انگریز لڑکا کانزی، ہیر روزین کے وہاں اس کے بلوکھٹی کے بیٹے کی بپتسمہ کی رسم میں شریک ہونے اس کے گھر گئے ہوئے ہیں۔ یہ ہیر روزین شمال کی طرف اور ان کے فارم سے دو گھنٹے کی مسافت پر رہتا ہے یہ لوگ گزشتہ کل گئے ہیں اور میں نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ یہ لوگ آئندہ کل صبح، اپنے گھر آنے کے لئے روانہ ہوں گے اور اس راستے سے واپس آئیں گے جو ٹائیگرس نیک میں سے ہو کر گزرتا ہے۔ دوپہر سے دو گھنٹے پہلے یہ لوگ ٹائیگرس نیک میں سستانے

کے لئے اپنے گھوڑوں سے اتر جائیں گے۔ میں یہ بتانا بھول گیا تھا باس کہ ان کے ساتھ دو ملازم بھی ہیں جنہیں گھوڑوں کی دیکھ بھال کے لئے ہیر بوتمار نے ساتھ لے لیا ہے۔"

"تو پھر وہ کل چھے آدمی ہوئے" سوارٹ بیٹ نے کہا" اور ان چھے میں دو عورتیں ہیں اور ہم بیس ہیں۔ یہ واقعی بہت اچھا ہے۔ بلکہ اس سے بہتر کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی اور میں جانتا ہوں کہ یہ ٹائیگرس نیک کہاں ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہاں ایک چشمہ ہے جس کے کنارے مسافر گھوڑوں سے اتر کر ستاتے ہیں۔ بہت عمدہ مقام ہے وہ کہ وہاں درختوں اور پتھروں کے پیچھے آدمی آسانی سے چھپ سکتے ہیں اور کوئی انھیں دیکھ نہیں سکتا۔ اچھا اب میری تجویز سن اور سمجھ لو۔ جب ہیر بوتمار والے وہاں ٹائیگرس نیک میں گھوڑوں پر سے اتر کر اپنا کھانا کھا رہے ہوں گے تو تم کافر لوگ ان پر اچانک ٹوٹ پڑو گے۔ لیکن خیال رہے تم لوگ صرف ڈنڈوں اور بھالوں سے مسلح ہو گے۔ اور پھر ہیر بوتمار والوں کا وہ انجام ہو گا جو ان کے لئے مقدر ہو چکا ہے۔"

"باس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان سب کو جان سے مار دیں گے؟" اس شخص نے چونک کر پوچھا۔

"ہاں" سوارٹ بیٹ نے قدرے ہچکچاہٹ کے بعد جواب دیا" سچ تو یہ ہے کہ میں ان لوگوں کی جان لینا نہیں چاہتا لیکن اس کے علاوہ مجھے اور کوئی چارہ نظر نہیں آتا البتہ ہیر بوتمار کی لڑکی کی جان بے شک نہ لی جائے گی ان لوگوں پر صرف کافر حملہ کریں گے کیونکہ اس طرح کسی کو بھی یہ شک نہ ہو گا کہ اس قتل و غارت میں میرا ہاتھ ہے کیونکہ تم کافر لوگ نرے وحشی ہو اور قتل و غارت تمھارا پیشہ بلکہ عادت ہے۔ چنانچہ ان لوگوں کا مرنا بے حد ضروری ہے خصوصاً

اس انگریز نوجوان کا البتہ جہاں تک میرا تعلق ہے اگر ممکن ہوتا تو میں دوسروں کو بخش دیتا لیکن یہ ممکن نہیں کیونکہ اگر وہ لوگ زندہ بچ گئے تو پھر مجھ پر ہی شک کریں گے۔ رہی ہیر بوسمار کی لڑکی تو اس کا تو یہ ہے کہ اگر اسے معمولی سی خراش بھی آگئی تو میں تم میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

"تو اس لڑکی کا ہم کیا کریں؟"

"سنو۔ تم اس پر کمبل ڈال دو گے اور اسے اٹھا کر اس جگہ لے آؤ گے جس کا پتہ میں کل تمھیں بتا دوں گا اور وہاں میں اپنے چند آدمیوں کے ساتھ آکر تم لوگوں سے جھوٹ موٹ لڑائی کر کے گویا اسے بچا لوں گا۔ سمجھ گئے تم؟ اب یہ بتاؤ کہ یہ تجویز کیسی ہے؟"

"ہاں ۔۔ میں نے سنا باس اور میرے خیال میں تجویز تمھارے لیے بہت اچھی ہے لیکن ایک بات بتانا میں بھول گیا تھا اور یہ ایک بات کی تدبیریں الٹ سکتی ہے۔"

"کیا ہے وہ بات؟"

"باس! جب میں وہاں ہیر بوسمار کے فارم میں تھا تو وہاں میں نے اسے دیکھا اس بوڑھی دیو ڈائکٹریس کو جس کا نام سی ہا میا ہے۔ وہ فارم میں جھونپڑی بنا کر رہتی ہے۔ میں اس کے قریب نہیں گیا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس نے مجھے پہچان لیا تھا کیونکہ میں نے ہی اس کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالا تھا۔ اب اگر اس نے مجھے پہچان لیا ہے تو باس کی ساری تجویزیں اور تدبیریں دھری رہ جائیں گی، کیونکہ یہ عورت دلوں کا حال معلوم کر لیتی ہے اور مستقبل میں جھانک سکتی ہے۔ کمال ہے باس کہ جب میں اس کے گلے میں پھندا ڈال رہا تھا تو وہ ہنس رہی تھی اور اس نے کہا تھا کہ میری زندگی کے بہت تھوڑے دن باقی رہ گئے ہیں اور یہ کہ وہ خود بہت برسوں تک زندہ رہے گی۔ باس! دنیا میں میں اگر کسی سے ڈرتا ہوں

تواسی سی ہامبا سے"

"تو وہ ہنسی تھی تم پر کیوں؟" سوارٹ بیٹ نے کہا "لیکن میں اس بوڑھی پر نہیں رہا ہوں کیونکہ میں ہر اس انسان اور ہر اس چیز کو تہس نہس کر دوں گا جو میرے اور سوزانے کے درمیان حائل ہو گی"

"باس! تم عظیم ہو کیونکہ جب کوئی پھل پسند آجاتا ہے تو تم اس کے گرنے کا انتظار نہیں کرتے بلکہ ہاتھ بڑھا کر اسے توڑ لیتے ہو۔"

"بے شک" سوارٹ بیٹ نے فخر سے سینہ پھلا کر کہا "جب کوئی پھل مجھے پسند آتا ہے تو میں اسے توڑ لیتا ہوں جیسا کہ میرا باپ توڑ لیا کرتا تھا۔ جاؤ۔ اب سو رہو جا کر کیونکہ کل تمھاری ہوشیاری اور طاقت کا امتحان ہے۔

یہ باتیں سننے کے بعد زنٹی وہاں سے ہٹ آیا اور اسی وقت فارم کی طرف روانہ ہو گیا لیکن اس کا پیر اسے بہت زیادہ تکلیف دے رہا تھا چنانچہ وہ لنگڑے بیل کی طرح سست رفتاری سے چل رہا تھا۔ کبھی تو وہ ایک ٹانگ پر اچھل اچھل کر چلتا اور کبھی گھٹنوں کے بل رینگنے لگتا چنانچہ اس طرح چلتا ہوا وہ آخر کار صبح کے کوئی ساڑھے آٹھ بجے سی ہامبا کی جھونپڑی میں پہونچا کیونکہ سی ہامبا نے ہی اسے بھیجا تھا۔ وہاں پہونچ کر اس نے سی ہامبا کو سلام کیا اور کھانا طلب کیا۔ سی ہامبا نے فوراً اس کے سامنے کھانا لا رکھا۔

کھانے سے فارغ ہو کر زنٹی نے اپنے سفر کی داستان کا غروں کے انداز میں شروع سے اور بڑی تفصیل سے بیان کرنی شروع کی اور گائے اور اپنے سفر کے ابتدائی حصے میں بہت سا وقت لے ڈالا۔ حالانکہ سی ہامبا اس داستان کا آخری اور ضروری حصہ معلوم کرنے کے لئے بے چین تھی لیکن زنٹی غریب بھی اپنی عادت

ملنے مجبور تھا۔ چنانچہ کئی منٹوں کے بیان کے بعد آخر کار اس نے وہ باتیں لفظ بہ لفظ دہرا دیں جو کوئی آٹھ گھنٹوں پہلے سوارٹ پیٹ اور اس کے کافر ملازم کے درمیان جنگل میں اور الاؤ کے قریب ہوئی تھیں اور زنٹی نے چھپ کر سنی تھیں۔

زنٹی نے ابھی داستان پوری نہ کی تھی کہ سی ہامبا نے اسے خاموش ہو جانے کو کہا اور قریب کھڑے ہوئے ایک شخص کو بلا کر کہا کہ وہ جان کے مشہور کوتل گھوڑے شامیل کو لگام لگا کر فوراً لے آئے لیکن اس پر زین نہ رکھے جان کا یہ گھوڑا شامیل برق رفتاری میں پورے علاقے میں مشہور تھا اور اس گھوڑے کی نسل سے تھا جو لندن کی ریس میں کسی زمانے میں اوّل آیا کرتا تھا۔ میں نہیں جانتی کہ جان نے یہ گھوڑا، جب وہ ٹٹو ہی تھا، کتنی قیمت میں خریدا تھا کیونکہ یہ بات جان نے مجھے کبھی بتائی ہی نہ تھی البتہ یہ ضرور جانتی ہوں کہ جب اس نے یہ گھوڑا خریدا تھا تو اس کے بعد کے ہمارے دو برس بڑی تنگ دستی میں گزرے تھے لیکن اس گھوڑے نے آخر میں ہماری جو خدمت انجام دی ہے اس کے پیش نظر وہ کسی بھی قیمت میں سستا تھا۔

خیر تو آمدم بر سر مطلب۔ سی ہامبا کا یہ حکم سن کر وہ کافر شش و پنج میں پڑ گیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ شامیل جان کا پیارا گھوڑا تھا اور اس پر سوائے جان کے کوئی اور سواری نہ کرتا تھا لیکن سی ہامبا ایک دم سے اچھل کر کھڑی ہو گئی اس کافر کو ایسی غصیلی آواز میں ڈانٹنے لگی کہ وہ کافر آخر کار اس کے حکم کی تعمیل کے لئے روانہ ہو گیا۔ آپ جانئے سی ہامبا ایک عورت تھی اور وہ بھی بونی لیکن سبھی کافر اس کے سحر سے ڈر گئے تھے۔

چنانچہ یوں ہوا کہ اس سے پہلے کہ زنٹی اپنی داستان مکمل کرتا شامیل سی ہامبا کی جھونپڑی کے سامنے سفر کے لئے تیار کھڑا تھا۔ اس کے منہ لگام ضرور تھی لیکن پیٹھ

پر زین نہ تھی۔

"بیوقوف" سسی ہامبا نے دانت پیس کر زنٹی سے کہا "تو نے داستان کا یہ آخری حصہ پہلے بیان کیوں نہ کیا؟ بیوقوف! پانچ انسانوں کی جان اور ایک ہستی کی عزت بچانے کے لئے بہت کم وقت میں طے کرنا ہے۔ آؤ، سوار کر دو مجھے۔"

کافر غلام نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسا لیں اور جھک گیا اور سسی ہامبا اس کی ہتھیلیوں پر پیر رکھ کر شامیل کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو گئی۔ گھوڑا فخر اور خوشی سے ہنہنایا۔ وہ سسی ہامبا کو جانتا، اسے پسند کرتا اور اس سے ہلا ہوا تھا کیونکہ اسی عورت نے اس کی بیماری میں اس کا علاج کیا تھا اور حقیقت میں اس کی جان بچائی تھی۔ سسی ہامبا نے لگام جھٹکی اور شامیل فوراً ہی ہوا ہو گیا اور چند سکنڈ بعد ہی دیکھنے والوں کو ایک بڑا سا داغ زمین سے لپٹا اور دم بدم دور اور غائب ہوتا دکھائی دیا۔ یہ شامیل تھا۔

تیرھواں باب

شامیل کی پہلی دوڑ

راستہ تقریبًا سپاٹ تھا۔ اس میں نہ تو جگہ جگہ چٹانیں اور پتھر تھے اور نہ ہی گڑھے سی ہامبا ایک عمدہ سوار تھی اور شامیل برق رفتار تھا چنانچہ وہ ایک گھنٹہ اور چند منٹوں میں بیس میل کا فاصلہ طے کرکے ٹائیگرس نیک کے دہانے پر پہونچ گئی لیکن یہ گھاٹی، جس کا نام ٹائیگرس نیک یا شیر کی گردن تھا، ایک میل سے زیادہ لمبی تھی اور سی ہامبا شاید جانتی تھی کہ ہم لوگ سوارٹ ہیٹ کے جال میں آچکے تھے اور یہ کہ خود سی ہامبا ہمارے انجام میں شریک ہونے کے لئے آرہی تھی۔ جی ہاں۔ وہ شاید جانتی تھی اس کے باوجود وہ رکی نہیں بلکہ مار مار کر گھوڑے کو آگے بڑھاتی رہی۔ شامیل تھک گیا تھا، وہ ہانپ رہا تھا، گھاٹی میں بکھرے ہوئے پتھروں سے ٹھوکر کھا رہا تھا اور لڑکھڑا رہا تھا اس کے باوجود بھاگتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

وہ موڑ مڑ گئی اور اب وہ مقام اس کے سامنے تھا جہاں مسافر قیام کیا کرتے تھے۔ سی ہامبا نے جلدی سے مگر خوف بھری نظروں سے ادھر ادھر دیکھا لیکن جب ہم لوگ اسے کہیں دکھائی نہ دیئے تو اس کے منھ سے خوشی کی چیخ نکل گئی اور اس نے لگاموں کو ایک جھٹکا دیا کیونکہ اس کی یہ دوڑ محض بیکار ہی ثابت نہ ہوئی تھی۔

عین اس وقت چٹانوں پر سے ایک آواز نے کہا:۔

"یہ تو وہی ڈاکٹریس سی ہامبا ہے جو اُن لوگوں کو خبردار کرنے جارہی ہے۔ خاتمہ کردو اس کا فوراً"

اور ساتھ ہی بندوقیں گرج اٹھیں اور گولیاں سی ہامبا کے آس پاس سے

سنسناتی ہوئی نکلی چلی گئیں۔ ایک گولی نے اس چھڑی کے پرخچے اڑا دئیے جو سی ہاماہا کے ہاتھ میں تھی اور وچ ڈاکٹریس کا وہ ہاتھ سن ہو گیا اور پھر بہت سے کافر چٹانوں کے پیچھے سے نکل کر سی ہاماہا کا راستہ روکنے کے لئے اس جگہ کھڑے ہو گئے جہاں گھاٹی تنگ تھی ان کے ہاتھوں میں بھالے تھے۔ لیکن اس نے نہ آدمیوں کی پروا کی اور نہ بھالوں کی اور گھوڑا بے دھڑک ان کی طرف بھگا دیا۔ شامیل سیدھا ان لوگوں کی طرف آیا اور بجلی کی سی تیزی سے ان کے درمیان سے نکلا چلا گیا۔ چار پانچ بھالے اُس کی طرف پھینکے گئے لیکن صرف ایک بھالا گھوڑے کے لگا اور اسے زخمی کر گیا۔ زخم اس کے شانے پہ آیا تھا اور ہلکا سا تھا۔

چار یا پانچ منٹ بعد جب ہم اپنے کافر ملازموں کے ساتھ بڑے اطمینان سے گھاٹی کے دہانے کی طرف بڑھ رہے تھے تو ہمیں دور سے شامیل بھاگ کر ہماری طرف آتا دکھائی دیا۔ وہ پسینے میں تربتر تھا اور اس کے منہ سے کف کے غبارے ٹپک رہے تھے۔ اس کے شانے سے خون بہہ رہا تھا اور آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور نتھنے پھیل گئے تھے اور اس کی ننگی پشت پر وہ چھوٹی عورت بیٹھی ہوئی تھی، اس کے ایک ہاتھ میں پھٹی ہوئی چھڑی تھی اور وہ خوف و تھکن سے دائیں بائیں جھکی پڑ رہی تھی۔

"میرے خدا!" جان نے کہا "یہ تو سی ہاماہا ہے۔ اور وہ میرے گھوڑے شامیل پر سوار ہے۔"

اس اثنا میں سی ہاماہا ہمارے قریب آ چکی تھی۔

"واپس لوٹ جاؤ۔ واپس۔ واپس" وہ چیخی "گھاٹی میں موت تمھارا انتظار کر رہی ہے۔"

سی ہاماہا کا لہجہ ایسا تھا اور اس کے بشرے سے کچھ ایسے جذبات عیاں

تھے کہ ہم نے کچھ پوچھے بغیر اپنے گھوڑوں کا رخ پھیرا اور انھیں شامیل کے پیچھے بھگا دیا۔ آدھے میل کا راستہ طے کرنے کے بعد ہم گھاس کے ایک کھلے میدان میں پہونچے اور یہاں ہم نے اپنے گھوڑوں کی لگامیں کھینچ لیں۔

اس میدان میں پہونچ کر شامیل ایک دم سے رک گیا تھا۔ اب یہ میں نہیں جانتی کہ اپنی مرضی سے یا خود سی ہامبا نے لگام کھینچ کر اسے روک لیا تھا۔ شامیل نرسل کی طرح کانپ رہا تھا اور سی ہامبا اس کی گردن سے لپٹی ہوئی تھی اور اس کی ٹانگوں پر خون کی لکیریں بہ رہی تھیں کیونکہ مسلسل اور تیز سواری کرنے کی وجہ سے سی ہامبا کی رانوں کی جلد گھوڑے کی کھال سے رگڑ کھا کر پھٹ گئی تھی۔ رالف اپنے گھوڑے پر سے اتر کر اس کی طرف لپکا اور اس نے سی ہامبا کو گھوڑے پر سے اتار کر زمین پر لٹا دیا۔ سوزانے نے جان کی بوتل میں سے برانڈی کے چند قطرے ویچ ڈاکٹریس کے حلق میں ٹپکائے تو اس کے بشرے پر سے تھکن کے آثار قطرے دور ہوئے۔

"اگر یہ مشروب زیادہ ہو تمھارے پاس" سی ہامبا نے کہا، "تو تھوڑا سا شامیل کو بھی پلا دو کیونکہ اس نے تم سب کی جانیں بچائی ہیں اور وہ مجھ سے زیادہ تھکا ہوا ہے۔"

"بڑی عقلمندی کی بات کہی ہے" جان نے کہا۔

اور پھر اس نے رالف اور کا نر ملازموں سے کہا کہ وہ بچی ہوئی شراب گھوڑے کے حلق میں انڈیل دیں۔ جان کے حکم کی تعمیل کی گئی اور میں سمجھتی ہوں کہ اس برانڈی نے ہی شامیل کی جان بچائی کیونکہ جب تک شراب اس کے حلق میں نہ انڈیلی گئی تھی تب تک ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کا دل پھٹ جائے گا۔

"سی ہامبا!" جان نے کہا۔ "اب بتاؤ کہ تم میرے بہترین گھوڑے پر کیوں سوار ہوئیں اور کیوں اسے بھگا بھگا کر ادھ موا کر دیا؟"

"یہ میں ابھی ابھی بتا چکی ہوں، اے ابابیل کے باپ" سی ہامیا نے جواب دیا۔ "نہیں کہا میں نے کہ تمھیں موت سے بچانے کے لئے؟ کوئی سوا گھنٹے پہلے مجھ سے کہا گیا ___ ہاں ___ وہاں تمھارے فارم میں چند الفاظ مجھ سے کہے گئے اور دیکھو میں یہاں آگئی ہوں اور میں نے یہ بہیں میل کا سفر اس طرح طے کیا ہے کہ دوبارہ اسی طرح سفر کرنے کی میرے دل میں کوئی خواہش نہیں ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ آئندہ سو برسوں میں کبھی کوئی شخص اس طرح سواری نہ کرے گا جس طرح کہ میں نے کی ہے اور اتنی تیزی سے سفر نہ کرے گا جس طرح کہ میں نے کیا ہے۔"

"موت ___ سوارٹ پیٹ اور اس کے کافر ساتھیوں کے ہاتھوں تم تینوں اور تمھارے دو کافر غلاموں کے لئے موت ___ اور جو تھی ہستی ___ میں ابابیل کے لئے وہ محبت جو اس خاتون کو پسند نہیں ہے ___ ہاں اپنے باپ اور ماں اور اپنے محبوب منگیتر کے قاتل کی محبت جو اس پر جبراً لادی جائے گی۔"

اور ہم حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے لیکن سوزان نے دوڑ کر سی ہامیا کو اپنے سینے سے لگا لیا اور اس کا ماتھا اور رخسار چومنے لگی۔

"ابابیل" سی ہامیا نے مسکرا کر کہا "میں تمھاری احسانمند ہوں مقروض ہوں۔ اور اس قرض کی یہ پہلی قسط میں ادا کر رہی ہوں اور بقیہ قسطیں آئندہ ادا کرنے والی ہوں۔"

اور پھر سی ہامیا نے پوری سرگزشت بیان کر دی۔ چنانچہ یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ سوارٹ پیٹ اور اس کے آدمی نہیں آرہے ہم سب اسی جگہ جھک گئے اور ہم نے اس خدا کا شکر یہ ادا کیا جس نے ہماری حفاظت کی تھی اور ہمیں بچایا تھا اور جو سب سے بڑا حفاظت کرنے والا اور بچانے والا ہے لیکن

سی ہامبا نہ جھکی کیونکہ وہ کافر تھی اور سوزانے کے علاوہ کسی کو نہ پوجتی تھی۔
"تمھیں اس گھوڑے کی بھی پوجا کرنی چاہیئے" سی ہامبا نے کہا "کیونکہ اگر اس کی ٹانگیں اتنی تیز نہ ہوتیں تو میں عین وقت پر تمھارے پاس نہ پہنچ پاتی"

"یہ تم کفر کے کلمات بک رہی ہو سی ہامبا" میں نے کہا "یہ خدا ہی ہے جس نے گھوڑے کی ٹانگیں بنائی ہیں اور یہ خدا ہی ہے جس نے تمھارے دماغ میں اس پر سوار ہونے اور ہمیں خبردار کرنے کی بات ڈال دی"

اور اتنا کہہ کر میں خاموش ہو گئی۔ میرا جی تو چاہتا تھا کہ اس وقت اس کے سامنے خدا کی حمد کروں اور سی ہامبا کے کافرانہ خیالات کا رد پیش کروں۔ لیکن یہ اس کا وقت تھا اور موقع۔

اس کے بعد ہم مشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کیا جائے۔ طے پایا کہ ہم اس طویل راستے سے گھر کی طرف جائیں جو گھاس کے کھلے میدانوں کی طرف سے گذرتا تھا۔ ان میدانوں میں نہ چٹانیں تھیں اور کوئی ایسی جگہ جہاں سوارٹ پیٹ یا اس کے آدمی چھپ سکتے۔ رالف چاہتا تھا کہ ہم سیدھے گھاٹی میں گھس کر سوارٹ پیٹ اور اس کے آدمیوں پر حملہ کر دیں لیکن جان نے کہا کہ یہ پاگل پن تھا کیونکہ ہم کم تھے اور وہ لوگ زیادہ تھے اس کے علاوہ وہ پتھروں کے پیچھے دبک کر ہم پر گولیاں چلا سکتے تھے۔ چنانچہ ہم نے سوارٹ پیٹ کو اس کے حال پر ہی چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا اور دوسرے لمبے راستے سے بخیر وخوبی اسی رات گھر پہنچ گئے راستے بھر ہمیں سی ہامبا کو اٹھانا پڑا تھا کیونکہ وہ تھکن اور رانوں کے زخموں سے نڈھال ہو رہی تھی پھر شامیل کا زخم بھی خشک ہو کر اسے تکلیف دینے لگا تھا چنانچہ وہ بھی بھاگ نہ سکتا تھا۔ بہرحال چند دنوں میں ہی یہ گھوڑا تندرست ہو گیا کیونکہ ابھی اور بڑی خدمت انجام دینا اس کے لئے مقدر ہو چکا تھا لیکن اس کا ذکر میں اپنے وقت پر کروں گی۔

رالف اور جان کو سوارٹ پیٹ پر اتنا غصہ تھا کہ وہ پاگل ہو رہے تھے اور اس

کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنا چاہتے تھے لیکن قانون کا راستہ طویل اور کٹھن تھا کیونکہ قریبی مجسٹریٹ پورے سو میل دور رہتا تھا اور اس کے سامنے سوارٹ ہیٹ کو پیش کرنا آسان نہ تھا اس کے علاوہ یہ بات بھی تھی کہ سوارٹ ہیٹ کے خلاف ہمارے پاس کوئی ثبوت اور گواہ نہ تھا سوائے زنٹی کے جس نے سب کچھ دیکھا اور سُنا لیکن اس کی گواہی کو کوئی اہمیت نہ دی جاتی۔ پھر ہم پر کوئی حملہ نہ کیا گیا تھا۔ بے شک سی ہامبا پر گولیاں چلائی گئی تھیں لیکن یہاں پھر اس کا کوئی ثبوت نہ تھا کہ یہ گولیاں سوارٹ ہیٹ کے آدمیوں نے چلائی تھیں اس کے برخلاف یہ کہا جا سکتا تھا کہ سی ہامبا پر یہ حملہ ان بھاگے ہوئے کافر غلاموں نے کیا ہوگا جو پہاڑوں اور جنگلوں کو اپنا مسکن بنائے ہوئے تھے اور جو مسافروں کو مار کر ان کا سامان اور گھوڑے اپنے قبضے میں کر لیتے تھے۔ اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے دشمن نے کسی دلال کے ذریعہ اپنا فارم ایک اجنبی کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا اور اپنی جائداد فروخت کرنے کی وجہ یہ بتائی تھی کہ وہ افریقہ کے اس حصّے سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو رہا تھا۔

چنانچہ اس کے بعد سے بے شک ہمیں سوارٹ ہیٹ کی صورت نظر نہ آئی لیکن ہم اس کے ہاتھ کا بوجھ محسوس کرتے رہے کیونکہ اس واقعہ کے بعد سے ہمارے مویشی چرائے جانے لگے اور دوسری مشکلات بھی ہم پر نازل ہوتی رہیں۔ سی ہامبا نے اپنے پر اسرار طریقوں سے معلوم کر لیا کہ ان سب میں سوارٹ ہیٹ کا ہاتھ تھا۔ وہ اپنے دور کے اور خفیہ بھٹ میں بیٹھا کافروں کے ذریعہ یہ کام کروا رہا تھا اور پھر اس نے ایک اور پالنسہ پھینکا ——— معلوم ہوا کہ اس میں بھی سوارٹ ہیٹ کا ہاتھ تھا۔ یعنی یہ کہ کسی نہ کسی طرح اس نے رالف کے لئے یہ حکم بھجوا دیا کہ وہ کافروں کی بغاوت فرو کرنے کے لئے ایک دور افتادہ علاقے میں دوسرے لوگوں کے ساتھ جائے۔ کافی بھاگ دوڑ اور بہت زیادہ روپیہ خرچنے کے بعد ہم نے رالف کو اس مصیبت سے نکال لیا۔

یہ پریشانیاں، جو سوارٹ پیٹ ایک یا دوسرے ذریعہ سے ہم پر نازل کر رہا تھا آخر کار ایسی ناقابل برداشت ہو گئیں کہ میں نے گھبرا کر جان سے کہا کہ اب مناسب ہوگا کہ ہم اپنا گھر بار چھوڑ کر ٹرانکی سے روانہ ہو جائیں اور کہیں دور دراز ایسی جگہ بس جائیں جہاں سوارٹ پیٹ کا ہاتھ نہ پہنچ سکے۔ لیکن جان نے میری یہ بات نہ مانی۔ کیونکہ اسے یہ جگہ بے حد پسند تھی۔ اس نے ایک ایک اینٹ جمع کر کے گھر بنایا تھا اور محض سوارٹ پیٹ کے خوف سے وہ اپنا یہ گھر چھوڑنا نہ چاہتا تھا جس کے گارے میں اس کا پسینہ ملا ہوا تھا۔

البتہ میری ایک بات اس نے مان لی اور وہ یہ کہ رالف اور سوزانے کی شادی جلد از جلد کر دی جائے کیونکہ اس نے سمجھ لیا تھا کہ جب تک کہ وہ دونوں میاں بیوی نہ بن جائیں گے تب تک سوارٹ پیٹ نہ خود چین سے بیٹھے گا اور نہ ہمیں بیٹھنے دے گا جب اس کا ذکر رالف اور سوزانے سے کیا گیا تو انھوں نے کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ میں تو سمجھتی ہوں کہ وہ دونوں دل ہی دل سوارٹ پیٹ کو دعا دے رہے ہوں گے کہ اس کی شرارتوں کی وجہ سے ان کی شادی جلد ہونے والی اور ان کی دیرینہ آرزو پوری ہونے والی تھی۔

طے پایا کہ رالف اور سوزانے کی شادی کا معاملہ فی الحال راز میں رکھا جائے مبادا یہ بات سوارٹ پیٹ کے کانوں تک پہونچ جائے اور وہ سوزانے کو چرائے جانے کی ایک آخری اور بے دھڑک کوشش کر بیٹھے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ یہ بات سوارٹ پیٹ کو معلوم ہو گئی ہے۔ حالانکہ میں آج تک یہ معلوم نہ کر سکی کہ یہ بات اس تک کیسے پہونچ گئی۔ البتہ میرا خیال ہے کہ شادی کی رسم ادا کرنے کے لئے ہم نے جس پادری کو بلایا تھا وہ ٹرایا توئی اور ریٹ کا ہلکا تھا۔ حالانکہ ہم نے اسے خبردار کر دیا تھا کہ وہ اس بات کا ذکر کبھی بھولے سے بھی کسی کے سامنے نہ کرے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے فارم تک کے دو دن کے سفر میں اس کمبخت نے رالف اور سوزانے کی شادی کے متعلق کچھ بک دیا راستے میں۔

ہم سب یہی چاہتے تھے کہ رالف اور سوزانے کی شادی کے بعد بھی ہم سب ساتھ ہی رہیں البتہ رالف اور سوزانے کا گھر ہمارے گھر سے الگ ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمارے گھر میں مزید ایک شادی شدہ جوڑے کے لئے جگہ نہ تھی اس کے علاوہ میں یہ بھی نہ چاہتی تھی کہ شادی کے بعد سوزانے ہمارے ساتھ، میرا مطلب ہے ایک ہی گھر میں رہے کیونکہ دیکھا گیا ہے اکثر اس کا انجام ساس بہو یا ساس داماد یا ماں بیٹی کے سخت جھگڑوں پہ ہوتا ہے اور پھر دونوں کی ہی، یعنی نئے بیاہتا جوڑے اور ساس سسر کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ میں تو بھئی دنیا کی ہر ماں کو مشورہ دیتی ہوں کہ جب ان کا بیٹا بیوی لے آئے تو اسے اور اپنی بہو کو ہنسی خوشی الگ کر دیں اس طرح ساس بہو اور ماں بیٹے اور ان کی اولاد کے دل میں بھی اپنے بزرگوں کی عزت و محبت قائم رہے گی اور کبھی کسی کا دل میلا نہ ہو گا۔

خیر تو آمدم بر سر مطلب جان نے رالف اور سوزانے کے لئے ایک نیا گھر بنا دینے کا فیصلہ کیا۔ اس کے لئے اس نے جو جگہ پسند کی وہ ہمارے گھر سے زیادہ دور نہ تھی اور طے پایا کہ وہ تین مہینوں کے لئے، یعنی جب تک یہ نیا گھر بن نہیں جاتا، رالف اور اسکی بیوی میری ایک بھتیجی کے وہاں چلے جائیں۔ میری اس بھتیجی کا فارم بہت عمدہ تھا اور ہم اکثر وہاں جایا کرتے تھے۔ چند وجوہات کی بنا پر جان کی یہ تجویز ہم سب کو پسند آئی اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ میرے خیال میں نیا بیاہتا جوڑا ایک عرصے کے لئے اپنے بزرگوں سے دور اور آزاد رہے تو میاں بیوی میں محبت بڑھتی ہے کیونکہ اپنے بزرگوں کے سامنے وہ نہ تو کھل کر آپس میں بات چیت کر سکتے ہیں اور نہ ہی آزادی سے مل کر بیٹھ سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ وجہ بھی تھی کہ ہمارے خیال میں رالف اور سوزانے پیٹ اور اس کی دست رس سے جتنے زیادہ دور رہیں اتنا ہی اچھا ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ ہم سوارٹ پیٹ کی شیطنیت سے واقف نہ تھے چنانچہ ہم نے سمجھ لیا تھا بلکہ یقین کر لیا تھا

کہ جب رالف اور سوزانے کی شادی ہو جائے گی تو وہ انھیں پریشان نہ کرے گا۔ اور یہ ہماری غلطی تھی جس کا خمیازہ ہمیں آخر کار بھگتنا پڑا۔

آخر کار شادی کے ایک دن پہلے کی شام آگئی اور اس کے ساتھ وہ پادری بھی آگیا جو شادی کا خطبہ پڑھنے والا اور رالف اور سوزانے کو ایک نہ ٹوٹنے والے بندھن میں باندھ دینے والا تھا۔ پادری تھکا ہوا اور بھوکا تھا اس کے باوجود وہ مسکرا رہا تھا اور ایک ایک کو دعائیں دے رہا۔

رات کو ہم سب نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا تھا اور ہم سب بے حد خوش تھے اور ہنس بول رہے تھے۔ رالف اور سوزانے کی خوشی کا تو ظاہر ہے کہ کوئی ٹھکانا نہ تھا لیکن وہ نہ ہنس رہے تھے اور نہ بول رہے تھے بلکہ بیٹھے ایک دوسرے کی صورت تک رہے تھے اور ان کی آنکھوں میں پیار تھا۔ اور ایک دوسرے پر قربان ہو جانے کا جذبہ تھا۔

سونے جانے سے پہلے میں گھر سے باہر آئی کیونکہ مجھے یاد آیا کہ وہ کپڑے اب تک جھاڑیوں پر ہی پھیلے ہوئے تھے جو سوزانے نے دھو کر وہاں سکھانے کے لئے ڈال دیئے تھے۔ میں وہ کپڑے سمیٹنے باہر آئی تھی کیونکہ خوف تھا کہیں راتوں رات کافر عورتیں انھیں چرا نہ لے جائیں۔ یہ کپڑے گھر سے کچھ دور اور سی ہاما کی جھونپڑی کے قریب جھاڑیوں پر ڈالے گئے تھے۔ چونکہ چاندنی رات تھی اس لئے میں لالٹین لئے بغیر ہی باہر آگئی تھی۔

جب میں ان جھاڑیوں کے قریب پہونچی تو ٹھٹھک گئی۔ میں کسی کے گانے کی آواز سن رہی تھی۔ یہ آواز، جو بے حد شیریں اور ہلکی تھی، ان جھاڑیوں میں سے آرہی تھی جو چند قدم کے فاصلے پر تھیں۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ یہ کون عورت تھی۔ کیونکہ آواز عورت کی ہی تھی ــــ اور اس وقت کیوں گا رہی تھی، میں دبے پاؤں ایک درخت کے قریب پہونچی اور اس کے سائے میں رہ کر اور اس کے تنے کے پیچھے سے جھانک کر دیکھا۔

جھاڑیوں کی آغوش میں ایک چھوٹی سی کھلی جگہ تھی جس میں گھاس اُگ رہی تھی اور وہاں ایک پتھر پر سی ہامبا اسی طرح بیٹھی ہوئی تھی کہ اس کا چہرہ تو چاندنی میں حیرت انگیز طور پر چمک رہا تھا لیکن اس کا بقیہ جسم جھاڑیوں کے سایوں میں چھپا ہوا تھا۔ اس کے سامنے ایک دوسرا پتھر تھا اور اس پتھر پر ایک بڑا سا چوبی پیالہ رکھا ہوا تھا۔ ایسے بڑے پیالے کافر لوگ پورے ایک مہینے کی محنت سے اور درختوں کے تنے کاٹ کر بناتے ہیں ۔ اس پیالے میں پانی بھرا ہوا تھا جو چاند کی روشنی میں چمک رہا تھا۔ سی ہامبا اس پیالے میں دیکھ رہی تھی اور وہ گیت گا رہی تھی جس کا ایک لفظ بھی میری سمجھ میں نہ آرہا تھا۔

چند ثانیوں بعد ہی وہ سیدھی ہو بیٹھی۔ اس کے بشرے سے خوف و ہراس کے آثار عیاں تھے جیسے اس نے اس پیالے میں کوئی بھیانک چیز دیکھ لی ہو۔ اس نے گانا بند کر دیا، اپنے دونوں ہاتھوں میں چہرہ ڈھنک لیا اور کراہنے اور کچھ کہنے لگی۔ ایک نام بار بار اسی کے منھ سے نکل رہا تھا یعنی سوزانے کا "لقب" ابابیل"

اور میں نے سمجھ لیا کہ سی ہامبا نہ جادو آزما رہی تھی جس کی وہ ماہر تسلیم کی جاتی تھی حالانکہ اس نے ہمیشہ ساحرہ ہونے سے انکار ہی کیا تھا۔ میں نے سوچا کہ آگے بڑھ کر اسے یہ شیطانی کام کرنے سے روک دوں لیکن پھر میرا تجسس میرے مذہبی جذبات پر غالب آگیا اور میں نے سوچا کہ آخر میں بھی تو دیکھوں کہ سی ہامبا نے اس پیالے میں ایسی کون سی بات دیکھی تھی جس کا تعلق میری بیٹی سوزانے سے تھا۔

چنانچہ میں درخت کے پیچھے سے نکل کر سی ہامبا کے سامنے پہونچی اور پوچھا:۔

"سی ہامبا! اتنی رات گئے اور اس تنہا مقام میں تم کیا کر رہی ہو؟"

میں بڑی خاموشی سے آئی تھی۔ سی ہامبا نے مجھے نہ تو آتے دیکھا تھا اور نہ سنا تھا اس کے باوجود وہ نہ چونکی، نہ خوفزدہ ہوئی اور نہ چیخی بلکہ اس نے میری طرف دیکھا

"اے ابابیل کی ماں" اس نے میری طرف دیکھے بغیر کہا" ابابیل ابھی کنواری ہے چنانچہ میں اپنے طور پر اس کی قسمت کا حال معلوم کر رہی ہوں۔ اور دیکھو! اس میں دیکھ رہی ہوں میں اس کی قسمت"

اور اس نے پیالے کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ پیالے میں صاف پانی بھرا ہوا تھا، اسی کی تہ میں سفید ریت بچھی ہوئی تھی اور اس ریت پر آئینے کے پانچ ٹوٹے ہوئے ٹکڑے رکھے ہوئے تھے۔ ان ٹکڑوں کو بڑی مہارت سے گھس کر گول یعنی روپے یا اشرفی کی شکل کا، بنایا گیا تھا۔ ان میں کا سب سے بڑا ٹکڑا انگریزی سکے کراؤن کے جتنا تھا۔ یہ بڑا ٹکڑا پیالے کے عین مرکز میں رکھا ہوا تھا۔ اس سے لگا کر جو ٹکڑا رکھا ہوا تھا وہ نصف کراؤن جتنا تھا اور اس کے دائیں بائیں اور اس سے ذرا دور دو دوسرے ٹکڑے رکھے ہوئے تھے اور پھر آخری اور سب سے چھوٹا ٹکڑا اس جگہ رکھا ہوا تھا جہاں پیالے کی دیواریں پیندے سے ملتی تھیں۔

"ابابیل" سی ہامبا نے آئینے کے دو بڑے ٹکڑوں کی طرف اشارہ کیا" اور ابابیل کا شوہر۔ اور یہ دائیں بائیں ابابیل کی ماں اور باپ ہیں۔ یہ اس طرف، ابابیل کے قدموں میں، یہ چھوٹی سی، سی ہامبا ہے، ابابیل کی کنیز۔ یہ ٹوٹے ہوئے آئینے مجھے ان کی صورتیں دکھاتے ہیں جن کے نام پر میں نے انھیں پیالے میں رکھا ہے اور انھیں میں نے اس ترتیب سے رکھا ہے جس ترتیب سے آسمانوں میں ان ہستیوں کی قسمت کے ستارے ہیں"

یہ سن کر میں دل ہی دل میں کانپ گئی کیونکہ مجھے اس عورت کے جادو سے خوف آتا تھا لیکن بظاہر میں ہنسی اور میں نے کہا:۔

"سی ہامبا! آئینے کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں سے بچوں کا یہ کھیل کھیلنے تم یہاں آئی ہو؟ ہاں لیکن یہ کھیل انھیں وہ کہانی بتا سکتا ہے جن میں پڑھنے کی قوت ہو" سی ہامبا

نے ذرا بھی غصّہ کئے بغیر اس طرح کہا جیسے وہ حقیقت سے واقف ہو اور مجھے نری جاہل سمجھتی ہو۔

"تو پھر کہو ان ٹکڑوں سے کہ مجھے کہانی دکھائیں اور میں تم پر اور تمھاری باتوں پر یقین کر لوں گی" میں نے ایک بار پھر ہنس کر کہا۔

سی ہامبا نے نفی میں سر ہلا کر جواب دیا۔

"یہ میرے اختیار سے باہر ہے کیونکہ اے خاتون! تمھارے پاس وہ دیکھنے والی نظر ہی نہیں۔ لیکن اپنے شوہر کو یہاں لے آؤ اور شاید وہ یہ کہانی یا اس کا کچھ حصّہ پڑھنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

سی ہامبا کی یہ بات سن کر مجھے غصّہ آگیا۔ میں اپنے شوہر سے واقف تھی اور جانتی تھی کہ میرے مقابلے میں اس کی عقل اور سمجھ بوجھ بچّوں کی سی ہے۔ لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ مجھے گھر میں نہ پا کر جان مجھے تلاش کرتا ہوا اس طرف آنکلا چنانچہ میں نے آواز دے کر اسے بلا لیا اور پورا واقعہ خوب نمک مرچ لگا کر بیان کیا کیونکہ میرا خیال تھا کہ وہ غصّے ہو کر نہ صرف سی ہامبا کو برا بھلا کہے گا بلکہ اس کا جادو کا پیالہ بھی ایک ٹھوکر مار کر الٹ دے گا۔

لیکن جب تک میں جان کو یہ باتیں بتاتی رہی تب تک سی ہامبا اپنی ہتھیلی پر ٹھوڑی رکھے اس کی طرف دیکھتی رہی اور میں سمجھتی ہوں کہ میرا شوہر تقریباً شروع سے ہی اس پراسرار عورت کے اثر میں آگیا تھا۔ بہرحال وہ غصّے نہ ہوا البتہ اس نے یہ کہا کہ میں یہ باتیں پادری سے نہ کہوں کیونکہ وہ سخت متعصب اور تنگ نظر آدمی تھا اور پھر اس نے سی ہامبا سے کہا کہ وہ جان کو اس پیالے کا کمال دکھائے اس پر سی ہامبا نے جان سے کہا کہ وہ گھٹنوں کے بل جھک کر پیالے میں دیکھے جان نے ایسا ہی کیا۔ اس تمام عرصے میں سی ہامبا نے ایک سکنڈ کے لئے بھی جان کے چہرے

پر سے اپنی نظریں نہ ہٹائیں۔ جان، سی ہا مبا کی ہدایت کے مطابق، پیالے پر اس طرح جھک گیا کہ اُس کا سایہ پیالے اور اس میں بھرے ہوئے پانی پر نہ پڑ رہا تھا۔

"اے ابابیل کے باپ" سی ہا مبا نے کہا۔ "جو کچھ تم اس پیالے میں دیکھو ہمیں بتاتے جاؤ۔"

چنانچہ جان نے بے حد نیچی آواز میں کہنا شروع کیا کہ آئینے کے ایک ٹکڑے میں سوزانے اور دوسرے میں اسے رالف دکھائی دے رہا تھا۔ اور تیسرے میں خود وہ، چوتھے میں اسکی بیوی اور پانچویں میں سی ہا مبا نظر آرہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ سب کیا کر رہے ہیں۔ لیکن میرے اس سوال کا جواب وہ صاف طور سے نہ دے سکی چنانچہ میں نے سوچا کہ ہم لوگوں کی تصویریں آئینے کے ان ٹکڑوں پر سی ہا مبا نے بنا رکھی ہونگی۔

"اور کیا دیکھ رہے ہو تم ؟" سی ہا مبا نے پوچھا۔

"پانی میں مجھے ایک سایہ نظر آرہا ہے" جان نے جواب دیا" ایک کالا سایہ اور یہ سوارٹ ہیٹ کے سر کی طرح ہے جیسے کالے کاغذ سے تراشا گیا ہو۔ یہ سایہ پھیل رہا ہے — ہاں۔ اس نے شیشوں میں نظر آتے ہوئے سارے چہروں کو اس نے تقریباً ڈھنک لیا ہے۔ میں نے کہا ہے تقریباً لیکن پوری طرح سے نہیں کیونکہ اس سائے کے نیچے کچھ واقعات ہو رہے ہیں جنھیں میں سمجھ نہیں سکتا۔ اب یہ سایہ سمٹ رہا ہے اور اب سایہ اتنا چھوٹا ہو گیا ہے کہ صرف اس شیشے کو ڈھنک رہا ہے جس میں مجھے تمھاری صورت نظر آرہی ہے سی ہا مبا — اور اسی سائے میں سے مجھے یہ ٹکڑا سرخ دکھائی دے رہا ہے — اور ہاں۔ اس کے ارد گرد کا پانی بھی سرخ ہو گیا ہے اور

اب اس پیالے میں کچھ نہیں ہے۔"

اور جان اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ خوف سے اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا اور اس کے ماتھے پر پسینہ تھا۔ اس نے اپنی جیب سے رومال نکال کر پسینہ پونچھا اور کہا:۔

"میرے خدا! بے شک یہ جادو ہی ہے"

"لاؤ۔ میں دیکھتی ہوں" میں نے کہا۔

اور میں پیالے میں جھانکنے لگی لیکن مجھے کچھ نظر نہ آیا سوائے پانی، ریت اور آئینے کے پانچ ٹکڑوں کے چنانچہ میں نے جان سے کہا:۔

"تم نرے بے وقوف ہو کہ ایک کافر عورت بھی تمھیں الو بنا لیتی ہے"۔

لیکن جان نے میری بات سنی ان سنی کر کے سی ہامیا سے پوچھا۔

"جو کچھ میں نے دیکھا اس کا مطلب کیا ہے سی ہامبا؟"

"ابابیل کے باپ" سی ہامبا نے کہا "اس پیالے میں جو میں نے دیکھا وہی تم نے بھی دیکھا البتہ مجھے چند باتیں زیادہ نظر آئی تھیں، کیونکہ میری نظر تمھاری نظر سے زیادہ تیز ہے۔ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ لیکن میں اس کا پورا مطلب بتانے سے قاصر ہوں کیونکہ اس قسم کی تصویریں ذرا نامکمل سی ہوتی ہیں کیونکہ وہ مستقبل کا خلاصہ تو بیان کر دیتی ہیں لیکن اسے تفصیلی طور پر سامنے نہیں لاتی۔ بہرحال یہ بات تو یقینی ہے کہ سوارٹ پیٹ کے ہاتھوں ہم سب پریشان ہونے والے ہیں اور ہم سب پر کوئی مصیبت آنے والی ہے کیونکہ اس کا سایہ ہم سب کے عکسوں پر پڑا ہے لیکن یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ اس کا سایہ تم سب پر سے ہٹ گیا ہے لیکن میری تصویر پر قائم رہا ہے اور مجھے خون کی طرح سرخ کر رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سب لوگ تو آخر میں بچ جاؤ گے لیکن میں سوارٹ پیٹ کے یا اس کے ذریعہ سے ماری

جاؤں گی۔ خیر۔ اگر یونہی لکھا ہے قسمت میں تو بے شک یونہی ہوگا لیکن میں نے اس پیالے میں جو زیادہ باتیں دیکھی ہیں ان کی بنا پر تمھیں یہ مشورہ دیتی ہوں کہ فی الحال کانزی اور ابابیل کی شادی ملتوی کر دو کیونکہ جب ان کی شادی ہو جائے گی تو ان واقعات کا سلسلہ شروع ہو جائے اور ہ آغاز یہاں سے نہیں وہاں سے ہوگا جہاں تم ان دونوں کو شادی کے بعد بھیج دو گے۔"

جب میں نے یہ الفاظ سنے تو مارے غصے کے میرا خون کھولنے لگا۔

"کیا؟" میں نے چیخ کر کہا" جب تمام تیاریاں ہو چکی ہیں اور پادری بھی آگیا ہے تو ہم شادی ملتوی کر کے اپنی ہنسی اڑوائیں گے اور وہ بھی محض اس لئے کہ یہ سیاہ فام بوڑھی پانی میں جھانک کر الٹی سیدھی باتیں بیان کرتی ہے؟ اور جان! تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ کافر عورت کے جھوٹ پر ایمان لے آئے ہو؟ میں یہاں کی مالکن ہوں، یہاں میرا حکم چلتا ہے اور میں ایسی کافرانہ باتوں کو برداشت نہ کروں گی۔ اگر ہمیں پیالوں میں جھانکنا اور کافروں کی باتوں سے خوفزدہ ہونا ہے، تو مناسب ہوگا کہ ہم مرجائیں۔ لیکن نہیں۔ ہمیں خدا نے اس دنیا میں بھیجا ہے چنانچہ ہمیں دنیوی مصائب اور پریشانیوں کا مقابلہ بہر حال کرنا ہے۔ ان سے ڈرنا اور ان سے بھاگنا بزدلی ہے جسے خدا پسند نہیں کرتا مجھے خدا اور اس کی ذات پر بھروسہ ہے اور میں سوارٹ پیٹ سے نہیں ڈرتی چنانچہ یہ شادی ہوگی اور کل ہی ہوگی جیسا کہ طے ہو چکا ہے۔"

"خوب کہا" جان نے کہا" تو میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا"

لیکن اس کے ماتھے پر اب بھی پسینہ تھا اور چہرے سے پریشانی ٹپک رہی تھی۔

"بیوی!" چند ثانیوں کے بعد جان نے کہا" خدا کے لئے ان باتوں کا ذکر کسی سے نہ کرنا خصوصاً پادری سے ورنہ وہ مجھ پر کفر کا فتویٰ لگا دے گا"

"ہاں۔ ہاں۔ بہت عمدہ بات کہی ہے" سی ہامبا نے کہا" لیکن نظر بہر حال نظر ہے

اور جو دیکھنے کی قوت رکھتے ہیں وہ بہت کچھ دیکھ لیتے ہیں۔ اے ابابیل کی ماں اور باپ! تم نے سچ کہا۔ پانی میں جو کچھ تم نے دیکھا وہ محض ایک شعبدہ تھا اور ایسے ہی شعبدے دکھا کر میں اپنا پیٹ پالتی ہوں اور تم واقعی عقلمند ہو کہ تم نے میری شعبدہ بازی پہچان لی اور میرے اس شعبدے کا تمھارے دلوں پر کوئی اثر نہ ہوا ہو کیونکہ تمھارا ذاتا وہ ہے جو آسمانوں پر ہے۔ کچھ خیال نہ کرنا۔ بھول جاؤ جو تم نے دیکھا ہے۔ یہ تو جھوٹ ہے۔ جھوٹ ہے۔"

اور اس نے ایک ٹھوکر مار کر پیالہ الٹ دیا۔ پانی بہہ گیا اور آئینے کے ٹکڑے زمین پر گر گئے۔ سی ہامبا نے یہ ٹکڑے اٹھا کر اپنی چرمی تھیلی میں رکھ لئے۔

اور پھر میں اور جان اپنے گھر کی طرف چل دئیے لیکن درختوں کے جھنڈ میں سے گزرتے وقت میں نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا۔ سی ہامبا چاندنی میں کھڑی ہوئی تھی، اس کا منہ اوپر اٹھا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور وہ ہاتھ مل رہی تھی۔

اور تب پہلی دفعہ ایک انجانا خوف میرے دل میں جاگزیں ہو گیا۔

چودھواں باب

شادی

رالف اور سوزانے کی شادی کی شفاف صبح طلوع ہوئی۔ ایسی شفاف صبح میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ بہار کا موسم تھا چنانچہ درخت نئے پتوں سے اور میدان تازہ گھاس سے ڈھک گئے تھے اور جگہ جگہ خود رو رنگ برنگے پھول کھلے ہوئے تھے۔ ہلکی ہلکی بہتی ہوئی ہوا گھاس کی پتیوں اور پھولوں کی پنکھڑیوں پر سے شبنم کے موتیوں کو زمین پر ٹپکا رہی تھی اور گھنی جھاڑیوں میں فاختائیں چونچیں ملا رہی تھیں۔ برآمدے کے چھجے تلے سرخ سینے والی ابابیلوں کا ایک جوڑا پچھلے کئی دنوں سے اپنا گھونسلہ بنا رہا تھا اور آج ان کا گھونسلہ مکمل ہو رہا تھا۔ میں ابابیلوں کے اس جوڑے کی طرف دیکھ رہی تھی کیونکہ یہ پرندے میرے دوست تھے اور جب پرواز کرتے اور میرے ارد گرد منڈلاتے تھے تو ان کے بازو میرے گالوں کو چھو جاتے تھے۔ عین اس وقت انھوں نے گھونسلے کی تعمیر بند کر دی یا شاید وہ اسے مکمل کر چکے تھے۔ وہ دونوں اڑ کر قریب کے درخت پر جا بیٹھے اور ایک دوسرے کی محبت اور خوشی سے سرشار ہو کر چہچہانے لگے۔

عین اسی وقت سی ہامبا میرے قریب آگئی جیسے وہ کوئی خاص بات کہنے آئی ہو۔

"ابابیل اور اس کا جیون ساتھی" سی ہامبا نے میری نظر کا تعاقب کرتے اور ٹہنی پر جھولتے ہوئے پرندوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں" میں نے جواب دیا کیونکہ اس کی یہ بات مجھے نیک شگون معلوم ہوئی تھی" وہ دونوں اپنا گھونسلہ بنا چکے ہیں اور اب خدا کا شکر ادا کر رہے ہیں کہ اپنے اس گھر میں ہنسی خوشی رہیں گے اور اپنے بچوں کی پرورش کریں گے"

ابھی یہ الفاظ میرے منہ سے نکلے ہی تھے کہ دھوپیلی زمین پر ایک سایہ نظر آیا۔ یہ ایک بھورے رنگ کا عقاب تھا جو چھوٹے پرندوں کا شکار کرتا ہے۔ اس نے اپنے بازو بند کر کے ابابیلوں کی طرف غوطہ لگایا۔ ان میں سے ایک نے عقاب کو جھپٹتے دیکھ لیا اور وہ ٹہنی پر سے نیچے اتر آئی لیکن دوسری ابابیل کو عقاب نے دبوچ لیا اور فوراً ہی آسمان کی نیلاہٹوں میں بلند ہونے لگا۔ ابابیل کا ساتھی عقاب کے گرد اگرد چکر لگانے اور چیخنے لگا لیکن عقاب نے اپنے شکار کو نہ چھوڑا۔ وہ اسے اپنے پنجوں میں دبائے اوپر ہی اوپر اٹھتا چلا گیا۔

"ہائے میری ابابیل" میں نے کہا "ظالم عقاب میری ابابیل کو لے گیا"

"نہیں۔ دیکھو" سی ہامبا نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

میں نے اوپر نظر کی۔ ایک کالا پہاڑی کوا ہمارے گھر کے پیچھے سے نمودار ہو کر عقاب کے قریب پہونچا اور اسے چونچیں مارنے لگا یہاں تک کہ عقاب اپنا بچاؤ کرنے پر مجبور ہو گیا چنانچہ اس نے اپنا شکار چھوڑ دیا۔ ابابیل اپنے ساتھی کے ساتھ پھڑپھڑاتی ہوئی زمین پر آگئی اور عقاب اور کوا آپس میں لڑتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اوپر اٹھتے چلے گئے یہاں تک کہ آسمان کی نیلاہٹوں میں گم ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

میں تقریباً بھاگتی ہوئی برآمدے کی سیڑھیاں اتر کر وہاں پہونچی جہاں ابابیل پڑی ہوئی تھی۔ لیکن سی ہامبا مجھ سے پہلے وہاں پہنچ کر ابابیل کو اپنے ہاتھ میں اٹھا چکی تھی۔

"عقاب کی چونچ نے اسے زخمی کر دیا ہے" سی ہامبا نے ابابیل کے سینے کے پروں پر خون کے ایک چھوٹے سے داغ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "لیکن اس کی کوئی ہڈی نہیں ٹوٹی ہے اور میں سمجھتی ہوں یہ زندہ رہے گی۔ آؤ، ہم اسے اس کے گھونسلے میں رکھ دیں اور اس کی تیمارداری اس کے ساتھی اور قدرت پر چھوڑ دیں۔"

اور یہی ہم نے کیا اور زخمی ابابیل چند دنوں تک گھونسلے میں پڑی رہی اور اس

کا ساتھی مکھیاں پکڑ کر لاتا اور اسے کھلاتا رہا۔ اور جب زخمی ابابیل تندرست ہوگئی تو وہ دونوں نئے گھر کی تلاش میں وہاں سے پرواز کر گئے اور کبھی واپس نہ آئے۔

"تم مجھ سے کچھ کہنے آئی ہو سی ہامبا؟" جب ہم ابابیل کو اس کے گھونسلے میں رکھ چکے تو میں نے کہا۔

"باس سے کہوں یا تم سے بات ایک ہی ہے" سی ہامبا نے کہا۔

"کہو جو کہنا ہے"

"میں ایک سفر پر روانہ ہو رہی ہوں۔ میری اپنی سواری کے لئے تو ایک گھوڑا ہے میرے پاس جو باس نے مجھے اس دن کے بعد انعام میں دیا تھا جب میں نے تم لوگوں کو خبردار کرنے کے لئے میگرس نیک میں آئی تھی۔ اس کالے گھوڑے کا علاج میں نے کیا تھا لیکن اپنا ضروری سامان لادنے اور زنٹی کی سواری کے لئے مجھے ایک اور جانور کی ضرورت ہے کیونکہ زنٹی اس سفر میں میرے ساتھ چل رہا ہے۔ تمھارے جانوروں میں ایک بھورا خچر ہے جسے تم لوگ بہت کم استعمال کرتے ہو کیونکہ وہ شریر ہے لیکن یہ خچر بڑا ہی طاقتور ہے اور زنٹی اس سے نہیں ڈرتا۔ اب تم یہ خچر میرے ہاتھ فروخت کردو گی؟ ایک کافر کی بیوی کو تندرست کر کے میں نے اپنی فیس کے طور پر دو گائیں اس سے وصول کی ہیں۔ خچر کی قیمت تین گائیں ہیں لیکن میرے پاس صرف دو گائیں ہیں اور میں اس کی قیمت میں یہی دو گائیں دے سکتی ہوں"۔

"میں وہاں جاؤں گی جہاں میری آقا شادی کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ جائے گی" سی ہامبا نے جواب دیا۔

"سوزانے نے تمھیں اپنے ساتھ آنے کو کہا ہے؟"

"نہیں۔ ظاہر ہے کہ خوشی کے ایسے موقع پر ابابیل کو میرا خیال بھی نہ آئے گا اور اسے یہ پرواہ نہ ہوگی کہ میں کہاں آئی اور کہاں جاتی ہوں۔ فکر نہ کرو۔ میں ابابیل کو

نہ پریشان کروں گی اور نہ ہی اس پر بوجھ بنوں گی۔ میں اس کے پیچھے جاؤں گی اور اس وقت تک اس کی نظر سے اوجھل رہوں گی جبتک کہ اُسے میری ضرورت نہیں پڑجاتی"

میں نے سوچا کہ سی ہامبا کو ڈانٹ دوں۔ اس لئے نہیں کہ اس کی تجویز مجھے پسند نہ تھی بلکہ اس لئے کہ میں مالکن تھی اور اگر ایسا انتظام کوئی ضروری تھا تو میں کر سکتی تھی۔ میرا خیال ہے کہ سی ہامبا نے میری دلی کیفیت معلوم کر لی اور اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتی خود اس نے جواب دیا اور وہ بھی عجیب ڈھنگ سے۔ یعنی اس طرح کہ پہلے اس نے ابابیل کے گھونسلے کی طرف، پھر اس ٹہنی کی طرف جس پر کچھ دیر پہلے دونوں پرندے بیٹھے تھے اور پھر آسمان کی طرف دیکھا۔

"وہ کالا کوا تھا جس نے عقاب کو بھگا دیا" سی ہامبا نے یوں کہا جیسے وہ کسی دوسری بات کے متعلق سوچ رہی ہو "میری آنکھیں تمھاری آنکھوں سے تیز ہیں اس لئے میں سمجھتی ہوں کہ عقاب نے کوّے کو مار ڈالا یا ان دونوں نے ایک دوسرے کو مار ڈالا۔ بہرحال میں نے اس پہاڑ کے پیچھے دونوں کو گرتے دیکھا تھا"

اور اب میرا جی چاہا کہ میں سی ہامبا پر برس پڑوں کیونکہ اگر مجھے دنیا میں کسی چیز سے سخت نفرت تھی تو وہ سی ہامبا کی یہ پرندوں اور شگونوں کے متعلق احمقانہ باتیں تھیں۔ لیکن میں سی ہامبا پر غصہ نہ کر سکی۔ شاید اس کالے کوّے کی خاطر۔ ظالم عقاب نے اس ابابیل کو پکڑ لیا تھا جس سے مجھے محبت تھی اور اسے اطمینان سے کھانے کے لئے اپنے گھونسلے کی طرف لے جارہا تھا لیکن اس کالے کوّے نے ابابیل کی جان بچائی تھی۔ اب یہ واقعات پرندوں میں ہو سکتے ہیں، تو پھر انسانوں میں بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ انسان بھی آپس میں ایک دوسرے کا شکار کر لیتے ہیں۔

"سی ہامبا" میں نے کہا "لے جاؤ خنجر پاس سے میں کہہ دوں گی۔ رہی تمھاری دونوں گائیں تو وہ تمھیں مبارک ہوں۔ جب تک تم واپس نہ آؤ گی تمھاری یہ دونوں گائیں

ہمارے مویشیوں کے ساتھ چرتی رہیں گی اور ہمارے چرواہے ان کی بھی رکھوالی کریں گے۔"

"میں تمھارا شکریہ ادا کرتی ہوں اے ابابیل کی ماں" سسی ہامبا نے کہا۔

اور جب وہ جانے کے لئے پلٹی تو میں نے اسے روک کر پوچھا۔

"کوئی بات سنی ہے تم نے سسی ہامبا جس نے تمھیں خوفزدہ کر دیا ہے؟"

"میں نے کوئی بات نہیں سنی ہے اس کے باوجود میں خوفزدہ ہوں"

"تو پھر تم بیوقوف ہو کہ ایک بے بنیاد خوف کی وجہ سے سفر پر روانہ ہو رہی ہو"

"یونہی سہی۔ لیکن میں جاؤں گی ضرور"

"تمھاری مرضی۔ نظر رکھنا میری بیٹی پر"

"فکر نہ کرو۔ میں اس وقت تک نظر رکھوں گی جب تک کہ میرے گھٹنے بے جان اور آنکھیں بے نور نہیں ہو جاتیں"

اور وہ چلی گئی اور اس کے بعد کئی طویل اور اکتا دینے والے مہینوں تک ہم نے اس کی صورت نہ دیکھی۔ آہ! سوزانے میری پرنواسی۔ اگر یہ وچ ڈاکٹریس سسی ہامبا نہ ہوتی تو آج تم یہاں بیٹھی یہ کہانی نہ لکھ رہی ہوتیں اور تمھاری شکل و صورت پچاس برس پہلے کی سوزانے سے اتنی ملتی جلتی ہوئی نہ ہوتی۔

شادی ٹھیک دوپہر کے وقت ہونے والی تھی اور حالانکہ میں ضروری انتظامات میں مصروف تھی اس کے باوجود وہ صبح مجھے اتنی طویل معلوم ہوئی کہ اپنی عمر میں کبھی کوئی صبح اتنی طویل معلوم نہ ہوئی تھی۔ میں نہیں جانتی کہ ایسا کیوں تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ صبح کبھی ختم نہ ہوگی اور بارہ کبھی نہ بجیں گے۔ اور پھر جہاں بھی میں کسی کام کے سلسلے میں جاتی رالف مجھ سے ٹکرا جاتا۔ وہ اپنا نیا لباس پہنے بے مقصد اِدھر اُدھر

بھٹک رہا تھا اور اس کے پیچھے ہی پیچھے جان ہوتا جس نے اپنے ہاتھ میں نئی ہیٹ لے رکھی تھی۔

اور جب باورچی خانے میں ان دونوں سے میری مڈبھیڑ ہو گئی تو میں برداشت نہ کر سکی۔

"یہ کیا حماقت ہے؟" میں نے چیخ کر کہا "جہاں جاتی ہوں تم دونوں سے ٹکرا جاتی ہوں۔ اب یہاں کیوں آئے ہو؟"

"میرے خدا!" جان نے کہا "اری نیک بخت اس لئے یہاں آئے ہیں کہ ہمارے لئے کوئی اور جگہ ہے نہیں"

"کیا مطلب؟"

"نشست گاہ کو شادی گاہ بنایا جا رہا ہے اور اس کے بعد وہیں کھانا کھایا جائے گا چنانچہ وہاں ہر چیز ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر گھسیٹی جا رہی ہے......"

"تو پھر رالف کے کمرے میں جاؤ"

"وہاں پادری صاحب بیٹھے کچھ لکھ رہے ہیں"

"تو میرا کمرہ کہاں بھاگ گیا ہے؟" میں نے پھنکار کر کہا۔

"اس میں سوزانے کبھی اپنا نیا لباس پہن رہی ہے حتیٰ کہ برآمدے اور اصطبل میں بھی کاغذ بھرے ہوئے ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ہم کہاں جائیں؟"

"کیا مصیبت ہے؟ میں کہتی ہوں تم چھکڑے پر سامان وغیرہ ہی......"

رالف نے فوراً میری بات کاٹ دی۔

"اماں! چھکڑا تیار ہے" وہ بولا "اس میں سامان بھرا جا چکا ہے اور اس خوف سے اس میں بیل بھی جوت دیئے ہیں کہ کہیں عین وقت پر وہ بھاگ نہ جائیں۔"

"تو پھر جا کر چھکڑے میں بیٹھو اور پائپ پیتے رہو۔ وقت آنے پر میں تمھیں

بلا لوں گی۔"

اور وہ دونوں شرم سے سُرخ چہرے لئے باہر چلے گئے۔ رالف آگے تھا اور جان اس کے پیچھے۔

ٹھیک بارہ بجے میں انھیں بلانے گئی وہ دونوں چھکڑے کے صندوق پر خاموش بیٹھے چمنیوں کی طرح بے تحاشہ پائپ کا دھواں اڑا رہے تھے۔

"رالف چلو" میں نے کہا "تمھاری شادی کی مُبارک گھڑی آگئی ہے"

اور رالف اٹھ کر گھر کی طرف آیا۔ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا اور وہ یوں لڑکھڑا رہا تھا جیسے اس نے پی رکھی ہو۔ جان حسب معمول اس کے پیچھے تھا اور وہ اب تک پائپ پھونک رہا تھا جیسے وہ منہ سے نکالنا بھول گیا تھا۔

خدا جانے کیوں اس شادی کی تفصیلات مجھے یاد نہیں ہیں۔ غالباً اس لئے کہ وہ میرے حافظے سے مٹ گئی ہیں یا شاید اس لئے کہ ان یادوں پر بعد کی بہت سی یادیں آپڑی ہیں اور یہ تفصیلات ان یادوں تلے دب گئی ہیں۔

مجھے جو کچھ یاد ہے وہ یوں ہے کہ سوزا نے اس چھوٹی سی میز کے سامنے کھڑی ہوئی تھی جس کے پیچھے پادری اپنی کتاب لئے کھڑا تھا۔ سوزا نے نے سفید لباس پہن رکھا تھا جو اس کے بدن پر پھنس کر آیا تھا اور بھلا معلوم ہوتا تھا۔ آج کل کی بوبڑ دلہنیں انگریز لڑکیوں کی تقلید میں اپنے چہرے پر جالی دار نقاب ڈال لیتی ہیں لیکن سوزا نے کے چہرے پر ایسی نقاب نہ تھی۔ وہ اپنے ہاتھ میں سفید پھولوں کا ایک گلدستہ لئے ہوئے تھی۔ یہ پھول کمیاب تھے اور انھیں سی ہامیا کسی گھاٹی میں سے خاص سوزا نے کے لئے توڑ کر لائی تھی۔ سوزا نے کا رنگ بھی زرد ہو رہا تھا یا خدا جانے کمرے کی ناکافی روشنی میں ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ لیکن اس کے ہونٹ بیر بہوٹی کی طرح سرخ تھے اور جب اس نے قریب کھڑے ہوئے رالف کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں

میں حیرت انگیز چمک تھی۔

خطبہ پڑھا گیا، چند الفاظ کہے گئے، دلہا اور دلہن نے ایک دوسرے کی انگلی میں انگوٹھی پہنائی، ان دونوں نے ایک دوسرے کے ہونٹ چومے اور اب وہ انسانوں اور خدا کے نزدیک میاں بیوی تھے اور میں ایسی مسرت محسوس کر رہی تھی کہ اپنی زندگی میں کبھی محسوس نہ کی تھی۔

میں سمجھی کہ چلو شادی ہو گئی لیکن نہیں پادری صاحب اب نو بیاہتا کو نصیحت کرنا چاہتے تھے چنانچہ وہ پند و نصائح کے دریا بہانے لگا۔ انھوں نے میاں بیوی کے حقوق اور فرائض کا اور دوسری بہت سی باتوں کا ذکر کیا یہاں تک کہ، جیسی کہ مجھے توقع تھی وہ بچوں کے مسئلے پر آگئے اور اب میں برداشت نہ کر سکی۔

"بس، مقدس باپ، بہت ہوا" میں نے کہا "جن کی شادی کو ابھی پانچ منٹ بھی نہ ہوئے ہوں ان کے سامنے بچوں کا ذکر نازیبا سی ہی بات ہے"

میری اس سرزنش کا پادری صاحب نے یقیناً برا مانا ہوگا، لیکن اس کا اثر یہ ضرور ہوا کہ ان کی تقریر بے حد مختصر ہو کر فوراً ہی ختم ہو گئی اور تب میں نے کافرلانٹو سے کھانا لانے کو کہا۔

کھانا بہت تھا اور عمدہ تھا اور یہی حال شراب کا بھی تھا اس کے باوجود یہ دعوت ایسی لب شاش نہ تھی جیسی کہ شادی کی دعوت کو ہونا چاہئے۔ اول تو پادری صاحب ہی کچھ خفا تھے کیونکہ میں نے ان کے وعظ کو بیچ میں سے ہی کاٹ دیا تھا اور آپ جانئے جب بھی کوئی پادری خفا ہوتا ہے تو سامنے والوں کا مزا کرکرا کر دیتا ہے۔ پھر جان نے جام اٹھا کر نئے بیاہتا جوڑے کی خوشی کا جام پینے کی تجویز پیش کرنی چاہی لیکن ناکام رہا الفاظ اس کے حلق میں پھنس کر رہ گئے۔ جان محفلوں میں بولنے کا عادی نہ تھا۔ قصہ مختصر اس نے حسب معمول اپنے آپ کو بیوقوف ثابت کر دیا اور اس کی کھوپڑی کی خالی

جگہیں "ہمیشہ کی طرح مجھے پُر کرنی پڑیں۔

خیر تو میں بہت دیر تک بڑی عمدگی سے بولتی رہی یہاں تک کہ ایک منحوس سیکنڈ میں میں اپنے آپ سے باہر ہو گئی اور رالف کے متعلق کہہ بیٹھی کہ اسے خود خدا نے ہمارے پاس بھیجا تھا اور یہ کہ اس کے والدین کے متعلق ہم کچھ نہ جانتے تھے اس پر جان نے مجھے ٹوکا۔

"بیوی! یہ کیا جھوٹ بک رہی ہو معلوم ہوتا ہے شراب تمہارے دماغ پر چڑھ گئی ہے۔

میرے دماغ پر شراب چڑھی ہو یا نہ چڑھی ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس نے جان کو "عقل سلیم" ضرور بخش دی تھی کہ اس نے عین وقت پر مجھے ٹوک دیا۔ اس وقت تو میں خاموش ہو رہی کیونکہ سب کے سامنے میں اپنے شوہر سے جھگڑا نہ کرنا چاہتی تھی لیکن بعد میں اس موضوع پر میں نے اس سے خوب جم کر بحث کی اور سب کے سامنے مجھے جھوٹی کہنے پر اسے خوب جھاڑا۔ خوش قسمتی سے پادری نے، میں نے رالف کے متعلق بات کہی تھی، اس پر کوئی دھیان نہ دیا کیونکہ وہ خفا تھا اور خود اپنے ہی متعلق سوچ رہا تھا۔

اور پھر سوزانے نے اپنے باپ کے گردن میں بانہیں ڈال دیں اور رونے لگی "میرے خدا!" میں نے ایک دم سے غصے ہو کر کہا" اب اس لڑکی کو یہ کیا ہو گیا ہے؟ اس لڑکی کو وہ شوہر ملا ہے جسے حاصل کرنے کے لئے وہ خود بے تاب تھی اور اس کے بعد پہلا کام وہ یہ کر رہی ہے کہ خوش ہونے کے بجائے رو رہی ہے۔ اگر میں نے اپنی شادی کے موقع پر ایسی بدشگونی کی ہوتی تو میرا شوہر میرے کان کھینچتا۔ اور خدا بہتر جانتا ہے کہ میں اپنے شوہر کی اس زیادتی کو معاف کر دیتی۔

پادری کو ایسا موقع خدا دے۔ وہ ایک دم سے جیسے بیدار ہو گیا۔

"ورائڈ بوئمار!" اس نے الو کی طرح آنکھ جھپکتے ہوئے کہا "اب یہ میرا فرض ہوجاتا ہے کہ آپ کو اپنی بدتمیزی اور قابلِ اعتراض زبان کا احساس دلاؤں اور موقع محل کو نظر انداز کرتے ہوئے آپ کو اپنی غلطی سے آگاہ کروں اور آپ کو اس گناہ سے بچالوں جس کی مرتکب آپ شعوری یا غیر شعوری طور پر ہو رہی ہیں۔ خدا نے حضرت موسیٰ کو جو اس احکامات دیئے تھے ان میں کا تیسرا حکم شاید آپ نہیں جانتیں اس لئے میں بتا رہا ہوں"۔

اور اس نے نیچی آواز میں نہ صرف اس احکامات میں کا تیسرا حکم بیان کیا بلکہ اس کی تفسیر بھی بیان کر دی۔

مجھے یاد نہیں کہ میں نے کیا جواب دیا البتہ یہ ضرور یاد ہے کہ پادری اپنے دونوں ہاتھ سر سے اوپر اٹھائے کمرے سے یوں بھاگ رہا تھا جیسے دوزخ کے سارے شیاطین اس کے پیچھے لگ گئے ہوں۔ عمر میں پہلی دفعہ پادری کو "جیسے کو تیسا" مل گیا تھا اور میں جانتی ہوں کہ بعد میں جب بھی وہ میرا ذکر کسی کے سامنے بھی کرتا، تو بڑے احترام سے کرتا۔

اس کے بعد کی تفصیلات مجھے کچھ یاد نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ نئے بیاہتا جوڑے کی روانگی کا وقت آیا۔ سوزانے نے کہا کہ سی ہامبا کو بلایا جائے تاکہ وہ اس سے رخصت ہولے۔ لیکن تلاش کے باوجود سی ہامبا کہیں نہ ملی تو سوزانے کو بہت غصہ آیا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ سی ہامبا کا یہ خیال، جس کا اظہار اس نے میرے سامنے کیا تھا، کس قدر غلط تھا کہ جب سوزانے کی شادی ہو جائے گی تو وہ اس بوڑھی ترچ ڈاکٹریس کو بھول جائے گی۔

سوزانے نے ہم سب کو بوسہ دیا اور ہم سے رخصت ہوئی اور الوداع کہی ہائے! کیا پتہ تھا کہ یہ واقعی الوداع تھی — وہ اس چھکڑے کے قریب پہونچی

جس میں بہترین نسل کے کالے بیل جتے ہوئے تھے۔ لیکن سوزانے اور رالف چھکڑے میں سفر کرنے والے نہ تھے کیونکہ ان کی سواری کے لئے گھوڑے تیار کھڑے تھے۔ عین وقت پر جان کے دماغ پر چڑھی ہوئی شراب کھدبدانے لگی اور وہ اڑ گیا کہ رالف کی سواری کے لئے وہ اپنا گھوڑا شامیل اسے دے گا۔ قارئین بھولے نہ ہوں گے کہ یہ وہی گھوڑا تھا جس کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر ہی ہامبا ہمیں خبردار کرنے ٹائیگرس نیک میں آئی تھی اور جس نے بیس میل کا فاصلہ ایک گھنٹہ میں طے کیا تھا۔ جان کی اس ضد سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ جب خدا کسی کا بھلا چاہتا ہے تو وہ بے وقوفوں کے دماغ میں بھی ایک خاص بات ڈال دیتا ہے کیونکہ بعد میں جان کی یہ ضد بڑی کارآمد ثابت ہوئی اور شامیل نے ایک عظیم خدمت انجام دی۔

قصہ مختصر رالف اور سوزانے سب سے رخصت ہوئے اور رالف نے کہا کہ وہ جلد ہی واپس آجائیں گے ــــ اور ان دونوں میں سے ایک واقعی بہت جلد واپس آگیا ــــ اور پھر وہ دونوں روانہ ہو گئے۔ جان انھیں پہلی منزل تک رخصت کرنے گیا جو سمندر کے قریب اور ہمارے فارم سے چودہ میل دور تھی۔ اس جگہ انھیں رات بسر کرنی تھی۔

جب یہ لوگ چلے گئے تو میں اپنی خوابگاہ میں آئی اور بستر پر بیٹھ کر رونے لگی کیونکہ سوزانے کی جدائی میرے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔ حالانکہ اس وقت میرا خیال یہی تھا کہ یہ جدائی عارضی اور صرف چند دنوں کے لئے تھی اس کے باوجود میرا دل غمزدہ تھا اور آنسو تھے کہ اُمڈے چلے آرہے تھے۔ اس کے علاوہ پادری سے میرے جھگڑے نے بھی مجھے اداس کر دیا تھا۔

دل کا غبار ہلکا ہوا تو میں سوزانے کی خوابگاہ کی صفائی کرنے لگی اور یہ کام اور بھی زیادہ اداس کر دینے والا تھا۔ اور پھر جان نیچے بیاہتا جوڑے کو ایک گھنٹے

کی مسافت تک پہنچا کر واپس آگیا اور ہم دونوں بیٹھ کر اس نئے مکان کے متعلق باتیں کرنے لگے جو ہم رالف اور سوزانے کے لئے بنانے والے تھے۔ ہم فوراً اٹھ کر اس جگہ گئے جہاں یہ مکان تعمیر کیا جانے والا تھا اور ہم زمین ناپنے اور چوبی کھونٹے گاڑنے میں مصروف ہو گئے اور اس طرح شام تک ہمارا دھیان بٹا رہا۔ دن ختم ہو رہا تھا جب جان مویشیوں کو دیکھنے اور میں رات کا کھانا تیار کرنے چلی گئی۔

اس رات ہم جلد ہی اپنی خوابگاہ میں چلے گئے اور چونکہ دن بھر کے تھکے ہوئے تھے اس لئے فوراً ہی سو گئے اور بے خبر سوتے رہے یہاں تک کہ رات کے ایک بجے ان پیغامبروں کی چیخ پکار سے ہماری آنکھ کھل گئی جو بڑی بھیانک خبر لے کر آئے تھے۔

پندرھواں باب

سمندر میں لوٹ جاؤ

سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پہلے رالف اور سوزا نے اپنی پہلی منزل پر بجرۂ خوبی پہونچ گئے۔ میں اس جگہ سے بجرۂ خوبی واقف ہوں۔ یہ ایک چھوٹا سا اور گھاس سے ڈھنکا ہوا بے حد خوبصورت میدان تھا جس کے چاروں طرف پہاڑ سر بلند کئے تھے اور ان پہاڑوں کی ڈھلانیں اور گھاٹیاں بھی گنجان درختوں اور جھاڑیوں سے ڈھنکی ہوئی تھیں۔ یہ میدان پانچ سو قدم سے زیادہ چوڑا نہ تھا اور اس کے ایک کنارے پر جو چٹانیں تھیں وہ زیادہ بلند نہ تھیں ان چٹانوں کے دوسری طرف سمندر تھا جس کی گرج میدان میں قیام کرنے والوں کو صاف سنائی دیتی تھی۔

بیلوں کو چھکڑے میں سے کھول کر چرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا، کافران کی نگہبانی کے لئے ذرا دور بیٹھ گئے، چھکڑا چلانے والے نے سامان کھول کر کھانا پکانے کے برتن نکالے اور خشک لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلائی۔ سوزا نے رات کا کھانا پکایا اور ان دونوں نے خدا کا شکر ادا کر کے کھایا۔

کھانے سے فارغ ہو کر رالف اور سوزا نے اس نرمل چشمے کے کنارے ٹہلنے لگے جو میدان میں سے گزرنے کے بعد چٹان کی چوٹی پر سے ایک آبشار کی شکل میں سمندر میں گر رہا تھا۔ وہاں پہونچکر وہ چٹان کے کنارے پر بیٹھ گئے اور طلوع ہوتے ہوئے چاند کا نظارہ کرنے لگے جو جیسے سمندر میں سے نکل رہا تھا۔ سوزا نے اپنا سر رالف کے شانے پر رکھ دیا۔

"میرے سرتاج!" وہ بولی "کس قدر خوبصورت ہے یہ سمندر"

"ہاں۔ آج رات یہ سمندر حسین معلوم ہو رہا ہے جس طرح کہ دنیا کی ہر چیز حسین معلوم ہو رہی ہے" رالف نے کہا۔ "لیکن اسی سمندر کے دوسرے اور بھیانک روپ کا تجربہ مجھے ہو چکا ہے"

اور رالف ذرا سا کانپ گیا۔

سوزانے نے اثبات میں سر ہلایا کیونکہ اس نے سمجھ لیا تھا کہ رالف کو کون سا واقعہ یاد آ گیا تھا اور سوزانے ان گزری ہوئی باتوں کا ذکر کرنا نہ چاہتی تھی۔

"نہ تو زندگی ہمیشہ پرسکون رہتی ہے اور نہ سمندر" وہ بولی "لیکن مجھے اس سمندر سے محبت ہے کیونکہ یہی تمھیں میرے پاس لایا ہے"

"خدا کرے کہ یہ ہمیں جدا نہ کرے"

"میرے سرتاج! ایسی بات کیوں کہی تم نے؟" سوزانے نے پوچھا "اب تو کوئی چیز ہمیں جدا نہیں کر سکتی۔ اگر تم اپنے وطن اور اپنے لوگوں میں بھی گئے۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ ایک نہ ایک دن تم یہ طویل سفر کرو گے ۔۔ تب بھی ہم میں جدائی نہ ہوگی کیونکہ میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گی۔ ہاں۔ اب ہمیں کوئی جدا نہیں کر سکتا سوائے موت کے اور میں سمجھتی ہوں کہ موت ہمیں ایک دوسرے کے اور بھی قریب لے آئے گی"۔

"میں خود نہیں جانتا کہ میں نے یہ بات کیوں کہی" رالف نے جواب دیا "جیسے خود بخود یہ بات میرے منہ سے نکل آئی تھی"۔

عین اس وقت آوارہ بادل کے ایک ٹکڑے نے چاند کو اپنی آغوش میں لے لیا اور دنیا پر اندھیرا اتر آیا اور سرد سمندری ہوا پہاڑ پر چڑھ آئی اور دوسری طرف ڈھلان اترنے لگی اور رالف اور سوزانے اور ڈھلان پر کے درخت اس کی استرے کی سی کاٹ محسوس کر کے کانپ گئے۔ چنانچہ رالف اور سوزانے ایک دوسرے کے جسم میں گرمی پہنچانے

کے لئے آپس میں لپٹ نہ گئے۔

بادل چاند پر سے ہٹ گیا۔ ہوا گزر گئی اور رات اب پہلے کی سی ہی حسین تھی اور وہ دونوں چٹان پر بیٹھے اِس حسین رات سے لطف اندوز ہوتے اور چشمے کی ترل ترل اور چٹان کے قدموں میں سر پٹختی ہوئی موجوں کی آواز سنتے رہے۔

"سوزانے! سونے کا وقت آگیا ہے" آخر کار رالف نے نیچی آواز میں کہا اور اپنی بیوی کے ہونٹ چوم لئے۔

"ہاں" سوزانے نے جواب دیا "لیکن میرے سرتاج! آؤ پہلے ہم اس خدا کا شکر ادا کریں جس نے ہمیں ایک کیا ہے اور دعا کریں کہ وہ ہماری ازدواجی زندگی کو مسرتوں سے بھر دے۔"

"ٹھیک ہے" رالف نے کہا۔

یہاں میں یہ بتا دوں کہ اُس زمانے کے نوجوان آج کل کے جوانوں کی طرح خدا کو بھولے نہ تھے بلکہ ہر دم اسے یاد کرتے تھے۔ آج کا زمانہ تو ایسا آیا ہے کہ بچارے بوڑھے ہی عبادت کا رخ کرتے ہیں۔ رہے جوان تو انھیں دنیوی دلچسپیوں سے ہی فرصت نہیں کہ کبھی خدا کو یاد کرلیں۔

خیر یہ تو ایک جملۂ معترضہ تھا۔ رالف اور سوزانے سمندر کی طرف رخ کر کے چٹان کے کنارے پر گھٹنوں کے بل جھک گئے۔

"رالف! تم ہی ہم دونوں کے لئے دعا کرو" سوزانے نے کہا "میرا دل خوشی سے اتنا بھرا ہوا ہے کہ مجھے دعا کے الفاظ ہی یاد نہیں آرہے۔"

چنانچہ رالف نے دعا مانگی جو بے حد سیدھی سادی تھی۔ اس نے کہا:۔

"اے پروردگار! اے پیدا کرنے والے اور سب کی سننے والے۔ ہماری بھی سن لے۔ اے مالک! آج کی رات سے ہماری ازدواجی زندگی شروع ہوئی ہے۔ اسے

مالک! ہماری اس نئی زندگی میں تو ہمیشہ ہمارے ساتھ رہ اور اگر تیری مرضی ہو کہ ہماری اولاد بھی ہو تو اے خدا! ہمیں نیک اور صالح اولاد عطا فرما۔ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے مجھے سمندر میں ڈوبنے سے بچایا اور اس بچی کو وہاں لے آیا، جہاں میں بھوک اور خوف سے رو رہا تھا۔ شکر ہے تیرا کہ وہ بچی اب میری بیوی ہے اور میری بیوی سونزا نے بھی تیرا شکر یہ ادا کرتی ہے۔ تو اسے ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھیو۔ اے خدا! کئی برسوں پہلے، جب میں وہاں تجھ پر تیرے سامنے جھک گیا تھا اور دعا مانگی تھی تو تب تو نے میری دعا سن لی تھی، اسی طرح مجھے یقین ہے کہ ہماری ازدواجی زندگی کی یہ پہلی دعا بھی تو سن لے گا۔ اے پروردگار! آج تو نے ہمیں زندگی کی مسرتیں عطا کر دی ہیں لیکن ہم جانتے ہیں کہ زندگی میں دکھ بھی ہوتے ہیں اور خطرات اور مصائب بھی اور اگر ایسا ہو تو دکھوں، خطرات اور مصائب میں تو ہمیں صبر کی توفیق عطا کیجیو اور ہماری حفاظت کیجیو۔ اے خدا! تو جانتا ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور تو نے ہمیں ایک کیا ہے چنانچہ آئندہ بھی ہمیں ایک ہی رکھیو اور ہر وقت ہماری حفاظت کیجیو کیونکہ ہم تجھی سے مانگتے اور تجھی پر بھروسہ کرتے ہیں کہ تو سب سے بڑا محافظ اور دانا و بینا ہے اور ہم تیری مرضی میں خوش ہیں۔"

تو ایسی تھی رالف کی دعا جو اس نے لفظ بہ لفظ مجھے اس وقت بتا دی تھی جب وہ بستر پر بیمار پڑا ہوا تھا۔

اور اس وقت رالف کی اس دعا کا جو جواب آیا وہ بڑا ہی عجیب اور ایسا تھا کہ آدمی کا اعتقاد ڈانواڈول ہو جائے اور وہ نعوذ باللہ خدا اور اس کی رحمتوں سے منکر ہو جائے لیکن نہ تو رالف مایوس ہوا اور نہ سونزا نے۔ انھوں نے خدا پر بھروسہ رکھا نتیجہ یہ ہوا کہ وقت آنے پر خدا نے ان کی مدد کی اور رالف کی اس دعا کا جواب وقت آنے پر مل گیا اور وہی صحیح جواب تھا۔

دعا کے آخری الفاظ رالف کے منہ سے نکلے ہی تھے کہ انھیں اپنے پیچھے سے ایک بھیانک قہقہہ سنائی دیا۔ دونوں میاں بیوی ایک دم سے اٹھ کھڑے ہوئے اور گھوم کر دیکھا کہ ان سے پانچ چھ قدم دور سوارٹ پیٹ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے آٹھ دس کافر ساتھی تھے جو اسے اپنا سردار سمجھتے تھے اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے تھے پھر وہ کتنا ہی غلط، برا اور ظالمانہ کیوں نہ ہو۔

سوزانے کے منہ سے خوف کی ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی اور رالف کا خون سرد ہو گیا کیونکہ وہ بہتا تھا اور صورت حال نازک اور خطرناک نظر آتی تھی۔

کالے سوارٹ پیٹ نے ان کے بشروں سے ان کا خوف معلوم کر لیا اور ایک بار پھر قہقہہ لگایا۔ اس بلی کی طرح، جس نے آخر کار اس چوہے کو پکڑ لیا ہو جو ایک مدت سے اس کے ہاتھ میں نہ آ رہا ہو، سوارٹ پیٹ بہت خوش تھا اور آخری وار کرنے سے پہلے انھیں روحانی کرب میں مبتلا کرنا چاہتا تھا۔

"بڑا خوش قسمت ہوں میں" سوارٹ پیٹ نے کہا "کہ میرا واسطہ ایسے خدا پرست لوگوں سے پڑا ہے کیونکہ اگر تم لوگ دعا نہ مانگ رہے ہوتے تو میں یوں بےخبری میں تمھارے سامنے نزدیک نہ آ سکتا۔ اور میرے بے خانماں دوست! میں اس معاملے میں خوش قسمت ہوں کہ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کو چومتے نہیں بلکہ دعا مانگتے پایا۔ بہت خوبصورت دعا تھی۔ میں کھڑا سن رہا تھا اور یوں محسوس کر رہا تھا جیسے کسی گرجا میں کھڑا ہوا ہوں۔ تم نے دعا مانگی تھی کہ اے خداوند نے ہمیں ایک کیا ہے چنانچہ آئندہ بھی ہمیں ایک ہی رکھیو اور ہر وقت ہماری حفاظت کیجیو کیونکہ ہم تجھی سے مانگتے اور تجھی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ واہ بھئی واہ۔ تمھاری اس دعا کے جواب میں میں آ گیا ہوں اور یہ بتانے آیا ہوں کہ اس سے پہلے کہ تم ایک ہو سکو تمھارے الگ ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ رہی دوسری باتیں تو سن لو کہ تمھارے مصائب اور خطرات

عظیم ہیں۔ اب اگر تمھارا خدا تمھاری حفاظت کر سکتا ہے تو بے شک کرے۔ آؤ — اے ان لوگوں کے خدا — آؤ اور اپنی قوتوں کا مظاہرہ کرو۔ دیکھا! تمھارے خدا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید وہ جانتا ہے کہ یہاں سوارٹ ہیٹ خدا ہے"۔

"اپنی یہ بکواس بند کرو" رالف نے کہا" اور بتاؤ کیا چاہتے ہو تم؟"

"کیا چاہتا ہوں؟ یہ بھی مجھے ہی بتانا پڑے گا؟ بہت اچھا سنو۔ میں اس لڑکی کو چاہتا ہوں جس کے حسن نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے جسے حاصل کرنے کے لئے میں سرگرداں تھا اور جس کا نام سوزانے بوشمار ہے"۔

"لیکن وہ میری بیوی ہے۔ کیا تم میری بیوی کو جبراً لے جاؤ گے؟"

"چچ چچ۔ یہ تو گناہ ہے اور جرم ہے۔ نہیں بھئی میں تمھاری بیوی کو نہ لے جاؤں گا بلکہ تمھاری بیوہ کو لے جاؤں گا اور یہ کام آسان ہوگا۔ خصوصاً اس لئے کہ تم صرف خدا کی قوتوں سے مسلح ہو"!

اس شیطان کے یہ الفاظ سن کر اور اس کے ارادے معلوم کر کے سوزانے کانپ کر سوارٹ ہیٹ کے قدموں پر گر گئی اور گڑگڑا کر رحم کی درخواست کرنے لگی۔ پتھر تو پگھل سکتا تھا لیکن سوارٹ ہیٹ کا دل نہیں چنانچہ وہ ہنسنے لگا۔ لیکن موت کو سامنے دیکھ کر رالف کے دل میں اسے لبیک کہنے کی ہمت اور جرأت رینگ آئی۔ وہ ذرا بھی خوفزدہ نہ ہوا اور اس نے سوزانے سے کہا کہ وہ اس شیطان کے قدموں پر گر کر اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے اور پھر اس نے کافروں کی بولی میں سوارٹ ہیٹ کو مخاطب کیا تاکہ اس کے کافر ساتھی بھی رالف کی باتیں سمجھ سکیں۔

"معلوم ایسا ہوتا ہے سوارٹ ہیٹ" اس نے کہا، "کہ تم مجھے قتل کرنے اور پھر بیوی کو زبردستی لے جانے آئے ہو یہ جرائم تم کر سکتے ہو کیونکہ ابھی تمھیں اختیار حاصل ہے لیکن یہ نہ بھولو کہ بعد میں تم سے انتقام لیا جائے گا اور اے افریقیو تم سے

بھی انتقام لیا جائے گا کیونکہ تم اپنے آقا کے جرائم میں شریک ہو گے۔ میں تم سے رحم کی درخواست نہیں کر رہا لیکن ایک درخواست ضرور کرتا ہوں اور یہ وہ درخواست ہے جسے کافر بھی نہیں ٹھکراتے۔ میں صرف پانچ منٹ کی مہلت چاہتا ہوں کہ اپنی بیوی سے رخصت ہو لوں"

"نہیں ___ ایک سکنڈ کی بھی مہلت نہیں" سوارٹ ہیٹ نے کہا۔

لیکن سوارٹ ہیٹ کے ساتھیوں کے دل اپنے آقا کے دل کی طرح پتھر نہ تھے۔ ان کے دلوں میں رحم کا شائبہ تھا چنانچہ وہ اتنی بلند آواز میں بڑبڑانے لگے کہ ظالم سوارٹ ہیٹ شش و پنج میں پڑ گیا۔

"بُل ہیڈ" ان میں سے ایک نے کہا "تمہارے کہنے سے ہم ایسا ہی کریں گے کیونکہ تم ہمارے سردار اور آقا ہو۔ لیکن اگر تم نے اس لڑکے کو اپنی بیوی سے رخصت ہونے کا اتنا وقت نہ دیا جتنا کہ اس نے طلب کیا ہے تو پھر ہم اسی وقت یہاں سے چلے جائیں گے اور اس کام میں تمہارا ساتھ نہ دیں گے۔ میں یہ بتا دوں کہ ہمارے دل پہلے سے ہی الٹ رہے ہیں کیونکہ تم اس شخص کو دو بدو مقابلے میں نہیں بلکہ اس طرح قتل کر رہے ہو جس طرح ہم آوارہ کتے کو مار دیتے ہیں"

"بیوقوف ہو تم لیکن تم چاہتے ہو تو یونہی ہو گا" سوارٹ ہیٹ نے کہا "رالف کانزی! تمہیں پانچ منٹ کی مہلت دی جاتی ہے"

اور اس نے اپنی جیب سے چاندی کی گھڑی نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھ لی۔

"تو پھر حدِ سماعت سے دور ہٹ جاؤ" رالف نے کہا "کیونکہ تم سے بحث کرنے کے لئے میرے پاس نہ وقت ہے اور نہ ہی میرے دماغ میں اتنی قوت ہے"

سوارٹ ہیٹ اپنے ساتھیوں کے ساتھ چند قدم پیچھے ہٹ گیا اور اپنے ناخن کترنے لگا۔

"سوزانے! میری بیوی سوزانے!" رالف نے تقریباً سرگوشی میں کہا۔ ہم دونوں میں اب جدائی ہونے والی ہے کیونکہ میں مر جاؤں گا اور تمھاری قسمت خدا کے ہاتھ ہوگی۔ ہاں۔ اس سے پہلے کہ تم بیوی بنتیں تمھیں بیوہ بنا دیا جائے گا اور اس خیال سے میرا کلیجہ منہ کو آتا ہے اور میں مرنے کے بعد بھی چین نہ پاؤں گا کہ تمھیں ایک دوسرا شخص 'میرا قاتل' لے جائے گا۔"

سوزانے جواب تک دم بخود اور خوفزدہ تھی دفعتہً تن کر کھڑی ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خدا نے یکایک اس کے دل کو ہمت اور جرأت سے پر کر دیا ہو اس نے پرسکون آواز میں کہا:۔

"بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسا تم نے کہا ہے۔ لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا تو ہم نے کونسا گناہ کیا ہے جس کی یہ سزا ہمیں مل رہی ہے لیکن گھبراؤ نہیں۔ موت جلد یا بدیر ہم سب کو آنی ہے اور موت جلد آئے یا دیر سے اس سے کچھ فرق نہیں پڑ جاتا۔"

"نہیں۔ موت سے بے شک فرق نہیں پڑ جاتا لیکن یہ تمھاری قسمت ہے جو فرق پیدا کر رہی ہے۔ تم کہو کہ میں اس بات کو کیسے برداشت کر سکتا ہوں کہ میں مر کر تمھیں اس شیطان کے رحم و کرم پر چھوڑ جاؤں؟ خدایا! خدایا! یہ خیال مجھے مرنے کے بعد بھی چین نہ دے گا۔"

"میرے سرتاج! گھبراؤ نہیں سوزانے نے اسی طرح پرسکون اور صاف آواز میں کہا "کیونکہ تم مجھے اس شیطان کے رحم و کرم پر چھوڑ کر نہیں جا رہے ہو۔ رالف! اگر ہم اس وقت تیزی سے پلٹ کر پیچھے کی طرف بھاگ پڑیں تو ہم دونوں ایک ساتھ اس چٹان کے کنارے پر سے سمندر میں جا پڑیں گے اور اس طرح ایک ساتھ دوسری دنیا میں پہونچ جائیں گے۔"

"نہیں بیوی۔ مناسب ہوگا کہ ہمارا خون ہماری نہیں بلکہ اس شیطان کی گردن پر ہو۔ خودکشی گناہ ہے"

"جیسی تمھاری مرضی رالف۔ لیکن میں تمہیں اور اسے بھی جس نے مجھے پیدا کیا ہے، بتا دینا چاہتی ہوں کہ اگر یہ گناہ ہے تو پھر ضرورت پڑنے پر اور وقت آنے پر یہ گناہ مجھ سے سرزد ہو جائے گا۔ فکر نہ کرو۔ رالف۔ جس طرح میں تمھاری آغوش سے الگ ہو رہی ہوں اسی طرح دوبارہ تمھاری آغوش میں پہونچ جاؤں گی کسی دن۔ چاہے اس دنیا میں چاہے دوسری دنیا میں۔ سوارٹ پیٹ کا خیال ہے کہ وہ مجھے اپنے قبضے میں کرے گا لیکن اسے مجھ پر کوئی اختیار نہ تو حاصل ہے اور نہ ہوگا کیونکہ خدا میرے ساتھ ہے جو مجھے اس شیطان سے بچالے گا یا خود میرا ہی ہاتھ میری آبرو بچالے گا۔"

"میں تمہیں الزام نہیں دے سکتا سوزانے کیونکہ چند باتیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں برداشت کرنا لازمی ہو جاتا ہے چنانچہ جس بات کی اجازت تمھیں اپنا ضمیر دے وہ کر گزرنا بشرطیکہ اس کا سامان ہو تمھارے پاس"

"سامان ہے میرے پاس۔ اپنے لباس میں میں نے وہ چھوٹا سا چاقو چھپا رکھا ہے جو بچپن سے میں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتی ہوں اور اگر اس چاقو نے میرا ساتھ نہ دیا تو دوسرے ذریعے تو ہیں ہی"۔

"پانچ منٹ پورے ہو گئے" سوارٹ پیٹ نے گھڑی اپنی جیب میں واپس رکھتے ہوئے کہا۔

"الوداع سوزانے" رالف نے کہا۔

"الوداع میرے سرتاج" سوزانے بولی" اس وقت الوداع جب تک کہ ہماری ملاقات دوبارہ نہیں ہو جاتی۔ پھر وہ چاہے اس دنیا میں ہو یا اس دنیا

میں ــ الوداع "

اور اس نے رالف کی گردن میں بانہیں ڈال کر اس کے ہونٹ چوم لئے۔
ایک لمحے تک رالف اس سے لپٹا رہا اور سرگوشی میں اس کی ڈھارس بندھاتا اور دعائیہ الفاظ کہتا رہا۔ پھر اس نے اپنی گرفت ڈھیلی کی اور سوزانے کو آہستہ آہستہ زمین پر لٹا دیا اور کہا:۔

" سوزانے! اپنی آنکھیں بند کرکے اور اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ کر اسی طرح پڑی رہو، اس وقت تک پڑی رہو جب تک وہ نہیں ہو جاتا جو میرے لئے مقدر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد جو تم مناسب سمجھو وہ کرنا۔ اگر ممکن ہو تو فرار ہو کر اپنے ابّا کے پاس پہونچ جانا یا پھر ــ سمجھ گئیں تم ؟ "

" ہاں سمجھ گئی "

اور پھر سوزانے نے اپنا منھ گھاس میں چھپا لیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنے کان ڈھنک لئے۔

رالف ایک لمحہ تک سر جھکائے خدا کو یاد کرتا رہا اور جب دوبارہ اس نے سر اٹھایا تو اس کے بشرے سے خوف کے آثار ذرا بھی عیاں نہ تھے۔

" سوارٹ بیٹ " اس نے کہا " آؤ اور اپنا قصاب کا کام کر لو۔ کس بات کا انتظار ہے تمھیں ؟ تم جانو ایک غیر مسلح اور مجبور آدمی کو خود اس کی بیوی کے سامنے قتل کرنے کا بار بار موقع تمھیں نہ ملے گا۔ خدا کی لعنت ہو تم پر سوارٹ بیٹ۔

سوارٹ بیٹ نے کنکھیوں سے رالف کی طرف دیکھا اور پھر اپنے کافر ساتھیوں میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ آگے بڑھ کر رالف کو گولی مار دے۔

کافر آگے بڑھا اس نے بندوق اٹھائی لیکن پھر فوراً ہی وہ بندوق جھکا کر واپس آگیا اور کہا کہ وہ یہ کام نہیں کر سکتا۔ سوارٹ بیٹ نے تین دفعہ حکم دیا، تینوں

دفعہ تین الگ الگ کافر رالف کو گولی مارنے کے لئے آگے بڑھے لیکن اسے گولی مارے بغیر واپس آگئے۔

اب تو سوارٹ ہیٹ جیسے دیوانہ ہوگیا۔ اس نے کافروں کو گالیاں دیں، خود اپنا پستول گھسیٹ لیا، وہ رالف کی طرف لپکا اور اس پر گولی چلادی۔ رالف تیورا کر گرا۔ سوارٹ ہیٹ دھواں پھونکتا ہوا پستول اپنے ہاتھ میں لئے رالف پر جھک گیا۔ اس کی خوبصورت بھوری آنکھیں اب تک کھلی تھیں اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"یہ کتا ابھی زندہ ہے" سوارٹ ہیٹ نے کہا" اسے اٹھا کر سمندر میں پھینک دو، سمندر اس کا خاتمہ کردے گا۔"

لیکن اس کے کافر ساتھیوں میں سے کسی ایک نے بھی حرکت نہ کی۔ وہ یوں کھڑے رہے جیسے پتھر بن گئے ہوں۔ اور چند قدم کے فاصلے پر اور چٹان کے کنارے کے قریب بے حرکت سوزانے پڑی تھی۔

چنانچہ خود سوارٹ ہیٹ نے رالف کے دونوں بازو پکڑے اور اسے چٹان کے کنارے تک گھسیٹ لایا۔ اور جب وہ رالف کو کنارے کی طرف گھسیٹ رہا تھا تو اس کے، یعنی رالف کے بال سوزانے کے رخسار سے چھو گئے اور اس نے کہا:۔

"سوزانے! یاد رکھنا"

اور سوزانے نے جواب دیا:۔

"ہمیشہ یاد رکھوں گی"

چٹان کے کنارے پر پہونچ کر سوارٹ ہیٹ نے رالف کو اپنے مضبوط ہاتھوں پر اٹھالیا اور چیخ کر کہا:۔

"سمندر میں لوٹ جاؤ، جہاں سے تم نکلے تھے"

اور پھر اس نے رالف کو نیچے پھینک دیا۔ دو سکنڈ بعد کئی سو فٹ نیچے سے

رالف کے سمندر میں گرنے کا چھپاکا سنائی دیا اور پھر خاموشی طاری ہوگئی اور اس خاموشی میں صرف چشمے کی ترل رل اور سمندر کی موجوں کی ہلکی سی آواز سنائی دے رہی تھی۔

سولھواں باب

واپسی

چند لمحوں تک سوارٹ ہیٹ اور اس کے کافر ساتھی وہیں کھڑے رہے۔ وہ کبھی تو ایک دوسرے کی صورت تکنے لگتے اور کبھی سمندر کی طرف دیکھنے لگتے لیکن وہاں انھیں اندھیرے کے علاوہ کچھ نظر نہ آتا کیونکہ چاند کی روشنی نیچے تک نہیں پہنچ رہی تھی اور انھیں کوئی آواز سنائی نہ دے رہی تھی سوائے چشمے کی آواز کے جو ایک تنگے سے آبشار کی صورت میں سمندر میں گر رہا تھا۔

پھر سوارٹ ہیٹ کانپ گیا اور پھر اس نے ایک قہقہہ لگایا۔ اس قہقہے سے خوشی کے بجائے خوف عیاں تھا۔

"اس انگریز لڑکے نے مجھے بد دعا دی تھی اور مجھ پر لعنت بھیجی تھی" وہ بولا "اور میں اب تک خدا کے غضب اور لعنت کا انتظار کرتا رہا لیکن ان میں ایک چیز کبھی نازل نہیں ہوئی چنانچہ اب میں اپنا انعام حاصل کرنے جا رہا ہوں"

اور وہ وہاں پہونچا جہاں سوزانے اوندھے منہ پڑی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ سوزانے کے نیچے رکھے اور اسے آہستہ سے سیدھا کر دیا۔ اب وہ چت پڑی تھی۔

"بیہوش ہو گئی ہے" وہ بولا "اور یہ اچھا ہی ہوا"

اور وہ دم بخود سا کھڑا بیہوش سوزانے کی طرف دیکھتا رہا کیونکہ چاند کی روشنی میں وہ اور بھی زیادہ حسین معلوم ہو رہی تھی حالانکہ بیہوش تھی۔

"اس انگریز لڑکے کی اعلیٰ ذوقی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیا چیز منتخب

کی تھی کمبخت نے" سوارٹ پیٹ نے کہا" بہرحال بویا تھا اس نے لیکن کھیل ہیں کھاؤ گی
گا۔ آؤ۔ میرے کافر ساتھیو۔ اب ہمیں چلنا چاہیئے"

اور اس نے جھک کر سوزانے کو اٹھا لیا اور یوں آسانی سے جیسے وہ ننھی بچی ہو۔ کئی گز تک وہ لوگ چشمے کے کنارے کنارے چلتے رہے۔ وہ حتی الامکان جھاڑیوں کی اوٹ میں اور درختوں کے سایوں میں چل رہے تھے۔ پھر وہ دائیں طرف مڑ کر کھلے میدان میں نکل آئے۔ اتفاقاً اس وقت ایک بادل نے چاند کو ڈھنک دیا تھا چنانچہ رالف اور سوزانے کے کافر ملازموں نے، جو چھکڑے کے قریب بیٹھے ہوئے تھے، سوارٹ پیٹ اور اس کے ساتھیوں کو نہ دیکھا۔ البتہ شامیل نے، جسے ایک چھکڑے کے پہیئے سے باندھا گیا تھا، ان کی بو پالی اور وہ آہستہ آہستہ ہنہنانے اور پھنکارنے لگا "کسی چیز نے شامیل کو خوفزدہ کر دیا ہے" چھکڑا چلانے والے نے کہا اور اٹھ کر گھوڑے کے قریب پہونچا۔ "کچھ نہیں ہے یار" دوسرے کافر نے کہا" بات صرف یہ ہے کہ یہ گھوڑا سردار کی طرح ہمیشہ گھر میں سویا ہے اور آج چونکہ جنگل میں ہے اس لیئے بے چینی محسوس کر رہا ہے۔ یا شاید کہیں قریب ہی کوئی لکڑ بھگا دبکا ہوا ہے اور شامیل نے اس کی بو پالی ہے۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ میں نے بندوق کے دھماکے کی سی آواز سنی تھی" چھکڑا چلانے والے نے کہا" آواز سمندر کی طرف سے آئی تھی۔ کہو تو دیکھ آئیں چل کر یہ آواز کیسی تھی؟"

"بالکل بھی نہیں" اس کافر نے جواب دیا کیونکہ وہ رات کے وقت کسی جگہ جانا نہ چاہتا تھا۔ اسے خوف تھا کہ کہیں بھوتوں سے اس کی مڈبھیڑ نہ ہو جائے" میں جاگ رہا تھا اور نہ اونگھ رہا تھا اور میرے کان بھی کھلے تھے لیکن میں نے تو دھماکے کی آواز نہیں سنی اور تم تو بیوقوف ہو۔ بھلا رات کے وقت بھی کوئی شکار کو جاتا ہے بندوق لیکر؟

اس کے علاوہ جب تک ہمارا آقا اور اس کی بیوی نہیں آجاتی تب تک ہمیں یہیں بیٹھ کر بیلوں، چھکڑے اور سامان کی حفاظت کرنی ہے۔ یہی ہمارا کام اور فرض ہے۔"

"حیران ہوں کہ وہ دونوں کہاں گئے ہوئے ہیں!" چھکڑا چلانے والے نے کہا۔ وہ کچھ خوفزدہ تھا لیکن خود بھی جانتا نہ تھا کہ یہ خوف کیوں تھا۔ "انھیں اب تک واپس آجانا چاہیے تھا کیونکہ ان کے سونے کا وقت آگیا ہے۔"

"کبھی یہ سفید فام لوگ عجیب ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی تو وہ رات بھر بیٹھے رہتے ہیں۔ چنانچہ یہ دونوں نئے میاں بیوی اس وقت واپس آجائیں گے جب تھک جائیں گے یا کیا پتہ وہ پڑاؤ سے باہر جنگل ہی میں سونا چاہتے ہوں۔ نیم پاگل سے ہوتے ہیں۔ پھر اس جنگل میں نہ آدمی ہیں اور نہ شیر چنانچہ ان دونوں کی طرف سے فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں"

"ٹھیک کہتے ہو" چھکڑا چلانے والے نے کہا۔

اور وہ دونوں پھر اونگھنے لگے یہاں تک کہ خوف و پریشانی کا پیغامبر انھیں بیدار کرنے آگیا۔

سوارٹ بیٹ اور اس کے ساتھی چلتے رہے یہاں تک کہ وہ اس چھوٹے سے میدان میں پہنچ گئے جو سنگلاخ تھا۔ اس میدان کے سرے پر ان لوگوں کے گھوڑے کھڑے تھے۔

"بہت عمدگی سے یہ کام انجام پا گیا" سوارٹ بیٹ نے کہا۔ "وہ لوگ اپنے گھوڑے کھول رہے تھے" کسی کو پتہ نہ چلے گا کہ ہم اس طرف آئے تھے۔ کل لوگوں کو پتہ چل جائے گا کہ دولہا اور دلہن غائب ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک تو سمندر میں پہنچ گیا ہے اور دلہن میرے قبضے میں ہے۔ وہ لوگ قیامت تک تلاش کرتے رہیں تب

بھی دلہن کو نہ پا سکیں گے اور ان کے فرشتوں کو بھی پتہ نہ ہوگا کہ یہ کہاں گئی۔ ملازم کہیں گے کہ دونوں میاں بیوی سیر کے لئے سمندر کی طرف گئے تھے چنانچہ یقین کر لیا جائے گا کہ وہ دونوں غلطی سے یا اتفاقاً سمندر میں جا پڑے ہیں اور غرق ہو گئے۔ واہ۔ اطمینان بخش طور پر یہ کام انجام پا گیا۔ کوئی اندازہ نہ لگا سکے گا کہ کیا ہوا۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ صرف ایک ہستی ایسی ہے جو صحیح اندازہ لگا لے گی" سوارٹ ہیٹ کے ایک کافر ساتھی نے کہا اور یہ وہی شخص تھا جس سے زخمی سوارٹ ہیٹ کو باتیں کرتے اور ٹائیگرس نیک میں ہم سب کو قتل کر دینے کا پلاٹ بناتے سنا تھا۔

"اور کون ہے وہ ہستی بیوقوف؟"

"وہی جس کی گردن میں ایک دفعہ میں نے پھانسی کا پھندا ڈالا تھا اور جس کی زندگی ان ہونٹوں نے بچائی تھی" اور اس نے سوزانے کی طرف اشارہ کیا "میرا مطلب سی ہامبانگ یا لنگا سے ہے"

"وہ کیسے لگائے گی اندازہ؟" سوارٹ ہیٹ نے غصے ہو کر کہا۔

"بل ہیڈ! کیا وہ پہلے بھی ایسا نہیں کر چکی ہے؟ ٹائیگرس نیک میں گھوڑا شامیل اور اس کا سوار یاد نہیں تمہیں؟ اس کے علاوہ کیا معنی ہیں اس کے نام کے؟ چاندنی راتوں میں چلنے والی۔ اور بل ہیڈ! تم نے اپنا یہ عظیم کارنامہ، جس کو سن کر ہی لوگ نفرت سے منہ پھیر لیں، کیا چاندنی رات میں انجام نہیں دیا ہے؟"

اس رات جو کچھ ہوا تھا اس کی تفصیلات ہمیں سوارٹ ہیٹ کے اس کافر ملازم سے معلوم ہوئی تھیں جسے بعد میں جان نے گرفتار کر کے اپنا قیدی بنا لیا تھا اور اس نے اپنی جان کے خوف سے یہ تفصیلات بیان کر دی تھیں۔

خیر تو سوارٹ ہیٹ نے اپنے کافر ساتھی کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ وہ گھوم کر اپنے گھوڑے پر زین کسنے میں مصروف ہو گیا۔ بات یہ تھی کہ سی ہامبا سے نا اتفاقی

کرنے کے بعد سے وہ اس بوڑھی وچ ڈاکٹرنیس سے ڈرنے لگا تھا اور وہ کبھی اس کا نام اپنی زبان پر نہ لاتا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد گھوڑے سفر کے لئے تیار ہو گئے۔ یہ گھوڑے پست قد کے اور باسوتو نسل کے تھے ایک گھوڑے پر مینڈھے کی بال دار کھال رکھی ہوئی تھی ایسی نرم گدیاں ان گھوڑوں پر رکھی جاتی تھیں جن پر لڑکیاں یا عورتیں سوار ہوتی تھیں۔ اس گدی پر سوزانے کو بٹھا کر اس کے ٹخنے ایک چرمی فیتے سے آپس میں باندھ دیئے گئے کہ وہ گھوڑے پر سے گر نہ پڑے یا بھاگنے کی کوشش نہ کرے اور چونکہ وہ اب تک بیہوش تھی اس لئے وہ اسے سہارا دیئے ہوئے تھے۔ ایک طرف سوارٹ بیٹ اسے سہارا دیے گھوڑے کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اور دوسری طرف سے ایک کافر ملازم نے اسے سنبھال رکھا تھا۔

اس طرح وہ آدھے گھنٹے تک سفر کرتے رہے یہاں تک کہ وہ پہاڑوں میں پہنچ گئے اور تب ایک آہ بھر کر سوزانے نے سر اٹھایا، آنکھیں کھولیں اور ادھر ادھر دیکھنے لگی اس کی آنکھوں میں خوف تھا۔ رفتہ رفتہ اس کے دماغ پر چھائی ہوئی دھند غائب ہو گئی اسے حالیہ واقعات یاد آگئے اور سوزانے نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر ایسی فلک شگاف چیخ ماری کہ چٹانیں لرز گئیں اور سوارٹ بیٹ کے وحشی ساتھیوں کے دل بھی سرد پڑ گئے۔

"سوزانے!" سوارٹ بیٹ نے بے حد نرم اور نیچی آواز میں کہا "تمھیں حاصل کرنے کے لئے میں نے بہت پاپڑ بیلے ہیں اور میں تمھارے ساتھ کوئی برا سلوک کرنا نہیں چاہتا لیکن اگر تم دوبارہ چیخیں تو میں اپنی اور اپنے ساتھیوں کی حفاظت کی خاطر تمھارے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اسے بند کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔

سوزانے نے کوئی جواب نہ دیا اور کچھ نہ بولی البتہ ایک لفظ اس کے منہ سے

خود بخود نکل گیا۔ اور وہ تھا :۔

" خونی "

اور پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں جیسے وہ سوارٹ پیٹ کی صورت تک دیکھنا نہ چاہتی ہو۔ وہ خاموش اور بے حرکت بیٹھی رہی۔ اس نے نہ تو کچھ کہا اور نہ ہی کسی قسم کی جدوجہد کی۔ حتیٰ کہ اس وقت بھی اس نے کچھ نہ کہا جب سوارٹ پیٹ اور اس کا فرسا تھی، جو اسے سہارا دیئے ہوئے تھا، اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور سوزانے کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اسے بھگاتے ہوئے انجانی منزل کی طرف لے چلے۔

رالف پر صرف چار قدم دور سے پستول کی گولی چلائی گئی تھی اور پھر پچاس فٹ کی بلندی سے اسے سمندر میں پھینک دیا گیا تھا چنانچہ قارئین نے سمجھ لیا بلکہ یقین کر لیا ہوگا کہ رالف کا زندگی کا اس دنیا سے قصہ ختم ہوا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ ایسا نہیں ہوا تھا۔

گولی اس کے بائیں شانے کی ہڈی توڑ گئی تھی لیکن اس نے جسم کے کسی ایسے نازک حصے کو نہ چھوا تھا جس سے اس کی موت واقع ہو جاتی۔ اس کے علاوہ پچاس فٹ کی بلندی سے جس جگہ وہ گرا تھا وہاں چٹانیں نہ تھیں اور پانی بھی گہرا تھا چنانچہ وہ گہرائی میں اترنے کے فوراً بعد ہی سطح پر ابھر آیا اور پھر کسی نہ کسی طرح ایک ہاتھ سے تیر کر ساحل تک، جو زیادہ دور نہ تھا، پہونچنے میں کامیاب ہو گیا۔ ساحل نسبتاً بلند تھا اور خون کے زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے رالف پر غشی طاری ہونے لگی تھی چنانچہ وہ ساحل پر چڑھ نہ سکا بلکہ وہاں پہنچتے ہی وہ بیہوش ہو گیا اور اب وہ اس طرح وہاں پڑا ہوا تھا کہ اس کا سر تو ایک چٹان پر، جو چھجے کی طرح تھی، لٹکا ہوا تھا لیکن پورا جسم پانی

میں غرق تھا۔ اب اگر سمندر میں مدوجزر ہوتا تو موجیں بیہوش رالف کو اپنے ساتھ گھسیٹ لے جاتیں اور وہ غرق ہو جاتا لیکن مدوجزر کا یہ وقت نہ تھا اور پانی اتر رہا تھا اس لئے رالف جس عالم میں تھا اسی طرح پڑا رہا۔

فارم سے رالف اور سوزانے کے رخصت ہو جانے کے بعد بھی سی ہامبا کئی گھنٹوں تک فارم میں ہی ٹھہری رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ دونوں اس رات کہاں قیام کرنے والے تھے اور وہ اس لئے ان کے پیچھے ہی پیچھے روانہ نہ ہوئی تھی کہ وہ نہ چاہتی تھی کہ ان دونوں کو اس کی موجودگی کا پتہ چل جائے۔ اس نے یہ طے کیا تھا کہ وہ رالف اور سوزانے کی روانگی کے چند گھنٹوں بعد روانہ ہوگی اور اس جگہ پہونچکر جہاں یہ لوگ قیام کرنے والے تھے، ان کے پڑاؤ سے چند گز کے فاصلے پر کسی جگہ چھپ جائے گی۔

چنانچہ یوں ہوا کہ جب سوارٹ بیٹ نے دفعتہ سامنے آکر رالف اور سوزانے کو حیرت زدہ کر دیا تھا تو اس وقت سی ہامبا اس گھوڑے پر سوار، جو جان نے اسے دیا تھا، خاموشی سے اس مقام کی طرف بڑھ رہی تھی جہاں رالف، سوزانے اور ان کے ساتھیوں کا پڑاؤ تھا۔ سی ہامبا کے ساتھ زنٹی تھا۔ وہ اس بھورے خچر پر سوار تھا جس پر کھانا پکانے کے برتن، اناج کی تھیلیاں، خشک گوشت اور کمبل بندھے ہوئے تھے۔ نصف میل کے فاصلے پر اور عین سامنے سی ہامبا کو پڑاؤ میں سلگتے ہوئے الاؤ کی روشنی دکھائی دے رہی تھی اور اب اسے چھکڑے کی چھت کا سفید کپڑا بھی نظر آرہا تھا کہ یکایک اس نے اور زنٹی نے کبھی پستول کے دھماکے کی آواز سنی۔ یہ آواز بائیں طرف سے آئی تھی۔ "اتنی رات گئے اور ایسے خاموش مقام میں بھلا کون گولی چلا سکتا ہے؟" سی ہامبا نے زنٹی سے کہا "اگر یہ آواز پڑاؤ کی طرف سے آئی ہوتی تو میں سمجھ لیتی کہ یہ دھماکا لومڑی یا لکڑبھگے کو بھگانے کے لئے کیا گیا ہوگا۔ لیکن پڑاؤ میں خاموشی

ہے اور ابابیل کے ملازم وہاں موجود ہیں کیونکہ دیکھو وہاں الاؤ جل رہا ہے"

"یہ تو میں نہیں جانتا سردارن" زنٹی نے جواب دیا۔ کافرسی ہامبا کو سردارن کہتے تھے کیونکہ وہ اس کی سرگذشت سے ایک حد تک واقف تھے" البتہ یہ ضرور جانتا ہوں کہ دھماکا بارود کا ہی تھا"

"تو پھر آؤ۔ دیکھیں چل کر" سی ہامبا نے کہا اور گھوڑے کو اس طرف پھیر دیا جس طرف سے آواز آئی تھی۔

کچھ دور تک وہ اسی طرف چلتے رہے یہاں تک کہ وہ اس طرف پہنچ گئے جہاں زمین کا ایک چھوٹا سا ابھار تھا اور اس کے پیچھے وہ چشمہ تھا جو آبشار بنا کر سمندر میں جا گرتا تھا۔ وہاں پہنچ کر سی ہامبا نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں اور زنٹی سے کہا :-

"شی۔ خاموش۔ میں کچھ آوازیں سُن رہی ہوں"

وہ اپنے گھوڑے پر سے اتر آئی اور سانپ کی طرح رینگ کر ڈھلان چڑھنے لگی یہاں تک کہ اس کی چوٹی پر پہنچ گئی۔ وہاں تھوڑی سی گھاس کھڑی ہوئی تھی جو خاصی بلند تھی۔ وہ اس گھاس میں اس طرح چھپ گئی کہ کوئی اسے اس وقت تک نہ دیکھ سکتا تھا جب تک کہ بے خبری میں اس کی پیٹھ پر اپنا پاؤں نہ رکھ دے۔

اور وہاں سی ہامبا نے ایک عجیب منظر دیکھا۔

اس کے عین نیچے سے اور صرف چند قدم دور سے، کیونکہ دوسری طرف کی ڈھلان عمودی تھی، چند آدمی گزر رہے تھے۔ ان میں ایک شخص، جو سب کے آگے چل رہا تھا، سفید فام تھا اور اس نے اپنے اپنے ہاتھوں پر ایک لڑکی کو اٹھا رکھا تھا۔ بقیہ لوگ کافر تھے۔ ان میں سے چند نے چغے پہن رکھے تھے، چند نے اپنے شانوں پر کمبل ڈال رکھے تھے اور بقیہ نے سپاہیوں کی پرانی اور پھٹی ہوئی وردیاں پہن رکھی تھیں۔ یہ سب کے سب "ٹاور" یا دوسری قسم کی بندوقوں سے مسلح تھے اور بارود کے سینگ ان کی گردنوں سے لٹک

رہے تھے۔

سی ہامبا نے اس سفید فام کو فوراً پہچان لیا۔ یہ سوارٹ بیٹ تھا۔ وہ جس لڑکی کو اٹھائے ہوئے تھا سی ہامبا نے اسے بھی پہچان لیا۔ یہ سوازنے تھی۔ سوازنے کا سر بے جانی سے ایک طرف لٹک رہا تھا اور چاند کی روشنی میں اس کے چہرے کے نقوش صاف نظر آرہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر سی ہامبا کا خون سنسنانے لگا۔ آخر وہی بات ہوگئی تھی جس کا اسے خدشہ تھا۔ بے شک سی ہامبا کا خوف بے بنیاد نہ تھا۔ ابابیل جو سی ہامبا کو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز تھی، اس شخص کے ہاتھوں میں پڑ گئی تھی جس سے اس کو قلبی نفرت تھی۔ ابتدا میں اس نے ان لوگوں کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ یقیناً سوزانے کو بچانے کے لئے۔ لیکن پھر فوراً ہی اسے بستول کا دھاکا یاد آگیا اور پھر یہ بھی کہ اس نئی دلہن کو تو اپنے شوہر کے ساتھ ہونا چاہئیے۔ کہاں تھا اس کا شوہر؟ یقیناً بل ہیڈ نے اسے قتل کردیا تھا اگر ایسا ہی تھا تو پھر اسے تلاش کرنا فضول تھا۔ اس کے باوجود اس کے دل میں کوئی غیبی آواز اسے نہ صرف رالف کو تلاش کرنے کو کہہ رہی تھی بلکہ اسے مجبور بھی کر رہی تھی۔

اس وقت وہ سوزانے کی کوئی مدد نہ کرسکتی تھی فی الحال تو یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ آقا رالف کے ساتھ کیا واقعہ ہوا تھا۔

چنانچہ سی ہامبا لانبی گھاس میں بے حرکت پڑی رہی یہاں تک کہ سوارٹ بیٹ کا آخری آدمی بھی ٹیلے کے نیچے سے گزر گیا۔ سی ہامبا نے ایک بات خصوصیت سے دیکھی اور وہ یہ کہ سوارٹ بیٹ کے سارے ہی کافر ساتھی خوف سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے جیسے انھوں نے جو گناہ کیا ہے اس کی سزا انھیں فوراً اور اسی وقت مل جائے گی۔

سی ہامبا نے دیکھا کہ وہ لوگ پہاڑیوں کی طرف جارہے تھے چنانچہ وہ بھی اپنی کمین گاہ سے نکل کر اس جگہ پہونچی۔ جہاں زنٹی ایک ہاتھ میں گھوڑے کی اور دوسرے میں چھر کی لگام پکڑے کھڑا تھا۔

سی ہاماہا نے اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

وہ زنونوں پیروں کے نشانات دیکھتے ہوئے بہت جلد چٹان کے اس کنارے پر پہونچ گئے جس پر سے چشمہ آبشار بن کر سمندر میں گر رہا تھا سی ہاماہا ادھر ادھر گھومنے اور کبھی اس چیز کو غور سے دیکھنے لگی یہاں تک کہ جو کچھ ہوا تھا اس کی تفصیلات اس نے معلوم کرلیں۔ وہاں سوزانے پڑی تھی کیونکہ اس کے بدن کے دباؤ کی علامتیں اب بھی گھاس پر موجود تھیں اور یہاں مردہ پڑا تھا کیونکہ زمین پر خون کے چکتے جمے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ یہاں سے رالف کو گھسیٹ کر چٹان کے کنارے تک لے جایا گیا تھا کیونکہ خون کے دھبوں کی ایک مسلسل لکیر سی یہاں سے چٹان کے کنارے تک چلی گئی تھی اور پھر اس کے ساتھ ہی خونی کے قدموں کے نشانات بھی تھے۔ اور کنارے پر پہونچکر خونی نے رالف کو سمندر میں پھینکنے کے لئے اپنے بازوؤں میں اٹھا لیا تھا کیونکہ وہاں خونی کے جوتوں کی ایڑیاں گھاس میں گہرائی تک گڑ گئی تھیں۔

"زنٹی گھوڑے اور خچر کو آپس میں باندھ دو" سی ہاماہا نے کہا" اور پھر آؤ میرے ساتھ مل کر اس چٹان پر سے نیچے اترنے کا راستہ تلاش کرو۔"

زنٹی نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اس نے بھی اپنے طور پر چند اندازے لگا لئے تھے۔ تھوڑی سی تلاش کے بعد انھوں نے ایک ایسی جگہ تلاش کرلی جہاں سے وہ نیچے اتر سکتے تھے۔ نیچے پہنچنے کے بعد سی ہاماہا دوڑ کر کنارے پر پہونچی اور ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ کچھ نظر نہ آیا۔ پھر اسنے نیچے کی طرف نظر کی اور وہاں، تقریبًا اس کے قدموں میں، وہ شخص پڑا ہوا تھا جس کی اسے تلاش تھی۔ اس کا سر پتھر کے چھجے پر لگا ہوا تھا اور پورا جسم پانی میں ڈوبا ہوا تھا۔

وہ رالف کی طرف لپکی اور زنٹی کی مدد سے سی ہاماہا نے اسے خشک زمین پر گھسیٹ لیا

"افسوس سردارنی" زنٹی نے کہا" ہماری ساری بھاگ دوڑ بیکار ہی گئی۔ بابس مرچکا

ہے - دیکھو - اسے گولی ماری گئی ہے"

زنٹی کی بات سنی ان سنی کر کے سی ہامبا نے رالف کے کپڑے اتار لئے - پھر اس نے پہلے اپنا ہاتھ اور پھر اپنا کان اس کے سینے پر رکھ دیا - کچھ ہی دیر بعد اس نے اپنا سر اٹھایا - وچ ڈاکٹریس کی آنکھوں میں اُمید کی چمک تھی -

"نہیں - یہ باس زندہ ہے اور ہم نے عین وقت پر اسے تلاش کر لیا ہے" وہ بولی "اس کے علاوہ اس کا زخم بھی جان لیوا نہیں ہے - اچھا - اب میرا ہاتھ بٹاؤ تاکہ ہم اسے اٹھا کر اوپر لے جائیں "

چنانچہ زنٹی نے رالف کو اٹھا کر اپنے کندھے پر یوں ڈال لیا جس طرح کہ مزدور آٹے کی بوری اٹھا لیتا ہے - سی ہامبا نے آگے بڑھ کر رالف کی ٹانگیں پکڑ لیں - اور اس طرح بڑی دقتوں اور بڑی کوششوں سے، کیونکہ راستہ عمودی اور پھسلوان تھا، وہ رالف کو چٹان پر لے آئے اور اسے خچر پر لاد دیا -

"اب کس طرف ؟" زنٹی نے پوچھا - حالانکہ وہ مضبوط اور پرقوت تھا لیکن اس کا سانس پھول رہا تھا -

"وہاں جہاں چھکڑا ہے - بشرطیکہ سوارٹ ہیٹ نے اسے بھی نہ چرا لیا ہو"

جب وہ پڑاؤ کے قریب پہونچے تو ایک بار پھر سی ہامبا سانپ کی طرح رینگ کر اس کے کنارے پر پہنچی اور سوارٹ ہیٹ کی تلاش میں ادھر دیکھنے لگی - لیکن وہاں نہ سوارٹ ہیٹ تھا اور نہ ہی اس کے ساتھی - چنانچہ وہ اٹھ کر وہاں پہونچی جہاں چھکڑا چلانے والا اور اس کے ساتھی بیٹھے اونگھ رہے تھے -

"نمک حرامو ! بے وقوفو" سی ہامبا نے کہا "تم یہاں بیٹھے اونگھ رہے ہو اور وہاں عقاب ابابیل کو دبوچ کر اسے اپنے گھونسلے میں لے گیا اور بل ہیڈ نے ابابیل کے شوہر اور تمھارے آقا کو سمندر میں پھینک دیا جہاں سے وہ آیا تھا"

اور ان سب نے ایک دم سے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا اور اسے پہچان لیا۔

"ارے! یہ تو سی ہامبا ہے" ان میں سے ایک نے کہا "سردارن! کیا ہوا؟"

"میں بتا چکی ہوں کہ کیا ہوا۔ لیکن تمھارے کان بند ہیں اس لئے آؤ۔ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔"

اور وہ ان لوگوں کو وہاں لے آئی جہاں رالف اپنے خون میں لتھڑا پڑا تھا اور اس کے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔

"افسوس! آقا مر گیا" ان لوگوں نے کہا اور اپنے ہاتھ ملنے لگے۔

"نہیں۔ یہ مرا نہیں ہے۔ یہ زندہ رہے گا کیونکہ جب تم بے فکری سے اونگھ رہے تھے تو میں نے اسے تلاش کر لیا" سی ہامبا نے کہا "اب جلدی کرو اور چھکڑے میں سے کپڑوں کا صندوق لے آؤ اور کمبل بھی لے آؤ"

ان کافروں نے اس حکم کی فوراً تعمیل کی کیونکہ افریقہ کے کافر معالجوں میں سی ہامبا سب سے زیادہ ہوشیار اور ماہر معالج تھی۔ ان لوگوں کی مدد سے سی ہامبا نے رالف کا بھیگا ہوا لباس اتار لیا، اس کا جسم پونچھا، اس کے زخم پر پٹیاں کس دیں اور اسے نئی قمیص پہنا کر اچھی طرح سے کمبل میں لپیٹ دیا۔ اس طرف سے فرصت پا کر اس نے رالف کے حلق میں برانڈی ٹپکائی۔ برانڈی نے اس کے چہرے پر رنگ تو دوڑا دیا لیکن اسے ہوش نہ آیا۔ بہت گہری تھی اس کی بے ہوشی۔

"اسے آہستہ سے اٹھا کر چھکڑے میں لے جا کر بستر پر لٹا دو" سی ہامبا نے کہا۔

اور ان لوگوں نے اس کے حکم کی تعمیل بھی کی۔ پھر اس نے چھکڑے میں بیلوں کو جوتنے کا حکم دیا۔ یہ کام بھی جلد ہی ہو گیا۔ جب چھکڑا سفر کے لئے تیار تھا تو سی ہامبا نے چھکڑا چلانے والے اور ایک دوسرے ملازم کے سامنے جو کچھ ہوا تھا اس کی

وہ تفصیلات، جنھیں وہ اپنے طور پر معلوم کر سکی تھی، بیان کر دیں اور پھر کہا:۔
"اب تم واپس فارم کی طرف جاؤ اور جتنی تیزی سے ممکن ہو سفر کرو۔ تم میں سے ایک جھکڑے میں باسی کا نزی کے قریب بیٹھ کر اس کی خبر گیری کرتا رہے اور اگر اسے ہوش آجائے تو اسے تسلی دے۔ ابابیل کی ماں اور اس کے باپ سے کہنا کہ گھوڑے میں اپنے ساتھ لئے جا رہی ہوں اور کہنا کہ میں سوارٹ ہیٹ کے تعاقب میں اور اگر ممکن ہوا تو ابابیل کو عیاری سے بچانے جا رہی ہوں۔ ان سے کہنا کہ یہ ایسا کام ہے کہ اسے التوا میں نہیں ڈالا جا سکتا۔ زنٹی کو میں اپنے ساتھ لئے جا رہی ہوں کیوں کہ تنہا یہی ایسا شخص ہے جو سوارٹ ہیٹ کے خفیہ کرال کا راستہ جانتا ہے۔ زنٹی تمھیں بتا دے گا کہ خفیہ کرال کو راستہ کہاں سے اور کس طرف سے جاتا ہے۔ فارم میں پہونچ کر تم اس راستے کے متعلق باس جان کو بتاؤ گے اور کہو گے ان سے کہ وہ جتنے بھی آدمی اکٹھے کر سکتے ہوں ان سب کو اپنے ساتھ لے کر فوراً ہمیں بچانے کے لئے چل پڑیں کیونکہ ان کی بیٹی سخت خطرے میں ہے۔ اگر میں کسی نہ کسی طرح ابیل کو آزاد کرانے میں کامیاب ہو گئی تو ہم راستے ہی میں باس جان سے آملیں گے اور اگر نہیں تو پھر جو ردحوں کی مرضی لیکن اس کے بعد باس جان جیسا مناسب سمجھیں کریں۔ لیکن باس جان کو اور ابابیل کے شوہر کو بھی اس بات کا یقین دلا دینا کہ جب تک میں زندہ ہوں اپنی کوششیں جاری رکھوں گی اور اگر ابابیل مر گئی۔۔۔ اور میں ابابیل سے واقف ہوں چنانچہ جانتی ہوں کہ وہ مر جائے گی لیکن اپنے آپ کو ذلیل نہ ہونے دے گی ــــ ہاں تو اگر ابابیل مر گئی تو پھر میں بھی ماری جاؤں گی یا اس کا انتقام لوں گی اور انتقام کے بہت سے ذریعے ہیں میرے پاس۔ آخر میں ان سے کہنا کہ اگر ہم فارم میں نہ پہونچیں تو وہ یقین نہ کر لیں کہ ہم مر گئے ہیں کیونکہ تب ممکن ہے ہمیں پہاڑوں یا کافروں میں غیر معینہ مدت تک چھپے رہنا پڑے۔ اگر ہم مر ہی گئے ہوں گے

تو ایک نہ ایک دن اس کی اطلاع ابابیل کے گھر والوں کو مل جائے گی۔ ہاں۔۔ اس سے پہلے وہ ہمیں مردہ نہ سمجھ لیں۔ اچھا۔ اب زنٹی سے بُل ہیڈ کے کھٹ کے راستے کی تفصیلات سن لو اور فوراً روانہ ہو جاؤ یہاں سے اور دیکھو میں نے جو کچھ کہا ہے اگر اس کا ایک لفظ بھی تم بھول گئے تو میں، سی ہامبانگ یانگا، واپس آنے کے بعد تمہیں اندھا کر دوں گی اور تمھارے کلیجے اپنے جادو سے پھاڑ دوں گی اور یہ میں کر سکتی ہوں۔"

"اے سردارن! ہم نے سنا اور ہم نے ایک لفظ یاد کر لیا اور صرف تین گھنٹوں بعد باس جان تمھارا کہا ہوا ایک ایک لفظ ہماری زبانی سن لے گا۔" ان لوگوں نے ایک زبان ہو کر کہا۔

پانچ منٹ بعد وہ لوگ فارم کی طرف روانہ ہو رہے تھے اور انھوں نے اتنی تیزی سے سفر کیا اور چھکڑے میں جتے ہوئے بیل اتنے تیز رفتار تھے کہ تین گھنٹے سے بھی کم وقت میں کتوں کے بھونکنے کی آوازوں سے ہماری نیند کھل گئی اور پھر ہمارے دروازے پر دستک ہوئی اور ہم نے دروازہ کھول کر چھکڑا چلانے والے کی زبانی وہ بھیانک داستان سنی اور دیکھا کہ چھکڑے میں رالف پڑا ہوا تھا اور اس کے زخم سے اب بھی خون بہہ رہا تھا۔

اس وقت کا غم اور سنسنی میں کبھی نہ بھلا سکوں گی۔ اور اس منظر کو بھی نہ بھلا سکوں گی کہ جب رالف کو آخر کار ہوش آیا تو اس نے پُر امید نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا، اس کی نگاہیں سوزانے کو تلاش کر رہی تھیں لیکن اسے نہ پا کر رالف کو پچھلے غم ناک واقعات یاد آ گئے اور اس کے ہونٹ کانپنے لگے۔ اور اس نے بیٹھی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"میں یہاں کیسے آ گیا اور میں مرا کیوں نہیں؟"

"سی ہامبا نے تمھیں بچایا ہے اور تمھیں چھکڑے میں ڈال کر یہاں لایا گیا ہے" میں نے جواب دیا۔

"تو پھر سوزانے کہاں ہے؟" رالف نے پھر پوچھا۔

"وہ سوزانے کو بچانے گئی ہے اور جان چند آدمیوں کو لے کر جلد ہی اس کے پیچھے جا رہا ہے"۔

"سی ہامبا!" رالف کراہ کر بولا "ایک عورت سوارٹ پیٹ اور اس کے خونی ساتھیوں کے مقابلے میں کیا کر سکتی ہے، اور پھر یہ بھی تو ممکن ہے کہ جب وہ پہنچے تو وقت گزر چکا ہو۔ خدایا! ایسا تو ہم نے کون سا گناہ کیا ہے جس کی سزا تو نے ہمیں ایسی دی ہے۔ ذرا سوچو تو کہ سوزانے، میری بیوی، ظالم سوارٹ پیٹ کے قبضے میں ہے ــ ہائے ــ میں پاگل ہو جاؤں گا"

میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ رالف واقعی پاگل ہو جائے گا یا پھر غم سے اس کا دل پھٹ جائے گا لیکن خدا کو اس کی حالت پر رحم آگیا اور اس پر غشی طاری ہو گئی اور دوسرے دن تک اس پر غشی طاری رہی اور دوسری سہ پہر کے تین بجے ڈاکٹر اسکے شانے میں سے پستول کی گولی نکالنے اور اسکے شانے کی ہڈی بٹھانے آگیا۔ اسے بھی ایک اتفاق کہیے کہ ہمارے فارم سے کوئی بیس میل دور ایک شخص کی بیوی کو دیکھنے شہر سے ایک ماہر اور ہوشیار ڈاکٹر آیا ہوا تھا۔ ہم نے اسے بلا لیا۔

اگر یہ ڈاکٹر نہ آیا ہوتا، رالف کے دماغ کو سکون بخشنے کے لئے اگر اس نے نیند کی گولیاں نہ دی ہوتیں اور اگر ایک خاص کرم کا نزول نہ ہوا ہوتا ــ جس کا ذکر میں وقت آنے پر کروں گی ــ تو رالف یقیناً مر جاتا۔ وہ زندہ رہا لیکن سات طویل ہفتوں کے بعد وہ گھوڑے پر سواری کرنے کے قابل ہو سکا۔

سترھواں باب

خفیہ کرال

چھکڑے کے روانہ ہونے سے پہلے سی ہامبا نے رالف کی بندوق بارود کی تھیلی کے ساتھ اٹھا لی تھی۔ یہ بندوق "روبیز" اور بہت اچھی تھی۔ اس کے علاوہ زادِ راہ کے طور پر اس نے دوسری چند چیزیں بھی لے لی تھیں۔ تیلیاں، برانڈی کی ایک بوتل، ایک کمبل، ایک تھیلی میں مکئی — یہ مکئی اس نے اس غرض سے لی تھی کہ بوقتِ ضرورت گھوڑوں کو کھلائی جا سکے — اور چند دوسری چیزیں جو سی ہامبا کے خیال میں ضروری تھیں۔

سی ہامبا کے حکم کے مطابق زنطی نے سوزانے کا زین شامیل پر اور رالف کا زین سوزانے کی بھوری گھوڑی پر کس دیا اور اس گھوڑی پر خود زنطی سوار ہوا تاکہ سامان سے لدا ہوا خچر آسانی اور تیزی سے سفر کر سکے۔ پھر سی ہامبا اپنے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہوئی — یہ وہی گھوڑا تھا جس پر سوار ہو کر وہ یہاں تک آئی تھی — یہ گھوڑا بے حد سیدھا اور اچھا تھا۔ اور پھر وہ روانہ ہو گئے۔ سی ہامبا آگے تھی اور اس نے شامیل کی لگام پکڑ رکھی تھی جو اس کے پیچھے پیچھے چلا آرہا تھا اور خچر کی لگام زنطی کے ہاتھ میں تھی اور وہ اس کے گھوڑے کے پیچھے چلا آرہا تھا۔ یہ خچر بے حد شریر اور بدمزاج تھا لیکن وہ اپنی بدمزاجی کا مظاہرہ اس وقت کرتا تھا جب کوئی اس پر سوار ہوتا تھا۔

وہ دونوں بہت جلد اس جگہ پہنچ گئے جہاں سوارٹ پیٹ اور اس کے ساتھیوں نے اپنے گھوڑے چھوڑے تھے۔ وہاں سے وہ گھوڑوں کی ٹاپوں کے

سہارے آگے بڑھنے لگے یہاں تک کہ وہ اس میدان میں پہنچ گئے جہاں گھاس جلادی گئی تھی چنانچہ یہاں چونکہ گھوڑوں کی ٹاپوں کے نشانات نہ تھے اس لئے سی ہامبا اور زنٹی کا سفر اس میدان سے ذرا مشکل ہو گیا۔ اس میدان میں پہنچنے کے بعد گھوڑوں کی ٹاپوں کے نشانات تلاش کرنے میں انھیں کافی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا اور ان کا بہت سا وقت بھی ضائع ہو گیا۔

"زنٹی! اس طرح تو ہم بل ہیڈ کے کرال میں شاید ہی اتنے دنوں میں بھی پہونچ پائیں جتنے دنوں میں کہ تم گائے کا تعاقب کرتے ہوئے پہنچے تھے" سی ہامبا نے کہا "یہ بتاؤ زنٹی کہ یہاں سے سوارٹ ہیٹ کے خفیہ کرال کا راستہ تمھیں یاد ہے؟"

"ہاں سردارن یاد ہے۔ زنٹی ایک دفعہ جس راستے پر چلتا ہے اسے پھر کبھی فراموش نہیں کرتا"

"تو پھر جتنی جلد ممکن ہو مجھے وہاں پہونچا دو۔"

"بہت اچھا سردارن۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ بل ہیڈ ابابیل کو کہیں اور لے گیا ہو اور اگر ہم اس کے قدموں کے نشانات پر نہ چلے تو ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ بل ہیڈ نے ابابیل کو کہاں چھپایا ہے"

"بیوقوف! خود میں اس پر غور کر چکی ہوں" سی ہامبا نے غصے ہو کر کہا "ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ میں اس کے گھوڑوں کے کھروں کے نشانات کی تلاش میں اپنی آنکھیں پھوڑتی۔ بہر حال ہمیں یہ خطرہ مول لینا ہے۔ وہ اپنے گھر تو ابابیل کو یقیناً نہیں لے گیا کیونکہ وہاں دوسرے بھی سفید فام رہتے ہیں اور یہ بھی ممکن نہیں کہ بل ہیڈ کا کوئی دوسرا اور بہتر بھٹ ہو چنانچہ وہ ابابیل کو اپنے اسی بھٹ میں لے گیا ہے جسے تم دیکھ آئے ہو اور ہمیں فوراً وہیں پہونچنا ہے کیونکہ وقت بہت کم رہ گیا ہے"

"جیسی تمھاری مرضی سردارن" زنٹی نے کہا "بھلا تمھاری ہوشیاری و عقلمندی

اور علم پر شک کرنے والا میں کون ہوتا ہوں۔"

اور اپنے گھوڑے کا رخ پھیر کر اس نے اسے بھگا دیا اور اس کا گھوڑا گھاس کے میدان میں اس کبوتر کی طرح فراٹے بھرنے لگا جو رات کے اندھیرا اترنے سے پہلے اپنے گھونسلے میں پہنچ جانا چاہتا ہو۔

چنانچہ وہ دونوں سفر کرتے رہے یہاں تک کہ رات ختم ہوئی اور دور کی پہاڑیوں کے پیچھے سے سورج نے سر ابھارا اور تب زنٹی نے اپنے گھوڑے کی لگامیں کھینچ لیں اور ان پہاڑیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"سردارن!" اس نے کہا "پہاڑیوں کے اس سلسلے میں تم وہ چوٹی دیکھ رہی ہو جو بھالے کی طرح ہے؟ ہاں۔ وہی جو ایسی معلوم ہو رہی ہے جیسے سلگ رہی ہو؟ بس اس کے پیچھے بل ہیڈ کا کرال ہے"

"وہ پہاڑیاں بہت دور ہیں زنٹی۔ لیکن اُمید ہے کہ ہم رات کا اندھیرا اترنے تک وہاں پہنچ جائیں گے"

"ہاں ہم رات کا اندھیرا اترنے تک وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے ہمیں اپنے گھوڑوں کو آرام دینا ہوگا"

"ٹھیک ہے" سی بامبا نے کہا "آؤ۔ اس چشمے کے کنارے اتر کر ہم بھی سستا لیں اور گھوڑوں کو بھی آرام کرنے دیں"

چنانچہ وہ گھوڑوں پر سے اتر آئے اور وہاں بیٹھ کر ان دونوں نے وہ کھانا کھایا جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے۔ گھوڑوں کو آزاد چھوڑ دیا گیا اور وہ وہاں اُگی ہوئی نرم اور میٹھی گھاس پر منہ مارنے لگے۔

اور پھر وہ دونوں روانہ ہو گئے اور مناسب رفتار سے دن بھر چلتے رہے اور سورج غروب ہوتے وقت بھالے کی شکل کی چٹان کے سائے میں ایک دفعہ پھر

گھوڑوں پر سے اتر چکے تھے، یہاں پانی نہ تھا لیکن چٹان کی ڈھلان پر ایک سرسبز مقام دیکھ کر زنٹی گھوڑوں کو وہاں لے گیا۔ لیکن فوراً ہی اس نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر سیٹی بجائی اس پر سی ہامبا اٹھ کر اس کی طرف چلی کیونکہ اس نے سمجھ لیا کہ زنٹی نے چشمہ تلاش کر لیا تھا۔ اور واقعی وہاں میٹھے پانی کا چشمہ تھا۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ سی ہامبا نے سیدھے اس طرف آکر غلطی نہ کی تھی کیونکہ چشمے کے کنارے پر گھوڑوں کے کھروں کے بہت سے نشانات تھے۔ ان نشانات میں انسانی قدموں کے چھوٹے چھوٹے نشانات بھی تھے اور انھیں سی ہامبا نے فوراً پہچان لیا۔ یہ سوزانے کے پیروں کے نشانات تھے۔

"زنٹی! یہ لوگ کتنی دیر ہوئی جب یہاں سے روانہ ہوئے ہیں؟" سی ہامبا نے پوچھا لیکن اس لئے نہیں کہ وہ نہ جانتی تھی بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے اندازے کی تصدیق کرنا چاہتی تھی۔

"جب سورج وہاں تھا سردارن" زنٹی نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر ایک خاص جگہ اشارہ کیا۔

"ہاں۔ تین گھنٹے" سی ہامبا نے سر ہلایا۔ "بل ہیڈ نے بڑی تیزی سے سفر کیا ہے"

"نہیں" زنٹی نے کہا۔ "لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ کسی مختصر راستے سے واقف ہے اور اس نے اسی راستے سے سفر کیا ہے۔ غالباً اس لئے کہ اسے خوف تھا کہ کوئی اس کا تعاقب کرے گا۔ اور اس چشمے کے کنارے وہ لوگ سورج غروب ہونے تک ٹھیرے رہے کیونکہ گھوڑوں کو آرام دینا اور کھلانا ضروری تھا"

"سردارن" کچھ دیر بعد زنٹی نے پھر کہا۔ "اسی پہاڑی کے درّے کے دوسری طرف بل ہیڈ کا خفیہ کرال ہے۔ اب کہو کہ وہاں پہنچنے کے بعد تم کیا کرو گی؟"

"یہ تو میں نہیں جانتی زنٹی" سی ہامبا نے جواب دیا "لیکن ایک بار پھر مجھے اس

مقام اور اس کے راستے کی تفصیلات سناؤ جہاں بل ہیڈ کی عورتوں نے وہ نئی جھونپڑی بنائی ہے۔"

زنٹی بیان کرنے لگا۔ سی ہامبا غور و توجہ اور خاموشی سے سنتی رہی۔

"ٹھیک ہے" سی ہامبا نے کہا "اب مجھے وہاں پہنچا دو اور اگر وہاں پہونچتے وقت کوئی تجویز میرے ذہن میں آگئی تو تمھیں بتا دوں گی۔"

چنانچہ وہ پھر چل پڑے لیکن جب وہ درّے کی چوٹی پر پہونچے تو دفعتہ کڑاک اور گرج کا طوفان پھٹ پڑا اور کالے کالے بادل گھر آئے اور بارش ہونے لگی اور ان دونوں مسافروں کو اندھیرے اور برستی ہوئی بارش میں آگے کچھ نظر نہ آتا تھا۔

"یہ تو برا ہوا" سی ہامبا نے کہا "اب میرے خیال میں ہمیں اس وقت تک یہاں رکنا پڑے گا جب تک کہ روشنی نہیں پھیل جاتی۔"

"نہیں سردارن" زنٹی نے کہا "ایک دفعہ میں اس راستے پر چل چکا ہوں اور اب اندھیرے یا روشنی میں آسانی سے اس پر چل سکتا ہوں۔

اور وہ آگے بڑھا۔ بار بار چمکتی ہوئی بجلیاں اسے راستہ بتا رہی تھیں۔

اور یہ اچھا ہی ہوا کہ طوفانِ باد و باراں پھٹ پڑا تھا ایسا نہ ہوا ہوتا تو ان دونوں کو دیکھ لیا جاتا کیونکہ سوارٹ پیٹ نے کرال کے چاروں طرف پہرہ لگا دیا تھا۔

آخر کار سی ہامبا نے محسوس کیا کہ وہ درختوں میں سے گزر رہے تھے۔ کیونکہ ان کے پتوں پر سے اس پر پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور ٹہنیاں بار بار سی ہامبا کے جسم سے چھو جاتی تھیں۔

"یہی وہ جنگل ہے سردارن جہاں سے بل ہیڈ کی بیویوں نے نئی جھونپڑی کے لئے لکڑیاں کاٹی تھیں" زنٹی نے سی ہامبا کے کان میں کہا۔

وہ اپنے گھوڑوں پر سے اتر آئے اور تینوں گھوڑوں اور خچر کو قریب کے

درختوں سے لیکن ایک دوسرے سے اتنی دور باندھ دیا کہ نہ ایک دوسرے پر لاتیں نہ چلا سکیں۔

اب سی ہامبا نے زین کی چرمی تھیلی میں سے خشک گوشت کا ایک ٹکڑا نکالا اور کھانے لگی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اب اسے اپنی تمام قوت اور بیدار مغزی کام میں لانی پڑے گی۔

"مکئی کی یہ تھیلی لے جاؤ" اس نے کہا" اور گھوڑوں اور خچر میں تقسیم کر دو بنابیل کو دگنا حصہ دینا"

زنٹی نے اس حکم کی تعمیل کی اور کچھ ہی دیر بعد چاروں جانور اپنے مزے سے دانا چبا رہے تھے حالانکہ ان چاروں نے بڑی لمبی منزل ماری تھی لیکن ان کے سوار ہلکے پھلکے تھے اور انھیں اندھا دھند بھگایا بھی نہ گیا تھا۔ سی ہامبا ایک دم سے گھوم گئی اور اپنے دونوں ہاتھ گھوڑوں کی طرف بڑھا کر کچھ بڑبڑانے لگی۔

"کیا کر رہی ہو سردارن؟" زنٹی نے پوچھا۔

"ان جانوروں پر سحر پھونک رہی ہوں تاکہ ہمارے واپس آنے تک نہ تو زمین پر ٹاپیں ماریں اور نہ ہی ہنہنائیں کیونکہ اگر انھوں نے ایسا کیا تو پھر ہمارا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ اچھا اب چلو۔ ہاں بندوق لے لو اپنے ساتھ کیونکہ تم بندوق چلانا جانتے ہو"

اور وہ چل دیے۔ وہ بھوتوں کی طرح بھیگے ہوئے جنگل میں سے گزر رہے تھے دس منٹ تک وہ اسی طرح خاموشی سے چلتے رہے۔ زنٹی آگے تھا اور دونوں ہاتھ آگے لمبے کئے گویا راستہ ٹٹول رہا ہو اور پھر وہ ایک دم سے رُک گیا۔

"ہشت" اس نے سرگوشی میں کہا" میں لوگوں کی بو پا رہا ہوں"

فوراً ہی انھوں نے ایسی آواز سنی جیسے کوئی چٹان پر سے پھسل رہا ہو۔ دوسرے ہی لمحے ایک مردانہ آواز نے ٹوکا:۔

"کون جا رہا ہے خفیہ کرال میں سے؟"

"میں ہوں۔ آسکا۔ بُل ہیڈ کی بیوی" ایک نسوانی آواز نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے" اسی مردانہ آواز نے کہا" یہ بتاؤ آسکا کہ کیا ہو رہا ہے یہاں؟"

"کیا ہو رہا ہے؟ میں کیا جانوں کہ کیا ہو رہا ہے؟" آسکا نے تلخی سے جواب دیا "سورج غروب ہو رہا تھا جب بُل ہیڈ اپنی نئی بیوی لے کر آگیا۔ یہ ایک سفید فام سردارن ہے، وہی جس کے لئے ہم نے نئی جھونپڑی بنائی ہے۔ لیکن ان سفید فاموں کی شادی کی رسومات واقعی عجیب ہیں کیونکہ اس سردارن کو اس طرح لایا گیا ہے کہ اس کے پیر بندھے ہوئے تھے اور اس کے چہرے کا رنگ مُردے کی طرح تھا اور آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور منہ کھلا ہوا تھا۔ اور ہاں۔ وہاں جنگل میں بُل ہیڈ کی اس نئی بیوی کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی اور اس کے بعد ہی اسے چٹان کے اس شگاف میں سے لایا گیا اور نئی جھونپڑی میں بند کر دیا گیا۔"

"ہاں۔ ان واقعات کی مجھے خبر ہے" مرد نے کہا" اور یہ نئی بیوی اپنی مرضی سے نہیں آئی ہے کیونکہ بُل ہیڈ نے اس کے شوہر کو قتل کرنیکے بعد اس سفید فام سردارن کو جبراً اپنے قبضے میں کیا ہے۔ ہاں۔ یہ میں جانتا ہوں کیونکہ میرا چچا بل ہیڈ کے ان ساتھیوں میں تھا جو اس سفید فام سردارن کو لانے گئے تھے، اس نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ابھی ابھی مجھ سے کہا۔"

"یہ تو بہت بُرا کام کیا ہے اس نے" آسکا بولی" ایک ایسا کام جو ہمارے سروں پر بھی عذاب نازل کرے گا۔ لیکن تم جانو بُل ہیڈ بہت برا آدمی ہے۔ ہاں۔ میں واقف ہوں اس کی برائیوں سے کیونکہ میں اس کی کافر بیویوں میں سے ایک ہوں۔ میں نے کہا۔ تم مجھے کرال کے کنارے تک چھوڑ آؤ گے؟ جنگل میں بھوت ہیں اور میں اسے عبور کرتے ڈرتی ہوں۔"

"نہیں آسکا۔ میں اپنی جگہ سے ہٹ نہیں سکتا کیونکہ یہاں مجھے پہرے پر بٹھایا گیا ہے۔"

"ڈرتے کیوں ہو۔ بُل ہیڈ تو اندر اپنی نئی بیوی کی خوشامد میں مصروف ہے۔"

"بہت اچھا۔ کچھ دور تک چلتا ہوں تمھارے ساتھ لیکن خیال رہے میں فوراً لوٹ آؤں گا۔"

اور دوسرے ہی لمحے سی ہاسبا اور زنٹی نے ان دونوں کو جاتے سُنا۔

"زنٹی" سی ہاسبا نے کہا "اب مجھے چٹان کے شگاف میں لے جاؤ"

چنانچہ اس نے سی ہاسبا کا ہاتھ پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے چٹان ٹٹولنے لگا یہاں تک کہ اسے وہ جھاڑی مل گئی جس نے شگاف کو چھپا رکھا تھا۔ وہ سی ہاسبا کا ہاتھ پکڑے اس شگاف میں گھس گیا اور کچھ ہی دیر بعد وہ دونوں خفیہ کرال میں تھے۔

"سردارن! ہم مکڑی کے جالے میں گھس تو آئے ہیں" زنٹی نے خوفزدہ ہو کر کہا "لیکن یہ بتاؤ کہ ہم یہاں سے باہر کس طرح نکلیں گے؟"

"آگے بڑھو اور یہ معاملہ مجھ پر چھوڑ دو" سی ہاسبا نے کہا "جہاں میں ایک عورت جاسکتی ہوں تو وہاں تم بھی جا سکتے ہو کہ تم مرد ہو"

"مجھے یقین ہے کہ تمھارا جادو ہمیں بچائے گا اور اسی لئے میں آیا ہوں لیکن اگر ہم دیکھے گئے تو پھر ہماری موت یقینی ہوگی۔"

چنانچہ وہ دونوں چھپتے چھپاتے رینگتے رہے یہاں تک کہ انھوں نے جھوٹے سے آبشار کی آواز سنی اور پھر انھیں وہ آبشار اندھیرے میں چمکتا نظر آگیا۔ بارش اب بھی رم جھم برس رہی تھی۔ ان مسافروں کے بائیں طرف چشمہ بہہ رہا تھا اور اس کے کنارے پر ایک گول اور بلند اور بہت بڑی جھونپڑی کھڑی تھی

"یہ ہے وہ نئی جھونپڑی جس میں ابابیل کو رکھا گیا ہے" زنٹی نے سرگوشی میں کہا۔

سی ہامبا چند لمحوں تک کچھ سوچتی رہی اور پھر کہا :۔

"زنٹی ! میں یہ معلوم کرنے جا رہی ہوں کہ اس جھونپڑی میں کیا ہو رہا ہے۔ سنو۔ تم اس چشمے کے کنارے نرسلوں میں چھپے رہو اور اگر میں اُلو کی طرح چیخوں تو یہ آواز سنتے ہی تم دوڑے آنا لیکن اس سے پہلے نہیں سمجھ گئے ؟"

"سمجھ گیا سردارن " زنٹی نے کہا :۔

اور وہ چشمے کے کنارے کے نرسلوں میں رینگ گیا اور وہاں بہت دیر تک وہ گھٹنوں گھٹنوں پانی میں زبکا سردی سے کانپتا رہا۔

اٹھارھواں باب

جھونپڑی میں

ہاتھوں اور پیروں کے بل، چوپایوں کی طرح، چلتی ہوئی سی ہامبا جھونپڑی کی طرف بڑھنے لگی یہاں تک کہ اس کے اور جھونپڑی کے درمیان صرف دس قدم کا فاصلہ رہ گیا اور تب اس نے دیکھا کہ اس کے دروازے پر ایک شخص کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔

"مجھے جھونپڑی کے پچھواڑے جانا پڑے گا" سی ہامبا نے سوچا۔

اور وہ گھوم کر ان جھاڑیوں کی طرف رینگنے لگی جو دائیں طرف اگی ہوئی تھیں وہ ان کے قریب پہونچی ہی تھی کہ دفعتہ — اور صرف ایک لمحہ کے لئے — چاند بادلوں میں سے نکل آیا اور اس کی روشنی نے چوپایوں کی طرح چلتی ہوئی سی ہامبا کو نمایاں کر دیا۔ جھونپڑی کے دروازے پر پہرہ دیتے ہوئے کافر نے اسے دیکھ لیا۔ اتفاقاً سی ہامبا نے جو ٹوپی پہن رکھی تھی وہ جنگلی کتے کی کھال کی تھی اور پھر وہ ہاتھوں اور پیروں کے بل چل رہی تھی اس کے علاوہ وہاں اگی ہوئی گھاس نے بھی اسے کچھ چھپا رکھا تھا چنانچہ پہرے دار نے اسے کتا یا لومڑی ہی سمجھا۔

"ابے دھت —" پہرے دار نے کہا۔

اور پھر فوراً ہی اس نے بھالا پھینک کر مارا۔ نشانہ بہت عمدہ اور سیدھا تھا اور اگر سی ہامبا کی جگہ واقعی کوئی کتا ہوتا تو بھالا تو اس کے بدن میں ترازو ہو جاتا لیکن سی ہامبا چونکہ کتا نہ تھی اس لئے بھالا اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان سے اور اس کے پیٹ اور سینے کے نیچے سے گزرتا ہوا اس کی ٹوپی کے لٹکتے ہوئے

سرے میں پیوست ہو گیا۔ اب اگر سی ہامبا جو اس باختہ ہو گئی ہوتی تو ظاہر ہے کہ پکڑی جاتی۔ لیکن وہ تقریباً بچپن سے ہی زخ ڈاکٹریس تھی چنانچہ ہر فن مولا بھی اور موت سے پنجہ ملانے کی عادی تھی۔ پہرے دار کے الفاظ سے اس نے سمجھ لیا کہ وہ اسے کوئی جنگلی جانور سمجھے ہوئے تھا۔ چنانچہ بجائے اس کے کہ وہ دونوں ٹانگوں پر کھڑی ہو کر بھاگ پڑتی اس نے چوپائے کی نقل کی اور زخمی کتے کی سی آواز میں چیخ کر تیزی سے آگے بڑھ کر جھاڑیوں میں گھس گئی۔

اس نے پہرے دار کو اپنے تعاقب میں آتے سنا۔ لیکن عین اس وقت چاند بادلوں میں چھپ گیا اور پہرے دار آپ ہی آپ بڑبڑاتا ہوا لوٹ گیا کہ صبح اسے اپنا بھالا مردہ لومڑی کے جسم میں پیوست مل جائے گا۔

چند قدم دور دبکی ہوئی سی ہامبا نے پہرے دار کو بڑبڑاتے سنا اور اس کی آواز سے اسے پہچان لیا۔ یہ وہی شخص تھا جس نے سوارٹ بیٹ کے حکم سے خود سی ہامبا کی گردن میں پھانسی کا پھندا ڈالا تھا اور یہ وہی تھا جس نے، اگر سی ہامبا وقت پر نہ پہونچ گئی ہوتی تو، ٹائیگرس نیک میں جان بوتمار اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کر کے انھیں قتل کر دیا ہوتا۔

"میرے دوست! اب تم نہتے ہو" سی ہامبا دل میں بولی" کیونکہ تمھارے پاس بندوق نہیں ہے رہا بھالا تو اس کا تو یہ ہے کہ اس سے پہلے کہ تم اسے کل صبح لومڑی کے جسم سے نکالنے جاؤ شاید ہم اپنا پچھلا حساب چکتا کر لیں گے۔

اس کے بعد اس نے ٹوپی کے کنارے میں سے بھالا کھینچ کر اپنے ہاتھ میں لے لیا اور رینگنے لگی یہاں تک کہ جھونپڑی کے پچھواڑے پہونچ گئی۔ لیکن اب بھی اس کا کام پورا نہ ہوا تھا کیونکہ جھونپڑی نئی تھی اور بڑی مہارت سے بنائی گئی تھی چنانچہ اس کی دیوار میں کوئی ایسی درار یا سوراخ نہ تھا کہ وہ جھانک کر اندر دیکھ سکتی

البتہ جب اس نے دیوار سے کان لگایا تو اسے کچھ شک سا ہوا کہ اندر سے کسی مرد کے بولنے کی آواز آرہی تھی ۔ سی ہامیا نے نظریں اوپر اٹھائیں تو دیکھا کہ چھت میں بنے ہوئے دھوئیں کے سوراخ میں سے روشنی کی لکیریں سی نکل رہی تھیں ۔ یہاں میں یہ بتا دوں کہ یہ جھونپڑی حالانکہ بڑی تھی لیکن تھی ایسی ہی جیسی کہ عام کافروں کی جھونپڑیاں ہوتی ہیں ۔ یعنی بھڑوں کے چھتے کی شکل کی ۔

"اب اگر میں جھونپڑی کی چھت پر چڑھ جاؤں" اس نے دل میں کہا "تو دھوئیں کے سوراخ میں سے جھانک کر نہ صرف جھونپڑی میں بلکہ اندر جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی دیکھ سکتی ہوں اور سب کچھ سن بھی سکتی ہوں ۔ لیکن اس میں خطرہ یہ ہے کہ اگر چاند بادلوں میں سے نکل آیا دوبارہ تو پھر پہرے دار یا کوئی اور مجھے چھت پر دیکھ لے گا ۔ بہر حال یہ خطرہ مجھے مول لینا ہے ۔ جو ہوگا سو دیکھا جائے گا ۔"

چنانچہ بہت آہستہ آہستہ اور خاموشی سے وہ ان رسیوں کو، جن سے جھونپڑی دیواروں کے بانس اور ٹہنیاں بندھی ہوئی تھیں، پکڑ پکڑ کر اوپر چڑھنے لگی وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ کافروں کے اعتقاد کے مطابق یہ جھونپڑی کے مالک کے لئے بہت ہی برا شگون تھا ۔ اور اس خیال سے وہ آپ ہی آپ ہنس بھی رہی تھی کہ یہ بدشگونی خود سوارٹ ہیٹ کے حق میں ہو رہی تھی کیونکہ وہی اس جھونپڑی کا مالک تھا ۔

آخر کار وہ چھت پر اور پھر رینگ کر دھوئیں کے سوراخ کے کنارے پہنچ گئی اور وہاں سے اس نے بڑی احتیاط سے جھانک کر جھونپڑی میں دیکھا ۔

ایک بے ڈھنگے پلنگ پر کمبل بچھے ہوئے تھے اور ان پر سوزانے کچھ بیٹھی اور کچھ لیٹی ہوئی تھی ۔ اس کے بال بے ترتیب تھے اور اس کے پیر اب بھی بندھے ہوئے تھے اور جیسا کہ آپ نے کہا تھا، اس کا چہرہ مردے کی طرح ہو رہا تھا اور

اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور کہیں خلا میں دیکھ رہی تھیں یا جیسے کچھ دیکھ ہی نہ رہی تھیں۔ اس کے سامنے ایک ان گھڑ میز تھی جو صرف ایک لکڑی سے تراشی گئی تھی میز پر دو بوتلیں تھیں اور ان بوتلوں کے منہ میں منیڈھے کی چربی کی بنی ہوئی دو موم بتیاں پھنسی ہوئی تھیں اور ان کی روشنی پوری جھونپڑی میں پھیلی ہوئی تھی۔ میز کے دوسری طرف سوارٹ ہیٹ کھڑا ہوا تھا۔

"سوزانے" وہ کہہ رہا تھا" میری بات سنو۔ میں نے ہمیشہ تمھیں چاہا ہے۔ ہاں — اس وقت سے تم سے محبت کرتا ہوں جب تم کم عمر تھیں اور میں بھی کم عمر تھا اور جب تم اس انگریز کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا کرتی تھیں جو اب مر چکا ہے" یہاں سوزانے کے چہرے پر کے جذبات لمحے بھر کے لئے تبدیل ہو گئے لیکن پھر فوراً ہی اس پر مردنی چھائی ہوئی تھی" سوزانے! میں شروع سے تمھاری پرستش کرتا آیا ہوں اور مجھے اس انگریز سے نفرت تھی جس کی طرف تم مائل تھیں اور جیسے جیسے تمھاری عمر بڑھتی گئی تمھاری سمجھ بوجھ بھی بڑھتی گئی اور تم مجھے ناپسند کرنے لگیں اور کانزی مجھے دھتکارنے اور ذلیل کرنے لگا اور اس کے اس رویہ نے میرے دل میں وہ بیج ڈال دیا جس سے سخت نفرت اور حقارت کا پودا پھوٹا۔ ہاں سوزانے۔ تم مجھے بہت برا کہو گی اور واقعی میں بہت برا آدمی ہوں میں نے وہ کام کئے ہیں جو میں تمھارے سامنے بیان کرنا نہیں چاہتا ایسے کام کئے ہیں جیسا کہ ایک کام میں نے کل رات کیا تھا اور جو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہو میں نے کافروں سے دوستی گانٹھی ہے اور سحر اور ظلم سے اپنا ناتا جوڑا ہے۔ میں نے خدا کو ترک کر اپنے لئے دوسرے دیوتا پیدا کر لئے ہیں۔ رہی یہ بات کہ میں اپنے باپ کی کتنی عزت کرتا تھا تو اس کا یہ ہے کہ جب وہ نشے میں دھت تھا تو میں نے اسے خوب پیٹا اور کہتے ہیں کہ اسی سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ بہرحال وہ میرا گنہگار تھا کہ مجھے اس دنیا میں لایا اور یہ بھی سکھا دیا کہ خدا کو بھول کر شیطان کو کس طرح اپنایا جاتا ہے۔

"اور اب سوزان نے کوئی جواب نہ دیا تو سوارٹ ہیٹ نے چند ثانیوں کے توقف کے بعد سلسلۂ کلام جاری رکھا" میں تمھارے سامنے اس طرح کھڑا ہوں کہ میرے ہاتھ تمھارے شوہر کے خون میں رنگے ہوئے ہیں اور میں تمھاری محبت چاہتا ہوں حالانکہ تم میری طرف دیکھو گی اور کہو گی — یہ شخص عفریت ہے، پاگل ہے جس کے وجود سے اس دنیا کو پاک کر کے اسے جہنم کے ساتویں طبق میں بھیج دینا چاہیئے — ہاں — میں عفریت ہوں، شیطان ہوں، پاگل ہوں اور بہت برا ہوں لیکن اس کی ذمہ دار تم ہو۔ تم نے مجھے ایسا بنایا ہے اور میں نے جو کچھ کیا ہے تمھیں حاصل کرنے کے لیے کیا ہے۔ میں پاگل ہوں — میں جانتا ہوں کہ میں پاگل ہوں کیونکہ میرا باپ پاگل تھا اور میرا دادا پاگل تھا لیکن میرے اس پاگل پن میں ایک خاص علم ہے۔ میرا یہ پاگل پن نری دیوانگی نہیں ہے کیونکہ میری رگوں میں ایک پونڈ وِیچ ڈاکٹریس کا خون بھی گردش کر رہا ہے۔ یہ ویچ ڈاکٹریس میری دادی تھی اور وہ باتیں جانتی اور کر سکتی تھی جو سفید فام نہ جانتے تھے اور نہ کر سکتے ہیں۔ جب میں نے تمھیں دیکھا اور میرے دل میں تمھاری محبت گھر کر گئی تو اسی وقت میں نیم پاگل ہو گیا — اس سے پہلے میں پاگل نہ تھا — اور جب آپس کی لڑائی اور میری شکست کے بعد کانزی نے مجھے کوڑا مارا تو پھر میں پوری طرح سے پاگل ہو گیا اور دیکھو میرا یہ پاگل پن بڑا ہی سود مند ثابت ہوا کیونکہ تم میرے اس پاگل پن کا پہلا پھل ہو اور وہ لاش بھی میرے پاگل پن کا پھل ہے۔ جیسے آج سمندر کی موجیں ادھر ادھر لڑھکاتی پھر رہی ہوں گی اور جسے شاید آبی جانور نوچ رہے ہوں گے"!

"تم کوئی جواب نہیں دے رہی ہو؟ بہت اچھا سنو سوزان۔ میں نے عیاری اور خون سے تمھیں حاصل کیا ہے اور عیاری اور خون سے ہی تمھیں یہاں رکھوں گا، اور اپنی بناؤں گا۔ یہاں تم میرے اختیار میں ہو اور دنیا کی کوئی طاقت حتیٰ کہ خدا بھی

اب تمھیں نہیں بچا سکتا۔ میرے اس خفیہ گراں سے چند کافروں کے علاوہ اور کوئی واقف نہیں ہے۔ اب بہتر یہی ہے کہ میرے وہ جرائم بھول جاؤ جو میں نے تمھاری خاطر کئے ہیں اور راضی خوشی سے میری بیوی بن جاؤ۔ اور اس کا یقین دلاتا ہوں کہ مجھ سے بہتر شوہر کبھی کسی عورت کو نہ ملا ہوگا اور نہ ملے گا کیونکہ پھر وہ آگ جو میرے دماغ میں جل رہی ہے بجھ جائے گی، وہ طوفان جو میرے دماغ میں چیخ رہا ہے تھم جائے گا اور میں پُرسکون بن جاؤں گا اور ایک بار پھر یہ شیطان وہی سوارٹ ہیٹ ہو گا جو تمھیں دیکھنے سے پہلے تھا۔

"ہیں! اب بھی کوئی جواب نہیں؟ بہت اچھا۔ میں جلدی نہ کروں گا۔ میں جا رہا ہوں اس وقت۔ جانتی ہو کیوں؟ چاروں طرف مسلح کا فروں کا پہرہ لگانے مبادا تمھارا باپ یا کوئی اور بے وقوف میرا یہ خفیہ کھٹ تلاش کرے۔ حالانکہ اس کی اُمید تو نہیں البتہ اگر وہ لوگ سی ہامبا کے علم کی مدد حاصل کریں تو بات دوسری ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ ایسا نہ کریں گے بہرحال میں جا رہا ہوں اور ایک گھنٹے بعد تمھارا جواب حاصل کرنے آؤں گا اور اس وقت تمھیں جواب دینا ہو گا۔ یہ بات سمجھ لو سوزانے کہ تم چاہو یا نہ چاہو قسمت نے بہرحال تمھیں میرے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ سوزانے! مجھ سے کہنے کے لئے تمھارے پاس کوئی لفظ نہیں ہے؟"

سوارٹ ہیٹ کی اس طویل بڑ کے دوران سوزانے بالکل خاموش بیٹھی رہی بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کچھ سن ہی نہیں رہی۔ لیکن جب اس نے پوچھا کہ کیا اس کے پاس کہنے کو ایک لفظ بھی نہیں ہے تو سوزانے نے لب کشائی کی۔ وہ اب بھی، اس کی طرف نہیں بلکہ اس کے پیچھے کہیں خلا میں دیکھ رہی تھی۔ سوزانے نے صرف ایک لفظ کہا:-

"خونی"

اس لفظ میں کوئی خاص بات تھی یا شاید سوزانے نے خاص لہجہ میں یہ لفظ ادا کیا تھا۔ وجہ کچھ بھی ہو بہر حال سوارٹ پیٹ خوفزدہ ہو گیا اور فوراً ہی پلٹ کر جھونپڑی سے نکل گیا اور فوراً ہی سی ہامبا نے اسے باہر پہرہ دیتے ہوئے کافرکو یہ ہدایت دیتے سنا کہ جب تک وہ واپس نہ آجائے پہرے دار مستعد اور چوکنا رہے اور یہ کہ وہ ٹھیک ایک گھنٹے میں واپس آجائے گا۔

سوارٹ پیٹ جھونپڑی کا دروازہ بند کر کے نہ گیا تھا چنانچہ سی ہامبا نہ تو کچھ کر سکتی تھی اور نہ ہی کچھ بول سکتی تھی کیونکہ خوف تھا کہ پہرے دار کہیں اسے دیکھ یا سن لے۔ اس لئے وہ بدستور جھونپڑی کی چھت پر چھپکلی کی طرح چپکی رہی اور دھوئیں کے سوراخ میں سے اندر جھانکتی رہی۔

کچھ ہی دیر بعد سوزانے، جو اب تک بت کی طرح بیٹھی ہوئی تھی، اٹھی اور اپنے بندھے ہوئے پیروں کی وجہ سے ایک وقت میں ایک ایک انچ چلتی ہوئی جھونپڑی کے دروازے کے قریب پہونچی، قریب رکھے ہوئے تختے سے دروازہ بند کیا اور پھر اندر کی طرف سے چوبی آڑ لگادی۔ وہ پھر اسی طرح ایک ایک انچ چلتی ہوئی واپس آکر بستر پر بیٹھ گئی اور دونوں ہاتھ اٹھا کر قدرے بلند آواز میں دعا مانگنے لگی۔ دعا میں وہ بار بار اپنے شوہر رالف کا نام لے رہی تھی۔ دفعتہً وہ خاموش ہو گئی، اس نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھایا اور ایک ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر وہاں سے ایک چاقو نکال لیا۔ چاقو چھوٹا سا تھا لیکن مضبوط اور تیز تھا۔ چاقو سے اس نے اپنے پیر کے بندھن کاٹ لئے اور انھیں جوڑ کر پھانسی کا پھندا بنایا۔ پھر اس نے پہلے پھندے کی طرف، پھر چاقو کی طرف اور پھر موم بتیوں کی طرف دیکھا اور سی ہامبا نے سمجھ لیا کہ وہ خودکشی کرنے کا ارادہ کر چکی تھی اور اس

کے تین طریقوں میں سے کسی ایک کو منتخب کر رہی تھی ۔ رسّہ یا چاقو یا آگ ۔

اس تمام عرصے میں سی ہامبا بیکار نہ بیٹھی تھی بلکہ چپکے ہی چپکے اپنا کام کر رہی تھی ۔ یعنی وہ بھالے کے پھل سے دھوئیں کے سوراخ کے چاروں طرف کی رسیاں کاٹ کاٹ کر پھوس الگ کر رہی اور سوراخ کو چوڑا کر رہی تھی ۔ یہاں تک کہ وہ اتنا بڑا ہو گیا کہ سی ہامبا کا چھوٹا سا جسم اس میں سے آسانی سے نکل سکتا تھا ۔

لیکن اب بھی وہ کوئی عملی قدم اٹھانے کی جرأت نہ کر سکتی تھی ۔ چنانچہ وہ مناسب موقع کی منتظر رہی اور آخر کار اسے وہ موقع مل گیا ۔ پہرے دار نے ایک طویل جمائی ، اور پھر ایک انگڑائی لی اور جھونپڑی کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا ۔ اب وہ چھت پر چنانچہ وہ سی ہامبا کو دیکھ نہ سکتا تھا ۔

سی ہامبا آہستہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور جلدی سے اپنی ٹانگیں سوراخ میں لٹکا دیں ۔ پھر آہستہ آہستہ اپنا جسم سوراخ میں ڈھکیلا اور پھر جھونپڑی میں کود پڑی لیکن اتنی آہستگی اور بلی کی طرح کہ اس کے جھونپڑی کے فرش پر گرنے سے ذرا بھی آواز نہ ہوئی ۔

اور اب ایک دوسرا خطرہ تھا اور یہ خطرہ بڑا تھا یعنی کہ کہیں سوزا نے خوفزدہ ہو کر ایک دم سے چیخ نہ پڑے ۔ اور یقیناً وہ چیخ پڑی ہوتی لیکن ہوا یہ کہ سوزا نے سمجھ رہی تھی بلکہ اسے یقین تھا کہ اس جھونپڑی میں اس کے علاوہ اور کوئی ہے نہیں لیکن جب سی ہامبا چھت کے سوراخ میں سے کودی تو سوزا نے اس خلاف توقع بات سے ایسی سناٹے میں آ گئی کہ چند ثانیوں کے لئے اس کی زبان گنگ ہو گئی اور اس سے پہلے کہ وہ سنبھل سکتی سی ہامبا نے اس کے کان کے قریب منھ لے جا کر سرگوشی میں کہا :-

"ابابیل! اپنی زندگی کی خاطر خاموش رہو۔ یہ میں ہوں سی ہامبا۔ میں تمھیں بچانے آئی ہوں"

سوزانے چند ثانیوں تک اس کی طرف دیکھتی رہی اور پھر رفتہ رفتہ اس کی بے نور سی آنکھوں میں چمک آگئی۔ لیکن پھر فوراً ہی ان کی چمک بجھ گئی۔ اور اس نے کہا:۔

"میری زندگی اب کس کام کی سی ہامبا؟ رالف مر چکا ہے اور میں خود بھی مرنے کی تیاریاں کر رہی تھی کہ اپنی آبرو بچالوں اور اپنے رالف کے پاس پہونچ جاؤں۔ مجھے یقین ہے کہ خدا میرا یہ گناہ معاف کر دے گا"

"ابابیل! ایک خوشخبری سننے کے لئے تیار ہو جاؤ اور دیکھو خوشی سے بیخود ہو کر چیخ نہ پڑنا ورنہ سارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔ سنو ابابیل! تمھارا شوہر مرا نہیں ہے۔ وہ صرف زخمی ہو گیا تھا میں نے اسے سمندر سے نکال کر تمھارے باپ کے فارم پر پہونچایا اور اب تمھاری ماں اس کی تیمار داری کر رہی ہیں۔"

سوزانے نے یہ خوشخبری سنی تو دفعتہً اس کے چہرے پر رنگ دوڑ گیا اور سی ہامبا کے خبردار کرنے کے باوجود وہ خوشی سے چیخ پڑی ہوتی لیکن ادھر اس نے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ ایک دم سے سی ہامبا نے لپک کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور اس وقت تک نہ ہٹایا جب تک کہ خوشی کی لہر اور ساتھ ہی خطرہ گزر نہ گیا۔

"سی ہامبا! یہ تم جھوٹ تو نہیں بول رہیں؟" سوزانے نے آخر کار پوچھا

"نہیں ابابیل۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ تم کہو اس کی قسم کھا کر کہوں کہ یہ سچ ہے۔ لیکن یہ باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ یہ سامنے کھانا اور دودھ دھرا

ہوا ہے۔ تم کھا پی لو تب تک میں ذرا سوچ لوں۔"

جیسا کہ سی ہامبا کا خیال تھا سوزانے نے آخری کھانا اپنے شوہر کے ساتھ چھکڑے میں بیٹھ کر کھایا تھا اور تب سے لے کر اب تک اس نے کچھ نہ کھایا تھا البتہ چند گھونٹ پانی پیا تھا اور بس۔ اور اگر ایک منٹ پہلے دنیا کی لذیذ سے لذیذ نعمت بھی اس کے سامنے رکھ دی جاتی تو وہ ایک لقمہ بھی نہ کھاتی لیکن اب صورت حال مختلف تھی اس کے دل میں غم اور مایوسی کی جگہ خوشی اور امید نے لے لی تھی چنانچہ اسے بھوک محسوس ہوئی اور وہ بڑی رغبت سے کھانے اور دودھ پینے لگی اور سی ہامبا ایک طرف بیٹھی سوچتی رہی۔

کچھ ہی دیر بعد سی ہامبا نے سر اٹھایا اور سرگوشی میں کہا:۔

"ایک تجویز ذہن میں آئی ہے عجیب تجویز ہے یہ لیکن اس کے علاوہ کوئی تجویز کارگر نہیں ہو سکتی۔ بہر حال ہمارا مقصد پورا ہوگا اور فی الحال یہی ہم چاہتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں قسمت ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ ابابیل! لاؤ۔ وہ پھندا مجھے دیدو جو تم نے اس چرمی رسی سے بنایا ہے جس سے تمہارے پیر بندھے ہوئے تھے۔"

سوزانے نے کچھ کہے بغیر سی ہامبا کے اس حکم کی تعمیل کی حالانکہ وہ دل ہی دل میں حیران ضرور تھی۔ سی ہامبا نے پھندا خود اپنے گلے میں ڈال لیا اور پھر سوزانے سے کہا کہ وہ پلنگ پر کھڑی ہو کر رسی کا دوسرا پھندا جھونپڑی کی چھت کے پھوس میں اتنی دور تک، جہاں تک اس کے ہاتھ پہنچ سکتے ہوں گھسیڑ دے تاکہ ایسا معلوم ہو کہ اسے چھت کی بلی سے مضبوط باندھا گیا ہو۔

جب یہ ہو چکا تو سی ہامبا نے اپنا چغہ اتار لیا۔ اب وہ برہنہ تھی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے کر لئے۔ اس کے ہاتھوں میں بھالا نہ بندھا تھا

پھر وہ جھونپڑی کی دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی اس شخص کی طرح جسے پھانسی دینے کے لئے زمین سے اوپر کھینچا جانے والا ہو۔

"ابابیل! ۔ اب غور سے سنو" آخر کار سی ہامبا نے کہا، "تم پہلے بھی مجھے اس حالت میں دیکھ چکی ہو جس حالت میں اس وقت دیکھ رہی ہو۔ یعنی اس دن جب سوارٹ ہیٹ مجھے پھانسی دے رہا تھا اور تم نے ایک خاص قیمت ادا کر کے میری جان بچائی تھی۔ یاد ہے نا؟ ۔ اب اتفاقاً وہ شخص جو باہر پہرہ دے رہا ہے، وہ ہے جس نے سوارٹ ہیٹ کے حکم سے اُس دن میری گردن میں پھندا ڈالا تھا اور اس وقت میں نے اس سے وہ چند الفاظ کہے تھے جنھوں نے اسے خوفزدہ کر دیا تھا۔ اب اگر اس نے مجھے اس جھونپڑی میں، جہاں اس کے خیال میں تمھارے علاوہ اور کوئی نہیں ہے، ایک بار پھر اسی حالت میں دیکھا تو وہ مجھے بھوت یقین کرے گا اور پھر اس کا دل سرد پڑ جائے گا اور اس کے اعضا کی قوت پانی ہو جائے گی اور اس سے پہلے کہ اس کی قوت عود کر آئے میں اس کا خاتمہ کر دوں گی۔ حالانکہ میں دیکھنے میں چھوٹی سی ہوں لیکن جانتی ہوں کہ کسی کی جان لینے کے لئے بھالا کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔"

"اور کوئی راستہ نہیں ہے؟" سوزا نے کانپ کر کہا۔

"نہیں ابابیل اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ یا تو اُس شخص کو میرے ہاتھوں قتل ہوتے دیکھو یا پھر سوارٹ ہیٹ کو یا موت کو قبول کر لو ۔۔ لیکن ٹھیرو۔ اگر تم نے ایسا ہی کیا جیسا کہ میں کہوں گی تو پھر یہ دیکھنا بھی کوئی ضروری نہیں۔ جب میں کہوں تو تم جھونپڑی کے دروازے پر سے تختہ ہٹا کر باہر رینگ جانا اور پھر نیچی آواز میں مدد کے لئے پکارنا اس پر وہ پہرے دار جھونپڑی میں گھس آئے گا اور مجھے دیکھے گا۔ تم باہر ہی رکی رہنا اور میں اندر اپنا کام کر لوں گی۔ اگر میں کامیاب ہو گئی تو فوراً ہی تمھارے پاس آجاؤں گی لیکن اگر میں کامیاب نہ ہوئی اور پکڑی گئی تو تم فوراً چستے

کی طرف دوڑ جانا، وہاں پہونچ کر الّو کی سی آواز نکالنا، زنٹی وہاں چھپا ہوا ہے چنانچہ یہ آواز سن کر وہ تمھارے پاس آجائے۔ اس کے بعد تم دونوں اس کرال سے جلد از جلد نکل جانا۔ صرف ایک شخص خفیہ کرال کے خفیہ دروازے پر پہرہ دے رہا ہے چنانچہ اگر ضرورت ہوئی تو زنٹی اسے گولی مار دے گا۔ شامیل اور دوسرے گھوڑے ہم جنگل میں چھوڑ کر بلکہ یوں کہو کہ انھیں چھپا کر آئے ہیں۔ زنٹی تمھیں وہاں لے جائے گا ان پر سوار ہو کر اپنے گھر یا جہاں جی چاہے چلی جانا۔ بہرحال اس لعنتی کرال سے دور پہنچ جانا اور کبھی بھولے سے بھی اس کے قریب نہ آنا اور ابابیل! آئندہ جب بھی تم اپنے شوہر یا اپنی اولاد کے سامنے اپنے اس کرال سے فرار کا ذکر کرو تو اپنی اس غلام سی ہامبانگ یا لنگا کو بھی یاد کر لینا۔ نہیں۔ کچھ کہو نہیں ابابیل۔ وقت بہت کم ہے جاؤ۔ دروازے کے قریب جاؤ اور جیسا میں نے کہا ہے ویسا ہی کرنا۔"

چنانچہ سوزانے دروازے کے قریب یوں پہونچی جیسے نیند میں چل رہی ہو، دروازے پر سے تختہ ہٹایا، دروازے میں رینگ کر داخل ہوئی، اب اس کا آدھا جسم جھونپڑی کے باہر تھا اور آدھا اندر، اور تب اس نے ہلکی سی چیخ کے بعد کہا:۔

"دوڑو ۔۔ سپاہی ۔۔ دوڑو"

پہرے دار دوڑا آیا اور ہاتھوں اور ٹانگوں کے بل جھونپڑی میں داخل ہوتا ہوا بولا:۔

"کون ہے؟ کون پریشان کر رہا ہے تمھیں؟"

دروازے میں سے گزر کر اور جھونپڑی میں پہونچ کر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور تب اس نے یہ ناقابل یقین بات دیکھی کہ اس جھونپڑی میں جہاں صرف ایک سفید فام عورت تھی ۔۔ اور اس سفید فام عورت کو اسی نے اس جھونپڑی میں پہنچایا تھا۔ وہاں ایک دوسری عورت بھی تھی اور یہ سیاہ فام تھی ۔۔ سی ہامبانگ نانگا۔ پہریدار کے

رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اس کی آنکھیں خوف سے پھٹ گئیں۔ اس نے اس سیاہ فام عورت کی طرف دیکھا، آنکھیں مل کر دیکھا، آنکھیں پھاڑ کر دیکھا۔ بے شک یہ سی ہاماہا ہی تھی یا اس کا بھوت تھا کیونکہ موم بتیوں کی روشنی اس کے برہنہ جسم پر لرز رہی تھی اور اس کے گلے میں پھانسی کا پھندا پڑا ہوا تھا اور چھت سے لٹک رہی تھی اور اس کے پیروں کے نیچے جھونپڑی کے فرش سے چھو رہے تھے اور اس حالت میں وہ اسے پہلے بھی ایک دفعہ دیکھ چکا تھا۔

پہرے دار بُت بنا پھٹی پھٹی آنکھوں سے سی ہاماہا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے حواس گم تھے اور وہ سوزانے کو بھول گیا تھا۔ سوزانے رینگ کر جھونپڑی سے باہر نکل گئی۔

"یہ ۔۔۔ یہ ۔۔۔ یہ تو ڈائن ڈاکٹر یس سی ہاماہا کی روح ہے جس نے میری موت کی پیشنگوئی کی تھی ۔۔۔ ہاں اس کی روح جو مجھے پریشان کر رہی ہے ۔۔۔ جو میرے پیچھے لگی ہوئی ہے" وہ بڑبڑایا۔

اور وہ اپنے گھٹنوں پر گر گیا وہ پلٹا اور دروازے کے باہر نکلنے لگا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ مر چکا تھا۔ اُف تک کئے بغیر مر چکا تھا۔ سی ہاماہا ڈاکٹر یس تھی اور جانتی تھی کہ بھالا کہاں مارا جاتا ہے۔

جھونپڑی میں جو کچھ ہوا تھا وہ سوزانے نے نہ دیکھا تھا اور نہ سنا۔ چند ثانیے بعد ہی برہنہ سی ہاماہا ایک ہاتھ میں اپنا چغہ اور دوسرے میں بھالا لئے سوزانے کے قریب کھڑی تھی۔

"ایک خطرہ تو گزر گیا" سی ہاماہا نے چغہ اپنے جسم پر ڈالتے ہوئے پرسکون لہجے میں کہا۔ "لیکن ابھی بہت سے خطرات باقی ہیں۔ ابابیل! میرے پیچھے آؤ۔"

وہ دونوں چشمے تک پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر سی ہاماہا نے اُلو کی سی آواز نکالی

فوراً ہی نرسلوں میں سے زنٹی نکل کر ان کے سامنے آکھڑا ہوا وہ سردی اور خوف سے کانپ رہا تھا۔

"چلو۔ جلدی چلو" سی ہامبا نے کہا۔

اور وہ تینوں بھاگ پڑے اور ابھی انھوں نے نصف راستہ ہی طے کیا تھا۔ کہ طوفانی بادل، جو رفتہ رفتہ چھٹنے لگے تھے، ایک دم سے پھٹ گئے اور چاندنی نے ان تینوں کو یوں نمایاں کر دیا جیسے وہ دن کی روشنی میں بھاگ رہے ہوں لیکن خوش قسمتی سے ان کی مڈبھیڑ کسی سے نہ ہوئی اور نہ ہی کسی نے انھیں دیکھا۔ آخر کار وہ اس چٹانی شگاف کے قریب پہونچ گئے جو اس خفیہ کرال کا خفیہ دروازہ تھا اور جس میں سے گزر کر دوسری طرف وادی میں پہنچا جا سکتا تھا۔

"تم دونو یہیں ٹھہرو" سی ہامبا نے کہا "میں آگے بڑھ کر دیکھتی ہوں"

"ایک شخص پہرے پر موجود ہے۔ اور چونکہ چاندنی رات ہے اس لئے اس پہرے دار کی نظر بچا کر نکل جانا ممکن نہیں۔ اب ہم صرف ایک کام کر سکتے ہیں اور یہ کام زنٹی تمھیں کرنا ہے۔ تم چٹان پر سے نیچے رینگ جاؤ اور پہرے دار کو اپنی بندوق کی زد میں لے رکھو اور اس سے کہو کہ اگر اس نے اپنی جگہ سے ذرا بھی حرکت کی یا ذرا سی بھی آواز نکالی تو تم اسے گولی مار دو گے۔ اسے اس طرح اس وقت تک روکے رکھو جب تک کہ ہم دونوں شگاف سے نکل کر جنگل میں نہیں پہونچ جاتے۔ پھر تم بھی بھاگ کر وہاں آجانا لیکن خیال رہے اس وقت تک گولی نہ چلانا جب تک کہ ہماری یا خود اپنی جان بچانے کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ رہ جائے"

زنٹی کھوج لگانے اور راستہ یاد رکھنے میں تو اپنی مثال آپ تھا لیکن جب جنگ وغیرہ کا سوال پیدا ہوتا تھا تو اس کے فرشتے کوچ کر جاتے تھے کیونکہ وہ سپاہی اور جنگجو نہ تھا۔ چنانچہ سی ہامبا کے اس حکم پر وہ خوفزدہ ہو گیا اور پتے کی طرح

کانپنے لگا لیکن جب سیحا ہامبا غرا کر اس کی طرف گھومی ہے، تو زنٹی کے دل پر پہریدار کے بجائے اس پست قامت عورت کا خوف بیٹھ گیا جس کی آنکھوں سے سچ مچ شعلے نکل رہے تھے۔ زنٹی ایک دم سے سگاف میں گھس گیا۔

پہرے دار ذرا دنگھ گیا تھا اب جو اس نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ اس کے ماتھے کی طرف بندوق کی نال اٹھی ہوئی تھی اور ایک آواز اسے خاموش اور بے حرکت کھڑے رہنے کا حکم دے رہی تھی ورنہ ـــ اس آواز نے مزید کہا ـــ بندوق کی گولی اس کا بھیجا پاش پاش کر دے گی۔

پہرے دار خاموش اور بے حرکت کھڑا رہا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ اسکے آقا کی نئی بیوی فرار ہو رہی ہے اور اسے یاد آیا کہ اگر اس کے آقا کی نئی بیوی فرار ہوگئی تو بُل ہیڈ اسے کیسی سخت سزا دے گا تو وہ بندوق اور اپنی عورت کو بھول کر پلٹا اور چیختا ہوا بھاگا۔ اس پر زنٹی نے فوراً لبلبی دبا دی لیکن اس کا نشانہ خطا کر گیا۔ اس خاموشی میں بندوق کی آواز توپ کی آواز سے بھی دگنی شدت سے گونج گئی اور پھر چٹانوں سے ٹکرا کر بازگشت پیدا کرتی ہوئی دیر تک دور تک لڑھکتی رہی۔

"بیوقوف! کیوں گولی چلائی اور اگر چلائی تھی تو اس پہرے دار کو مار گرانا تھا" سی ہامبا نے دانت پیس کر کہا "بھاگو ـــ تیزی سے بھاگو جنگل کی طرف جہاں گھوڑے ہیں"

اور وہ تینوں اپنی جان لے کر اتنی تیزی سے بھاگے کہ پہلے کبھی نہ بھاگے تھے وہ جنگل میں پہونچ گئے اور چند ثانیوں بعد ہی گھوڑوں کے قریب تھے۔

"میرے اجداد کی روحوں کا شکر ہے کہ گھوڑے محفوظ ہیں" سی ہامبا نے کہا۔ انھوں نے بڑی عجلت میں گھوڑے اور خچر کو بھی کھول لیا۔

"سوار ہو جاؤ ابابیل" سی ہامبا نے شامیل کی گردن پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

سوزانے نے زنٹی کے شانے پر، جو جھک گیا تھا۔ پیر رکھا اور اچک کر شامیل پر سوار ہو گئی۔ پھر زنٹی نے سی ہامبا کو اٹھا کر بھوری گھوڑی پر بٹھا دیا اور خود تیسرے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ساتھ ہی اس نے جھک کر خچر کی لگام پکڑ لی۔

"کس طرف سردارنی"؟ زنٹی نے پوچھا۔

"گھر کی طرف" سی ہامبا نے جواب دیا۔

جنگل کے دوسری طرف ایک چھوٹی سی ڈھلان تھی جو صرف تین سو قدم چوڑی تھی اور اس کے بعد ایک درّہ تھا جو سمندر کے رُخ تھا۔ ان تینوں کو اسی درے میں گزرنا تھا۔ وہ لوگ جنگل سے نکل کر ڈھلانی میدان میں پہنچ چکے تھے کہ دفعتہً ان کے دائیں طرف سے گھوڑسواروں کا ایک گروہ نکل کر ان کی طرف لپکا۔ یہ کل سات تھے اور ان میں سے ایک ـــــ جو سب کے آگے تھا ـــــ کوئی اور نہیں بلکہ خود سوارٹ پیٹ تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اور درّے کے سامنے پہنچ کر ان تینوں کا راستہ روک دیا تینوں نے گھوڑے کی لگامیں کھینچ لیں اور سی ہامبا نے زنٹی سے پوچھا:۔

"زنٹی! سامنے والے سلسلۂ کوہ میں کوئی دوسرا درّہ نہیں ہے کیونکہ یہ درّہ تو سوارٹ نے ہمارے لئے بند کر دیا ہے"؟

"میرے خیال میں تو کوئی درّہ نہیں ہے" زنٹی نے جواب دیا "البتہ یہ میں دیکھ چکا ہوں کہ ہمارے پیچھے جو میدان ہے وہ ہموار اور سیدھا ہے اور اس پہاڑی تک چلا گیا ہے جو دور پر افق سے چپکی دکھائی دیتی ہے"

"ٹھیک ہے" سی ہامبا نے کہا "تو پھر چلو اس پہاڑی کی طرف کیونکہ ہم کسی اور طرف جا ہی نہیں سکتے اب اگر ہم راستے میں ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں تو خیال رہے ہم اس پہاڑ کی جنوبی ڈھلان پر اکٹھے ہوں گے، بشرطیکہ زندہ رہے۔ زنٹی! خچر چھوڑ دو کیونکہ اب خود ہماری زندگی اور موت کا سوال ہے اور بھگاؤ اپنے گھوڑے کو اور یہ نہ بھولو کہ موت تمھارے پیچھے لگی ہوئی ہے"۔

انیسواں باب
دریائے سرخ

جب ان تینوں نے اپنے گھوڑوں کے رُخ موڑے ہیں تو سوارٹ میٹ اور اس کے ساتھی ان سے صرف سو قدم یا اس سے کچھ ہی زیادہ دور تھے لیکن جنگل میں پہنچنے کے بعد ان تینوں کو اپنے اور تعاقب کرتے ہوئے دشمن کے درمیان فاصلہ بڑھانے کا وقت مل گیا کیونکہ سوارٹ میٹ کا خیال تھا کہ یہ مفرور جنگل میں سے نکلنے کی جرأت نہ کریں گے چنانچہ وہ اور اس کے ساتھی انھیں جنگل میں تلاش کرتے رہے اور تینوں گھوڑ جنگل سے کوئی ایک میل دور چاندنی میں نہائے ہوئے میدان میں ہوا سے باتیں کر رہے تھے۔

آخرکار سوارٹ میٹ نے ان تینوں کو ایک دور کی ڈھلان کی چوٹی طے کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور پھر اس طویل اور یادگار دوڑ کا آغاز ہوا جو افریقہ میں اپنی طرز کی پہلی اور آخری دوڑ تھی۔

ایک کے بعد دوسرا گھنٹہ گذرتا گیا اور گھاس کے اس میدان میں، جس میں چاندنی نے نور کی چادر سی بچھا رکھی تھی، گھوڑے بھاگتے اور ان کے سوار انھیں بے دردی سے اور بے تحاشہ بھگاتے رہے آخرکار چاند غروب ہو گیا۔ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا اور اب انھیں اندھیرے میں بڑی احتیاط سے آگے بڑھنا تھا۔

اور پھر افق مشرق پر صبح کی سرخی پھیلنے لگی لیکن وہ تینوں اب بھی نہ رکے اور شایل کے علاوہ دونوں گھوڑے تھکنے لگے۔ ان کے عین سامنے اور کوئی بیس میل دور وہ تنہا پہاڑی کھڑی تھی جس کی طرف وہ تینوں جا رہے تھے اور پیچھے وہ وسیع و عریض میدان

پھیلا ہوا تھا جسے وہ عبور کر کے آئے تھے۔ سوزانے نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا لیکن دور دور تک کوئی تعاقب کرنے والا نظر آیا۔

"میرے خیال میں اب ہمیں ذرا دیر ستا لینا چاہئے" اس نے کہا۔ "گھوڑے بھی تھک گئے ہیں۔"

چنانچہ وہ ایک چشمے کے کنارے گھوڑوں پر سے اتر پڑے اور گھوڑوں نے چشمے کے میٹھے پانی پر گردنیں جھکا دیں لیکن انھیں بہت زیادہ پانی نہ پینے دیا گیا اور پھر انھیں چرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا اور وہاں، چشمے کے کنارے، ان تینوں نے خشک گوشت چبا کر پیٹ کی آگ بجھائی اور یہ گوشت خرجیوں میں تھوڑا سا ہی تھا۔

"سی ہامبا! ہم اس پہاڑی کی طرف کیوں جا رہے ہیں؟" سوزانے نے پوچھا۔

"اس لئے کہ وہاں ایسی جگہیں ہیں جہاں ہم چھپ سکتے ہیں" سی ہامبا نے جواب دیا۔ "اور پھر وہاں سے ہم دوسری طرف کی ڈھلان اتر کر ساحل سمندر پر اور وہاں سے اپنے گھر پہونچ سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہم یہاں میدان میں ہی رہے تو میلوں دور سے دیکھا جا سکتا ہے۔"

"وہاں۔ چوٹی پر لوگ آباد ہیں؟"

"ہاں ابابیل عظیم سردار سگ وے کا اور اس کا قبیلہ وہاں آباد ہے۔ یہ سگ وے سرخ کافروں کا سردار ہے جس کے ماتحت ہزاروں سپاہی ہیں لیکن میں نے سنا ہے کہ ان دنوں وہ جنوب کی طرف چند سوازی قبائل سے جنگ کرنے گیا ہوا ہے جن سے اس کا پرانا جھگڑا ہے۔"

"تو سگ وے کا قبیلہ ہمیں پناہ دے گا سی ہامبا؟"

"شاید۔ بہر حال یہ وہاں پہنچنے کے بعد معلوم ہوگا۔ تاہم اتنا ضرور کہوں گی کہ وہاں تم سوارٹ پیٹ کے کرال سے زیادہ محفوظ رہو گی۔"

عین اسی وقت زنٹی نے، جو اس میدان پر نظر رکھے ہوئے تھا جسے عبور کر کے وہ آئے تھے، چیخ کر کچھ کہا اور دیوانوں کی طرح اشارے کرنے لگا۔ سوزا نے اور سی ہامبا نے گھوم کر اس طرف دیکھا جس طرف زنٹی اشارے کر رہا تھا۔ کوئی ایک میل دور دہ گھوڑ سوار ایک ڈھلان اتر کر اُن کی طرف بھاگے آ رہے تھے۔

"سوارٹ بیٹ اور اس کے چار آدمی" سی ہامبا نے کہا "اور میرے باپ کی روح کی قسم ان کے پاس تازہ دم گھوڑے ہیں۔ یہ گھوڑے انھوں نے اس کرال سے حاصل کئے ہوں گے جس کے قریب سے ہم آج علی الصبح گزرے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اب تک ہمیں اپنے پیچھے نظر نہ آئے تھے۔"

ان تینوں مفروروں میں ایک دم سے بھگدڑ مچ گئی اور سوزا نے تو خوف سے ایسی نڈھال ہو گئی کہ جب زنٹی اسے سہارا دے کر شامیل پر سوار کروا رہا تھا تو وہ سنبھل نہ سکی اور گرتے گرتے بچی۔

"گھبراؤ نہیں ابابیل" سی ہامبا نے کہا "سوارٹ بیٹ ابھی دور ہے اور کوئی غیبی آواز میرے دل میں کہہ رہی ہے کہ ہم فرار ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

حالانکہ سی ہامبا نے بڑے یقین سے یہ الفاظ کہے تھے لیکن وہ خود بھی خوفزدہ تھی اور اس کا یہ خوف بے بنیاد نہ تھا کیونکہ شامیل کے علاوہ ان کے دونوں گھوڑے بے حد تھکے ہوئے تھے۔ اس کے برخلاف سوارٹ بیٹ اور اس کے ساتھی تازہ دم گھوڑوں پر سوار تھے اور صرف ایک میل دور تھے۔ اس کے باوجود وہ تینوں اپنے گھوڑوں کو حتی الامکان تیزی سے بھگاتے رہے اور میدان کے اس حصے میں پہنچ گئے جہاں کہیں کہیں درخت اُگ رہے تھے اور یہاں وہاں چٹانیں ابھری ہوئی تھیں جن پر جھاڑیاں اُگ رہی تھیں۔

"سردارن!" زنٹی نے چیخ کر کہا "میرا گھوڑا تو اب ایک قدم بھی آگے نہیں

بڑھا سکتا اور سوارٹ پیٹ زیادہ سے زیادہ قریب آتا جا رہا ہے۔ اب اپنے علم کے زور سے بتاؤ کہ میں کیا کروں ورنہ تم جانو سوارٹ پیٹ اور اس کے ساتھی میرا خاتمہ کر دیں گے"۔

"زنٹی! اس کنہائے میں جا کر چھپ جاؤ" سی ہامبا نے جواب دیا "کیوں کہ بُل ہیڈ وہاں تمھیں تلاش کرنے کبھی نہ آئے گا۔ وہ کالے کوے کو نہیں بلکہ ابابیل کو پکڑنا چاہتا ہے۔ بعد میں تم ہمارے گھوڑوں کے کھروں کے نشانات کے سہارے ہمارے پاس پہونچ سکتے ہو لیکن تم اگر ہمیں نہ پا سکو تو واپس لوٹ کر باس بو تمار کے پاس پہنچ جانا اور جو کچھ دیکھا ہے اس کی تفصیلات ان سے بیان کر دینا۔ جاؤ۔ اب جلدی اس کہنائے میں گھس جاؤ"

"میں نے سنا سردار ن اور میں ایسا ہی کروں گا" زنٹی نے کہا۔

اور دوسرے لمحے وہ اپنے گھوڑے کو لگام سے پکڑے اپنے پیچھے تقریباً کھینچتا ہوا اسی چٹانی شگاف کی طرف لئے جا رہا تھا جس پر جھاڑیاں اُگ رہی تھیں۔

آئندہ تین میلوں تک میدان ڈھلانی تھا اور سوزانے اور سی ہامباوہ ڈھلان اتر رہے تھے جو ایک بڑے دریا تک پہونچ کر ختم ہو گئی تھی۔ دریا کے دوسرے کنارے سے پھر چڑھاؤ تھا جو بتدریج اس چٹان کے قدموں تک چلا گیا تھا جہاں ان دونوں کو پہونچنا تھا۔

وہ دونوں اپنے گھوڑے بھگاتے رہے حالانکہ شامیل کی آنکھیں اور نتھنے پھیل گئے تھے لیکن وہ تھکن کا اظہار نہ کر رہا تھا لیکن سی ہامبا کی بھوری گھوڑی اب ٹھوکریں کھا رہی تھی اور لڑکھڑا رہی تھی۔ وہ پوری طرح سے تھک چکی تھی۔ اگر اس کی پیٹھ پر سی ہامبا کے بجائے کوئی دوسرا اور وزنی سوار ہوتا تو وہ کبھی کی بیٹھ گئی ہوتی اس کے باوجود وہ سی ہامبا کے ٹٹکاروں کے جواب میں چلتی اور موقع بے موقع بھاگتی رہی

"یہ گھوڑی مجھے دریا تک تو بہر حال پہنچا دے گی" سوزانے کو متفکر نظروں سے گھوڑی کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھ کر سی ہامبا نے کہا۔

"اور پھر ــــ؟ سوزانے نے پیچھے دیکھ کر پوچھا۔

سوارٹ پیٹ اور اس کے ساتھی اب صرف پانچسو گز دور رہ گئے تھے۔ وہ خاموشی سے اور بڑے یقین کے ساتھ ان کا تعاقب کر رہے تھے ان شکاری کتوں کی طرح جنھوں نے شکار کی بو پالی ہو۔

"پھر ــ؟ پھر پتہ نہیں" سی ہامبا نے جواب دیا۔

وہ دونوں خاموش ہو گئے کیونکہ اب ان کی سانس بھی پھولنے لگی تھی۔ آدھے میل آگے بڑھے تو دفعتہً انھیں دریا نظر آگیا جسے اب تک زمین کے ایک اُبھار نے ان کی نظروں سے اوجھل کر رکھا تھا۔ دریا پر نظر پڑتے ہی سوزانا نے اور سی ہامبا کے منھ سے مایوسی کی چیخیں نکل گئیں۔ دریا میں سیلاب آیا ہوا تھا۔ پہاڑوں پر کی بارشوں کا سارا پانی اسی میں بہہ آیا تھا اور اب یہ دریا گرجتا اور شور مچاتا اور کف اچھالتا ہوا سمندر کی طرف بے تحاشہ بہا جا رہا تھا اور اس کا پاٹ دو سو گز چوڑا ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود وہ دونوں آگے بڑھتے رہے کیونکہ رکنا سوارٹ پیٹ کے ہاتھوں میں پڑنا تھا۔

فوراً ہی انھوں نے اپنے پیچھے فتح اور خوشی کے نعرے سنے۔ تعاقب کرنیوالوں نے بھی سُرخ دریا کو دیکھ لیا تھا اور خوشی کے نعرے لگا رہے تھے کیونکہ اب انھیں یقین ہو گیا تھا کہ سوزانے اور سی ہامبا بچ کر نہ جا سکیں گے۔

لبِ دریا سے دس گز اِدھر سی ہامبا کی گھوڑی چلتے چلتے ایک دم سے رُک گئی۔ وہ پتے کی طرح کانپ رہی اور دفعتہً بیٹھ گئی۔

"ابابیل!" سی ہامبا نے گری ہوئی گھوڑی پر سے اترتے ہوئے کہا "اب وہ ہی

راستے رہ گئے ہیں اور فیصلہ تمھیں کرنا ہے یا تو اپنا گھوڑا چڑھتے ہوئے دریا میں ڈال دو یا پھر دوبارہ سوارٹ پیٹ کے ہاتھوں میں پڑ جاؤ۔ اگر تم نے سوارٹ پیٹ پر چڑھتے ہوئے دریا کو ترجیح دی تو شامیل اب تک تھکا نہیں ہے اس لیے وہ تیر کر شاید تمھیں دوسری طرف پہنچا دے گا۔ بس اس سے زیادہ میں کچھ اور نہیں کہہ سکتی"

"اور تم؟" سوزانے نے پوچھا۔

"میں یہیں ٹھہرتی ہوں۔ کاش کہ زنبی بندوق مجھے گیا ہوتا"

"نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ ہم یا تو ساتھ زندہ رہیں گے یا پھر ساتھ ہی مریں گے سوار ہو جاؤ میں کہتی ہوں سوار ہو جاؤ۔ اگر تم نے میرے اس حکم کی تعمیل نہ کی تو میں تمھاری نظروں کے سامنے اس دریا میں کود پڑوں گی"

جب سی ہامبا نے دیکھا کہ سوزانے واقعی اڑ گئی ہے اور یہ کہ اگر اس نے اس کے حکم کی تعمیل نہ کی تو وہ واقعی دریا میں پھاند پڑے گی تو اس نے سوزانے کا آگے بڑھا ہوا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے پنجے پر اپنا پیر ٹکا کر سوزانے کے آگے شامیل پر سوار ہو گئی۔ تعاقب کرنے والوں نے سی ہامبا کو شامیل پر اور سوزانے کے آگے سوار ہوتے دیکھا تو وہ ہنسنے لگے اور سوارٹ پیٹ نے چیخ کر سوزانے سے کہا کہ بس اب وہ ہتھیار ڈال دے کیونکہ تعاقب کرنے والے اب صرف دو سو گز ہی دور رہ گئے تھے۔

لیکن ان کی ہنسی دیرپا ثابت نہ ہوئی۔ سی ہامبا نے پہلے گھوم کر سوزانے کا ہاتھ چوما اور پھر جھک کر شامیل کی گردن پر تھپکیاں دینے اور اس کے کان میں سرگوشیاں کرنے لگی یہاں تک کہ حقیقت میں ایسا معلوم ہوا جیسے گھوڑا اس کی باتیں سمجھ رہا ہو۔ کم سے کم اس نے اپنے کان کھڑے کر کے گردن ہلائی۔ پھر سر گھما کر تعاقب کرنے والوں کی طرف، اور پھر گرجتے ہوئے اور کف اچھالتے ہوئے غصیلے دریا کی طرف دیکھا

"ابابیل! ہوشیار۔ سنبھل کر۔ اور جم کر بیٹھ رہو" سی ہامبا نے کہا۔

اور پھر اس نے چیخ کر گھوڑے سے صرف ایک لفظ کہا اور آہستہ سے اس کی گردن پر ہاتھ مارا سی ہامبا کی آواز کے ساتھ گھوڑے نے اپنے آپ کو سمیٹ کر ایک چھلانگ لگائی اور کنارے کو صاف پھلانگ کر اور اس سے دس بارہ قدم دور گرجتے ہوئے دریا میں جا پڑا۔ سوار اور سواری سرخ پانی میں گہرائی تک اتر گئے اور پانی ان کے سروں پر بند ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ سطح پر ابھرے اور انھوں نے حیرت کی چیخیں سنیں۔ یہ تعاقب کرنے والوں کی چیخیں تھیں جو اب دریا کے کنارے پہنچ گئے تھے۔ غصّے کے ایک نعرے کے ساتھ سوارٹ ہیٹ اپنے گھوڑے کو لب دریا تک لے آیا۔ مجھے کہنا پڑتا ہے وہ بہادر اور نڈر تھا۔ لیکن اس کا گھوڑا دریا میں پھاندنے کے لئے تیار نہ تھا۔ سوارٹ ہیٹ اسے آگے بڑھا رہا تھا لیکن وہ پیچھے ہٹ رہا تھا چنانچہ سوارٹ ہیٹ مجبوراً اپنے گھوڑے پہ خاموش بیٹھا سوزانے اور سی ہامبا کی طرف دیکھتا رہا۔

ادھر شا میل بڑی بہادری سے دوسرے کنارے کی طرف تیر رہا تھا لیکن پانی کا بہاؤ اتنا تیز تھا کہ وہ گھوڑے کو اپنے ساتھ گھسیٹ رہا تھا اور سیدھا تیر نہ سکتا سی ہامبا نے بہرحال دیکھ لیا تھا کہ دریا کے بہاؤ کی طرف دو تین سو فٹ دور سامنے کے کنارے سے زمین کی ایک پتلی سی راس دریا میں در آئی تھی اور یہ راس گھوڑے نے بھی دیکھ لی تھی یا شاید سی ہامبا نے گھوڑے کو اس کے متعلق بتا دیا تھا۔ وجہ کچھ بھی ہو وہ بہرحال اسی کی طرف تیر رہا تھا۔

پانچ ہی منٹ بعد وہ منجدھار میں تھے اور اب سرخ پانی کی چیختی اور گرجتی ہوئی موجیں گھوڑے کے سر پر سے گزر رہی تھیں چنانچہ سوزانے اور سی ہامبا کو یہ خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں گھوڑا غرق ہی نہ ہو جائے۔ سی ہامبا کا یہ خدشہ تو اتنا بڑھا کہ

وہ گھوڑے کی پیٹھ پر سے پھسل کر سیلاب میں آگئی اور گھوڑے کی ایال پکڑ کر اس کے ساتھ ساتھ تیرنے اور اس کے کان میں سرگوشیاں کرنے لگی۔ سوزانے بدستور اس پر سوار اس کی گردن سے لپٹی ہوئی تھی۔ آخر کار وہ اس تک پہنچ گیا، وہ سی ہامبا اور سوزانے سمیت کوشش کر کے اس پر چڑھ گیا اور اب وہ خشکی پر کھڑا کانپ رہا تھا اور پھنکار رہا تھا۔

سوزانے اس کی پیٹھ پر سے اتر کر خشکی پر لیٹ گئی اور غصیلے دریا کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کے قریب سی ہامبا لیٹی ہوئی تھی۔ ننھی وچ ڈاکٹریس کا دم ذرا درست ہوا تو اس نے کہا:۔

"زندگی بڑی عمدہ چیز ہے اور شکر ہے کہ ہم زندہ رہے۔ یقین کرو ابابیل! سیلاب زدہ دریائے سُرخ کو عبور کرنے کی ہمت آج تک کسی نے نہیں کی ہے۔ لیکن ہم نے اسے ایک تھکے ہوئے گھوڑے پر بیٹھ کر اسے عبور کیا ہے اور ہمارا اور ہمارے گھوڑے کا یہ کارنامہ افریقہ کے ہر قبیلے میں بیان کیا جائے گا۔"

اور اس نے گھوڑے کی تھوتھن پکڑ کر، جو اس کے قریب ہی سر جھکائے کھڑا تھا اپنے سینے سے بھینچ لی۔ اس پر گھوڑا یوں ہنہنایا جیسے اس نے سمجھ لیا ہو کہ سی ہامبا اس کا شکریہ ادا کر رہی ہے۔

"میں خدا سے دعا کرتی ہوں کہ ہمیں دوبارہ ایسا چڑھا ہوا دریا عبور نہ کرنا پڑے" سوزانے نے کہا اور وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور سامنے والے کنارے کی طرف دیکھنے لگی۔

اُدھر سوارٹ بیٹ کا گھوڑا دریا میں پھاندنے کے لئے تیار نہ ہوا۔ چنانچہ سوارٹ بیٹ دیوانوں کی طرح چیختا ہوا کنارے پر ادھر ادھر بھاگ رہا تھا۔ ایک دفعہ اس نے بندوق بھی ان دونوں کی طرف اٹھائی تھی لیکن یہ سوچ کر جھکا لی کہ وہ شاید ہی گھوڑے کو گولی مار سکے اور اگر بفرضِ محال گولی اسے لگ بھی گئی

توسوزانے یقیناً غرق ہو جائے گی اور یہ وہ چاہتا تھا۔

جب وہ لوگ منجدھار میں پہنچ گئے تو سوارٹ ہیٹ ایک دم سے خاموش ہو گیا اور بت بنا ان کی طرف دیکھتا رہا یہاں تک کہ اس نے دیکھا کہ سوزانے، سی ہامبا اور شامیل بخیر و خوبی دوسرے کنارے پر پہونچ گئے اور تب سوارٹ ہیٹ نے اپنے ساتھیوں کو اپنے قریب بلایا اور ان سے مشورہ کرنے لگا اور چند ثانیوں بعد وہ لوگ اپنے گھوڑوں پر سوار دریا کے کنارے چل دیئے۔

"وہ لوگ دریا کا پایاب حصہ تلاش کرنے جا رہے ہیں" سوزانے نے پوچھا۔

"ہاں ابابیل، لیکن اب ہمیں وقت مل گیا ہے اور محفوظ مقام تک پہونچنے کے لئے ہمارے پاس کافی وقت ہے۔ آؤ۔ سوار ہو جاؤ۔"

چنانچہ ایک بار پھر وہ دونوں گھوڑے پر سوار تھیں اور ایک بار پھر شامیل انجانی منزل کی طرف بڑھ رہا تھا لیکن اب وہ بھاگ نہ رہا تھا بلکہ چل رہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ کنارے کا میدان عبور کر کے پہاڑی کی ڈھلان چڑھ رہا تھا اور وہاں ایک راستہ تھا جو اوپر جا رہا تھا۔

"میں سمجھتی ہوں، یہ راستہ سگ زے کے کرال تک ہی جاتا ہے" سی ہامبا نے کہا۔

"خدا کرے کہ وہیں جاتا ہو" سوزانے جواب دیا" اور خدا کرے کہ اس کا کرال دور نہ ہو کیونکہ محسوس کر رہی ہوں کہ اب موت قریب آگئی ہے۔"

"ہمت نہ ہارو ابابیل۔ کیونکہ ہم موت کے سامنے آچکے، اس سے مقابلہ کر چکے اور اس پر فتح حاصل کر چکے ہیں۔"

چنانچہ وہ اس ڈھلانی راستے پر چڑھتے رہے یہاں تک کہ راستہ ایک موڑ مڑا اور تب ان دو تھکے ہوئے مسافروں کو پہاڑی کی ایک بہت بڑی سلوٹ میں

سب وے کا کرال دکھائی دیا اور واقعی بہت بڑا کرال تھا یہ۔ کرال کے سامنے ایک بڑا میدان تھا اور اس میدان میں مسلح سپاہی جمع تھے جو کئی رجمنٹوں میں تقسیم تھے۔ اس "امپی" (فوج) کے سامنے سرداروں یا افسروں کا گروہ تھا۔

"اب ہم واپس نہیں جا سکتے" سی ہامبا نے کہا۔

اور اس نے گھوڑا اس میدان کی طرف بڑھایا۔ پوری فوج حیرت سے اس عجیب منظر کو دیکھ رہی تھی کہ ایک کوتل گھوڑے پر دو عورتیں سوار تھیں۔ ایک سفید فام اور سرو قد اور دوسری سیاہ فام اور بونی اور گھوڑا اتنا تھکا ہوا تھا کہ وہ بمشکل ایک کے آگے دوسرا قدم رکھ سکتا تھا۔

جب وہ افسروں کے گروہ کے قریب پہونچے تو سی ہامبا گھوڑے پر سے اتر آئی لیکن سوزانے گھوڑے پر ہی سوار رہی۔

"کون ہو تم؟" ایک چوڑے سینے والے شخص نے پوچھا جس نے اپنے شانوں پر چیتے کی کھال ڈال رکھی تھی۔

سی ہامبا کی حالت اس وقت مضحکہ خیز تھی۔ اوّل تو بونی تھی پھر اس کے بال پریشان تھے اور اس کے بدن اور لباس سے پانی ٹپک رہا تھا لیکن اس چیتے کی کھال والے نے نہ تو اس کا مذاق اڑایا اور نہ ہی ہنسا کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ اس بونی عورت کے بشرے سے قبیلے کے سرداروں کا سا وقار اور رعب عیاں تھا

"میں سی ہامبا ہوں۔ سی ہامبا نگسیا نگا وچ ڈاکٹریس جس کا نام تم نے سنا ہوگا" سی ہامبا نے جواب دیا۔

اور فوراً ہی چند لوگوں نے ایک آواز ہو کر کہا:۔

"ہاں۔ ہم نے سی ہامبا کا نام سنا ہے عظیم ڈاکٹریس ہے وہ"

"کس قبیلے سے ہو تم سی ہامبا؟" اسی سردار نے پھر پوچھا۔

"میرا قبیلہ زوادی قبیلہ ہے جسے شاکا نے زولولینڈ سے نکال دیا تھا اور میں امپونڈوانہ لوگوں کی جائز سردارن ہوں جو کہ امپونڈوانہ میں رہتے ہیں اور جو زوادی کی اولاد تھے لیکن اب شاکا کی اولاد ہیں۔"

"تو پھر، سی ہامبا، تم اپنے لوگوں اور اپنے گھر سے اتنی دور کیوں بھٹک رہی ہو؟"

"اس کا سبب یہ ہے۔ جب زوادی اور اس کے لوگوں کو جو انڈوانڈ سے کہلاتے ہیں، شکست ہوئی تو امپونڈوانہ نے، جو زوادی کی رعایا تھے، شاکی سے صلح کرلی لیکن یہ صلح میری مرضی کے خلاف کی گئی تھی اور چونکہ مجھے ایک زولو کتیا کی طرح رہنا پسند نہ تھا اس لئے میں انھیں چھوڑ کر چلی آئی۔"

"حالانکہ تمھارا جسم چھوٹا ہے لیکن دل بہت بڑا ہے" سردار نے کہا۔

اور ایک شخص چیخ کر بولا۔

"سی ہامبا کی داستان سچی ہے کیونکہ جب تم نے مجھے سفیر بنا کر امپونڈوانہ کے پاس بھیجا تھا تو وہاں کے لوگوں سے میں نے یہی داستان سنی تھی۔ وہاں کے بچے بچے کی زبان پر سی ہامبا کی داستان ہے"

سردار نے پوچھا:۔ اور وہ خوبصورت سفید فام عورت کون ہے جو ایسے شاندار گھوڑے پر بیٹھی ہوئی ہے؟"

"وہ میری ماں ہے، میری بہن ہے اور میری آقا ہے جس کی خدمت میں مرتے دم تک کروں گی کیونکہ اس نے مجھے موت سے بچایا ہے اور اس کا نام ہے۔ ابابیل"

اور سوزانے کا یہ نام ــــ یعنی ابابیل ــــ سن کر بہت سے لوگ نمایاں طور پر چونک پڑے اور اکثروں کے منھ سے حیرت کے کلمات نکل گئے۔ خصوصاً ان مردوں اور عورتوں نے زور زور سے سر ہلائے جو ایک چھوٹا سا گروہ بنائے بائیں طرف کھڑے ہوئے تھے اور ان مردوں اور عورتوں کی وضع قطع سے انھیں پہچاننا

آسان تھا۔ یہ ڈچ ڈاکٹر اور کاہن تھے۔ سی ہامبا نے لوگوں کے منہ سے نکلے ہوئے حیرت کے کلمات سنے اور ڈچ ڈاکٹروں وغیرہ کو سر ہلاتے دیکھا لیکن یوں ظاہر کر کے، جیسے اس نے کچھ دیکھا اور سنا نہیں، سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا:۔

"میں اور ابابیل بہت دور سے بھاگ کر یہاں آئے ہیں اور سردار سگ وے سے ملنے کی اُمید لے کر آئے ہیں۔ کیونکہ ہمیں اس کے مشورے اور مدد کی ضرورت ہے۔ لیکن سنا ہے کہ وہ جنوب کی طرف کے قبائل سے جنگ کرنے گیا ہوا ہے کیوں ٹھیک ہے نا؟"

"نہیں" چیتے کی کھال والے نے کہا "میں ہی سردار سگ وے ہوں اور میں نے اب تک جنگ کا آغاز نہیں کیا۔"

"تمھیں یہاں موجود پا کر مجھے مسرت حاصل ہوئی" سی ہامبا نے کہا "سردار! میری داستان سنو اور ہمیں اپنی پناہ میں لے لو"

اور اس نے مختصر لفظوں میں سوزانے کے سوارٹ ہیڈ کے ہاتھوں میں پڑنے اور پھر اس کے خفیہ کرال کی داستان بیان کر دی۔ جب اس نے سوارٹ ہیڈ یا ئبل ہیڈ کا، کیونکہ وہ اس کا فرنام لے رہی تھی، نام لیا تو اس نے دیکھا کہ سگ وے اور افسروں نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور جب سی ہامبا نے کہا کہ انھوں نے کس طرح چڑھا ہوا دریائے سُرخ عبور کیا تو اسے سگ وے اور وہاں کھڑے ہوئے افسروں کے بشروں پر شک کے آثار دکھائی دیئے اور اس میں تعجب کی بات بھی نہ تھی کیونکہ ایسا کارنامہ آج سے پہلے کسی نے انجام نہ دیا تھا۔ بہر حال سی ہامبا اپنی داستان بیان کرتی رہی اور آخر میں کہا:۔

"سردار! اب یہ چاہتے ہیں ہم تم سے۔ تم ہمیں اپنی پناہ میں لے لو اور بل ہیڈ

کے ہاتھوں سے ہمیں بچالو جو ہمیں یقین ہے کہ تلاش کرتا ہوا بہت جلد یہاں آجائے گا۔ اور پھر بھالوں سے مسلح سپاہیوں کا ایک دستہ ہمارے ساتھ کر دو جو ہمیں اپنی حفاظت میں ابابیل کے گھر تک پہنچا دے، جو یہاں سے سو میل دور ہے۔ اس خدمت کے صلے میں ان سپاہیوں کو اور تمھیں بھی انعام دیا جائے۔ بس سردار، میری ان درخواستوں کا جواب فوراً دو کیونکہ ہم تھکے ہوئے ہیں اور ہمارے پیچھے بل ہیڈ لگا ہوا ہے۔"

بیسواں باب
شگون

سگ دے سی ہامبا اور سوزانے کے سامنے سے ہٹ گیا، اُس نے دو افسروں کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ تینوں اس جگہ پہونچے جہاں کاہن اور کاہنائیں اور وچ ڈاکٹر کھڑے ہوئے تھے، وہ لوگ آپس میں بہت دیر تک مشورہ کرتے رہے۔ اور پھر سگ دے ان دونوں کی طرف گھوم گیا اور بولا۔

"سی ہامبا۔ چاندنی راتوں میں چلنے والی۔ سنو۔ سگ دے کے کرال میں آج ایک عجیب واقعہ ہوا ہے۔ ایسا واقعہ جو میرے اجداد کے زمانے میں کبھی نہ ہوا تھا۔ تم دیکھ رہی ہو کہ سامنے میری فوج کھڑی ہے۔ یہ فوج کل انڈوانڈوے سے، جن کا ذکر تم نے کیا ہے، جنگ کرنے روانہ ہو جائے گی کیونکہ ان لوگوں نے میری اور میرے گھرانے کی توہین کی ہے۔ چنانچہ آج صبح یہ سپاہی رسم کے مطابق یہاں جمع ہوئے ہیں تاکہ وچ ڈاکٹر انھیں مناسب دوائیں دیں اور جنگ کے متعلق شگون دیکھیں۔ چنانچہ کاہنوں نے مقدس روحوں کو طلب کیا اور اس عورت نے دوائی کھائی جسے منتخب کیا گیا تھا اور وہ ہم سب کی نگاہوں کے سامنے سحر کی مقدس نیند سو گئی۔ دیکھو۔ یہ ہے وہ عورت"

اور اس نے ایک طویل القامت عورت کی طرف اشارہ کیا جس کی آنکھیں خوابناک تھیں اور جس کے گلے میں ہڈیوں کی مالائیں اور سانپ کی کچلیاں پڑی ہوئی تھیں۔

"سی ہامبا۔ اس عورت پر سحر کی نیند طاری ہو گئی اور اس نیند میں وہ بولنے لگی اور ہم غور سے اس کی باتیں سننے لگے کیونکہ جانتے تھے کہ اس کے الفاظ شگون کے الفاظ ہوں گے۔ اور سی ہامبا! یہ تھے وہ الفاظ جو اس عورت نے کہے جن کی تصدیق یہاں

کھڑا ہوا ہر شخص کرے گا۔

"یوں کہتی ہیں تمھارے اجداد کی روحیں اور یوں کہتا ہے تمھارے گھرانے کا سانپ کہ اگر ایک سفید ابابیل نے پہاڑی قبیلے کے خلاف جنگ میں تمھاری راہنمائی نہ کی تو تمھیں شکست ہوگی اور تمھاری فوج بکھر جائے گی لیکن اگر سفید ابابیل تمھارے بھالوں کے آگے پرواز کرتی رہی تو بہت کم خون بہے گا اور تم عزت اور خوشی لے کر لوٹو گے اور تمھارے ساتھ وہ ہوگی جسے تم چاہتے ہو لیکن ابابیل واپس نہ آئے گی کیونکہ اگر اس نے اپنا رخ جنوب کی طرف کر لیا تو پھر اے سگ وے افسوس ہے تم پر اور تمھاری فوج پر۔

"سی ہا مبا! یہ تھے الفاظ سونے والی کے۔ اور جب وہ اس نیند سے بیدار ہوئی تو میں نے اس سے ان الفاظ کے معنی پوچھے کیونکہ یہ عجیب الفاظ تھے جو سونے والی نے کہے تھے لیکن وہ جواب نہ دے سکی کیونکہ یہاں آکر وچ ڈاکٹروں کا علم ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن پھر ہم نے دیکھا کہ تم پہاڑی پر سے اتر کر ہمارے پاس آئیں اور تمھارے ساتھ وہ ہستی بھی ہے جس کا نام تم کہتی ہو کہ ابابیل ہے۔ ہاں یہی ہے وہ سفید ابابیل جو میری فوج کے آگے آگے پرواز کرے گی اور جنگ میں مجھے دولت، خوش بختی اور عزت عطا کرے گی۔ چنانچہ اے سی ہا مبا ہم تمھاری درخواست منظور کرتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ تم جنوب نہیں بلکہ شمال کی طرف جاؤ گی اور میں تمھیں اور تمھارے ساتھ ابابیل کو بھی تمھارے لوگوں میں پہونچا دوں گا۔ یعنی امبو ٹمبوانہ میں حالانکہ وہ میرے دشمن انڈوانڈے قبیلے کی رعایا ہیں چنانچہ میرے بھی دشمن ہیں لیکن تمھاری خاطر میں ان سے کوئی تعرض نہ کروں گا۔ اس کے علاوہ جب تک تم ہمارے ساتھ رہوگی تمھاری اور ابابیل کی اتنی عزت کریں گے کہ کبھی کسی کی نہ کی گئی اور جنگ میں جتنے بھی مویشی ہمارے قبضے میں آئیں گے ان میں سے دسواں حصہ ابابیل کا ہوگا۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر

سونے والی نے سفید ابابیل کا سلون بیان نہ کیا ہوتا تو میں تمھاری درخواست کبھی قبول نہ کرتا اور تمھیں اور ابابیل کو بل ہیڈ کے سپرد کر دیتا کیونکہ بہت چاند دن پہلے میں نے اس سے دوستی کی قسم کھائی تھی اور ہم دونوں میں دوستانہ تعلقات قائم ہیں۔ لیکن اب حالات بدل گئے ہیں اور اب اگر وہ ہوا ایسے آدمیوں کے ساتھ بھی آیا جو بندوقوں سے مسلح ہوئے تب بھی تب بھی میں تمھاری اور ابابیل کی حفاظت کروں گا بھر اس سے میری قسم ہی نہ ٹوٹ جائے اور بل ہیڈ میرا دشمن ہی کیوں نہ بن جائے"

سگ وے کی یہ لمبی تقریر سُنی تو سی ہا مبا اور سوزانے نے مایوسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"افسوس" سوزانے نے کہا۔ "معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہم ایک قید سے نکل کر دوسری قید میں پہونچ گئے ہیں۔ کیونکہ اب ہمیں یہاں سے بہت دور اور شمال کی طرف کافر سرداروں سے جنگ کرنے جانا پڑے گا اور پھر وہاں ہمیں، سی ہامبا، تمھارے لوگوں میں ہمیں چھوڑ دیا جائے گا اور کوئی نہ جانے گا کہ ہم کہاں ہیں اور ہمارے ساتھ کیا واقعہ ہوا اور رالف کا دل شک اور غم سے پھٹ جائے گا اور میرے باپ اور ماں کا دل بھی غم سے پھٹ جائے گا۔

"یہ واقعی برا ہوا ہے" سی ہامبا نے کہا۔ "لیکن اگر اس کاہنہ نے ابابیل کا خواب نہ دیکھا ہوتا تو ہمارے حق میں اور بھی برا ہوتا۔ یہ اچھا ہے کہ ہم عزت کے ساتھ سفر کریں بجائے اس کے کہ بل ہیڈ ہمیں گھسیٹ کر اپنے خفیہ کرال میں لے جائے اور وہاں مجھے موت کے گھاٹ اتار دے اور تم پر ذلت نازل کرے۔ رہی دوسری باتیں تو ہمیں قسمت پر بھروسہ کرنا اور موقع کا منتظر رہنا ہے کہ جب موقع ملے تو ہم فرار ہو جائیں۔ اس عرصے میں ہم فارم پر پیغام بھجوادیں گے کہ ہم زندہ اور خیریت سے ہیں۔"

سوزانے نے سی ہامبا کی بات سنی اور گھوڑے پر خاموش بیٹھی رہی کیوں کہ

اس کا دل اداس تھا اور اس جال سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہ آرہی تھی جو اس کے چاروں طرف تنگ ہو گئی تھی۔ وہ بیٹھی سوچ رہی تھی اور کوئی بات اس کی سمجھ میں نہ آرہی تھی کہ ایک چرواہا، جو پہاڑی پر مویشی چرا رہا تھا، بھاگتا ہوا آیا۔ اس نے سردار سگ دے کو سلام کیا اور کہا کہ پانچ آدمی، جس میں سے ایک سفید فام ہے گھوڑوں پر سوار اس طرف آرہے ہیں۔ سوزانے نے یہ سنا تو اس کی یہ ہچکچاہٹ ایک دم سے دور ہو گئی، اس نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھایا اور بلند آواز میں اور کافروں کی زبان میں کہا:۔

"سردار سگ دے! قسم کھاؤ کہ تم ہماری حفاظت کرو گے اور ریل ہیڈ مجھے اور میری بہن سی ہامبا کو انگلی تک نہ لگا سکے گا اور یہ کہ تم ہماری عزت کرو گے اور ہمارے ساتھ تمھارا اور تمھارے سپاہیوں اور تمھارے لوگوں کا سلوک ہمارے ساتھ اچھا ہوگا۔ اور میں ابابیل — ہاں سفید ابابیل — تمھاری فوج کو شمال کی طرف لے جاؤں گی کیونکہ میں ہی وہ ابابیل ہوں جس کا خواب کاہنہ نے دیکھا ہے۔ اور میری وجہ سے تمھیں فتح اور کامیابی حاصل ہوگی اور تم پر تمھاری قسمت مسکرائے گی حالانکہ میں خود اپنی قسمت سے واقف نہیں ہوں۔"

"ابابیل! میں اپنے اجداد کی روحوں کی قسم کھاتا ہوں کہ ایسا ہی ہوگا جیسا تم نے کہا" سگ دے نے کہا" اور میرے افسر اور میرے مشیر بھی قسم کھاتے ہیں۔"

"ہاں" مشیروں نے ایک آواز ہو کر کہا" ہم قسم کھاتے ہیں اور اے نیک شگون کے پرندے! جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ ہے یہ قسم پوری ہوگی۔"

اور پھر سگ دے نے چیخ کر حکم دیا اور پانچسو سپاہی — یعنی پوری آدمی رجمنٹ — دوڑ پڑے اور انھوں نے سی ہامبا اور سوزانے کے گرد دائرہ بنا لیا۔ سوزانے بدستور رشاہمیل پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا اور بال کھلے تھے جو

اس کی کمر تک آئے تھے۔ ابھی سپاہیوں نے دائرہ بنایا ہی تھا کہ پہاڑی کی چوٹی پر سوارٹ ہیٹ اور اس کے چار ساتھی نمودار ہوئے۔

سامنے پوری فوج دیکھی تو سوارٹ ہیٹ گھڑی بھر کے لئے حیرت سے رُک گیا لیکن پھر سپاہیوں کے حلقے میں اس کی نظر سوزانے پر پڑی جو گھوڑے پر بیٹھی ہوئی تھی اور تب سوارٹ ہیٹ نے اپنا گھوڑا آگے بڑھایا اور رسید ھا سگ وے کی طرف چلا جو اپنے مشیروں اور محافظوں کے ساتھ سپاہیوں کے دائرے سے باہر کھڑا ہوا تھا۔

"سردار سگ وے!" سوارٹ ہیٹ نے کہا "میری ایک بیوی اپنی ایک خادمہ کے ساتھ میرے ایک کرال سے بھاگ آئی ہے اور جیسا کہ میرا خیال تھا اس نے تمہارے کرال میں پناہ لی ہے کیونکہ میں اسے تمہارے سپاہیوں کے درمیان گھوڑے پر بیٹھی دیکھ رہا ہوں۔ میں اپنی دوستی کے نام پر تم سے درخواست کرتا ہوں کہ ان دونوں کو میرے حوالے کر دو۔"

"میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں بل ہیڈ" سگ وے نے کہا "اور میرے کرال میں آکر تم نے مجھے جو عزت بخشی ہے اس کے لئے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں ایک بیل بھیج دوں گا کہ تم اور تمہارے ساتھی اسے ذبح کر کے اس کا گوشت کھائیں۔ رہا اس سفید فام خاتون کا معاملہ تو اس کے متعلق ہم فرصت سے تحقیقات اور گفتگو کریں گے میں نے سنا ہے کہ یہ اس عظیم بوئیر کی لڑکی ہے جسے ساحل کی طرف سے کافروں نے "تگڑا بازو" کا نام دیا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ تم نے اس خاتون کے شوہر کو قتل کر دیا ہے اور اسے اپنی بیوی بنانے کے لئے جبراً اٹھا لائے ہو۔ اب تم جانتے ہو کہ یہاں میں سردار ہوں ۔ اس علاقے کا سب سے بڑا سردار ہوں۔ اور چونکہ تمہاری رگوں میں ہمارا خون ہے اس لئے تم ہمارے رواج سے واقف ہو۔ میں انصاف کرنا چاہتا ہوں اور انصاف کروں گا خصوصاً اس لئے کہ میں

سفید فاموں سے جھگڑا کرنا نہیں چاہتا کہ وہ ہم پر چڑھ دوڑیں۔ چنانچہ اپنے گھوڑے پر سے اتر آؤ، کھاؤ پیو اور آرام کرو کہ تم میرے مہمان ہو اور کل، ایک خاص سفر پر روانہ ہونے سے پہلے میں اپنے مشیروں کو طلب کر کے ان سے مشورہ کروں گا۔"

سگ وے نے یہ غلط نہ کہا تھا کہ سوارٹ بیٹ ان کے رواج سے واقف تھا چنانچہ اس نے سمجھ لیا کہ سردار یہ بہانے بازی کر رہا تھا اور یہ کہ سوزانے کو اس کے حوالے نہ کرے گا۔ ابتدا میں تو وہ پُرسکون رہا لیکن جب اسے یہ خیال آیا تو اس کی ساری سمجھ بوجھ رخصت ہو گئی اور مایوسی اور غصّے سے دیوانہ ہو گیا کیونکہ اس نے سوزانے کو حاصل کرنے کے لئے جرائم اور مشقت کی تھی لیکن اس کے باوجود وہ اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ وہ اپنے گھوڑے پر اتر آیا اور ہاتھ میں بندوق لے کر ان سپاہیوں کی طرف باؤلے کتے کی طرح دوڑا جو سوزانے اور سی ہامبا کے گرد دائرہ بنائے کھڑے تھے۔ ایک ساتھ بہت سے بھالے اس کی طرف جھک گئے۔ سوارٹ بیٹ رک گیا۔

"راستہ دو" وہ چیخا "کتو! مجھے راستہ دو"

لیکن نہ تو ایک بھی بھالا اوپر اٹھا اور نہ ہی ایک سپاہی اپنی جگہ سے ہٹا۔

سوارٹ بیٹ نے دائرے کے دو چکر لگائے اور پھر چیخ کر پوچھا:۔

"سی ہامبا! تم بھی موجود ہو سی ہامبا؟"

"ہاں ۔۔ میں یہیں ہوں بل ہیڈ" بونی وچ ڈاکٹریس نے جواب دیا اور وہ شامیل کے پیچھے سے، جہاں وہ کھڑی ہوئی تھی، ہٹ کر آگے آگئی" اور کہاں ہو سکتی ہوں میں بل ہیڈ؟ سپاہیو! ذرا ادھر ادھر ہٹ جاؤ تا کہ وہ دغا باز کتا مجھے دیکھ کر اپنا اطمینان کر لے۔ لیکن خیال رہے کہ زیادہ نہ ہٹنا کیونکہ میں بل ہیڈ کی عیاری سے واقف ہوں اس لئے اس پر اعتبار نہیں کر سکتی ۔۔ ہاں تو اب کہو بل ہیڈ کس

کے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہو تم؟ ابابیل کے شوہر رالف کانزی کے متعلق؟ سمجھتے ہو کہ تم نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا کیوں؟ لیکن میں بتا دوں تمھیں کہ ایسا نہیں ہوا ہے۔ میں نے، سی ہامبا نے اسے سمندر کے پانی میں سے زندہ نکالا تھا اور تم جانتے ہی ہو کہ میں ڈاکٹرنیں ہوں چنانچہ سن لو کہ رالف کانزی کا زخم خطرناک نہ تھا چنانچہ وہ جلد ہی تندرست ہو کر تمھاری تلاش میں نکل پڑے گا کہ تم سے دو دو ہاتھ کرلے۔ رالف سے شاید تمھیں دلچسپی نہیں ہے۔ تو پھر کس کے متعلق گفتگو کرنا چاہتے ہو؟ اپنے خفیہ کرال اور اس میں بنی ہوئی نئی جھونپڑی کے متعلق؟ ہاہا۔ میں اس خفیہ کرال کے راز سے بہت پہلے سے واقف تھی اور بل ہیڈ اس نئی جھونپڑی کی چھت میں دھواں نکلنے کے لئے جو سوراخ بنایا گیا ہے وہ کافی بڑا بلکہ بہت بڑا ہے۔ واپس جاؤ اور اس کی روح سے پوچھو جو جھونپڑی کے دروازے پر پہرہ دے رہا تھا، کہ میں نے جو کچھ کہا وہ سچ ہے کہ نہیں۔ ایں! اس کے متعلق بھی سننا نہیں چاہتے ہو؟ تو پھر اس دریا کے متعلق سننا چاہتے ہو جسے ہم نے گھوڑے پر بیٹھ کر عبور کیا ہے؟ میں جانتی ہوں بل ہیڈ کہ تم بزدل نہیں ہو اس کے باوجود تم سرخ پانی میں اترنے کی جرأت نہ کرسکے حالانکہ اسے دو کمزور عورتیں ایک تھکے ہوئے گھوڑے پر بیٹھ کر عبور کرگئیں۔ دیکھو سردار! اس بہادر دولھے کی طرف دیکھو جو ایک چھوٹے سے دریا میں اپنا گھوڑا ڈالنے کی جرأت نہ کرسکا۔"

سگ دے کے سپاہی ہنسنے لگے لیکن سوارٹ زمین پر پیر مارنے لگا اور اس کا چہرہ غصے کی شدت سے بگڑ گیا اور اس کے ہونٹوں کے کونے کف آلود ہوگئے کیونکہ سی ہامبا کے تلخ اور تند الفاظ اس کے دل میں کانٹوں کی طرح چبھ رہے تھے۔

"سانپ کی داشتہ! چڑیل!" وہ چیخا "ایک نہ ایک دن تو میرے ہاتھ میں آئیگی

اور تب تجھے پتہ چلے گا کہ میں ایک عورت کو کتنا آہستہ آہستہ، کتنا تڑپا تڑپا کر مار سکتا ہوں اور میں اسے بھی نہ چھوڑوں گا جسے لوگ ابابیل کہتے ہیں اور اگر اس کا شوہر زندہ ہے، جیسا کہ تو کہتی ہے، تو پھر میں اسے ابابیل کی نظروں کے سامنے قتل کروں گا۔ اس کا ایک ایک عضو باری باری سے الگ کروں گا اور وہ تڑپتا اور موت کی آرزو کرتا رہے گا۔ لیکن اسے موت نہ آئے گی۔ میں تم دونوں کا پیچھا نہ چھوڑوں گا۔ پورے افریقہ میں اور اگر ضرورت ہوئی تو سمندر کے اُس پار تک میں تمھارا تعاقب کروں گا اور جب اور جہاں کبھی تم رات گزارنے کے لئے لیٹو گی تو جان لو کہ سوارٹ ہیڈ تم سے دور نہ ہو گا۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو بل ہیڈ؟" سسی ہامبا نے کہا۔ "کتے! میرے سامنے تیری ایک نہیں چل سکتی، بیوقوف! مجھ سے مقابلہ کر کے تیری قسمت نہیں مسکرا سکتی۔ بیوقوف! اگر میں تیری جگہ ہوتی تو ہمیشہ سسی ہامبا سے کترا کر نکلنے کی کوشش کرتی۔ میں مستقبل میں دور تک دیکھ سکتی ہوں، میں چاندنی راتوں میں چلنے والی کے نام سے مشہور ہوں چنانچہ سن لے کہ جب آخری دفعہ تو مجھے دیکھے گا تو اس کے تھوڑی دیر بعد ہی تو موت کے اندھیرے میں پہنچ جائے گا۔ حرامی کتے، چور اور خونی۔ میں نے تجھے اب تک شکست دی ہے اور تیری شکست اس جگہ مکمل ہو جائے گی جہاں ایک چشمہ سمندر میں گرتا ہے اپنے آپ کو دھوکا نہ دے بل ہیڈ اور سن لے کہ ابابیل تیری کبھی نہ ہو گی اور تیرے مرنے کے بعد بھی کئی برسوں تک اس کا شوہر اسے پیار کرتا اور اپنے سینے سے لگاتا رہے گا۔ ہاں۔ تیرے مرنے کے بعد بھی ابابیل اور اس کا شوہر کئی برسوں تک زندہ اور خوش رہیں گے اور جب لوگ تیرا نام لیں گے تو وہ نفرت اور حقارت سے زمین پر تھوک دیں گے۔ تجھے کچھ نہ ملے گا — ہاں کچھ نہ ملے گا سوائے ناامیدی، خجالت، شکست اور موت کے اور موت کے بعد اس سزا کے جو تجھ جیسے لوگوں کے لئے مقدر ہو چکی ہے۔ جا بل ہیڈ اپنے خفیہ کرال اور اپنی کافر بیویوں کے پاس چلا جا اور بتا انھیں کہ تو سرخ دریا کے

پانی کو عبور کرنے کی جرأت نہ ہو سکا"

اب تو سوارٹ ہیٹ حقیقت میں پاگل ہو گیا اور بھول گیا کہ وہ سگ وے کے کرال اور اس کے سپاہیوں کے سامنے تھا۔ اس نے بندوق اٹھائی اور سمی ہامبا پر گولی چلا دی لیکن وہ چونکہ اکثر بلیس کی نظر تیز اور وہ خود پھرتیلی تھی چنانچہ جب اس نے سوارٹ ہیٹ کو بندوق اٹھاتے دیکھا تو وہ بجلی کی سی تیزی سے زمین پر لیٹ گئی اور گولی اس کے اوپر سے گزر گئی۔

"ایں! دو غلے کتے! معلوم ہوتا ہے تو بندوق چلانا بھی بھول گیا ہے" سمی ہامبا نے سوارٹ ہیٹ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا اور اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

اور اب پہلی دفعہ سگ وے نے زبان کھولی۔ اس نے کہا:۔

"بل ہیڈ! تم کچھ اور بھولے ہو یا نہ بھولے ہو لیکن ایک بات یقیناً بھول گئے ہو" سگ وے غصے میں بھرا ہوا تھا" اور وہ یہ کہ یہ دونوں میری مہمان ہیں اور میری پناہ میں ہیں اور تم نے ان میں سے ایک پر گولی چلائی ہے چنانچہ آج سے ہم دونوں دشمن ہیں۔ اے سپاہیو" سگ وے نے چیخ کر اپنے محافظوں سے کہا۔

"میں بل ہیڈ کی جان بخشی کرتا ہوں کیونکہ آج سے پہلے ہم دوست تھے اس لئے اس کی جان نہ لینا لیکن اسے اور اس کے ساتھیوں کو مار مار کر میرے کرال سے نکال دو۔ ہاں۔ اپنے بھالوں کے دستوں سے مار کر انھیں یہاں سے نکال دو اور اگر آئندہ کبھی بل ہیڈ میرے کرال میں قدم رکھے تو پھر اپنے بھالوں کے پھل استعمال کرنا"

سگ وے کا یہ حکم سنتے ہی اس کے محافظ سپاہی سوارٹ ہیٹ اور اس کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے اور انھیں بھالوں کے دستوں اور ڈنڈوں سے مارنے لگے یہاں تک کہ سوارٹ ہیٹ اور اس کے ساتھی خون میں نہا گئے اور اس طرح

ان لوگوں نے سوارٹ پیٹ اور اس کے ساتھیوں کو سگ وے کے کرال سے نکال کر سرخ دریا کی طرف بھگا دیا۔

جب یہ ہو چکا تو سوزانے نے، جو اس تمام عرصے میں شامیل پر خاموش بیٹھی ہوئی تھی، گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اسے سردار سگ وے کے سامنے لے آئی اور کہا:۔

"سردار سگ وے! میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اب میری تم سے درخواست ہے کہ ہمیں کچھ کھانے کو اور آرام کرنے کے لئے ایک جھونپڑی دو کیونکہ ہم بھوکے اور تھکے ہوئے ہیں"

چنانچہ ان دونوں کو بستی میں لایا گیا اور وہاں انھیں وہ جھونپڑی دی گئی جو مہمانوں کے لئے تھی۔ کرال کی یہ سب سے بڑی جھونپڑی تھی اور پھر انھیں دودھ اور گوشت اور انڈے کھانے کے لئے دئے گئے۔ شامیل کو بھی جھونپڑی کے صحن میں ایک کھمبے سے باندھ دیا گیا اور ایک کافر نے، جو کبھی ایک سفید فام کا سائیس رہا تھا، شامیل کو گرم پانی سے نہلایا اور پھر اسے دانا دیا گیا۔

جھونپڑی کی تنہائی میں سوزانے نے اپنے کپڑے اتارے ــــ وہ سوچ رہی تھی کہ یہ لباس اس نے اپنی شادی کے دن کس طرح خوشی خوشی پہنا تھا اور اس کی شادی، اب ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے برسوں پہلے ہوئی تھی۔

وہ بہت دیر تک نہاتی رہی اور جب وہ نہا چکی تو سی ہامبا نے اس کے جسم پر بالوں کا نرم چغہ لپیٹ دیا کیونکہ اس نے سوزانے کا لباس ایک کافر عورت کو دھونے کے لئے دے دیا تھا۔ تھوڑا دودھ پینے اور کھانا کھانے کے بعد سوزانے لیٹ گئی اور چونکہ تھکی ہوئی تھی اس لئے فوراً ہی سو گئی۔ سی ہامبا آہستہ سے اس کے پاس سے اٹھی، جھونپڑی کے دروازے کے قریب پہونچی اور کچھ ہی

دیر بعد وہ بھی دروازے کے قریب گہری نیند سو رہی تھی۔

وہ دونوں دن بھر اور ساری رات اور دوسرے دن بھی کافی دیر تک سوتی رہیں، اور اس وقت تک ان کی آنکھ نہ کھلی جب تک کہ ان عورتوں نے، جو ان کی خدمت پر مامور تھیں، جھونپڑی کے دروازے پر رکھے ہوئے چوبی تختے پر دستک نہ دی اور یہ نہ پوچھا کہ انھیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔

طویل اور پرسکون نیند نے ان دونوں کی تھکن دور کردی تھی حالانکہ اعضا میں اب بھی ہلکا ہلکا درد تھا لیکن اب دونوں تازہ دم تھے۔ سوزانے نے وہ کپڑے پہنے جو کافر عورت دھوکر لے آئی تھی اور پھر اپنے لانبے بالوں میں کنگھی کی اور پھر شکم سیر ہوکر کھانا کھایا اور شامیل کی خیر معلوم کرنے کے لئے جھونپڑی سے باہر آئیں۔ شامیل بھی تازہ دم تھا اور دانہ کھا رہا تھا حالانکہ اس کی ٹانگیں اب بھی سوجی ہوئی تھیں۔

وہ دونوں شامیل کے سر اور پیٹھ پر ہاتھ پھیر رہی تھیں کہ سگِ وے کا پیغامبر آگیا اور اس نے کہا کہ اگر ابابیل ستا چکی ہو تو سردار اس سے اپنے "دربار" میں مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں سگِ وے کی جھونپڑی کی طرف چل دیں اور جب وہ باہر آئیں تو وہاں کھڑے ہوئے سپاہیوں نے انھیں شاہی سلام کیا اور پھر ان سپاہیوں نے سوزانے اور سسی ہاسیا کو اپنے حلقے میں لے لیا اور انھیں سگِ وے کے دربار میں لے آئے۔ یہ دراصل ایک کھلا میدان تھا جس کے چاروں طرف بلند اور دہری باڑ لگی ہوئی تھی۔ جب سوزانے وہاں پہونچی وہاں موجود ہر شخص نے حتیٰ کہ سگ وے نے بھی اسے شاہی سلام کیا۔

کسی بھی سفید فام کے لئے یہ بڑی عجیب اور فخر کی بات تھی کہ ایک عظیم سردار

اسے شاہی سلام کر رہا تھا لیکن سوزانے نے اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا کیونکہ اس کے سامنے ایک بے حد تھکا ہوا اور وحشت زدہ سا کافر کھڑا ہوا تھا اور یہ کوئی اور نہیں بلکہ خود زنٹی تھا اور اس کے ساتھ سی ہامبا کا گھوڑا تھا اور وہ خچر بھی جس پر سامان لدا ہوا تھا اور جسے ان لوگوں نے کوئی سو میل دور جنگل میں چھوڑ دیا تھا۔ یعنی اس وقت جب سوارٹ پیٹ ان کا تعاقب کر رہا تھا اور وہ اپنی رفتار بڑھانے کے لئے ہر چیز کو حتیٰ کہ زنٹی کو بھی پیچھے چھوڑ دینے پر مجبور ہو گئے تھے۔

اکیسواں باب

خواب

"سی ہامبا" سردار سگ وے نے کہا "یہ شخص کرال کے باہر منڈلا رہا تھا یہ کہتا ہے کہ یہ تمھارا خادم ہے اور یہ کہ یہ تمھیں ہی تلاش کر رہا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ یہ آوارہ گرد شخص سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ"

"ہاں سردار۔ یہ سچ کہہ رہا ہے" سی ہامبا نے کہا۔ حالانکہ مجھے اُمید تو نہ تھی کہ اس کی صورت دوبارہ دیکھ سکوں گی۔"

اور اس نے سردار کو بتایا کہ وہ اور ابابیل زنٹی سے کہاں اور کن حالات میں جدا ہوئے تھے۔

اور پھر زنٹی سے کہا گیا کہ وہ اب بیان کرے کہ اس پر کیا گزری۔ اس نے بتایا کہ شگاف میں کئی گھنٹوں تک ستانے کے بعد وہ رینگ کر اس کے دہانے پر آیا تو اس نے دیکھا کہ سوارٹ پیٹ اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس اپنے گھر جا رہا تھا۔ اور عجیب مضحکہ خیز اور قابلِ رحم حالت تھی ان کی۔ ان کے تین گھوڑے لنگڑے ہو گئے تھے اور ان گھوڑوں کے تینوں سوار پیدل چل رہے اور گھوڑوں کی لگامیں پکڑے انھیں اپنے پیچھے کھینچ رہے تھے خود انسان، تو ان کے چہروں اور جسموں پر بھالوں کے دستوں کی مار کے اتنے اور ایسے گہرے نشانات تھے کہ وہ لوگ زندوں سے زیادہ مردے معلوم ہو رہے تھے سوارٹ پیٹ سب کے آخر میں تھا ٹھیک اس جگہ کے قریب پہونچ کر، جہاں زنٹی چھپا ہوا تھا، وہ پہاڑی کی طرف گھوم گیا اور اسکی اور اس کی طرف اپنا گھونسہ ہلایا اور ڈچ اور کافر زبان میں گالیاں بکنے لگا۔ زنٹی نے

کہا کہ سوارٹ پیٹ کا چہرہ اتنا بھول گیا تھا کہ وہ، یعنی زنٹی، اسے اس کی کالی اور بڑی آنکھوں کی وجہ سے ابھی پہچان سکا۔

"یہ تم نے بڑی عمدہ خبر سُنائی ہے" سی ہامبا نے خوش ہوکر کہا

خیر تو جب وہ لوگ چلے گئے تو زنٹی کی ہمت بندھی کیونکہ سوارٹ پیٹ اور اس کی ساتھیوں کی حالت سے پتہ چلتا تھا کہ ان لوگوں کو بری طرح سے پیٹا گیا تھا اور یہ کہ سی ہامبا اور ابابیل محفوظ تھے۔ چنانچہ وہ اپنی کمین گاہ سے نکل کر اس جگہ پہنچا جہاں اس نے اپنا گھوڑا چھوڑا تھا۔ گھوڑا وہاں اگی ہوئی گھاس چر رہا تھا لیکن چونکہ وہ اب تک تھکا ہوا تھا اس لئے وہ اس پر سوار نہ ہوا بلکہ اسکی لگام پکڑ کر پیدل ہی اس سمت چل دیا جس طرف سے سوارٹ پیٹ اور اس کے ساتھی آئے تھے۔ شام ہوتے ہوئے وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے سوارٹ پیٹ اور اس کے ساتھیوں نے دریائے سُرخ عبور کیا تھا۔ جہاں وہ رات گزارنے کے لئے رُک گیا اور گھوڑے کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔

صبح وہ بیدار ہوا تو اپنے گھوڑے کے ساتھ دوسرے جانور کو دیکھ کر حیران رہ گیا لیکن یہ جانور ان کا وہ خچر تھا جس پر ان کا سامان لدا ہوا تھا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ خچر اپنے ساتھی سی ہامبا کے کھروں کے نشانات دیکھتا ہوا دریائے سرخ تک آگیا تھا۔ چنانچہ اس نے خچر کو بھی اپنے ساتھ لیا، گھوڑے پر سوار ہوا اور پایاب جگہ سے دریا عبور کیا اور سورج طلوع ہونے کے بعد سگ وے کے کرال کے مضافات میں پہونچ گیا جہاں سگ وے کے سپاہیوں نے اسے پکڑ لیا اور اسے سردار کے پاس لے آئے۔

"اس خادم پر اس کا مالک فخر اور دوسرے اس پر رشک کرسکتے ہیں" جب زنٹی خاموش ہوا تو سردار سگ وے نے کہا" اس شخص کو اور دونوں جانوروں کو

لے جاؤ اور انھیں کھانا دو"

جب زنتی چلا گیا تو سگ وے سوزانے کی طرف گھوم گیا۔

"ابابیل!" اس نے کہا" اپنے اجداد کی روحوں کے حکم کے مطابق، اور تم جانتی ہو کہ روحوں نے یہ حکم ایک کاہنہ کی زبان سے دیا ہے، جب تک تم ہمارے ساتھ ہو میرے فوج کا سپہ سالار میں نہیں بلکہ تم ہو اس لئے انڈوانڈے کے خلاف جنگ میں ہماری راہبری تمہیں ہی کرنی ہے۔ رجمنٹیں کوچ کے لئے تیار ہیں۔ اب میں تم سے یہ پوچھ رہا ہوں کہ کیا ہم کل صبح کوچ کردیں کیونکہ وقت بہت کم ہے اور انڈوانڈے بہت دور بسے ہوئے ہیں؟"

"سردار کی مرضی میری مرضی ہے" سوزانے نے جواب دیا کیونکہ اس عجیب اور خطرناک سفر سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تھی۔ "لیکن سردار میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ تم انڈوانڈے پر چڑھائی کیوں کر رہے ہو؟ کیا سبب ہے اس جنگ کا جس میں تمھاری فوج کی کمان، تمھارے اجداد کی روحوں کے حکم کے مطابق، مجھے کرنی ہے؟"

سوزانے کے اس سوال پر سگ وے نے وہاں کھڑے ہوئے ایک سپاہی کو حکم دیا۔ وہ فوراً ہی سلام کر کے رخصت ہوا اور کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کے ساتھ ایک عورت تھی۔ اس عورت کی عمر پچاس کے لگ بھگ رہی ہوگی، وہ بے حد موٹی تھی، اس کا چہرہ پھولا ہوا تھا، اس کے دانت پیلے تھے اور اس کے صرف ایک آنکھ تھی۔

"یہ ہے اس جنگ کا سبب" سگ وے نے اس عورت کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس نے اس عورت کی طرف دیکھا اور زمین پر کراہت سے تھوک دیا۔

"میں سمجھی نہیں؟" سوزانے نے کہا۔

"تو پھر سنو ابابیل۔ انڈوانڈے کے سردار سکویانہ کی ایک بہن ہے جس کا نام
بالوا ہے جس کے حسن کے چرچے پوری دنیا میں ہیں چنانچہ میں نے اپنے سفیروں
کے ساتھ اس بالوا کے لئے اپنا پیغام بھیجا اور سکویانہ کو کہلا بھیجا کہ میں اس کی بہن
کو اپنی "ہیڈ وائف" یا سب سے بڑی بیوی بناؤں گا کیونکہ اے ابابیل میں دنیا کی
سب سے زیادہ حسین بیوی کا شوہر بننا چاہتا تھا اور اس پر فخر کرنا چاہتا تھا"
"میں نے بالوا کو اس وقت دیکھا تھا جب وہ بچی تھی" سی ہاما نے کہا۔ "سچ تو
یہ ہے کہ وہ میری بھتیجی ہے اور واقعی وہ بہت حسین ہے"
"خیر تو سردار سکویانہ نے میری اس درخواست کا جواب دیا" سگ دے نے
سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "کہ میں نے اس کی بہن کا ہاتھ طلب کر کے خود اسے
عزت بخشی ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں عظیم اور مشہور سردار ہوں۔ لیکن سکویانہ
نے کہا۔ بالوا کو معمولی قیمت میں بیوی نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ اس کا بھاؤ بہت
اونچا ہے۔ اس کے باوجود اگر میں ایک ہزار گائیں اور بیل جن میں پانچسو سفید اور
پانچسو کالی ہوں، بھیج دوں تو بالوا میری ہو جائے گی۔ چنانچہ اے ابابیل میں نے بڑی
مشکلوں سے اور ایک طویل مدت میں یہ مویشی اکٹھے کئے۔ پورے دو برس لگ گئے
ان مویشیوں کو جمع کرنے میں کیونکہ اس علاقے میں ایسی گائیں اور ایسے بیل، جو پوری
طرح سے سفید اور پوری طرح سے کالے ہوں، کمیاب بلکہ نایاب ہیں۔ تو جب یہ
مویشی جمع ہو گئے تو میں نے انھیں ایک فوجی دستے کے ساتھ انڈوانے کے سردار
کے پاس بھجوا دیا"
"اس دستے کو گئے چار چاند گزر گئے اور میں اس کی واپسی کا بے چینی سے انتظار
کرتا رہا۔ آخر کار یہ دستہ میری دلہن کو لے کر آگیا۔ یہ دستہ میری دلہن کو لے کر کرال
میں داخل ہوا تو رات کا اندھیرا اتر چکا تھا اور دستے کے سپاہی بھوکے اور تھکے ہوئے

تھے کیونکہ ان کا سفر بے حد تھکا دینے والا اور دشوار رہا تھا اور راستے میں دو دفعہ وہ دوسرے سرداروں کی فوجوں سے جنگ کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ میں حالانکہ اپنی دلہن کو دیکھنے کے لئے بہت بے قرار تھا لیکن اس رات میں اس کے پاس نہ گیا بلکہ اسی رات اپنے پورے علاقے میں پیغامبر دوڑا دیئے کہ وہ میرے تمام سپاہیوں اور کل رعایا کو یہاں بلا لائیں اور یہ سب لوگ اس دربار کے میدان میں جمع ہوں۔ اور جب نزدیک و دور سے سپاہی اور میرے لوگ یہاں آ گئے تو میں نے حکم دیا کہ سکویانہ کی بہن یا ٹو اکو یہاں، سب کے سامنے لایا جائے تاکہ اس کا حسن میں دیکھوں اور میرے ساتھ تمام لوگ بھی دیکھیں"۔

"اے ابابیل!" وہ گھڑی آ گئی اور — اس بڈھی گھوڑی کو لایا گیا۔ یہ ایک آنکھ والی بدصورت چڑیل، یہ پہاڑی بلی، فخر سے گردن اکڑا کر اور مغرورانہ قدم اٹھا کر چلنے لگی — اس چڑیل کے لئے میں نے ایک ہزار مویشی دیئے تھے جن سے آدھے دودھ کی طرح سفید اور آدھے اندھیری رات کی طرح کالے تھے — اسے لانے کے لئے میں نے اپنے سپاہیوں کا دستہ بھیجا تھا —!"

اور مارے غصے کے سگ دے کی آواز کانپ کر خاموش ہو گئی۔

سوزانے ایک عرصے سے مسکرائی تک نہ تھی لیکن جب اس نے سگ دے کی یہ کہانی سنی اور اسے یوں غصے میں بھرا ہوا دیکھا تو وہ بے اختیار ہنس پڑی۔ حتیٰ کہ سی ہامبا نے بھی اپنی مسکراہٹ چھپانے کے لئے سر جھکا لیا اور زمین کی طرف دیکھنے لگی لیکن وہاں ایک ہستی ایسی بھی تھی جو ہنس نہ رہی تھی اور وہ تھی وہی کالی اور موٹی عورت۔ وہ غصے سے پھنکار کر ایک قدم آگے بڑھی اور چیخ کر بولی:۔

"سرخ کافر کتے! کون ہوتا ہے تو کر انڈ وانڈے کی شہزادی کو ایسے نام دینے کی جرأت کر رہا ہے؟ ہاں اس شہزادی کو جس سے شاکا جیسا زبردست بادشاہ

بھی دُلہن بنانا چاہتا تھا ؟ تو نے سکویانہ کی بہن باٹو اسے شادی کی خواہش ظاہر کی تھی اور اندھے میں سکویانہ کی بہن باٹو ہی ہوں "

" تو پھر وہ ہوں گی باٹوائیں ؟ بھوت کی اولاد " سگ دے چیخ کر بولا ۔

" دو " جواب میں بڑھیا بھی چیخی " اے بے وقوف جنگلی ۔ وہ نہیں چار ہیں کیونکہ ہماری قوم میں شاہی گھرانے کی ہر عورت کو باٹو کا نام دیا جاتا ہے اور ان سب باٹواؤں میں سب سے بڑی، سب سے عقلمند، سب سے زیادہ ہوشیار اور بہتر میں ہوں ۔ میں اپنے سکویانہ سے عمر میں بیس سال بڑی ہوں ۔ بیوقوف ! میں نے تین شوہر کئے تینوں مر گئے لیکن میں زندہ ہوں اور وہ باٹو جس کا تو ذکر کر رہا ہے اور جس کی کمر زسل کی سی اور آنکھیں بیمار ہرنی کی سی ہیں تو وہ سکویانہ سے عمر میں دس برس چھوٹی اور ہمارے باپ کی آخری بیوی کے بطن سے ہے "

" ممکن ہے ایسا ہی ہو " سگ دے نے پیچ و تاب کھا کر کہا " اب میں کیا جانتا تھا کہ تیرے لعنتی قبیلے کی ہر عورت کا نام باٹو ہے لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ وہ وقت بہت قریب ہے جب تیرے قبیلے میں بہت کم باٹوائیں رہ جائیں گی کیونکہ کل میں اپنی فوج لے کر کوچ کر رہا ہوں اور ساری باٹواؤں کو اپنی ایڑی تلے دبا کر حلوا کر دوں گا اور تجھے تیرے بھائی کی چھت کے شہتیر سے لٹکا کر پھانسی دے دوں گا ۔ ہاں ۔ میں تجھے زندہ رکھوں گا تاکہ تجھے تیرے بھائی کی جھونپڑی میں پھانسی دے دوں ۔ چنانچہ چڑیل اس وقت تک تجھے کوئی خوف نہ کرنا چاہئے "

" اگر ایسا ہی ہے " وہ ایک آنکھ والی چیخی " تو پھر میں محفوظ ہوں کیونکہ اے جنگلی کتے میں تجھے اور تیری فوج کو سکویانہ کے کرال سے اور میدان جنگ سے شکست کھا کر اور دُم دبا کر بھاگتے دیکھ لوں گی "

" اس سے پہلے کہ میں اپنا وعدہ بھول کر اس کانی چڑیل کو اسی وقت پھانسی

پر لٹکا دوں اسے یہاں سے لے جاؤ" سگ دے چیخا۔

اور بوڑھی باٹوا کو، چیختی اور کوستی ہوئی باٹوا کو، وہاں سے لے جایا گیا۔

بوڑھی باٹوا کے چلے جانے کے بعد سوزانے اور سی ہامبا چند قدم دور ہٹ کر آپس میں مشورہ کرتی رہیں اور اس کے بعد سوزانے نے سردار سگ وے سے کہا :۔

" سردار ۔ اب مجھے اس جنگ کا سبب معلوم ہو گیا ہے اور واقعی عجیب سبب ہے یہ ۔ بہر حال کاہنہ کی زبانی روحوں نے جو کچھ کہا ہے اس کے پیش نظر تمھاری فوج کی کمان مجھے کرنی ہے لیکن چونکہ میں نہیں چاہتی کہ ایسے بظاہر معمولی جھگڑے کی وجہ سے دونوں طرف کے بہت سے آدمی مارے جائیں اس لئے میں روانگی سے پہلے اور اسی جگہ صلح کی چند شرائط پیش کرنا چاہتی ہوں ۔ اگر سکویان اور قبیلۂ انڈوانڈے کے لوگوں نے یہ شرائط تسلیم کرلیں تو پھر تم اور وہ ایک بڑی جنگ سے بچ جاؤ گے ۔ شرائط یہ ہوں گی ۔ سکویانہ تمھیں اس باٹوا کی جگہ، جو تمھیں پسند نہیں ہے وہ باٹوا دے دے جو تمھیں پسند ہے ۔ وہ تمھیں وہ مویشی بھی واپس دیدے جو تم نے اسے بیوی کی قیمت کے طور پر دئے ہیں ۔ چونکہ اس نے تمھیں دھوکا دیا ہے اس لئے بطور جرمانہ مزید دو ہزار مویشی دے ۔ بشرطیکہ اس نے واقعی تمھیں دھوکا دیا ہو کیونکہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تم نے اس بات کی وضاحت نہیں کی تھی کہ تمھیں بہت سی باٹواؤں میں سے کون سی خاص باٹوا چاہیئے ۔ اگر ساکویانہ نے یہ شرائط مان لیں تو تمھاری فوج جنگ کئے بغیر اور سردار ساکویانہ سے صلح کر کے لوٹ آئے گی ۔ لیکن اگر اس نے یہ شرائط نہ مانیں تو پھر جنگ ہو گی ۔ اب کہو کہ تمھیں یہ منظور ہے ؟ اگر نہیں تو میں تمھارے ساتھ جاؤں گی ضرور لیکن میری نیک تمنائیں تمھارے

ساتھ نہ ہلوں گی کیونکہ میں جنگ کا باز نہیں بلکہ صلح کی ابابیل ہوں"۔

سوزانے کے اس اعلان کے بعد سگ وے اور اس کے مشیروں اور افسروں میں بحث ہونے لگی۔ کوئی کچھ کہہ رہا تھا اور کوئی کچھ۔ چند جنگ کی حمایت کر رہے تھے اور چند صلح کی۔ آخر کار پلڑا ان لوگوں کا بھاری رہا جو صلح کے حق میں تھے۔ چنانچہ طے پایا کہ اگر انڈوانڈے لوگوں نے یہ شرائط منظور کر لیں اور ساتھ ہی ہر اس سپاہی کے عوض، جو راستے میں مرگیا یا مارا گیا، ایک ایک بیل بھی دے تو فوج جنگ کئے بغیر لوٹ آئے گی۔ چنانچہ سگ وے اور مشیروں اور افسروں نے سوزانے کے سامنے قسم کھائی کہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ کہا گیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ سگ وے نے یہ قسم کھا کر بڑی مسرت اور اطمینان محسوس کیا کیونکہ وہ ایک دور افتادہ مقام میں جنگ کرنے کے لئے ویسے بھی حق میں نہ تھا کیونکہ اس جنگ کا نتیجہ خود اس کے حق میں شکست کی صورت میں ظاہر ہو سکتا تھا۔ وہ تو صرف باٹو اکو اپنی بیوی بنانا چاہتا تھا اور اگر وہ اسے خون خرابے کے بغیر مل جاتی تو اس کے نزدیک اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی تھی۔ لیکن جو لوگ جنگ ہی چاہتے تھے انھوں نے اس قسم کو کچھ اہمیت نہ دی کیونکہ انھیں یقین تھا کہ عظیم سکو یانہ ان شرائط پر کبھی صلح نہ کرے گا۔

جب یہ معاملہ طے ہو چکا تو سوزانے نے سردار سگ وے سے درخواست کی کہ زنٹی کو پیغامبر کے طور رالف کے پاس بھیج دیا جائے تاکہ رالف اور جان بوتھمار کو معلوم ہو جائے کہ سوزانے زندہ اور خیریت سے ہے۔ لیکن سگ وے نے سوزانے کی یہ بات، صرف یہ بات نہ مانی۔ حالانکہ اس نے اس کی یہ بات نہ ماننے کی بہت سی وجوہات بیان کیں لیکن اصل وجہ صرف یہ تھی کہ اسے خوف تھا کہ کہیں سفید فام سوزانے کو رہا کرانے کے لئے مسلح آدمیوں کو اس کے کرال میں نہ بھیج دیں اور اس کا یہ خوف بے بنیاد بھی نہ تھا کیونکہ بے شک ہم نے ایسا ہی کیا ہوتا۔

ابابیل

سگ وے ایک کافر سردار تھا چنانچہ ہر کافر کی طرح توہم پرست تھا۔ کاہن نے سفید ابابیل کا، جو اس کی فوج کی کمان کرنے والی تھی، شگون بیان کیا تھا اس کے فوراً بعد ہی سوزانے وہاں پہونچ گئی اور چونکہ وہ کافروں میں ابابیل کے نام سے مشہور تھی اس لئے سگ وے نے اپنی خوش بختی اور فتح و کامیابی سوزانے سے وابستہ کرلی اور اب وہ کسی قیمت پر بھی اس "نیک شگون" کو کم سے کم اس وقت تک اپنے سے الگ نہ کرنا چاہتا تھا جب تک کہ انڈو وانڈے کا معاملہ طے نہیں ہو جاتا۔ سوزانے کو اپنے ساتھ رکھنے کے لئے وہ کسی سے بھی آخر دم تک جنگ کرنے کے لئے تیار تھا چنانچہ اس نے اعلان کیا کہ اگر کوئی مرد، عورت یا بچے نے کسی اجنبی سے کبھی بھولے سے بھی یہ ذکر کیا کہ سوزانے سگ وے کے کرال میں ہے تو اس مرد یا عورت یا بچے کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اس کے علاوہ اسے یہ خوف بھی ہو گیا کہ کہیں سوزانے فرار نہ ہو جائے چنانچہ اس نے سوزانے، ہی ہامبا، زنٹی حتیٰ کہ گھوڑوں پر بھی مسلح سپاہیوں کا پہرہ لگا دیا۔ یہ پہرہ رات اور دن کو بھی قائم رہتا چنانچہ ان کے لئے نہ صرف فرار ہونا بلکہ اپنی خیریت کی اطلاع دینا بھی ممکن نہ رہا تھا۔

سگ وے کی اس کارروائی سے سوزانے اتنی دل شکستہ ہوئی کہ اپنی جھونپڑی میں آنے کے بعد بہت دیر تک روتی رہی۔ غم سے اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا اور رالف اور ہمارا، یعنی اپنے والدین کا خیال اس کے لئے اور بھی سوہانِ روح بنا ہوا تھا کہ یہ معلوم کر کے ہماری کیا حالت ہو رہی ہوگی کہ سوزانے ایک دم سے کہیں ایسی جگہ غائب ہو گئی تھی کہ کچھ پتہ نہ تھا کہ زندہ ہے یا مر گئی اور اگر زندہ ہے تو کہاں اور کس حال میں ہے۔

انتہائی مایوسی کے عالم میں اس نے زنٹی سے کہا کہ وہ رات کے اندھیرے میں

کسی نہ کسی طرح سگ وے کے کرال سے نکل جائے۔ لیکن سی ہامیا نے کہا کہ یہ بڑی خطرناک بات تھی کیونکہ اول تو اتنے سخت پہرے میں زنٹی کا نکلنا ممکن ہی نہ تھا اور اگر بہ فرض محال وہ نکلنے میں کامیاب ہو بھی گیا تو تعاقب کر کے اسے قتل کر دیا جائے گا اور پھر اس کا خون سوزانے کے سر پر ہوگا۔ پھر اس نے پہرے داروں کو رشوت دینے کی کوشش کی اور انھیں ڈرایا دھمکایا بھی کہ ان میں سے ایک سوزانے کا پیغام لے جائے لیکن پہرے دار جانتے تھے کہ اگر انھوں نے ابابیل کے اس حکم کی تعمیل کی تو سردار سگ وے کے ہاتھوں ان کا انجام کیا ہوگا۔ چنانچہ جب سوزانے نے انھیں رشوت دینے کی کوشش کی اور انھیں ڈرایا دھمکایا تو وہ اس کے سر کے اوپر خلا میں دیکھتے رہے جیسے اس کی بات سن ہی نہ رہے ہوں۔ بعد میں انھوں نے اس کا ذکر سگ وے سے کیا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے ان پہرے داروں پر دوسرے پہرے دار لگا دیئے کہ وہ ان پہرے داروں کی کڑی نگرانی کریں جنھیں سوزانے بہکانے کی کوشش کر رہی تھی۔

اور اب میں رالف اور سوزانے کی اس عجیب و غریب کہانی کا ایک عجیب و غریب واقعہ بیان کروں گی۔ قارئین بھولے نہ ہوں گے کہ بچپن میں سوزانے نے ایک خواب دیکھا تھا اور اس کی وجہ سے وہ اس جگہ پہونچ گئی تھی جہاں جہاز شکستہ اور بھوکا رالف دوزانو بیٹھا دعا مانگ رہا تھا۔ کم سے کم سوزانے نے تو یہی کہا۔ اب ان کی زندگی کے اس نازک دور میں بھی ایک خواب نے ہی ان دونوں کی ڈھارس بندھائی اور انھیں سکون بخشا اور میں سمجھتی ہوں اسی کی وجہ سے وہ ان طویل برسوں کی جدائی اور خطرات برداشت کر سکے اور زندہ رہ سکے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو دونوں کے دل ٹوٹ جاتے اور وہ یقیناً مرجاتے کیونکہ انھیں ایک دوسرے کی خبر نہ تھی۔ اور یہ بڑی مایوس کن اور غم ناک بات تھی۔

سوزانے نے مجھے بعد میں بتایا کہ اس رات سگ وے کے کرال کی اس جھونپڑی

ہیں، جو اسے دی گئی تھی، سونے سے پہلے وہ بہت دیر تک اور بڑے خلوص سے دعا مانگتی رہی کہ وہ مجبور تھی اور کچھ کر نہ سکتی تھی چنانچہ اب خود خدا اس کی مدد کرے اور کسی نہ کسی طرح اس کے شوہر رالف کو مطلع کر دے کہ سوزانے زندہ اور خیریت سے تھی اور یہ کہ خود اسے بھی، یعنی سوزانے کو بھی بتا دے کہ اس کا شوہر زندہ اور خیریت سے تھا۔ سوزانے کی یہ دعا خدا نے قبول کی اور اس کی گواہ ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ جو دعا سچے دل، خلوص اور اعتقاد اور یقین سے مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ بات ہو گئی جو بظاہر ناممکن معلوم ہوتی تھی۔ ان دو ہستیوں نے، جو ایک دوسرے سے سیکڑوں میل دور تھیں! اور جن میں سے ایک، ایک کافر کرال کی جھونپڑی میں قید تھی اور دوسری اپنے بستر پر مجبور و مایوس پڑی ہوئی تھی۔ ہاں ان دونوں ہستیوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور آپس میں گفتگو بھی کی۔

دعا مانگنے کے بعد سوزانے سو گئی۔ اور پھر اسے ایسا معلوم ہوا جیسے وہ بیدار ہو گئی ہے اور وہ جھونپڑی میں کھڑی ہوئی ہے۔ سوزانے نے مجھے بتایا کہ یہ خواب اتنا حقیقی تھا کہ وہ گہری نیند سوئی ہوئی سی ماما کے تنفس کی آواز صاف سن رہی تھی۔ دفعتہً منظر بدلا اور وہ نہ صرف ہمارے فارم میں بلکہ اپنی خوابگاہ میں تھی اور سامنے پلنگ پر اس کا شوہر رالف لیٹا ہوا تھا۔ وہ بیہوش تھا، وہ بخار میں پھنک رہا تھا اور بڑبڑا رہا تھا۔ اور اس پر میں، سوزانے کی ماں، جھکی ہوئی تھی اور میرے ساتھ ایک شخص تھا جو سوزانے کے لئے اجنبی تھا۔ اس شخص کے بال بے ترتیب تھے اور اس نے لباس بھی ناکافی پہن رکھا تھا۔ سوزانے نے سمجھ لیا کہ اس شخص کو نیند سے بیدار کیا گیا تھا۔

سوزانے نے مجھے اس شخص سے کہتے سُنا، "ڈاکٹر! اس کا بخار بہت زیادہ تیز ہو گیا ہے۔ مجھے خوف ہوا کہ کہیں یہ اس کے دماغ پر نہ چڑھ جائے بس اسی لئے میں نے

آپ کو بیدار کیا ہے۔ اُمید ہے آپ میری اس جرأت اور گستاخی کو معاف فرمائیں گے"

اس پر سوزانے نے دیکھا کہ ڈاکٹر نے رالف کی طرف دیکھا پھر اس کی نبض پر ہاتھ رکھ دیا اور حیرت سے سر ہلایا اور پھر سوزانے نے ڈاکٹر کو کہتے سنا :۔

" زخم تو اطمینان بخش طور پر مندمل ہو رہا ہے اس لئے میرے خیال میں یہ بخار زخم کی وجہ سے نہیں ہے۔ بخار کا مرکز اس کا دماغ ہے اور خطرہ بھی وہی ہے۔ کیونکہ آپ جانتے ٹوٹے ہوئے دل کا علاج کون کر سکتا ہے ؟"

" خدا کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا " میں نے جواب دیا۔

" ہاں " ڈاکٹر نے کہا " صرف خدا کر سکتا ہے۔ اور اب وراؤ بوشمار۔ آپ جاکر آرام فرمائیں اور خدا پر بھروسہ کریں۔ اگر مریض بیدار ہو گیا تو آپ اس کی آواز سن لیں گی لیکن میں سمجھتا ہوں یہ بیدار نہ ہو گا کیونکہ میں نے اسے نیند کی جو دوا دی ہے وہ اس پر پوری طرح سے حاوی ہے "

چنانچہ سوزانے نے ہم دونوں کو کمرے سے باہر آتے دیکھا۔ ڈاکٹر تو اپنے کمرے میں چلا گیا اور میں اس صوفے پر، جو خوابگاہ کے دروازے کے باہر رکھا ہوا تھا اور جس پر شطرنجی بچھی ہوئی تھی، لیٹ گئی۔

کہانی کو آگے بڑھانے سے پہلے میں یہاں یہ بتا دینا ضروری سمجھتی ہوں کہ حقیقت میں ایسا ہی ہوا تھا اور میرے اور ڈاکٹر کے درمیان ـــ اور ڈاکٹر ان دنوں ہمارے فارم میں ہی مقیم تھا ـــ لفظ بہ لفظ وہی گفتگو ہوئی تھی جو سوزانے نے خواب میں سنی تھی اور یہ سوزانے کے سوارٹ بیٹ کے ہاتھ میں پڑنے کے بعد کی تیسری رات تھی اس کے علاوہ میں نے ڈاکٹر سے اپنی اس گفتگو کا ذکر اس وقت تک کسی سے نہ کیا تھا جب تک کہ ایک عرصے بعد خود سوزانے نے مجھ سے اپنے اس خواب کا ذکر نہ کیا۔ خود ڈاکٹر نے بھی یقیناً کسی سے نہیں کہا کیونکہ وہ گراف رینیٹ کے علاقے میں چلا گیا تھا اور وہیں وہ گھوڑے

پر سے گر کر مر گیا۔ کہنے کا مطلب یہ کہ سوزانے کا یہ خواب ۔ یا آپ اسے جو کچھ بھی کہیں ۔ سچا اور حقیقی تھا۔

پھر خواب میں سوزانے نے دیکھا کہ وہ آگے بڑھی اور اس پلنگ کے قریب جا کھڑی ہوئی جس پر اس کا شوہر بیہوش پڑا ہوا تھا۔ اس نے جھک کر رالف کے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھ دئیے۔ اس کا ماتھا جل رہا تھا۔

"آنکھیں کھولو میرے پیارے" سوزانے نے کہا۔

فوراً ہی رالف نے آنکھیں کھول دیں اور خوشی سے چیخ کر کہا:۔

"سوزانے! میری شریکِ حیات! تم یہاں کیسے آگئیں"

اس پر سوزانے نے جواب دیا:۔

"میں یہاں نہیں ہوں۔ میں سوارٹ ہیٹ کے خفیہ کرال سے تو فرار ہو گئی لیکن اب سرخ کافروں کے کرال میں قید ہوں اور کل میں ان کی فوج لے کر شمال کی طرف جاؤں گی۔ بہر حال مجھے تم سے ملاقات کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ چنانچہ میں یہ کہنے آئی ہوں کہ تم ذرا بھی غم نہ کرو۔ تم تندرست ہو جاؤ گے اور ہمارا ملاپ ہو گا حالانکہ بہت دنوں بعد ہو گا لیکن ہم پھر کبھی نہ بچھڑیں گے"

"کہاں ملیں گے ہم؟" رالف نے پوچھا۔

"یہ تو میں نہیں جانتی" سوزانے نے جواب دیا" لیکن ٹھہرو ۔۔۔ اب میں دیکھ رہی ہوں۔ اپنے سامنے دیکھو"

اور ان دونوں نے سامنے دیکھا اور وہاں انھیں ایک عظیم الشان پہاڑ نظر آیا جو ایک میدان میں اکیلا اپنی چوٹیاں بلند کئے کھڑا تھا لیکن اس کے جنوب میں اور شمال میں دوسرے پہاڑ بھی نظر آرہے تھے۔ اس پہاڑ کی چوٹی چپٹی تھی اور اس کے بہت سے حصّے آگے کو نکلے ہوئے تھے جو سُرخ پتھروں کے تھے اور اس کے مشرقی ڈھلان پر گھرے

نالے اوپر سے نیچے تک چلے گئے تھے۔ یہ پہاڑی نالے یا شگاف پانچ تھے اور ان کی شکل انگوٹھے اور انگلیوں کی سی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ایک جناتی ہاتھ ہو اور انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے بیچ میں سے ایک چشمہ نکل آیا تھا جس کے کناروں پر چیٹی چوٹیوں والے درخت اُگ رہے تھے جو گھنے تھے اور جن کے پتے گہرے اور پھول سفید تھے۔

"میرے ساتھ ! تم نے دیکھا کہ ہماری ملاقات کہاں ہو گی۔ اب تم کوئی فکر و خوف نہ کرو گے" سوزانے نے کہا :۔

"ہاں۔ میں نے دیکھا، میں یاد رکھوں گا اور میں کوئی خوف نہ کروں گا" رالف نے جواب دیا۔

اور اس کے بعد سوزانے کی آنکھ کھل گئی اور رالف کی آواز اب بھی اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ وہ سگ وے کے کرال کی جھونپڑی میں ہی تھی اور سی ہامبا کے تنفس کی آواز سن رہی تھی۔ لیکن اب اس کے دل سے اداسی دور ہو چکی تھی اور وہ اطمینان اور سکون محسوس کر رہی تھی اور اسے یقین ہو گیا تھا کہ حالانکہ فی الحال اس میں اور رالف میں جدائی ہو گئی ہے لیکن وہ دن ضرور آئے گا جب ان دونوں میں ملاقات ہو گی اور یہ ملاقات خواب میں نہیں بلکہ حقیقت میں ہو گی۔

میں، سوزانے بوسمار جو یہ کہانی بیان کر رہی ہوں، رالف کے کمرے سے باہر آکر صوفے پر لیٹی ہی تھی کہ میں نے رالف کی آواز سنی وہ مجھے پکار رہا تھا۔ میں دوڑ کر کمرے میں پہونچی تو دیکھا کہ وہ اپنے بستر پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں سے عجیب طرح کا اطمینان اور سکون ٹپک رہا تھا۔

"ماں !" اس نے پوچھا کیونکہ اب بھی مجھے ماں ہی کہتا تھا "آپ نے سوزانے کو دیکھا؟"

"رالف!" میں نے کہا "یہ کیا بیوقوفی کی باتیں کر رہے ہو۔ سوزانے کہیں بھی ہو بہرحال یہاں نہیں ہے"

"وہ ابھی ابھی یہاں تھی" رالف نے مسکرا کر کہا "اور ہم نے آپس میں باتیں کی تھیں۔ وہ سوارٹ ہیٹ کے کرال سے فرار ہو گئی ہے اور محفوظ ہے لیکن کانزوں کے کرال میں قید ہے۔ اور ہاں ہماری ملاقات پھر ہو گی اور ہم اس عظیم الشان پہاڑ پر ملیں گے جو ایک قلعہ کی طرح ہے اور اس کا مشرقی پہلو انسانی ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے کی طرح ہے اور انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان ایک چشمہ بہہ رہا ہے"

"بے شک ایسا ہی ہوگا" میں نے کہا اور سوچا کہ رالف ہذیان بک رہا تھا۔

"ہاں" رالف نے کہا "تمہیں یقین نہیں لیکن مجھے یقین ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے سوزانے کو ابھی ابھی دیکھا تھا۔ اس نے چیتے کی کھال کا چغہ اپنے شانوں پر ڈال رکھا تھا اور اس نے میرا ماتھا چوما تھا"

اور یہ کہتے کہتے وہ سو گیا اور بڑی گہری اور پُرسکون نیند تھی یہ اور دوسرے دن بیدار ہوا تو ہم نے دیکھا کہ اس کا بخار اتر چکا اور خطرہ گذر چکا تھا۔

بائیسواں باب

صاف بھالوں کی جنگ

دوسرے دن سی ہامبا بیدار ہوئی تو سوزانے نے اس سے پوچھا کہ اس کا قبیلہ، امپونڈوانہ، ایک عظیم الشان پہاڑ پر تو نہیں رہتا جس کی چوٹی چپٹی ہے اور جس کے کنارے آگے کو نکلے ہوئے ہیں یعنی چھجوں جیسے ہیں اور جس کے مشرقی پہلو پر انسانی ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے کی شکل کے نالے ہیں اور یہ کہ انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان ایک چشمہ بہہ رہا تھا جس کے کنارے پر چھاتے جیسے درخت اُگ رہے ہیں جن کے پھول سفید ہیں۔

سی ہامبا نے حیرت سے سوزانے کی طرف دیکھا اور پھر بولی :-

"بالکل یہی گھر ہے میرے قبیلے کا اور ایسے درخت، جیسے اس چشمے کے کنارے پر ہیں، افریقہ کے کسی اور حصّے میں نہیں پائے جاتے۔ میرے قبیلے کی عورتیں ان درختوں کے پھول اپنے بالوں میں سجاتی ہیں اور ان کے پتوں سے مرہم بنایا جاتا ہے جو زخموں کو بہت جلد مندمل کر دیتا ہے لیکن ابابیل! کوہ امپونڈوانہ کے متعلق تمھیں کس نے بتایا؟ میں نے تو نہیں بتایا۔"

"کسی نے نہیں بتایا سی ہامبا"

اور پھر سوزانے نے اپنا گزشتہ رات کا خواب بیان کیا۔

سی ہامبا غور اور توجہ سے سنتی رہی۔ سوزانے کو پورا خواب ایک ایک تفصیل کے ساتھ یاد تھا۔ جب وہ خاموش ہوئی تو سی ہامبا نے سر ہلا کر کہا :-

"تو معلوم ہوا کہ تم سفید فاموں کو بھی اس پر اسرار قوت کا کچھ حصّہ دیا گیا ہے جو ابتدائے

آفرینش سے کافرمح ڈاکٹروں کو عطا کی گئی ہے۔ بے شک تمھاری روح نے، گذشتہ رات، اپنے شوہر کی روح سے ملاقات اور گفتگو کی تھی اور یہ سن کر مجھے واقعی خوشی حاصل ہوئی کیونکہ اب تم دونوں کے دلوں سے اداسی دور ہو جائے گی اور تم دونوں ہی سکون محسوس کرو گے۔ اب مجھے اس کا بھی یقین ہو گیا ہے کہ ہم اپنے لوگوں میں جائیں گے اور مقررہ وقت وہیں رہیں گے کیونکہ وہیں تمھارا اور باس کا نزی کا ملاپ ہو گا"

"کاش کہ میں واپس اپنے فارم میں جا سکتی" سوزانے آہ بھر کر کہا:۔

"یہ نہ ہو گا ابابیل کیونکہ میرے لوگوں میں جانا اور وہاں قیام کرنا تمھارے لئے مقدر ہو چکا ہے۔ رہی دوسری باتیں تو ان کا تو یہ ہے کہ اگر تمھیں اپنے شوہر سے کبھی نہ بچھڑنے کے لئے ملنا ہی ہے تو پھر یہ ملاپ کسی جگہ بھی ہو اسی سے کیا فرق پڑ جائے گا؟"

اسی صبح سوزانے شامیل پر سوار ہوئی جو اب تازہ دم ہو چکا تھا۔ سی ہامبا بھی گھوڑے پر اور زنتی خچر پر سوار ہوا اور پھر وہ تینوں فوج کے درمیان سے گذرے جو کوچ کے لئے تیار کھڑی تھی۔ صف در صف کھڑے ہوئے سپاہیوں نے بھالے بلند کر کے سوزانے کو شاہی سلام کیا کیونکہ اب وہ ان کی سردارن اور سپہ سالار تھی۔

اور پھر عورتوں اور بچوں نے رو رو کر اس فوج کو رخصت کیا اور فوج شمال کی طرف روانہ ہو گئی۔ سوزانے چند محافظوں اور راہبروں کے ساتھ فوج سے کئی گز آگے چل رہی تھی کیونکہ اگر وہ فوج کے ساتھ یا اس کے پیچھے چلتی تو وہ دھول اسے تکلیف دیتی جو اتنی بڑی فوج کے چلنے سے اور پھر ان بہت سے بیلوں کے جنھیں غذا کے طور پر ساتھ لیا گیا تھا، کھروں سے اڑ رہی تھی۔

اور اس طرح چودہ دنوں تک سوزانے اور فوج سفر کرتی رہی اور اس چودہ

دنوں کے سفر میں کوئی خاص واقعہ نہ ہوا سوائے اس کے کہ ایک دریا عبور کرتے وقت سی ماسا کا بھورا خچر اور بارہ سپاہی ڈوب گئے اور ایسے بہت سے دریا ان لوگوں کے راستے میں پڑے تھے۔ جس علاقے سے یہ فوج گزر رہی تھی وہ غیر آباد نہ تھا بلکہ اس میں یہاں وہاں کافروں کے گراں تھے لیکن یہ کافر اتنے کمزور تھے کہ اتنی بڑی فوج پر حملہ نہ کر سکتے تھے۔ سگ وے کے سپاہیوں نے بھی ان چھوٹے چھوٹے قبائل سے کوئی تعرض نہ کیا۔ البتہ ان سے مکئی دانے اور دوسری قسم کا غلّہ، جب ضرورت ہوئی، حاصل کر لیا۔

چودھویں دن یہ لوگ ایک زبردست اور پُرقوت قبیلے کے علاقے کی سرحد پر تھے۔ یہ قبیلہ پونڈو کی ایک شاخ تھا۔ یہاں پہونچ کر اس تھکی ہوئی فوج نے قیام کر دیا اور پونڈو سردار کی خدمت میں اس پیغام کے ساتھ پیغامبر بھیجے گئے کہ سگ وے کا اس کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں ہے چنانچہ پونڈو سردار سگ وے اور اس کی فوج کو اپنے علاقے سے بہ حفاظت گزر جانے دے۔

تیسرے دن سگ وے کے یہ پیغامبر واپس آئے تو ان کے ساتھ پونڈو سردار کے سفیر تھے۔ ان سفیروں نے کافی بحث مباحثے کے بعد اور بادل ناخواستہ وعدہ کیا کہ وہ سگ وے کی فوج کو ان کے علاقے سے بہ حفاظت گزر جانے دیں گے لیکن اس شرط پر کہ سگ وے ان کے سردار کی خدمت میں ضیافت کے لئے ایک تگڑا بیل پیش کرے۔

لیکن سی ماسا نے دیکھا کہ جب پونڈو سردار کے سفیر بحث کر رہے تھے تو ان کی نظریں ادھر ادھر بھٹک کر ہر چیز کا، خصوصاً سپاہیوں کی تعداد اور سوزانے کا، جو سردار سگ وے کے قریب بیٹھی ہوئی تھی، جائزہ لے رہی تھیں۔

"یہ لوگ سچے نہیں بلکہ دھوکے باز ہیں" سی ماسا نے سوچا اور ایک پلان بنایا۔

اسی شام وہ اس جگہ پہنچی جہاں ان سفیروں کا پڑاؤ تھا۔ ان لوگوں نے سن لیا تھا کہ سی ہامبا ایک مشہور اور ماہر روح ڈاکٹریس ہے۔ اس نے سفیروں سے کہا کہ اگر ان میں سے کوئی سی ہامبا اور اس کے جادو سے فائدہ اٹھانا چاہے یا اپنی قسمت معلوم کرنا چاہتا ہو تو وہ مناسب اجرت پر اپنی خدمات پیش کرے گی۔ اس پر سفیروں نے ہنس کر کہا کہ انھیں نہ تو تعویذوں کی ضرورت ہے اور نہ گنڈوں کی البتہ انھوں نے سی ہامبا کو مشورہ دیا کہ وہ اس نوجوان سے ملاقات کرے جو ان کا خادم تھا اور ایک لڑکی کی محبت میں دیوانہ ہو رہا تھا اور اس لڑکی کو رام کرنے کے لئے بہت سے ڈاکٹروں سے ٹونے ٹوٹکے کروا چکا تھا لیکن اب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا تھا اور لڑکی کا دل اب تک نہ پگھلا تھا۔ اب سی ہامبا نے بڑی عیاری سے اور زیادہ سوال پوچھے بغیر اس لڑکے اور لڑکی کے متعلق انہی سفیروں سے ضروری کافی معلومات حاصل کرلیں اور پھر وہاں سے اٹھ آئی۔ پھر اس نے اپنا جال بچھایا اور اسی رات، جب سب لوگ سو رہے تھے، یہ نوجوان سی ہامبا کے پاس اس سے مشورہ کرنے ایک تنہائی کی جگہ آیا۔

سی ہامبا نے اس کی طرف دیکھا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا خود سی ہامبا نے کہنا شروع کیا :-

"ہاں۔ میں دیکھ رہی ہوں۔ تم فلاں بن فلاں ہو اور اس لڑکی کی محبت میں گرفتار ہو جو تمھاری طرف سے منھ پھیر لیتی ہے۔"

اور پھر سی ہامبا نے اسے وہ ساری باتیں بتا دیں جو اس نوجوان کے خیال میں اس کے علاوہ کوئی اور نہ جانتا تھا۔

"بہت اچھے۔ حیرت انگیز۔ کمال ہے" اس نوجوان نے جھوم کر کہا" لیکن یہ بتاؤ کہ کیا تم اس معاملے میں میری کچھ مدد کرسکتی ہو؟ کیونکہ تم جانو اس لڑکی نے میرا

دل لوٹ لیا ہے۔"

"یہ ذرا مشکل ہے" ہوشیار سی ہامبا نے کہا" جانتے ہو جوان کہ جب تم کسی دیوی ڈاکٹریس کے پاس آؤ تو تمھارا دماغ صاف ہونا چاہیے اور اس میں کوئی خیال نہ ہونا چاہیے سوائے اس خیال کے جس کے متعلق تمھیں مشورہ کرنا ہے؟ ہاں جب تم میرے سامنے رہو تمھارے دماغ میں اور کوئی خیال نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ تم نے ایسا نہیں کیا ہے اس کے برخلاف تم اس گھات کے متعلق سوچ رہے ہو جو تمھارے لوگ اِس فوج کے لئے ایک درے میں لگانے والے ہیں چنانچہ میں لڑکی کا دل صاف طور سے نہیں دیکھ سکتی اس لئے نہیں جانتی کہ میں تمھیں کون سی دوا دوں جو اُس لڑکی کا دل نرم کر دے۔"

"یہ سچ ہے" اس بیوقوف نے جواب دیا" واقعی میں اس گھات کے متعلق سوچ رہا تھا جو ہم اس فوج کے لئے لگانے والے ہیں اور جس کے متعلق میں نے کچھ اڑتی اڑتی سی باتیں سنی ہیں۔ لیکن یہ تمھیں کس نے بتایا؟"

"کس نے بتایا؟ نوجوان میں ایک زبردست دیوی ڈاکٹریس ہوں اور ہر ایک کے خیالات پڑھ لیتی ہوں چنانچہ تمھارے یہاں آنے سے پہلے ہی میں نے تمھارے خیالات معلوم کر لئے تھے۔ لیکن خیر۔ اب اس معاملے کے متعلق کچھ نہ سوچو جس کا تعلق نہ تم سے ہے اور نہ مجھ سے۔ صرف اُس لڑکی کے متعلق سوچو اور سوچتے رہو اس وقت تک جب تک کہ تم واپس اپنے گھر نہیں پہونچ جاتے اور پھر اسے وہ دوا دے دو جو میں تمھیں دوں گی۔"

"میں سوچ رہا ہوں" اس نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا۔

"بیوقوف۔ خاموش رہو۔ تم سمجھتے ہو میں نہیں جانتی کہ تم سوچ رہے ہو اس لڑکی کے متعلق؟ ہاں۔ اب میں اس کا دل دیکھ رہی ہوں اور میں کہتی ہوں

کہ تم بڑے خوش قسمت ہو۔ اگر تم نے ایسا ہی کیا جیسا کہ میں کہوں گی تو وہ لڑکی تم سے ایسی محبت کرے گی کہ اگر تم پورے افریقہ کے سردار ہوتے تب بھی وہ تم سے ایسی محبت نہ کرتی۔"

اس کے بعد سی ہامبا نے اسے ایک بے ضرر سا سفوف دیا اور اسے ہدایت کردی کہ وہ یہ سفوف اس جھونپڑی میں چھڑک دے جس میں وہ لڑکی سوتی ہے اور پھر سی ہامبا نے اس سے کہا کہ جب وہ لڑکی غسل کرنے کے بعد چشمے سے واپس آئے تو یہ نوجوان راستے میں اس سے ملاقات کرے اور پورے چھے دنوں تک برابر اس سے ملاقات کرتا رہے اور ہر دن اسے تازہ اور نئے پھول دیتا رہے۔

نوجوان نے سی ہامبا کا شکریہ ادا کیا اور پوچھا کہ وہ بطور فیس کیا پیش کرے سی ہامبا نے جواب دیا کہ محبت کے معاملات میں وہ کوئی فیس نہیں لیتی کیونکہ دو دل اس کی وجہ سے مل جائیں اور دو ہستیاں اس کی وجہ سے خوش ہو جائیں یہی اس کی فیس ہے۔ پھر وہ بولی:۔

"دیکھو میں نے جو کہا ہے وہ یاد رکھنا ورنہ محبت کے بجائے تمھیں نفرت ملے گی۔ مجھ سے اپنی ملاقات کا ذکر کسی سے نہ کرنا اور اگر ہو سکے تو اس وقت تک بالکل بھی نہ بولنا جب تک کہ تم لڑکی کی جھونپڑی میں سفوف نہیں چھڑک دیتے۔ ہر وہ خیال جس کا تعلق نہ تم سے ہو اور نہ اس لڑکی سے، اپنے دماغ سے جھٹک دو اور صرف اس لڑکی کے متعلق اور یہ سوچتے رہو کہ اگر تمھاری شادی اس لڑکی سے ہو گئی تو تمھاری زندگی کس قدر خوشگوار ہو گی۔ اور اگر تم نے میری ہدایتوں پر عمل کیا تو تمھاری تمنا اس سے ہو جائے گی۔"

چنانچہ وہ نوجوان چلا گیا اور اس نے سی ہامبا کی ہدایتوں پر ایسی سختی سے عمل کیا کہ اس کے افسروں نے اسے گونگا اور بیوقوف سمجھ کر اسے اس کی خدمت سے الگ

کر دیا کیونکہ وہ کسی سے بولتا ہی نہ تھا۔ لیکن سی ہامبا کی دوا نے اس لڑکے کا دل نرم کیا یا نہیں یہ میں نہیں جانتی۔

نوجوان چلا گیا تو سی ہامبا نے زنٹی کو دوڑایا کہ وہ سگ وے اور اس کے دو افسروں کو فوراً بلا کر اس جگہ آئے جہاں سی ہامبا اور سوزانے کے قیام کے لئے سپاہیوں نے ٹہنیوں اور پتوں کی عارضی جھونپڑی بنا دی تھی۔ جب سگ وے اور اس کے دو افسر آ گئے تو سی ہامبا نے ان کے سامنے وہ باتیں بیان کر دیں جو اس نے محبت گزیدہ نوجوان سے معلوم کر لی تھیں اور کہا کہ ابابیل کو پونڈو لوگوں کی نیت پر شک ہوا تھا اور اسی کے کہنے سے سی ہامبا نے اس نوجوان کو طلب کر کے تصدیق کر لی تھی۔ سی ہامبا نے یہ جھوٹ اس لئے بولا تھا کہ وہ سگ وے اور اس کے سپاہیوں پر سوزانے کا رعب جمانا اور اس کی عزت بڑھانا چاہتی تھی۔

یہ سنا تو سگ وے اور اس کے افسروں کو بہت غصہ آیا اور وہ اسی وقت پونڈو لوگوں سے جنگ کرنے کے مسئلے پر بحث کرنے لگے لیکن سی ہامبا نے کہا :۔

"سنو۔ ابابیل نے میرے کان کے قریب اپنا منھ لا کر مجھے ایک بہترین راستہ بتایا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ پونڈو کے سفیر علی الصبح جائیں اور تم انھیں رخصت کرو گے اور ان سے کہو گے کہ تم بھی اپنی فوج کے ساتھ روانہ ہو کر درّے کے دہانے پر کل رات کو پڑاؤ ڈال دو گے اور دوسرے دن صبح درّے میں داخل ہو جاؤ گے۔ ادھر ہم اسی وقت زنٹی کو پونڈو لوگوں کے لباس میں اس علاقے کی تحقیقات کے لئے بھیج دیں گے اور اگر اس درّے کے علاوہ یہاں سے نکلنے کا کوئی دوسرا راستہ ہوا تو زنٹی یقیناً اس کا کھوج لگائے گا اور کل رات ہونے سے پہلے آ کر ہمیں مطلع کر دے گا۔ زنٹی دوسرے معاملات میں بیوقوف سہی لیکن راستے تلاش کرنے اور انھیں یاد رکھنے میں وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے علاوہ اگر وہ پکڑا گیا یا اس سے سوالات

پوچھے گئے تو ایسے موقع پر وہ خاموش رہنا بھی جانتا ہے۔"

سردار سگ وے اور اس کے افسروں کو یہ تجویز پسند آئی اور انھوں نے ابابیل کا شکریہ ادا کیا اور اس کی ہوشیاری کی خوب تعریف کی اور اس کے ایک گھنٹے بعد زنٹی سی ہامبا سے مناسب ہدائتیں حاصل کر کے اور یہ معلوم کر کے کہ انھیں کہاں ملنا تھا، زنٹی اپنے کام پر روانہ ہو رہا تھا۔

دوسرے دن پونڈو کے سفیر اپنے سردار کے لئے سگ وے سے تحائف اور ذبح کرنے کے لئے ایک بیل لے کر روانہ ہوئے تو مطمئن تھے اور ان کے فرشتوں کو بھی پتہ بھی نہ تھا کہ سگ وے اور سی ہامبا کے درمیان کیا باتیں ہوئی تھیں اور کیا طے پایا تھا اور اسی رات سگ وے کی فوج درے سے ایک میل دور پڑاؤ ڈال چکی تھی جس کے دائیں بائیں بلند اور عمودی چٹانیں بلند ہوتی چلی گئی تھیں۔

سورج غروب ہونے کے ایک گھنٹے کے بعد زنٹی پڑاؤ میں آیا اور اس نے کچھ کھانے کو طلب کیا کیونکہ وہ بہت دور تک کا چکر لگا کر آیا تھا اور بھوکا تھا اس کے علاوہ چند پونڈو سپاہیوں نے اس کا تعاقب کیا تھا اور اسے پکڑ کر اس سے بہت سے سوالات پوچھے لیکن زنٹی نے کوئی جواب نہ دیا۔

زنٹی جب کھانا کھا چکا تو اس نے سگ وے، سی ہامبا اور رسوزانے کے سامنے اپنی رپورٹ پیش کی چنانچہ معلوم ہوا کہ اس نے ایک ایسا راستہ تلاش کر لیا تھا جو حالانکہ ذرا دشوار گزار تھا لیکن سگ وے اور اس کے سپاہی اس کے ذریعہ چٹان پر چڑھ سکتے تھے۔ زنٹی نے بتایا کہ اس راستے پر چل کر وہ لوگ پونڈو کی بستی اور اس کی فصیل یا باڑ سے کترا کر نکل سکتے اور بستی کے عقب میں مویشیوں کے گراں کے سامنے پہنچ سکتے تھے کیونکہ، زنٹی نے کہا، اس نے ایک بلند درخت پر چڑھ کر مویشیوں کے گراں تک کا راستہ دیکھ اور یاد کر لیا تھا۔

اس کے بعد سگ دے اور اس کے افسر سر جوڑ کر بیٹھ گئے تھے اور مشورہ کرنے لگے اور نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ آدھی رات سے ایک گھنٹے پہلے سگ دے اور اس کی فوج زنتی کی راہبری میں روانہ ہو رہی تھی لیکن پونڈو لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے پڑاؤ کے الاؤ جلتے چھوڑ گئے تھے۔

زنتی کی رہبری میں وہ لوگ چٹان پر چڑھ گئے اور صبح کی پہلی کرن کے وقت مویشیوں کے کرالوں کے سامنے تھے۔ پونڈو لوگوں کو چونکہ اس طرف سے کوئی خطرہ نہ تھا اس لیے ان کرالوں میں چند رکھوالوں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ سگ دے کے سپاہیوں نے سارے مویشیوں پر قبضہ کر لیا جو کئی ہزار تھے اور انھیں اپنے آگے ہنکاتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ گئے۔ لیکن انھوں نے رکھوالوں سے کوئی تعرض نہ کیا البتہ انھیں اس پیغام کے ساتھ سردار پونڈو کے پاس بھیج دیا کہ ہر اس شخص کی قسمت اسی طرح بری قسمت میں بدل جاتی ہے جو ابابیل کو دھوکا دینا اور اس کے لئے جال بچھاتا ہے۔

یوں لٹ جانے پر پونڈو لوگ مارے غصے کے دیوانے ہو گئے کہ وہ سگ دے اور اس کی فوج کے تعاقب میں چل پڑے لیکن اس سے پہلے کہ وہ سگ دے کو جا لیتے وہ اور اس کی فوج ایک دور افتادہ اور بے حد دشوار گزار علاقے میں پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ پونڈو سردار کو وہاں سے واپس لوٹ جانے میں ہی اپنی خیریت نظر آئی اور وہ اپنی فوج کو لے کر غصے اور افسوس سے ہاتھ ملتا ہوا اپنے کرال کی طرف لوٹ گیا۔

سگ دے اپنی فوج کے ساتھ آگے بڑھتا رہا اور مالِ غنیمت کے ہزاروں مویشی بھی ان کے ساتھ تھے۔ یہ ایک عجیب فتح تھی جو خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر سگ دے کو حاصل ہوئی تھی چنانچہ اس کے بعد سپاہیوں کے

دلوں میں سوزانے اور سی بامبا کی عزت اور بھی بڑھ گئی تھی حتیٰ کہ وہ زنٹی کی بھی ایک سردار کی سی عزت کرنے لگے۔

ایک بار پھر وہ لوگ وحشت زدہ علاقے میں سے گزر رہے تھے جہاں چھوٹے چھوٹے قبایل یہاں وہاں بسے ہوئے تھے۔ یہ علاقہ گھنے جنگلوں ندر گھرے دریاؤں اور دلدلوں کا تھا چنانچہ وہ لوگ اسے احتیاط سے اور اطمینان سے عبور کرتے رہے کیونکہ اب کسی دشمن کے حملے کا خطرہ نہ تھا اور ان کے پاس مالِ غنیمت کے بہت سے مویشی تھے جو ان کی خوراک کا مسئلہ حل کر رہے تھے۔ البتہ بار بار وہ سیلابی دریاؤں کے کنارے پڑاؤ ڈالنے پر مجبور ہو جاتے اور زنٹی دریا عبور کرنے کا راستہ تلاش کرنے روانہ ہو جاتا۔

اپنے سفر کے ٹھیک اکتیسویں دن وہ لوگ انڈوانڈے کے علاقے میں داخل ہوئے جن سے وہ جنگ کرنے آئے تھے۔ وہ لوگ انڈوانڈے کے علاقے میں داخل ہی ہوئے تھے کہ سردار سکویانہ کے سفیر ان کے پاس آئے۔ انھیں انڈوانڈے کے سردار سکویانہ ہی نے بھیجا تھا اور پوچھا تھا کہ سردار سگ وے ایسی زبردست فوج لے کر وہاں کیوں آیا ہے۔ چنانچہ ان سفیروں کے سامنے سردار سگ وے نے اپنا معاملہ پیش کیا اور اپنا اور ابابیل کا نام سینہ پھلا کر اور گردن اکڑا کر لیا۔ سگ وے وحشی ضرور تھا لیکن اپنا وعدہ وفا کرتا تھا چنانچہ جیسا کہ اس نے سوزانے سے وعدہ کیا تھا اس نے سفیروں سے کہا کہ اگر سکویانہ اپنی کانی بہن کو جو کہ اپنی سب سے چھوٹی اور سب سے حسین بہن اسے دے دے اور ساتھ ہی اس کے دئیے ہوئے ایک ہزار مویشی اور بطور جرمانہ مزید دو ہزار مویشی سگ وے کی خدمت میں پیش کر دے تو وہ سکویانہ سے جنگ نہ کرے گا۔

ابتدا میں سفیروں نے یہ شرائط نامنظور کر دیں اور چلے گئے لیکن بعد میں

انڈوانڈے کا ایک دوسرا وفد آیا جس کا سردار خود سکویانہ کا بھائی تھا۔ اس نے کہا کہ وہ اس مسئلے پر کسی اور سے نہیں بلکہ سفید سردارن ابابیل سے، صرف ابابیل سے گفتگو کرے گا کیونکہ سردار سکویانہ کی طرف سے اسے یہی حکم ملا تھا۔

چنانچہ سوزانے شامیل پر سوار ہوئی اور صرف سی ہامبا کو ساتھ لے کر پڑاؤ سے نکلی اور اس سے سو گز آگے بڑھ کر انڈوانڈے لوگوں کے وفد سے ملاقات کی۔ اس نے بڑی احتیاط سے اور بڑی عقلمندانہ باتیں کیں۔ اس نے کہا کہ سردار سگ وے کو بے شک دھوکا دیا گیا تھا جس سے خفا ہو کر وہ انتقام لینے پر اور سکویانہ کو ایک نہ بھولنے والا سبق سکھانے پر مجبور ہو گیا تھا۔ سکویانہ کے بھائی نے کہا یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ لوگ یعنی انڈوانے کمزور یا بزدل تھے بلکہ وہ بھی جنگ کرنے کے لئے تیار تھے اور جنگ کر سکتے تھے۔ سوزانے نے کہا کہ ممکن ہے ایسا ہی ہو اور یہ کہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ لوگ سگ وے کو شکست دے کر بھگا دیں لیکن یہ فتح انھیں بھاری جانی نقصان کے بعد حاصل ہوگی، ان کے بہت سے سپاہی ظاہر ہے کہ مارے جائیں گے اور اس طرح ان کا قبیلہ کمزور ہو جائے گا اور اگر ایسا ہوا تو پھر زولو، جو ان سے نفرت کرتے ہیں، انھیں کھا لیں گے کیونکہ انھیں بہر حال معلوم ہو ہی جائے گا کہ انڈوانڈے کا قبیلہ سگ وے سے جنگ کر کے کمزور ہو گیا ہے۔

آخر کار انڈوانڈے نے وہ شرائط مان لیں جو پیش کی گئی تھیں۔ انھیں کسی پر نہیں صرف سوزانے پر اعتبار تھا چنانچہ خود سوزانے نے ان سے وعدہ کیا کہ انڈوانڈے کے خلاف ایک بھی بھالا نہ اٹھایا جائے گا اور یہ کہ اس کے عوض سکویانہ "حقیقی باٹوا" کو سگ وے کے پاس بھیج دے گا اور بوڑھی اور کانی باٹوا کو واپس لے گا اور یہ بوڑھی باٹوا سگ وے اور اس کے پورے قبیلے کو کوستی ہوئی رخصت ہوئی۔

اور سکویانہ نے حسین اور حقیقی باٹوا اور اس کے ساتھ ہی سگ وے کے دیئے

ہوئے ایک ہزار مویشی اور جرمانے کے طور پر مزید بارہ سو مویشی۔ کیونکہ سونڈانی اور وفد کے درمیان یہی جرمانہ طے ہوا تھا۔ سگ دے کی خدمت میں پیش کئے۔

اور یوں سگ دے اور رانڈو انڈے کے درمیان وہ جنگ ختم ہوئی جو آج بھی کافروں میں "جنگِ ابابیل اور صاف بھالوں کی جنگ" کے نام سے مشہور ہے کیونکہ اس جنگ میں ایک بھی بھالے کا پھل خون سے سُرخ نہ ہوا تھا اور ایک بھی سپاہی مارا نہ گیا تھا البتہ یہ ضرور ہوا کہ واپسی کے سفر میں سگ دے جب ایک علاقے سے گذر رہا تھا تو پونڈو سردار نے بڑی عیاری اور چالاکی سے اپنے ان مویشیوں میں سے جو سگ دے اور اس کے سپاہیوں نے اپنے قبضے میں کر لئے تھے، زیادہ تر واپس حاصل کر لئے۔

تیئسواں باب

سردارن

چنانچہ یوں ہوا کہ مویشی سگ وے کو دیئے گئے اور اسے اپنی پسند کی باٹوا بھی مل گئی لیکن، یہاں میں یہ بتا دینا مناسب سمجھتی ہوں، اس باٹوا نے سگ وے کو عمر بھر دکھی رکھا اور اس کی زندگی زہر کر دی نہ صرف بلکہ اسی باٹوا نے سگ وے کو برباد کر دیا اور اسی باٹوا کی وجہ سے اسے زوال آ گیا۔ یہ لڑکی بڑی جاہ طلب تھی چنانچہ اس نے سگ وے کو ٹرانسکی کے سفید ناموں سے جنگ کرنے پر اکسایا نتیجہ یہ ہوا کہ سگ وے عظیم سردار سے چھوٹا اور کمزور سردار بن گیا۔

جب سارے معاملات طے ہو گئے تو سگ وے سوزانے کے پاس آیا۔

"ابابیل!" اس نے کہا "تین دن بعد میں واپس جا رہا ہوں چنانچہ میں یہ پوچھنے آیا ہوں کہ تم کس طرف اور کہاں جانا چاہتی ہو کیونکہ ظاہر ہے کہ تم اکیلی اس جنگل میں نہیں رہ سکتی ہو"

"میں تمھارے ساتھ ٹرانسکی چل رہی ہوں" سوزانے نے جواب دیا "اور وہاں میں اپنے لوگوں کو تلاش کر لوں گی۔"

"ابابیل!" سگ وے نے شرم سے سر جھکا کر کہا "افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا"

"کیوں نہیں ہو سکتا؟"

"تم اس کاہنہ کا خواب بھولی نہ ہو گی اور تم نے دیکھا کہ جیسا کہ اس کاہنہ نے کہا تھا ایسا ہی ہوا۔ میری فوج کے آگے سفید ابابیل پرواز کرتی رہی اور اس ابابیل کی وجہ سے، جیسا کہ اس کاہنہ نے کہا تھا، میری فتح ہوئی اور میری دلی مراد بر آئی یعنی مجھے

میری پسند کی باٹوامل گئی۔ تمھاری ہوشیاری سے ہم نے پونڈولوگوں کا فریب انہی پر الٹ دیا اور ان کے مویشی اپنے قبضے میں کر لئے اور تمھاری برکت سے ہی ایک بھی بھالا اٹھائے بغیر میں نے انڈوانڈے لوگوں پر فتح حاصل کی اور اب وہ باٹوا میری ہے جس کی محبت میں میں گرفتار تھا اور میرے سپاہیوں میں سے صرف اکیس مرگئے۔ بارہ دریاؤں میں ڈوب گئے، آٹھ جنگل کے بخار میں مبتلا ہو کر مرے اور ایک کو سانپ نے ڈس لیا۔ سارے معاملات حسب دلخواہ طے ہو گئے اور وہ کاہنہ واقعی عظیم ہے جس نے سفید ابابیل کا خواب دیکھا تھا۔

"لیکن ابابیل! اس کاہنہ کا خواب یہاں آکر ختم نہیں ہو جاتا کیونکہ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر تم نے "اے ابابیل" ہمارے ساتھ اپنا رخ جنوب کی طرف کیا تو ہماری خوش بختی بدبختی میں تبدیل ہو جائے گی اور میں اور میری فوج تباہ ہو جائے گی۔ اب اے ابابیل چونکہ اس کاہنہ کی پیشنگوئی کا پہلا حصہ سچ ثابت ہوا ہے اس لئے مجھے یقین ہے کہ اس کا دوسرا حصہ بھی سچ ثابت ہوگا اس کے علاوہ اس پیشنگوئی کو نہ مان کر میں اپنے اجداد کی روحوں کو خفا نہیں کر سکتا چنانچہ اے ابابیل! حالانکہ جو کچھ میرا ہے سب تمھارا ہے اس کے باوجود میں تمھیں اپنے علاقہ واپس نہیں لے جا سکتا یہ سن کر سوزانے اور سی ہامبا اس کے سامنے گڑگڑانے لگیں کہ سگے دے واپسی کے سفر میں انھیں بھی اپنے ساتھ لے چلے لیکن سگ دے ٹس سے مس نہ ہوا اور اگر وہ سوزانے اور سی ہامبا کی بات مان کر انھیں اپنے ساتھ لے چلنے کے لئے تیار ہو جاتا تو اس کی پوری فوج اپنے سردار کے خلاف ہو جاتی بلکہ شاید بغاوت کر دیتی کیونکہ انھیں کاہنہ کی پیشنگوئی پر اعتقاد تھا اور یقین تھا کہ اگر واپسی کے سفر میں ابابیل ان کے ساتھ ہوتی تو ان میں ایک شخص بھی اپنے گھر نہ پہنچ سکے گا بلکہ سب کے سب کہیں راستے ہی میں مرکھپ جائیں گے۔ اس کے علاوہ سوزانے اور سی ہامبا سگ دے اور اس کی

فوج کے پیچھے پیچھے بھی نہ جا سکتے تھے کیونکہ خوف تھا کہ اس طرح وہ توہم پرست وحشی پلٹ کر انہیں قتل کر دیں گے۔

"ابابیل!" سی ہاماما نے کہا "اب ہمارے لئے ایک ہی راستہ رہ گیا ہے اور یہ کہ ہم اپنے لوگوں میں پناہ لیں یعنی امبونڈوانڈے میں جن کا پہاڑی قلعہ یہاں سے چار دن کی مسافت پر ہے۔ یہ میں نہیں جانتی کہ وہ میرا استقبال کس طرح کریں گے کیونکہ میں بارہ برس پہلے غصے میں اور روٹھ کر ان لوگوں سے الگ ہوئی تھی۔ میرا ان سے دو باتوں پر جھگڑا تھا۔ ایک تو سیاسی طریق عمل کا اور دوسرا خود میری شادی اور یہ کہ میرے سوتیلے بھائی کا، جو ایک لونڈی کے بطن سے تھا، امبونڈوانڈے نے اپنا سردار بنا لیا تھا۔ اس کے باوجود ہمیں انہیں کے پاس جانا اور انہی میں رہنا ہے۔ بشرطیکہ وہ ہمیں قبول کریں۔ اور جب جنوب کی طرف سفر کرنے کا وقت آئے گا تو پھر ہم ان سے رخصت ہوں گے"

"اگر ایسا ہی ہے سی ہاماما" سوزانے نے کہا "تو پھر شاید سگ وے ہمیں امبونڈوانڈے کے گراں تک چھوڑ آئے گا اور میرے خیال میں یہی مناسب ہوگا کیونکہ جب تمہارے لوگ ہمیں اتنی بڑی فوج کے ساتھ دیکھیں گے تو مرعوب ہو جائیں گے۔"

سوزانے کی یہ تجویز سگ وے اور اس کے افسروں نے خوشی سے منظور کر لی کیونکہ وہ سوزانے کی عزت کرتے اور اس سے محبت کرتے تھے اور اس خیال سے اداس تھے کہ خود اپنے آپ کو بربادی اور تباہی سے بچانے کے لئے اسے جنگل میں اکیلے ہی چھوڑے جا رہے تھے۔ لیکن پہلے انھوں نے اپنا اطمینان کر لیا کہ کوہ امبونڈوانڈے جنوب کی طرف نہیں بلکہ مغرب کی طرف ہے کیونکہ وہ سوزانے کو جنوب کی طرف ایک قدم بھی بڑھانے دینا نہیں چاہتے تھے۔

چنانچہ دوسرے دن صبح وہ لوگ روانہ ہو گئے اور تیسرے دن کی شام کو اسی پہاڑی درے میں پڑاؤ ڈال چکے تھے جو دوسری طرف کے وسیع وعریض میدان کے سرے پر

پہونچ کر ختم ہو جاتا تھا۔

دوسرے دن سورج طلوع ہونے سے کچھ پہلے سی ہامبا نے سوزانے سے کہا:۔

"ابابیل! کپڑے پہن لو اور آؤ میرے ساتھ اور دیکھو کہ میرے لوگوں کے گھر پر صبح کی روشنی اتر رہی ہے۔"

چنانچہ وہ دونوں باہر آئیں۔ سورج طلوع نہ ہوا تھا لیکن رات کا اندھیرا سمٹ رہا تھا۔ وہ دونوں درّے کے دہانے پر کی ایک چٹان کی چوٹی پر پہونچیں اور اپنے سامنے دیکھا۔ ابتدا میں تو انھیں کچھ نظر نہ آیا کیونکہ ان کے نیچے پورا میدان کہر سے ڈھنکا ہوا تھا اور دور ایک بلند سیاہ داغ سا نظر آ رہا تھا جو کچھ کچھ پہاڑ سا معلوم ہوتا تھا دفعتہً سورج کی کرنیں اس پہاڑ پر اتر آئیں اور کہر کی چادر پردے کی طرح پھٹ گئی اور ان کے سامنے لیکن دور امپونڈوانڈے کا پہاڑ تھا جسے کہر سے ڈھنکا ہوا وسیع و عریض میدان درے سے جدا کر رہا تھا۔ سوزانے نے اس پہاڑ کو دیکھا اور فوراً پہچان لیا۔

"سی ہامبا" اس نے کہا۔ "بے شک وہی پہاڑ ہے جو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ میرے خواب کا پہاڑ۔ وہ دیکھو سرخ چٹانوں کے چھجے اور وہ ہی وہ نالے جو انسانی ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے کی طرح ہیں۔ اور ہاں یہاں سے مجھے وہ دریا بھی نظر آ رہا ہے جو انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان بہ رہا ہے۔"

میں نے پہلے ہی تم سے کہا تھا ابابیل کہ میرے لوگوں کا گھر وہی یہی پہاڑ ہے جیسا کہ تم نے خواب میں دیکھا تھا اور چونکہ اس کے پہلو پر جو شگاف یا نالے ہیں وہ انسانی انگوٹھے اور انگلیوں کی طرح ہیں اس لئے اس کا نام "عظیم ہاتھ کا پہاڑ ہے"

لیکن اس سے پہلے کہ سوزانے کوئی جواب دیتی ایک دوسری آواز سنائی دی۔ اور یہ آواز وہ تھی کہ اسے سن کر سوزانے کانپ گئی اور اتنی خوفزدہ ہوئی کہ گرتے گرتے بچی۔

"سلام سوزانے" اس آواز نے ڈچ زبان میں کہا اور خاموش ہو گئی۔

سی ہامبا! سُنا تم نے سی ہامبا" سوزانے نے کہا" یہ میرا وہم تھا یا واقعی وہ سوارٹ پیٹ کی آواز تھی؟"

"نہیں۔ وہ تمھارا وہم نہ تھا" سی ہامبا نے جواب دیا" وہ واقعی سوارٹ پیٹ کی آواز تھی اور میرا خیال ہے کہ وہ سامنے والی چٹانوں میں کہیں چھپا ہوا ہے۔ ابابیل اس پتھر کے پیچھے دبک جاؤ ۔۔۔ جلدی کرو ۔۔۔

کہیں وہ کمینہ گولی نہ چلا دے ہم پر"

اور وہ دونوں فوراً ایک پتھر کے پیچھے چھپ گئیں۔ عین اسی وقت وہ آواز پھر سنائی دی۔ یہ آواز اس چٹان کے سائے میں سے آرہی تھی جو درے کے کنارے پر اور اس جگہ سے، جہاں وہ دونوں تھیں، تیس گز دور تھی۔

"ہیں سوزانے" سوارٹ پیٹ کی آواز نے کہا" وہ بوڑھی ڈچ ڈاکٹریس کہہ رہی ہے کہ میں تم پر گولی چلاؤں گا؟ اگر میرا ارادہ ایسا ہی ہوتا تو جب تم اس چٹان پر کھڑی ہوئی تھیں تو اس وقت میں تین دفعہ تم پر گولی چلا سکتا تھا۔ لیکن میں اس پر گولی کیوں چلانے لگا جو میری پیاری ہے؟ سی ہامبا پر بے شک گولی چلا دی ہوتی لیکن وہ تمھارے پیچھے کھڑی ہوئی تھی اس لئے پہلے گولی تمھیں لگتی اور پھر اسے۔ سوزانے تم قبیلۂ امپونڈوانہ میں پناہ لینا چاہتی ہو۔ کیوں؟ ہاں۔ میں واقف ہوں تمھارے ارادے سے۔ اگر تم اس چٹانی دیوار کے دوسری طرف پہونچ گئیں تو پھر ایک عرصے کے لئے تم سے گفتگو نہ کرسکوں گا اس لئے غور سے سنو، تمھارا خیال تھا کہ تم مجھے بہت پیچھے چھوڑ آئی ہو۔ ہے نا؟ لیکن دیکھو میں نے تمھارا پیچھا کیا اور دو موقع ایسے بھی آئے کہ میں تمھارے بہت قریب تھا۔ یہ اور بات ہے کہ مجھے تمھیں اٹھالے جانے کا موقع نہیں ملا خیر تو میں تمھیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ جلد یا بدیر مجھے

نہ موقع مل جائے گا۔ جلد یا بدیر تم اس پہاڑ کے اس طرف آؤ گی یا میں اُس طرف پہونچ جاؤں گا اور تب میری باری ہو گی۔ اس لئے، میری پیاری، اس وقت تک کے لئے خدا حافظ۔ ہاں۔ ایک خبر سنانا تو میں بھول ہی گیا۔ تمھارا شوہر، وہ انگریز کتا مر چکا ہے۔"

یہ سن کر سوزا نے کراہنے لگی۔

"خاموش رہو ابابیل اور غم نہ کرو" سی ہامبا نے کہا جو اس کے قریب ہی دبکی ہوئی تھی "سوارٹ بیٹ تمھیں پریشان کرنے کے لئے جھوٹ بول رہا ہے۔"

"اول تو اسے گولی لگی اور پھر میں نے اسے سمندر میں پھینک دیا۔ گولی لگنے کے بعد وہ زندہ تھا لیکن سمندر نے رہی سہی کسر پوری کر دی" سوارٹ بیٹ نے کہا "اور تمھارے باپ کے فارم میں پہنچنے کے دوسرے دن وہ مر گیا۔ چنانچہ تمھارا باپ غصے سے ایسا اندھا ہوا کہ وہ مجھے تلاش کرتا ہوا اس جگہ آ گیا جس سے تم واقف ہو لیکن اس کے ملازم اسے اس طرح واپس لے گئے کہ وہ بیہوش اور زخموں سے چور تھا۔ اب یہ میں نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا لیکن یہ میں نے ضرور سنا ہے کہ تمھاری ماں سخت بیمار ہے کیونکہ جو واقعات ہوئے ہیں وہ اس غریب کے اعصاب کو توڑ دینے کے لئے کافی ہیں۔ میں نے سُنا ہے کہ اپنا غم غلط کرنے کے لئے وہ بے تحاشہ پینے لگی ہے۔ ہا۔ آ۔ بچاری بڑھیا۔"

اب سی ہامبا برداشت نہ کر سکی اور چیخ کر بولی۔

"بُل ہیڈ! دفع ہو جاؤ یہاں سے اور جھوٹ بولنے کا سبق کافر وچ ڈاکرڈل سے حاصل کرو۔ اس فن میں ابھی تم کچے ہو۔ میں نے کسی شخص کو اتنے اناڑی پن سے جھوٹ بولتے نہیں سنا جس طرح کہ تم بول رہے ہو اپنی علالت کے بعد تیسری رات کو ابابیل کا شوہر دوبہ صحت تھا اور باس بوئیمار قطعی زخمی نہیں ہے

رہی وراؤ بوئیمار تو اس نے کافی کے علاوہ کوئی اور نشہ آور چیز کبھی پی ہی نہیں کیونکہ سفید فاموں کا آتشی پانی اس کے لئے زہر ہے۔ جا یہاں سے دوغلے۔ تو سی ہاما کو دھوکا دینا چاہتا ہے؟ کمینے تو تو بس چوریاں اور کمزوروں کا خون کرتا رہ کیونکہ یہی تیرا پیشہ ہے۔ تو کامیاب جھوٹ کبھی نہ بول سکے گا۔ یہ فن تیرے بس کا روگ نہیں ہے۔ جا یہاں سے پہاڑی چوہے۔ مبادا میں چند سپاہی تیرے پیچھے لگا دوں اور یہ یاد رکھ کہ اس دفعہ یہ سپاہی تجھے بھالوں کے دستوں سے نہیں بلکہ ان پھالوں سے ماریں گے۔ آؤ ابابیل۔ اب ہمیں چلنا چاہئیے۔"

چنانچہ وہ دونوں پتھروں کی آڑ لیے کر پڑاؤ کی طرف چلیں جو زیادہ دور نہ تھا۔ اگر سوارٹ بیٹ نے کوئی جواب دیا تو وہ انہیں سنائی نہ دیا۔ پڑاؤ میں پہنچتے ہی سی ہاما نے سگ دے کو بتایا کہ پہاڑ پر کیا ہوا تھا۔ سگ دے نے فوراً ہی چند سپاہیوں کو سوارٹ بیٹ کی تلاش میں دوڑا دیا جنھوں نے ایک ایک پتھر اور ایک ایک جھاڑی چھان ماری لیکن انہیں نہ تو کہیں سوارٹ بیٹ ملا اور نہ ہی اس کا کوئی سراغ چنانچہ سگ دے نے کہا کہ یہ ان دونوں کا وہم تھا اور یہ کہ سوارٹ بیٹ اس طرف آیا ہی نہ تھا۔

لیکن سوزانے اور سی ہاما جانتی تھی کہ وہ ان کا وہم نہ تھا سوارٹ بیٹ کی آواز نے سوزانے کو خوفزدہ کر دیا تھا کیونکہ یہ سیدھی اور آسان سی منطق تھی کہ جہاں سے آواز آئی تھی وہاں یقیناً سوارٹ بیٹ موجود تھا جو اس کا سخت دشمن تھا اور خود اس کی اور ہر اس شخص کی، جسے سوزانے پسند کرتی تھی، نقصان پہنچانے پر تلا ہوا تھا۔ سوارٹ بیٹ نے رالف اور جان بوئیار اور دراؤ بوئیمار کے متعلق جو کچھ کہا تھا وہ، سوزانے جانتی تھی، جھوٹ تھا لیکن یہ سچ تھا کہ سوارٹ بیٹ نے سوزانے کا پیچھا نہ چھوڑا تھا اور وہ ہر اس جگہ پہنچا تھا جہاں سوزانے پہنچی تھی اور

اتنی عیاری سے کہ کسی کو اس کی موجودگی کا شک بھی نہ ہوا تھا اور جو ظلم اور عیاری کے ہتھیاروں سے مسلح تھا۔ اب اگر امپونڈزانڈ دانہ نے اسے پناہ نہ دی تو پھر وہ یقیناً سوارٹ بیٹ کے ہاتھوں میں پڑ جائے گی اور اگر امپونڈزانہ نے اسے پناہ دی تو پھر وہ ان کے کرال سے باہر قدم نہ رکھ سکے گی کیونکہ، اسے یقین تھا' کرال کے عین باہر سوارٹ بیٹ کہیں چھپا ہوا ہوگا اور موقع کا منتظر ہوگا ہمیشہ منتظر ہوگا۔ چنانچہ سوزا نے اگر خوفزدہ تھی تو اس میں کوئی تعجب نہ تھا اس کے باوجود مایوسی اور خوف کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں امید کی ایک کرن بھی روشن تھی جو اس کی ڈھارس بندھا رہی تھی اور سب سے زیادہ بھروسہ اسے خدا اور اس کی رحمتوں پر تھا اور اسے یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن خدا اسے اپنے شوہر سے ملا دے گا۔ لیکن اس وقت تو صورت حال یہ تھی کہ وہ جس طرف بھی دیکھ رہی تھی اسے مصائب کے کالے بادل ہی نظر آ رہے تھے۔

جب سورج نکل آیا اور کہر چھٹ گیا تو سگ ندے اور اس کی فوج نے کوچ کر دیا اور وہ درے میں داخل ہو کر دوسری طرف کے میدان میں نکل آئے اور بڑھے ہاتھ کے پہاڑ کی طرف بڑھے۔ جب وہ قریب پہونچے تو دیکھا کہ اتنی بڑی فوج دیکھ کر امپونڈ دانڈ سے بے حد خوفزدہ ہو گئے تھے اور ان بہت سے کرالوں میں سے، جو پہاڑ کی ڈھلان پر تھے، لوگ نکل نکل کر انتہائی بدحواسی کے عالم میں مرکزی کرال یا قلعہ کی طرف اس طرح بھاگ رہے تھے کہ ان میں سے کسی کے شانوں پر سامان تھا اور کوئی اپنے بچوں کو اپنے شانوں پر اٹھائے ہوئے تھا۔ بچے رو رہے تھے اور عورتیں چیخ رہی تھیں اور بہت سے مرد اپنے آگے مویشی ہنکا رہے تھے۔

سگ دے نے یہ دیکھا تو اس نے اپنی فوج کو آگے بڑھنے سے روک دیا اور امپونڈ دانہ کی طرف اپنے سفیر بھیجے کہ وہ جنگ کرنے نہ آیا تھا اور یہ کہ وہ ان کے سردار سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ دو گھنٹوں بعد یہ سفیر واپس آئے تو ان کے ساتھ امپونڈ دانہ کے چند بزرگ تھے جو خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہے تھے کیونکہ انھوں نے کبھی یہ بات نہ دیکھی تھی کہ کوئی سردار ایسی زبردست فوج کے ساتھ محض دوستی کا ہاتھ بڑھانے آیا ہو۔ جب "انڈابا" (مجلس مشاورت) بیٹھی تو سگ دے نے ان لوگوں کو اپنا اور اپنے قبیلے کا نام بتایا۔ اور اس کا اور اس کے قبیلے کا نام یہ لوگ پہلے ہی سن چکے تھے۔ اور پھر معاملہ آگے بڑھانے سے پہلے اس نے پوچھا کہ ان کا سردار کون تھا۔

"اے سردار" ایک بوڑھے نے کہا "افسوس ہے کہ اس سلسلے میں ہم عجیب بدقسمت واقع ہوئے ہیں اور گویا اندھیرے میں بھٹک رہے ہیں۔ ہمارا سردار کورانو دو دن پہلے چیچک میں مبتلا ہو کر مر گیا کیونکہ چیچک کی وبا پچھلے کئی مہینوں سے ہمارے یہاں پھیلی ہوئی ہے۔ وہ اپنے پیچھے اپنا کوئی وارث بھی نہیں چھوڑ گیا کیونکہ اس کی اولاد بھی اسی منحوس وبا کا شکار ہو گئی۔ اس کے علاوہ اب ہم خشک سالی کے شکار رہیں۔ تم دیکھ ہی رہے ہو کہ میدانوں کی گھاس زرد پڑ گئی ہے اور کھیتوں میں بھی کہیں سبزہ نظر نہیں آتا اور اگر بارش جلد نہ آئی تو پھر چیچک کی وبا کے بعد قحط حملہ آور ہوگا اور اگر قحط کے بعد زولو آگئے تو ہمارا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔ سردار! ہم بڑی مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔"

"معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تمھارے قبیلے نے کوئی سخت گناہ کیا ہے اور اسی لیے تمھارے اجداد کی روحوں کا قہر تم پر وبا اور خشک سالی کی صورت میں نازل ہوا ہے۔" سگ دے نے کہا "خیر یہ بتاؤ کہ اب تمھارا جائز اور حقیقی سردار

کون ہے ؟"

"یہ ہم نہیں جانتے سردار" ان لوگوں نے جواب دیا "بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ یہ نہیں جانتے کہ ہماری سردارن زندہ ہے یا مرگئی اور اگر مرگئی ہے تو شاہی گھرانے کا کوئی فرد باقی نہیں رہ گیا ہے"

"کون ہے وہ ؟"

"چھوٹے قد کی ایک عورت ہے لیکن بہت حسین ہے اور اس میں ہوشیاری اور عقل اس طرح بھری ہوئی ہے جس طرح کہ مکئی بھٹے میں دانے بھرے ہوئے ہوتے ہیں کیونکہ اس پورے علاقے میں اس کے پائے کی کوئی اور کاہنہ اور وِچ ڈاکٹریس نہیں ہے۔ اس کا نام ہے سی ہامبا نگ یا نگا ــ چاندنی راتوں میں بھٹکنے والی ــ یہ نام اسے اس وقت دیا گیا تھا جب وہ بچی تھی کیونکہ وہ رات کے وقت بھٹکنے کی عادی تھی اور وہ ہمارے مرحوم سردار کی انکوسی کا سی کی اکلوتی بیٹی ہے اور سوازیوں کی شہزادی ہے اور ہمارے سردار رانو کی بہن ہے جو مرچکا ہے۔ جب ہمارا بوڑھا سردار یعنی سی ہامبا کا باپ مرچکا تو ہمارے انڈوانہ اور سی ہامبا کے درمیان ایک جھگڑا شروع ہوگیا کیونکہ وہ بڑی ضدی عورت تھی۔

"ہم ــ یعنی قبیلے کے سردار کے انڈوانہ (مشیر) چاہتے تھے کہ سی ہامبا شادی کرلے لیکن چند در چند وجوہات کی بناپر، جن سے وہ خود واقف تھی، وہ شادی کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔ اس کے علاوہ ہم یہ بھی چاہتے تھے کہ وہ شاہ زولوشاکا سے صلح کا معاہدہ کرلے لیکن اس نے کہا کہ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے بکری کا بچہ بھیڑیے سے صلح کرکے مطمئن ہوجائے اس بحث اور جھگڑے کا نتیجہ یہ ہوا کہ سی ہامبا نے پانی سے بھرا ہوا پیالہ اٹھایا اور ہم سب کے سامنے اپنی سرداری اور خود ہم سے ہاتھ دھولئے اور اسی رات وہ غائب ہوگئی ہم نہیں جانتے کہ وہ کہاں گئی لیکن افواہیں سنی تھیں کہ وہ جنوب کی طرف گئی ہے لیکن

اس کے چلے جانے کے بعد بدقسمتی نے ہمارا گھر دیکھ لیا ہے۔ زولوؤں سے ہم نے صلح کر لی تھی لیکن اس کے باوجود وہ ہمیں برابر ڈرا دھمکا رہے ہیں۔ سی ہامبا کا سوتیلا بھائی، جو ایک لونڈی کے بطن سے تھا، اچھا سردار ثابت نہ ہوا اور اب وہ بھی اپنی قبر میں جا سویا۔ چنانچہ اب ہمارے دل بوجھل ہو گئے ہیں اور ہمارے سروں میں دھول پڑ گئی ہے چنانچہ جب ہم نے تمہاری فوج دیکھی تو سمجھا کہ ڈنگان، جو اب زولوؤں کا بادشاہ ہے، نے ہمیں کھا لینے کے لئے اپنی فوج بھیج دی ہے۔

لیکن تم کہہ رہے ہو کہ تم جنگ کرنے نہیں آئے ہو چنانچہ بتاؤ اے سردار کہ تم کیا چاہتے ہو۔ اُمید ہے کہ تم کچھ زیادہ طلب نہ کرو گے کیونکہ ہمارے پاس دینے کو کچھ زیادہ نہیں ہے البتہ" بوڑھے نے معنی خیز نظروں سے سگ وے کی طرف دیکھا" اگر تم چیچک لے جانا چاہتے ہو اپنے ساتھ تو بات دوسری ہے۔ اور سردار! اگر تم جنگ کرو گے تو ہم اپنی آزادی اور عزت اور جتنے کچھ مویشی باقی رہ گئے ہیں ان کی خاطر تم سے جنگ کر لیں گے اور یہ سن لو کہ ہم پر فتح پانا آسان نہیں کیونکہ ہم جس قدرتی قلعہ میں رہتے ہیں اس کا صرف ایک ہی دروازہ ہے۔ اور تم اگر اس سے دگنی فوج لے کر آتے تب بھی اسے آسانی سے تسخیر نہ کر سکتے"

جب وہ بوڑھا خاموش ہوا تو سگ وے نے بلند آواز میں کہا۔

"سی ہامبا! سامنے آؤ اور اپنے ساتھ اپنی ساتھی سفید ابابیل کو بھی لاؤ"

سی ہامبا نے پہلے ہی سے اس موقع کے لئے تیاری کر رکھی تھی۔ اس نے اپنے بال دھو کر ان میں نیلے رنگ کی ابرق کا سفوف لگایا تھا، شانوں پر نرم بالوں کا چغہ ڈال لیا تھا اور گلے میں نیلے اور بڑے دانوں کی مالا پہن لی۔ چنانچہ جب سگ وے نے آواز دی تو وہ ان جھاڑیوں کے پیچھے سے نکل آئی جہاں وہ چھپی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ سوزانے بھی جس نے سی ہامبا کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا جس کے جھیر جھیر لباس کو چیتے

کی کھال کے شاندار چغے نے ڈھک رکھا تھا۔ یہ چغہ اسے سگ وے نے دیا تھا اور اس کے بال کھلے تھے جو تقریباً اس کے گھٹنوں تک آرہے تھے۔ اور عجیب جوڑی تھی ان دونوں کی۔ سفید فام، بلند قامت اور حسین سوزانے اور پست قامت، تیز نظر اور قبول صورت کافر عورت سی ہا مبا۔

"کون ہیں یہ؟" سگ وے نے امپونڈوانہ کے بزرگوں سے پوچھا۔

بوڑھے نے، جس سے اب تک سگ وے سے گفتگو کی تھی، ان دونوں کی طرف دیکھا اور جواب دیا:۔

"سفید فام عورت کے متعلق تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے سوائے اس کے کہ وہ بے حد خوبصورت ہے لیکن یہ دوسری عورت جو ہم میں سے ہی معلوم ہوتی ہے سی ہا مبا نگ یانگا ہے جو ہماری سردارن ہے اور جو ہم سے خفا ہو کر اور ہمیں چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ ہاں اگر ہماری آنکھیں ہمیں دھوکا نہیں دے رہیں تو یہ وہی ہے"

"بے شک یہ کوئی اور نہیں بلکہ سی ہا مبا ہی ہے" سگ وے نے کہا۔ "چونکہ اب تمہارا کوئی سردار نہیں ہے اس لئے یہ تم پر حکومت کرنے آئی ہے اور بڑی شان سے آئی ہے اور اب یہ خود اپنی زبانی تمہیں اپنی اور اسی سفید ابابیل کی کہانی سنائے گی جس نے تمہاری سردارن کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے"

چنانچہ سی ہا مبا نے اپنی سرگزشت بیان کرنی شروع کی اور پورے ایک گھنٹے تک بغیر رُکے بولتی رہی۔ سی ہا مبا ایک اچھی مقررہ بھی تھی۔ اس نے اپنے متعلق ساری تفصیلات بیان کر دیں اور اس نے ابابیل کی کہانی بیان کر دی اور بتایا کہ وہ کس طرح سگ وے اور اس کی فوج کے لئے خوش بختی لائی اور یہ کہ وہ ہر اس قبیلے کے لئے خوش بختی لائے گی جس میں وہ قیام کرے گی۔ آخر میں اس نے کہا:۔

"اے میرے لوگو! حالانکہ میں یہاں سے چلی گئی تھی، حالانکہ میں تم سے بہت

دور تھی لیکن میں تمھاری پریشانی سے واقف تھی کیونکہ میری نظر، جیسا کہ تم جانتے ہو، بہت دور تک دیکھ سکتی ہے۔ ہاں ۔ اس کے سامنے فاصلے سمٹ جاتے ہیں اور دیکھو تمھیں ایک سردار کی ضرورت تھی تو میں آگئی اور اپنے ساتھ سفید ابابیل کو بھی لائی تاکہ وہ بھی چند دنوں کے لئے تمھارے ساتھ رہے۔ اب اگر چاہو تو ہمیں قبول کر لو اور پھلو پھولو یا چاہو تو ہمیں ٹھکرا دو اور برباد ہو جاؤ۔ ہمارے لئے اس سے کوئی فرق نہ پڑ جائے گا۔ اور دیکھو۔ اگر ہم تمھارے ساتھ رہیں تو خیال رہے خادماؤں کی طرح نہ رہیں گی بلکہ شہزادیاں بن کر رہیں گی کیونکہ ہم لونڈیاں نہیں شہزادیاں ہی ہیں اور اگر تم نے ہمارا استقبال کیا اور ہمیں قبول کر لیا لیکن بعد میں ہمارے ساتھ تمھارا سلوک برا رہا تو افسوس ہے تم پر اے میرے لوگو۔ ہم سے نہیں سردار سگ وے سے پوچھو کہ ابابیل کی پرواز اس کیلئے نیک شگون ثابت ہوئی ہے کہ نہیں۔ پوچھو اس سے کہ سی ہاہما کے مشوروں میں عقلمندی تھی یا نہیں"

چنانچہ سگ وے نے امپونڈوانہ کے بزرگوں کو بتایا کہ ابابیل کی موجودگی کی وجہ سے اسے کیسی فتح حاصل ہوئی اور یہ کہ سی ہاہما کے مشورے اس کے لئے کس قدر سودمند ثابت ہوئے۔ اور پھر اس نے کہا کہ اگر امپونڈوانہ نے ان دونوں میں سے یعنی سوزانے اور سی ہاہما میں سے کسی ایک سے بھی برا سلوک کیا تو خود سگ وے اپنے علاقے سے ایک زبردست فوج لے کر آئے گا اور امپونڈوانہ کا نام و نشان تک مٹا دے گا۔

چنانچہ یوں ہوا کہ امپونڈوانہ کے بزرگوں نے سی ہاہما کو ایک بار پھر اپنی سرداری تسلیم کر لیا اور اسے کل اختیارات دے دئے اور اس کے ساتھ سوزانے کو بھی قبول کر لیا جو سی ہاہما کی حکومت میں برابر کی شریک تھی۔

اسی شام سوزانے شامیل پر سوار ہوئی اور سُرخ کافروں کی صفوں کے درمیان سے گزری اور انھوں نے اسے الوداعی سلام کیا اور نعروں کے ساتھ رخصت کیا۔ پھر وہ سگ دے سے رخصت ہوئی تو وہ عظیم سردار رو پڑا۔

اور تب وہ سی ہامبا، زنشی اور اپنے حصے کے مویشی لے کر، جو سگ دے نے اسے دیئے تھے، کوہ امپونڈوانہ کی طرف چلی اور وہاں پورا قبیلہ اس کے اور سی ہامبا کے استقبال کو اُمنڈ آیا تھا۔ یہ تینوں پہاڑ کے پہلو میں پہونچ کر اس تنگ درے میں داخل ہو گئے جو پہاڑ کی چپٹی چوٹی تک چلا گیا تھا اور اس چوٹی پر سرداروں کی جھونپڑیاں اور مویشیوں کے کرال تھے اور اسی جگہ قبیلے کے سارے لوگ جمع تھے۔

"دعا دو ہمیں" یہ لوگ چلائے "رحم کرو ہم پر کہ بارشیں ہوں"

سی ہامبا چند ثانیوں تک سوزانے سے سرگوشی کرتی رہی اور پھر کہا:۔

"اے میرے لوگو۔ میں نے تمھاری طرف سے سفید ابابیل سے درخواست کی ہے اور تمھاری خاطر وہ ایسی دعا کرے گی کہ بہت جلد بارشیں ہونے لگیں گی۔"

یہاں میں یہ بتا دوں کہ یہ لیست تاست سی ہامبا عجیب عورت تھی اور بڑی خصوصیات تھیں اس کی چنانچہ وہ موسم کی تبدیلی بھی معلوم کر لیتی تھی اور اسی مناسبت سے موسم کے متعلق پیشگوئی کیا کرتی تھی۔ چنانچہ اس دفعہ بھی ایسا ہی ہوا۔ اسی رات بادل گھر کر آئے اور موسلا دھار بارش ہونے لگی اور تین دنوں تک ہوتی رہی نتیجہ یہ ہوا کہ بارش چیچک کی وبا اپنے ساتھ بہا لے گئی چنانچہ یوں ہوا کہ امپونڈوانہ نے سی ہامبا اور سوزانے کے سامنے سر جھکا دیئے اور انھیں یقین ہو گیا کہ ان دونوں کے ساتھ قبیلے کی خوش نصیبی اور اچھے دن لوٹ آئے ہیں۔ چنانچہ سوزانے اور سی ہامبا قبیلۂ امپونڈوانہ پر اس شان سے حکومت کرتی رہیں کہ

لوگوں کی زندگی اور موت کا انحصار ان کے ایک اشارے پر تھا۔

اور یہاں، اس ناقابل تسخیر قدرتی قلعہ میں اور ان دختیوں میں سوزانے مرزا ارن جی کر مقیم ہو گئی اور یہاں پورے دو برس تک قیام کرنا اس کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔

چوبیسواں باب

رالف کی دیوانگی

اب میں اپنی بیٹی سوزانے کو امبوٹنڈوانہ میں چھوڑ کر واپس اپنے فارم میں آتی ہوں اور اس رات کا ذکر کرتی ہوں جب ملازموں کی چیخ و پکار سے میری اور میرے شوہر جان بوتھمار کی آنکھ کھل گئی تھی اور ہم خوابگاہ سے باہر آئے تھے تو معلوم ہوا کہ سوزانے کو بدمعاش سوارٹ ہیٹ اٹھا لے گیا تھا اور یہ کہ رالف جھگڑے میں زخمی پڑا ہوا تھا۔

ہم رالف کو گھر میں لے آئے اور فوراً ہی اپنے ملازموں کو ان کافروں کو بیدار کرنے اور فارم پر بلالانے کے لئے بھیج دیا جو آس پاس بسے ہوئے تھے اور جن پر اعتماد کیا جا سکتا تھا۔ اتفاقاً چھ بوئر بھی ہمارے فارم سے چند گز دور پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ یہ بوئر اس طرف سے شکار کرنے آئے تھے۔ ہم نے انھیں بھی بلا بھیجا ایک کافر کو قریبی بستی کی طرف ڈاکٹر کو بلانے کے لئے دوڑا دیا اور کہا کہ ڈاکٹر جس حال میں ہو اسی حال میں اٹھ کر فوراً چلا آئے اور یہ ڈاکٹر صبح ساڑھے آٹھ بجے ہمارے گھر میں تھا۔

پیغامبروں کی روانگی کے ایک گھنٹے بعد وہ چھے بوئر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر ہمارے گھر کے سامنے پہونچ چکے تھے اور وہ کافر بھی آ گئے جنھیں ہم نے بلا بھیجا تھا۔ اور ان لوگوں کے سامنے ان ملازموں نے، جو رالف اور سوزانے کے ساتھ گئے تھے بتایا کہ سوزانے اور رالف کے ساتھ کیا واقعہ ہوا تھا۔ اس کے بعد انھوں نے سوارٹ ہیٹ کے خفیہ کرال کے راستے کی تفصیلات بیان کیں جو انھوں نے زنٹی سے سنی تھیں کیوں کہ

سب کا خیال تھا کہ سوارٹ بیٹ سوزانے کو نہیں لے جائے گا۔

جب یہ لوگ خاموش ہوئے تو جان نے وہاں موجود بوئیروں اور کافروں سے کہا کہ وہ سوارٹ بیٹ کے خفیہ کرال میں سوزانے کو بچانے جا رہا ہے اس نے پوچھا کہ کیا وہ لوگ اس کام میں اس کی مدد کریں گے اور اس کا ساتھ دیں گے۔ اس پر ان سب نے جواب دیا کہ ہاں۔ چنانچہ صبح سات بجے اکیس آدمی، جن میں سے آٹھ سفید فام اور تیرہ کافر تھے اور سب کے سب بندوقوں سے مسلح تھے، ہمارے فارم سے نکل کر سوارٹ بیٹ کے خفیہ کرال کی طرف روانہ ہوئے۔

"افسوس جان" جب وہ مجھ سے رخصت ہو رہا تھا تو میں نے کہا کہ جب تم وہاں پہونچو گے تو بہت دیر ہو چکی ہو گی۔"

"خدا پر بھروسہ رکھو بیوی" اس نے کہا۔

"بے شک اب خدا ہی پر بھروسہ ہے لیکن جان۔ میں سمجھتی ہوں کہ خدا ہمارا ساتھ نہیں دے رہا بلکہ ہمیں اس جھوٹ کی سزا دے رہا ہے جو ہم نے ان انگریزوں کے سامنے بولا تھا جو رالف کو لینے آئے تھے"

"اگر ایسا ہی ہے تو اس کی سزا ہمیں ملنی چاہیئے نہ کہ دو معصوموں کو۔ سوزانے اور رالف تو بے گناہ تھے۔ گناہ ہم نے کیا ہے۔ بہر حال میں پھر بھی یہی کہوں گا کہ خدا پر بھروسہ رکھو۔ خدا پر اور پھوسی ماما پر کیونکہ یہ عورت بہادر اور ہوشیار ہے اور وہ راستہ دیکھ لیتی ہے جو دوسروں کو نظر نہیں آتا"

اور وہ لوگ روانہ ہو گئے اور چھے دنوں سے پہلے واپس نہ آئے۔ وہ لوگ منگل کے دن صبح روانہ ہوئے تھے اور جمعرات کی صبح ایک کافر کی مدد سے، جسے ان لوگوں نے گرفتار کر لیا تھا، سوارٹ بیٹ کے کرال میں پہنچ گئے لیکن سوارٹ بیٹ یہ کرال خالی کر گیا تھا چنانچہ یہاں کوئی نہ تھا اور نہ ہی کوئی انہیں بتا سکا کہ خفیہ کرال

کہاں تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ہر اس کافر کو پکڑ لیا جو اس کرال میں نظر آیا اور ان سب کو درختوں سے باندھ دیا اور ان کی طرف بندوقیں تان کر کہا کہ اگر انھوں نے خفیہ کرال کا راستہ نہ بتایا تو ان سب کو گولی سے اڑا دیا جائے گا۔ اس پر ایک عورت نے انھیں خفیہ کرال تک پہونچا دینے کا وعدہ کیا اور انھیں شگاف تک پہونچا دیا جو جھاڑیوں سے ڈھکا ہوا تھا اور خفیہ کرال میں جانے کا یہی ایک راستہ تھا۔

وہ لوگ خفیہ کرال میں پہونچے اور وہاں انھیں بڑی اور نئی جھونپڑی نظر آئی جو سوزانے کے لئے بنائی گئی تھی اور اس جھونپڑی میں انھیں اس کافر کی لاش پڑی مل گئی جسے سی ہامبا نے بھالے سے مارا تھا۔ اور وہیں سوزانے کا وہ چاقو بھی پڑا مل گیا جس سے سوزانے خودکشی کرنا چاہتی تھی — جان نے یہ چاقو پہچان لیا۔

یہ لوگ پریشان تھے کہ کیا کریں اور ان کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ سوزانے کیا ہوئی کہ اسی عورت نے، جو انھیں خفیہ کرال میں لائی تھی، انھیں وہ شخص دکھا دیا جو خفیہ دروازے پر اس رات پہرہ دے رہا تھا اور جس پر زنٹی نے گولی چلائی تھی۔ ان لوگوں نے اس کافر کو پکڑ لیا اور جب اسے مار ڈالنے کی دھمکی دی تو اسے جو کچھ معلوم تھا بتا دیا اور کہا کہ سوزانے، سی ہامبا اور زنٹی گھوڑوں پر سوار ہو کر جنوب کی طرف گئے ہیں اور یہ کہ سوارٹ پیٹ بھی اپنے گروہ کے ساتھ ان کے تعاقب میں گیا ہے۔

چنانچہ وہ لوگ اسی وقت جنوب کی طرف روانہ ہو گئے لیکن انھیں سوزانے اور سوارٹ کا کہیں کوئی سراغ نہ ملا کیونکہ بارش ہو گئی تھی اور اس نے ان لوگوں کے گھوڑوں کے کھروں کے نشانات مٹا دیئے تھے اور پھر اس جنگل میں یہ لوگ راستہ بھول کر بھٹک گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ نہایت تھکے ہوئے فارم کی طرف لوٹے اور اس اُمید کے ساتھ کہ شاید سی ہامبا اور سوزانے اب تک گھر پہونچ گئے ہوں گے لیکن

ان کی یہ اُمید امید موہوم ثابت ہوئی۔

اس کے بعد کئی دنوں تک یہ لوگ سوزانے اور سی ہاماہا کو تلاش کرتے رہے لیکن ان کی ساری بھاگ دوڑ محض بیکار ہی ثابت ہوئی اور پھر یوں ہوا کہ وہ کافر جو ہمارے اور سگ ورے کے علاقے کے درمیان آباد تھے بوئروں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ہمارے فارموں پر چھاپے مارنے لگے۔ وہ دوسرے بوئروں کے اور خود ہمارے بھی چند مویشی چرا لے گئے چنانچہ اب علاقے میں سفر کرنا ناممکن ہوگیا نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ تحقیقات کرنے کے لئے کوئی بھی سگ ورے کے کرال تک نہ پہنچ سکا۔

چنانچہ آخرکار اپنی مسلسل بے نتیجہ تلاش سے تھک کر اور مایوس ہو کر جان گھر میں بیٹھ رہا اور اس نے ساری اُمید چھوڑ دی۔ ادھر رالف کی درخواستیں اور اصرار جاری رہا لیکن اس کے باوجود جان اس بے نتیجہ تلاش پر پھر روانہ نہ ہوا۔ رالف اب تک گھوڑے پر سواری کرنے کے قابل نہ ہوا تھا ورنہ وہ ضرور سوزانے کی تلاش میں روانہ ہو جاتا۔

"بیٹے" رالف کا اصرار بڑھتا تو جان کہتا "سوزانے یا تو مر چکی ہے یا کہیں دور پہنچ گئی ہے اور اس دور افتادہ علاقے میں محفوظ ہے اور ان دونوں صورتوں میں اسے تلاش کرنا محض بیکار ہے کیونکہ سوارٹ ہیٹ کے کرال پر نظر رکھی جا رہی ہے اور ہم جانتے ہیں کہ سوزانے اس کرال میں نہیں ہے۔"

اس کا جواب رالف یوں دیتا:۔

"سوزانے مری نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ مری نہیں ہے"

اور ہم سمجھ جاتے کہ رالف یہ بات اپنے اس خواب کی بنا پر کہہ رہا ہے جو اس نے دیکھا تھا اور اس خواب کا ذکر میں نے جان سے کر دیا تھا۔ لیکن جان کو رالف

کے اس خواب پر یقین نہ تھا اس کے برخلاف اسے یہ یقین تھا کہ ہماری پیاری بیٹی کئی دنوں پہلے مر چکی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سوزانے اپنی جان لے لی گی لیکن دوبارہ سوارٹ ہیٹ کے ہاتھوں میں نہ پڑے گی اور میرا بھی یہی خیال تھا۔

البتہ ہم رالف کو تسلی دے رہے تھے کہ سوزانے زندہ ہے اور کسی دور افتادہ علاقے اور کافروں کے کسی کرال میں پناہ گزیں اور محفوظ ہے اور چند در چند وجوہات کی وجہ سے ہمیں اپنی خبر نہیں بھجوا سکتی۔ اور حقیقت بھی یہی تھی جیسا کہ قارئین جانتے ہیں میں بیان نہیں کرسکتی کہ ہمارے یہ مہینے کس قدر غمناک اور آزمائشی گزرے ادھر رالف کے زخم مندمل ہو گئے اور اسکی قوت ذرا عود کر آئی تو اس پر ہلکی سی دیوانگی چھا گئی اور اس کی اس حالت نے ہمارے غم میں اور اضافہ کر دیا۔ وہ کئی گھنٹوں تک اور بعض دفعہ مسلسل کئی دنوں تک سر جھکائے خاموش بیٹھا رہتا ہم لاکھ کوشش کرتے لیکن وہ نہ کچھ کھاتا اور نہ کچھ بولتا۔ اکثر دفعہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر کسی طرف چلا جاتا۔ کوئی نہ جانتا کہ وہ کہاں اور کس طرف گیا ہے۔ کبھی وہ تمام دن ڈھلے واپس آجاتا اور کبھی وہ ایک رات اور کبھی کئی کئی دنوں اور راتوں تک غائب رہتا اور ہم اس خیال سے پریشان ہو جاتے کہ اب وہ کبھی واپس نہ آئے گا۔ رالف کی ان حرکتوں پر غصہ کرنا اور اسے ڈانٹنا فضول تھا کیونکہ وہ صرف ایک جواب دیتا تھا "آپ لوگ بھول رہے ہیں۔ میں اپنی بیوی کو تلاش کر رہا ہوں جو عظیم ہاتھ کے پہاڑ پر میرا انتظار کر رہی ہے"

اور پھر ہمیں پتہ چلا کہ وہ ایک بہت دور کی پہاڑی تک گیا اور اسے ادھر ادھر غور سے دیکھا کہ کہیں یہی تو اس کے خواب کا پہاڑ نہیں۔ اس کے بعد رالف کا یہ معمول ہو گیا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر دور دور تک جاتا اور ہر شخص سے۔ بوئیرز اور کافروں سے پوچھتا کہ وہ کسی ایسے پہاڑ سے تو واقف نہیں جس کے ایک پہلو پر

ایسے گہرے نالے ہیں جو انسانی ہاتھ کی انگلیوں اور انگوٹھے کی طرح ہیں۔ چونکہ رالف اس پہاڑ کے علاوہ کسی سے اور کچھ پوچھتا ہی نہ تھا اس لیئے وہ کافروں اور بوئیروں میں بھی "مردِ کہسار" کے نام سے مشہور ہو گیا۔

رالف کی ان آوارہ گردیوں کا سلسلہ جاری تھا کہ کافر بوئروں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی اس بغاوت نے — حیران ہوں کہ اسے بغاوت کے علاوہ اور کیا کہوں —— خطرناک اور خوفناک صورت اختیار کرلی۔ میں سمجھتی ہوں کہ ان کافروں کو، جو ہمارے فارم کے قرب و جوار میں آباد تھے، سوارٹ پیٹ نے ہمارے خلاف اکسایا تھا۔ بے شک خود سوارٹ پیٹ کا کہیں پتہ نہ تھا اور کوئی نہ جانتا تھا کہ وہ کہاں گیا تھا لیکن اس کے کارندے اور ایجنٹ کافروں میں موجود تھے اور ان کافروں کو اکسانے کا کام وہی کر رہے تھے۔ بہرحال کافروں نے بوئروں پر حملے شروع کردیئے اور مویشی یا جو کچھ بھی ہاتھ لگتا لے بھاگتے وہ گروہ در گروہ چیختے اور نعرے لگاتے ہوئے آتے اور کبھی رات کے اندھیرے میں اور کبھی دن دھاڑے فارم پر حملہ کردیتے اور اس سے پہلے کہ فارم کا مالک سنبھل سکتا وہ جا چکے ہوتے۔

خوش قسمتی سے ہمیں ایک طرف سے پتہ چل گیا تھا کہ کافر فارم پر چھاپہ مارنے والے ہیں۔ چنانچہ جب ہمارے فارم پر حملہ ہوا تو ہم پہلے ہی سے تیار تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب یہ حملہ آور کافر دوسرے دن پسپا ہوئے تو اداس اور دل شکستہ تھے کیونکہ اول تو وہ خالی ہاتھ لوٹ رہے تھے اور دوم یہ کہ وہ اپنے چالیس ساتھیوں کی لاشیں چھوڑے جا رہے تھے۔

ان کافروں نے رات کے اندھیرے میں حملہ کیا تھا اور صبح سے کچھ پہلے تک یہ لوگ ہمارے فارم کا محاصرہ کیئے رہے اور خوب چیختے اور بندوقیں چلاتے رہے اور جلتے ہوئے بھالے پھینک کر گھر کی چھت میں آگ لگانے کی کوشش کرتے رہے

اور تب، یعنی صبح سے کچھ پہلے، جان، رالف اور ہمارے تقریباً بیس آدمی اوٹ میں سے نکل کر باہر آئے اور اچانک حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑے۔

میرے خدا! کیا لڑے ہیں وہ لوگ۔ خصوصاً جان اور رالف۔ میں برآمدے میں کھڑی یہ دیکھ رہی تھی اور جان اور رالف کی بہادری دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی لیکن ساتھ ہی ساتھ متفکر بھی تھی کیونکہ ان دونوں میں سے کسی کو بھی گویا اپنی جان کی پروا تھی ہی نہیں۔ بہرحال حملہ آور کافر پسپا ہوئے اور چند مویشی، جو ان کے ہاتھ لگے، لے کر بھاگ گئے۔ اس کے بعد انھوں نے ہمارے فارم پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کی۔

اب اس معاملہ کا ایک عجیب حصہ آتا ہے جو میں ذرا ہچکچاہٹ کے بعد بیان کر رہی ہوں کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ اب شاید ہی کوئی اس پر یقین کرے گا۔ ہوا یوں کہ کسی نے، جو لندن کی مشنری سوسائٹی کا کارکن تھا، کیپ کے گورنر کے سامنے ہماری رپورٹ پیش کر دی کہ ہم نے بے گناہ اور غریب کافروں کا قتل عام کیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیں دھمکی دی گئی کہ رالف اور جان پر حکومت برطانیہ مقدمہ چلائے گی اور انھیں اس جرم کی سزا دے گی کہ انھوں نے بے گناہ "کالوں" کا قتل عام کیا گیا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اگر ہم نے اور ہمارے پڑوسی بوئرزوں نے حکومت کے سامنے خود اپنی رپورٹ پیش کر کے یہ بات ثابت نہ کر دی ہوتی کہ پہل کافروں نے کی تھی، حملہ آور وہ تھے لہٰذا یہ کہ ہم نے محض اپنے بچاؤ کے لئے ہتھیار اٹھائے تھے اور یہ کہ اگر ہم نے ایسا نہ کیا ہوتا تو سیاہ فاموں کے بجائے سفید فاموں کا قتل عام ہو جاتا، ہاں اگر ہم نے یہ بات ثابت نہ کر دی ہوتی تو یقیناً ہم لوگوں پر مقدمہ چلتا اور ہمیں سخت سزا دی جاتی۔

عجیب دور تھا وہ جب ہم بوئرزوں کا پشت پناہ کوئی نہ تھا۔ نہ تو ہمیں ہمکومن

نصیب تھا اور نہ سلامتی ۔ ہمیں لوٹا جا رہا تھا اور ہمیں قتل کیا جا رہا تھا اور ہمیں بستیوں سے نکالا جا رہا تھا ۔ ہمارے مویشی اور ہمارا سامان چرایا جا رہا تھا اور ہم شکایت نہ کر سکتے تھے ۔ کافر ہم پر حملہ کرتے تھے اور ہم اپنے بچاؤ کے لئے ہتھیار اٹھاتے تھے تو ہمیں ظالم اور خونی کہا جاتا تھا ۔ ہمارے غلاموں کو آزاد کر دیا جاتا تھا اور ہم دم نہ مار سکتے تھے ۔ اگر کافر ہمارے خلاف کچھ کہتے تو فوراً مان لیا جاتا لیکن ہم بائبل کی قسم کھا کر بھی کافروں کے خلاف کوئی بات کہتے تو نہ مانی جاتی ۔

اب اگر ہم ان ناانصافیوں سے عاجز آ گئے تھے اور ہم نے برطانوی حکومت سے دور، بہت دور جا کر بس جانے کا فیصلہ کیا تو اس میں ظاہر ہے کہ تعجب کی کوئی بات نہ تھی ۔

لیکن چونکہ میری کہانی سیاسی نہیں ہے اس لئے نہ تو میں برطانوی حکومت کی پالیسی کے متعلق کچھ کہوں گی اور نہ ہی وہ اسباب بیان کروں گی جن کی وجہ سے ہمیں اولڈ کالونی سے نکل کر افریقہ کے قلب میں جانا پڑا اور جہاں ہمیں وحشی کافروں سے مسلسل جنگ کرنی پڑی ۔ ہمارا یہ خروج "عظیم خروج" کے نام سے مشہور ہے ۔ بہرحال اگر سوزانے افریقہ کے جنگلوں میں کہیں گم نہ ہو گئی ہوتی تو میں اپنے متعلق کہتی ہوں کہ ہم کبھی اس عظیم خروج میں شامل نہ ہوتے کیونکہ ہمیں اپنے اس گھر سے بے پناہ محبت تھی جو ہم نے ایک ایک اینٹ جمع کر کے بنایا تھا ۔

لیکن اب چونکہ سوزانے جا چکی تھی اسی لئے یہ گھر ہمیں کاٹنے کو دوڑتا تھا ۔ گھر کی ایک ایک چیز، باغ کا ایک ایک درخت اور پودا اور مویشیوں کے ریوڑوں میں کا ایک ایک بیل ہمیں سوزانے کی یاد دلا دیتا تھا حتیٰ کہ دور سے آتی ہوئی سمندر کی آواز اور بہتی ہوئی ہوا کی سنسناہٹ اور سرسراہٹ میں بھی سوزانے کا نام سنائی دیتا تھا ——— یہ وہ پھول تھے جو سوزانے کو پسند تھے ۔ یہ وہ پتھر تھا جس پر وہ بیٹھا

کرتی تھی اور یہ وہ پگڈنڈی تھی جس پر زو چلا کرتی تھی۔ غرض ہمارے اس گھر کی ایک ایک چیز ہمیں سوزانے کی یاد دلا رہی تھی۔

رالف اور سوزانے کی شادی کی سالگرہ کے دن ___ ہاں ان کی شادی کے ٹھیک ایک سال بعد اور ٹھیک اسی دن جس دن ان دونوں کی شادی ہوئی تھی ___ ہم اپنے گھر کو چھوڑ کر آ گئے افریقہ کے جنگلوں میں چلے جانے کا فیصلہ کیا۔

مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ ہم رات کا کھانا کھا چکے تھے۔ رالف حسبِ معمول سر جھکائے خاموش بیٹھا ہوا تھا اور جان حکومت برطانیہ کی ان ناانصافیوں کا ذکر کر رہا تھا جو وہ بوئروں سے کر رہی تھی۔ میرے خیال میں اس وقت جان حکومت کی ناانصافیوں سے کچھ زیادہ پریشان نہ تھا بلکہ وہ صرف رالف کا دھیان بٹانے کی غرض سے حکومت کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے بیٹے؟" جان نے کہا کیونکہ وہی اکیلا بول رہا تھا اور رالف نہ "ہوں" کر رہا تھا نہ "ہاں"

"ایں! میرا؟" رالف نے چونک کر کہا جس سے معلوم ہوا کہ اس کے خیالات کہیں اور بھٹک رہے تھے "میں خود نہیں جانتا کہ میرا کیا خیال ہے۔ البتہ یہ ضرور معلوم کرنا چاہوں گا کہ خود حکومتِ برطانیہ اس معاملے میں کیا کہتی ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ حکومت اور اس کے گورنر وغیرہ ہم سے بہت دور ہیں چنانچہ وہ ضروریات اور مشکلات کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ یعنی میں یہ بھی کہوں گا کہ مبلغ اور مشنری بھی کچھ بھلا ہی چاہتے ہیں لیکن غلطی یہاں کر جاتے ہیں جبکہ وہ یہ یقین کر لیتے ہیں کہ سیاہ فاموں کی روح سفید فاموں کے مقابلے میں عظیم ہوتی ہے لیکن چونکہ ان سیاہ فاموں سے ہمارا واسطہ براہِ راست ہے اور

اس لئے یہ ہم ہی جانتے ہیں کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔"

"میرے خدا! میرے بیٹے! تمھاری روح کیا واقعی مردہ ہوگئی ہے؟" جان نے حیرت سے کہا۔ "تم انگریز ہو اس لئے میرا خیال تھا کہ تم اپنے لوگوں کی حمایت اور میری مخالفت کرو گے اور پھر ہم دونوں میں خوب جھگڑا ہوگا اور تم جانو یہ جھگڑا ہی دونوں کے دل ہلکے کر دیتا لیکن تم تو کرسی میں بیٹھے ہوئے مجسٹریٹ کی طرح باتیں کر رہے ہو اور بیک وقت معاملے کے دونوں رخ نہ صرف دیکھ رہے ہو بلکہ ترازو کے پلڑے برابر کرنے کی کوشش کر رہے ہو اور تم جانو یہ اس شخص کے لئے بڑی نقصان دہ عادت ہے جو دنیا میں قوت بازو سے اپنا مقام حاصل کرنا چاہتے ہو۔ میرے بیٹے اگر تم نے بھی اپنے باپ اور چچا کو پھانسی پر لٹکتے دیکھا ہوتا جس طرح کہ میں نے اپنے باپ اور چچا کو دیکھا تھا تو خدا کی قسم تم بھی انگریزوں اور ان کی حکومت کو گالیاں دیتے۔ یہی لوگ تھے جنھوں نے ان دونوں کو پھانسی دی تھی اور جب کمزور رسے ٹوٹ گئے تو اس حکومت نے یہ نہ کیا کہ انھیں چھوڑ دیتی بلکہ نئے رسّے لا کر دوبارہ پھانسی پر لٹکا دیا۔ واہ۔ کیا عمدہ انصاف ہے انگریزوں کا۔ لعنت ہے کمبختوں پر۔ میرا بس چلے تو خدا کی قسم سارے انگریزوں کی ایک گردن کر کے انھیں پھانسی دے دوں۔"

جان کے اس غصّے پر رالف نے کوئی جواب نہ دیا۔ صرف مسکرا دیا۔ اس پر جان بھی خاموش رہا۔ چند ثانیوں تک خاموشی طاری رہی اور پھر جان نے دفعتہ چیخ کر، جیسے میں بھری کھتی" کہا:-

"وراؤ! لیٹ اونز ٹریک[1]"

---

[1] اس کا ترجمہ تو یہ ہے "بیوی! آؤ ہم یہاں سے ہجرت کر جائیں" لیکن اس جملے میں ایک لفظ ہے "ٹریک"۔ یہ ڈچ زبان کی ایک اصطلاح ہے جو جنوبی افریقہ میں بوئر بولا کرتے تھے۔ اب یہ لفظ عام ہو چکا ہے اور کسی بھی قبیلے یا گروہ یا قوم کی منظم ہجرت (بقیہ نوٹ ص ۳۰۵ پر)

اور اپنے الفاظ کو پُر اثر بنانے کے لئے اس نے میز پر دھڑام سے گھونسہ رسید کر دیا۔ میز پر رکھی ہوئی پلیٹ اچھل کر فرش پر گری اور چکنا چور ہو گئی۔

میں جھک کر پلیٹ کے ٹکڑے اٹھانے اور جان کو برا بھلا کہنے لگی۔ میں بہت آہستہ آہستہ ٹکڑے اٹھا رہی تھی کیونکہ میں سوچنے کے لئے وقت چاہتی تھی حالانکہ پچھلے ایک عرصے سے مجھے یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن جان یہ بات کہے گا کہ آؤ ہم ہجرت کر جائیں۔ جب میں پلیٹ کے سارے ٹکڑے سمیٹ چکی تو میں نے انھیں میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"ان ٹکڑوں کو اب جوڑا نہیں جا سکتا اور نہ ہی ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑا جا سکتا ہے۔ یہ نازک چیزیں ہیں جو ذرا سی ٹھیس سے ٹوٹ جاتی ہیں اور ہمارے دل ٹوٹے ہوئے ہیں اور یہاں ہر چیز ہمیں اپنی بیٹی کی یاد دلا رہی ہے۔ جان! تم چاہتے ہو تو بے شک ہم بھی یہاں سے ہجرت کر جائیں گے"

"رالف! بیٹے! تم کیا کہتے ہو" جان نے پوچھا۔

رالف چند ثانیوں تک خاموش بیٹھا رہا اور پھر اس نے جان کے سوال کا جواب ایک دوسرے سوال سے دیا۔

"مہاجر کس طرف جا رہے ہیں؟"

"یہاں سے بہر حال جا رہے ہیں؟"

"ہاں لیکن کس سمت؟"

(بقیہ نوٹ ۳۰۴ کا) یا ترک وطن کرنے پر بولا جاتا ہے۔ اس ناول میں جس "گریٹ ٹریک" یا عظیم خروج" کا ذکر ہے وہ ۱۸۳۵ء سے ۱۸۳۷ء تک کیا گیا تھا جبکہ بوئر کاشتکار انگریزی حکومت کے مظالم سے تنگ آکر کیپ آف گڈ ہوپ سے ہجرت کر کے شمال کی طرف اور افریقہ کے گھنے جنگلوں میں چلے گئے تھے۔ مظہر الحق علوی

"میرے خیال میں شمال اور دریائے دال کی طرف"

اور میں نے دیکھا کہ دفعتہً رالف کی آنکھیں چمکنے لگیں اور اس نے بڑے جوش کے عالم میں کہا:۔

"ابّا! اگر مہاجر شمال کی طرف جا رہے ہیں تو ہم بھی ضرور ہجرت کریں گے"

"شمال کی طرف کیا خاص بات ہے؟"

"میں مشرق، مغرب اور جنوب کی طرف دور دور تلاش اور تحقیقات کر چکا ہوں اور اس طرف کوئی ایسا پہاڑ نہیں ہے جس کے پہلو پر انسانی پنجے کی شکل کے نالے ہوں جس کے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان چشمہ بہ رہا ہو۔ چنانچہ اس پہاڑ کو شمال کی طرف ہی ہونا چاہئے"

میں نے اور جان نے اداسی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور ہم خاموش ہو رہے کیونکہ ہم نے سمجھ لیا کہ رالف پر پھر دیوانگی کا دورہ پڑا تھا۔

اور بڑی اداس خاموشی تھی یہ۔

پچیسواں باب
عظیم خروج[1]

دوسرے ہی دن سے ہم نے تیاریاں شروع کر دیں اور ٹھیک ایک مہینے بعد ہم اپنے بے حد پیارے گھر کو چھوڑ کر ہجرت کر گئے۔ جان نے فارم فروخت کرنے کی کوشش کی۔ ہمارا فارم کافی بڑا اور بہت ہی دلکش تھا جو بارہ ہزار ایکڑ میں پھیلا ہوا تھا جس میں کھود کر نہریں لائی گئی تھیں چنانچہ ہر دم ہرا بھرا رہتا تھا۔ ہمارا گھر پتھر اور چونے کا بنا ہوا تھا اس میں بڑے بڑے کرال اور ان کے آس پاس ملازموں اور غلاموں کے رہنے کے لئے کوٹھیاں تھیں، پھلوں کا ایک باغ تھا اور بہت سے کھیت تھے اور پورے فارم کے چاروں طرف ایک پر ایک پتھر رکھ کر بلند چہار دیواری بنائی گئی تھی۔ کوشش کے باوجود کسی نے ہمارا فارم نہ خریدا کیونکہ اس وقت وہاں بہت کم انگریز آباد تھے۔ رہے بوئیر تو وہ سب کے سب ہجرت کر رہے تھے۔ آخر کار جان نے ہمارا فارم ایک شخص کو دے دیا جو تھا تو بوئیر لیکن میرے خیال میں انگریزوں کا ایجنٹ تھا۔ اس بدمعاش نے اس وسیع و عریض فارم کے عوض جان کو صرف پچاس پونڈ اور ایک پرانا چھکڑا دے دیا اور ہمیں اپنے ساتھ مویشی لے جانے کی اجازت دے دی۔ اس کے علاوہ فارم کی ہر چیز پر اس شخص نے صرف پچاس پونڈ میں قبضہ کر لیا۔

---

[1] بوئیروں کی وہی ہجرت جس کا ذکر پچھلے حاشیے میں کیا گیا ہے اور جو تاریخ میں "گریٹ ٹریک" GREAT TREK کے نام سے مشہور ہے۔ اس گریٹ ٹریک کے متعلق اور اس کے پس منظر میں انگریزی میں ایک بیحد دلچسپ، سنسنی خیز اور رومانی ناول موجود ہے۔ انشاءاللہ جلد ہی اس ناول کا ترجمہ بھی پیش کروں گا۔ مظہرالحق علوی

ابھی چند برسوں پہلے ہی میں نے سُنا کہ اس شخص کے پوتے نے یہ فارم بیس ہزار پونڈ نقد میں فروخت کر دیا اور اب وہاں گھوڑوں، بکریوں اور شتر مرغوں کی نسل بڑھائی جاتی ہے۔ اس خیال سے میرا خون کھولنے لگتا ہے کہ اس بدمعاش ایجنٹ کی اولاد نے اُس زمین سے اتنا بہت سا منافع حاصل کیا جو ہماری تھی۔ لیکن اس دنیا میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بے ایمان اور بدمعاش لوگ پھلتے پھولتے ہیں اور ایماندار اور شریف لوگ دُکھی رہتے ہیں۔

خیر تو آمدم برسرِ مطلب۔ روانگی سے ایک دن پہلے رالف اپنی ماں کی قبر پر گیا اور اس سے رخصت ہوا اور وہاں سے وہ اس جگہ پہونچا جہاں بچپن میں اس کی اور سوزانے کی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ وہ اسی پتھر پر بیٹھ گیا جس پر سوزانے نے اسے دعا میں مصروف پایا تھا اور جہاں بعد میں اس نے اور سوزانے نے اظہارِ محبّت کیا تھا۔ اس اداس سفر میں جان اس کے ساتھ تھا کیونکہ رالف کے دماغ کا کچھ ٹھکانا نہ تھا اور جہاں تک ہمارے اختیار میں ہوتا ہم اسے اکیلا کہیں جانے نہ دیتے تھے۔

دوسرے دن جب ہم روانہ ہو رہے تھے تو میری آنکھیں پُرنم تھیں اور ہمارا گھر اور ہمارا فارم اور ارد گرد کا مانوس منظر، جو میں بیس برس سے برابر دیکھتی آئی ہوں، جیسے ڈوب رہا تھا اور میں اس لمبی ناک والے ایجنٹ کی آواز آج بھی سُن رہی ہوں جو میرے شوہر سے کہہ رہا تھا۔

"خدا حافظ ہیر بوشار" اور میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا کرے کہ آپ کے لئے یہ سفر مبارک ہو۔ سچ تو یہ ہے ہیر بوشار کہ میں تم جہاجروں کو سمجھ ہی نہ سکا۔ بے شک انگریزی حکومت بڑی لعنتی حکومت ہے اس کے باوجود میں تو ایسا اچھا فارم پچاس پونڈ میں کبھی نہ بیچتا اور وہ بھی محض اس غرض سے کہ جنگلوں اور ویرانوں میں بھٹکتا ہوں اور موقع ملے تو خونخوار شیر مجھے کھالیں یا وحشی کافر مجھے قتل کر دیں۔ یہ تو بھائی میرے نزدیک

حماقت ہے کہ آدمی اپنا گھر بار چھوڑ کر بظاہر موت اور مشکلات کی طرف روانہ ہو جائے اس کے باوجود میں تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ تم فارم بیچ کر اس سودے سے اتنے ہی مطمئن ہو گے جتنا کہ اسے خرید کر میں مطمئن ہوں"

"حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو لے کر مصر سے نکلے تھے تو خدا ان کا محافظ اور راہبر تھا اسی طرح امید ہے کہ ہمارا ابھی راہبر اور محافظ خدا ہی ہو گا" جان نے کہا۔

"ہاں۔ ہر بوئیر یہی کہتا ہے اور سچ بھی ہے کیونکہ اب صرف خدا ہی تمہارا محافظ ہے کیونکہ تم انجانی منزلوں اور بھیانک جنگلوں کی طرف جا رہے ہو۔ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کے آگے دن کے وقت بادل اور رات کے وقت آگ کا ستون چلا کرتا تھا بس تمہیں بھی اسی کی ضرورت ہے یعنی تمہاری حفاظت اور راہبری کے لئے دن میں بادل اور رات میں آتشی ستون کی اور خدا کرے کہ انگریزوں کی شکل میں فرعون کی فوج تمہیں آ نہ لے کیونکہ اگر ایسا ہوا تو پھر تم کہیں کے نہ رہو گے کیونکہ تم اپنا گھر بار تو بیچ ہی چکے ہو۔"

"خدا ہمارا محافظ اور راہبر ہے" جان نے کہا اور روانگی کا اشارہ کیا۔

اس وقت میرا دل رو رہا تھا، میری آنکھیں رو رہی تھیں، میں اس گھر کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر جا رہی تھی جو ہم نے بنایا تھا اور جہاں میں بیس برس سے رہ رہی تھی اور اس ایجنٹ کی باتیں مجھے بے حد مناسب اور منطقی معلوم ہو رہی تھیں اور میرا جی چاہ رہا تھا کہ میں اسی وقت چھکڑے میں سے اتر کر اپنے گھر میں جا بیٹھوں لیکن جان نے واقعی سچ کہا تھا۔ حقیقت میں خدا ہمارا راہبر اور محافظ تھا۔ میں آپ سے پوچھتی ہوں کہ ان چند بوئیر کاشتکاروں کے اس سفر کا سا حیرت انگیز واقعہ دنیا میں اور کوئی ہوا ہے جو صرف پرانی قسم کی بندوقوں سے مسلح تھے اور خدا پر بھروسہ کر کے ان خطرناک جنگلوں میں گھس پڑے تھے جو وحشی اور خونخوار کافروں سے اور درندوں سے پُر تھے؟ لیکن تاریخ

گواہ ہے کہ انہیں مٹھی بھر اور بے خانماں کاشتکاروں نے موسی گی مازے کی فوجوں کو شکست دی اور زولو بادشاہ ڈنگان کی طاقت توڑ دی اور یہی وہ بے خانماں کاشتکار تھے جنھوں نے ٹرانسوال اور ناٹال کی آزاد ریاستیں قائم کیں۔

اس رات ہم نے اس جگہ قیام کیا جہاں سوارٹ ہیٹ نے رالف کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور جہاں سے وہ سوزانے کو اٹھا لے گیا تھا۔ یہاں ہم نے زیادہ قیام نہ کیا کیونکہ رالف کی اداس اور غمناک یادیں تازہ ہو رہی تھیں اور اس کے دماغ پر اثر ہو رہا تھا۔ وہ چھکڑے کے بکس پر بیٹھا ایک خاص پتھر کی طرف دیکھتا رہا تھا جو آگ اور دھوئیں سے کالا ہو گیا تھا۔ ہمارے ملازموں میں سے ایک ملازم نے ــــ جو اُس سفر میں سوزانے اور رالف کے ساتھ تھا۔ مجھے بتایا کہ سوزانے نے اسی پتھر سے چولھا بنا کر رالف کے لئے کافی تیار کی تھی۔ اسی ملازم کے ساتھ میں اس چٹان پر پہونچی جہاں سے سوارٹ پیٹ نے رالف کو سمندر میں پھینک دیا تھا۔ میں نیچے اتر کر سمندر کے کنارے تک بھی گئی اور اسی راستے سے واپس اوپر چڑھی جس راستے سے سمی ہاما اور زنٹی زخمی اور بیہوش رالف کو چھکڑے تک لائے تھے اور میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ بندوق کی گولی لگنے اور چالیس پچاس فٹ کی بلندی سے گرنے کے بعد بھی رالف زندہ رہا۔

یہاں اس سفر کی تمام تفصیلات بیان کرنا فضول ہے کیونکہ اگر میں نے اس سفر کے ایک ایک دن کی تفصیلات بیان کیں تو یہ کہانی کبھی ختم نہ ہوگی۔ چنانچہ صرف یہ کہنا کافی ہوگا کہ دوسرے مہاجروں کے ساتھ ہم نے دریائے آرنج عبور کیا اور تھابانچو کی طرف بڑھنے لگے جو مارکو کو سردار کا دار السلطنت تھا بعد میں موسی کا زے نے مارکو پر حملہ کر کے اسے مار کر علاقے سے نکال دیا تھا۔ بوئر مختلف گروہوں میں مختلف علاقوں سے روانہ ہوئے تھے اور

مہاجروں کے یہ سارے گروہ اسی مارو کو بستی میں ملنے اور یکجا ہونے والے تھے اور یہیں ملے لیکن ہماری روانگی کے ٹھیک ایک برس بعد ہی ہم مارو کو سے روانہ ہو کر جنگلوں میں بھٹکنے پر مجبور ہو گئے۔

بیٹی! اُن دنوں یہ جنگل ایسے نہ تھے جیسے کہ تم آج دیکھ رہی ہو۔ اب تو ان جنگلوں میں سفید فاموں نے جگہ جگہ شہر آباد کر لئے اور جو میدان ہیں وہ تقریباً بنجر پڑے ہیں۔ لیکن ہمارے زمانے میں یہ جنگل اور یہ میدان مختلف قسم کے جانوروں سے پُر تھے اور ان جانوروں — یعنی ہرنوں، اسپرنگ بک، بلیس بک اور اینٹلوپ — کے اتنے بڑے بڑے ریوڑ ان میں گھوما کرتے تھے کہ میلوں دور تک میدان کی زمین اور گھاس نظر نہ آتی تھی۔ یہ تو میدانوں کی حالت تھی اور جنگلوں کا یہ حال تھا کہ وہ ہاتھیوں سے بھرے ہوتے تھے اور دریاؤں میں ہپوا پنڈا کرتے تھے۔ یہ سب جانور اب جا چکے سفید فاموں کی بندوقوں کی گولیوں نے ان کا کھلیان کر دیا اور جو بچ رہے وہ دوسرے جنگلوں کی طرف نکل گئے اب یہ جنگل خاموش پڑے ہیں کبھی کبھی بھولا بھٹکا کوئی اینٹلوپ نظر آ گیا تو آ گیا ورنہ ایک نیولا بھی اس طرف نہیں رہا۔ اگر ہمارے خروج کے زمانے میں یہ جنگل جانوروں سے اسی طرح خالی ہوتے تو ہم بھوکوں مرجاتے کیونکہ ہم مہاجر انہی جانوروں کا شکار کر کے اور ان کا گوشت بھون کر کھاتے تھے۔

تھابا نچو میں ہم نے پڑاؤ ڈال دیا اور دوسرے مہاجر گروہوں کی آمد کا انتظار کرنے لگے لیکن چار پانچ مہینوں بعد ہم میں سے چند لوگ اتنے بے چین اور بے صبر ہوئے کہ وہ اپنے طور پر ہی آگے روانہ ہو گئے۔ انہی روانہ ہونے والوں میں وہ گروہ بھی تھے جو ہیر ٹریگاٹ اور ہیر انسبرگ کے زیر کمان روانہ ہوئے۔ ان دونوں نے بہت اصرار کیا کہ ہم بھی ان کے ساتھ چلے چلیں لیکن جان تیار نہ ہوا۔ اب یہ میں نہیں جانتی کہ جان نے ان کے ساتھ جانے سے کیوں انکار کر دیا تھا لیکن ہم ان کے

ساتھ نہ گئے تو یہ اچھا ہی ہوا کیونکہ النبرگ اور اس کے گروہ پر کافروں نے حملہ کر دیا اور خود النبرگ اور اس کے سارے ساتھی مارے گئے۔ ٹریگاٹ النبرگ سے الگ ہو کر ڈیلو گابے کی طرف چلا گیا تھا اور وہاں پہنچ بھی گیا لیکن وہاں کافروں سے بھی بڑے دشمن نے اس پر اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔ یعنی جنگلوں کے بخار نے چنانچہ وہاں اس کے تقریباً سارے آدمی اسی بخار میں مبتلا ہو کر مر گئے۔

اس جنگ کی داستان تو میں بیان نہیں کر سکتی بلکہ صرف وہ واقعات بیان کر سکتی ہوں جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ ہم اس گروہ میں تھے جس کا لیڈر کارل سیلرس تھا۔ سیلرس ازوشد پانبرگ کی طرف زمین دوز علاقہ دیکھنے گیا تھا اسی زمانے میں موسی لی کازے نے بوئیروں کے بہت سے خاندانوں کو کاٹ کر رکھ دیا تھا ان خاندانوں کے بچے کھچے لوگ اپنی عورتوں اور بچوں کو لے اور پسپا ہو کر بلکہ فرار ہو کر ہمارے لاگر[1] میں آ گئے۔ پھر سیلرس واپس آ گیا اور اپنا پرانا کیمپ اٹھا کر واشکوپ نامی جگہ پر آ گئے۔ یہ مقام دریائے رہونسٹر کے قریب تھا اور ہمارے گروہ میں، عورتیں اور بچے ملا کر پچاس یا ساٹھ آدمی تھے۔

یہاں ہم نے سُنا کہ موسی لی کازے ہمارا خاتمہ کرنے کے لئے بڑھا چلا آ رہا ہے چنانچہ ہم نے اپنا لاگر جتنا ممکن تھا اتنا مضبوط بنا لیا اور تمام چھکڑوں کو آپس میں مضبوطی سے باندھ کر چھکڑوں کے درمیان اور ان کے اور زمین کے درمیان چھٹی ہوئی جگہ میں خاردار جھاڑیاں یعنی سادرخت کی ٹہنیاں کاٹ کاٹ کر رکھ دیں اور پھر ان جھاڑیوں اور ٹہنیوں

---

[1] یہ اصطلاح بھی ڈچ زبان کی اور خصوصاً جنوبی افریقہ کی ہے اس کے لغوی معنی تو پڑاؤ یا کیمپ کے ہیں لیکن لاگر خصوصاً اس پڑاؤ کو کہتے ہیں جس کے چاروں طرف چھکڑوں کو کھڑا کر کے اور ایک سے ایک جوڑ کر بچاؤ روک سی بنا دی جاتی تھی جس کے پیچھے سے بوئیر حملہ آور کافروں کا مقابلہ کیا کرتے تھے یہ لاگر ایک بڑے دائرے میں ہوا کرتے تھے۔ مظہر الحق علوی

کر بھی چھکڑوں کی دھریوں اور بموں سے باندھ دیا کہ انھیں گھٹیا نہ جا سکے ۔ اس کے علاوہ اس لاگر کے اندر ہم نے مزید سات چھکڑے کر کے اندرونی رونگ بنائی ۔ اس اندرونی رونگ میں بچوں اور عورتوں کو اشیائے خورد و نوش اور بندوق میں بھرنے کے بارود کے ساتھ بٹھا دیا البتہ مویشیوں کو ہم نے لاگر کے باہر ہی چھوڑ دیا کیونکہ اتنے بہت سے مویشیوں کو لاگر میں رکھنے کی جگہ تھی ہی نہیں ۔ جب ہم اپنا لاگر بنا چکے تو اس کے دوسرے ہی دن علی الصباح ہم نے سنا کہ موسی لی کازے اپنی اہمی کے ساتھ قریب آگیا تھا ۔ چنانچہ ہمارے تیس آدمی لاگر سے نکل کر اس خبر کی تحقیق کے لیے روانہ ہو گئے اور اس طرح کیمپ کی حفاظت کے لئے بہت کم مرد لاگر میں رہ گئے ۔

ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد انھیں موسی لی کازے کی فوج نظر آئی جو ہزاروں کافروں پر مشتمل تھی ۔ ان لوگوں کے یعنی بوئیروں کے ساتھ ایک ہاٹینٹوٹ راہبر بھی تھا اس کے ذریعہ ہمارے آدمیوں نے کافروں سے پوچھا کہ وہ ہم پر حملہ کیوں کر رہے ہیں ۔ جواب میں ان کافروں نے اپنے سردار کا نام کا نعرہ لگایا اور حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھے ۔ اس پر ہمارے آدمی گھوڑے پر سے اتر آئے اور حملہ آوروں پر گولیاں چلانے لگے اور اس سے پہلے کہ کافروں کا سیلاب قریب آجاتا وہ ایک بار پھر گھوڑوں پر سوار ہو چکے تھے ۔ چنانچہ یہ جنگ اسی طرح جاری رہی یہاں تک کہ ہمارے آدمی اور ان کے پیچھے کافر بھی لاگر کے قریب پہونچ گئے اور بہت سے کافر مارے گئے اور ہمارا ایک بھی آدمی نہ مارا گیا اور نہ زخمی ہوا کیونکہ ان دنوں کافروں کے پاس بندوقیں نہ تھیں اور نہ ہی وہ ان کے استعمال سے واقف تھے ۔

مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ جب ہمارے آدمی لاگر میں آئے ہیں تو ہم عورتیں بندوقوں کے لئے گولیاں بنا رہی تھیں ۔ ان لوگوں کو دیکھ کر ہم نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ہمارے سارے ہی آدمی سلامت تھے ۔ جب یہ لوگ کھانا کھا رہے تھے تو

ہم ان کی بندوقیں صاف کر رہی تھیں اور پھر ہم نے تھوڑے تھوڑے فاصلے سے، جہاں مردوں کو کھڑا ہونا تھا، بارود اور گولیاں رکھ دیں اور لاگر کو اور بھی زیادہ مضبوط کرنے کے لئے چھکڑوں کے پہیوں پر بیلوں اور گایوں کی کھالیں ٹانگ دیں اور چھکڑوں کے نیچے اور بھی زیادہ جھاڑیاں رکھ دیں۔

ابھی چونکہ کافروں نے حملہ نہ کیا تھا بلکہ وہ حملوں کی تیاریوں میں مصروف تھے اس لئے ہمارے لیڈر سیلرس نے سب کو جمع کیا اور ہم سب — مرد، عورتیں اور بچے — خدا کے سامنے جھک گئے۔ ہم نے اپنے گناہوں سے توبہ کر کے دعا مانگی کہ خدا ہمیں ثابت قدم رکھے اور اس آزمائشی وقت میں ہماری حفاظت کرے۔

یہ عجیب منظر تھا۔ لاگر کے بیچ میں اور دھوپ میں ہم سب جھکے ہوئے تھے اور سیلرس دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے دعا مانگ رہا تھا اور ہم سب اس کے الفاظ دہرا رہے تھے اور ہم سب کے ہاتھوں میں بندوقیں اور کلہاڑیاں تھیں۔ کبھی کسی کو خدا کی مدد اور حفاظت کی ضرورت اتنی نہ رہی ہوگی جتنی کہ اس وقت ہمیں تھی کیونکہ چھکڑوں کی درمیانی دراڑوں میں سے ہم دیکھ رہے تھے موسی لی کازے کے خونخوار زولو، جو تعداد میں چھ سات ہزار تھے، ہم پر حملہ کرنے اور ہمیں قتل کر دینے کے لئے تین صفوں میں تقسیم ہو رہے تھے اور آپ جانیئے پچاس ساٹھ، آدمیوں کے لئے، جن میں سے اکثر بچے تھے، یہ منظر بڑا ہی لرزہ خیز تھا۔

جب ہم دعا مانگ چکے تو شوہروں اور بیویوں اور بھائیوں اور بہنوں اور والدین اور بچوں نے ایک دوسرے کو رخصتی بوسے دیئے اور ان عورتوں کو جو حاملہ اور بیمار تھیں اندرونی لاگر کے ساتھ چھکڑوں کے پیچھے بھیج دیا گیا اور پھر ہم لوگ، عورتیں اور مرد، بیرونی لاگر کے چھکڑوں کے پیچھے اپنی اپنی جگہ پر جا کھڑے ہوئے۔ مردوں نے اپنے گھوڑے بھی اندرونی لاگر کے چھکڑوں کے پہیوں سے باندھ دیئے تھے۔

میں اپنے شوہر جان اور رالف کے پیچھے کھڑی تھی جو پہلو بہ پہلو کھڑے کافروں سے جنگ کر رہے تھے۔ میرے ساتھ ایک چودہ سالہ لڑکی تھی اور ہم دونوں رالف اور جان کی بندوقیں بھر رہی تھیں۔ کیمپ میں موت کی سی خاموشی طاری تھی دفعتہً جان نے، جو ایک سوراخ میں سے باہر دیکھ رہا تھا، کہا:۔

"میرے خدا! وہ آ رہے ہیں۔"

اور واقعی کافروں نے ایک نعرے کے ساتھ تین طرف سے حملہ کیا لیکن ہمارے آدمیوں میں سے کسی نے بندوق نہ چلائی کیونکہ ہمارے پاس بارود کا ذخیرہ زیادہ نہ تھا اور طے یہ پایا تھا کہ جب تک ہمارا لیڈر، سیلرس بندوق نہ چلائے تب تک ہم میں سے کوئی بندوق نہ چلائے۔

زولو ہمارے لاگر سے صرف تیس گز دور رہ گئے تھے اور ان کی بھاری تعداد سے دھرتی کالی ہو رہی تھی، ان کے قدموں کی دھمک سے زمین لرز رہی تھی اور ان وحشیوں کی آنکھیں بھیڑیوں کی طرح چمک رہی تھیں، ان کے ہاتھوں میں بھالے کانپ رہے تھے اور تب ہمارے لیڈر نے بندوق چلائی۔ یہ اشارہ تھا اور لاگر کے پیچھے کی تمام بندوقیں، جن میں سے چند میں چھرے اور چند میں گولیاں بھری ہوئی تھیں، گرج اٹھیں۔

آگے بڑھتے ہوئے کافروں میں سے درجنوں گولیاں کھا کر گرے اور تڑپ کر ٹھنڈے ہو گئے لیکن ہماری بندوقوں کی گولیوں کی مسلسل بوچھار کافروں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو نہ روک سکی۔ وہ لوگ لاگر کے قریب آ گئے۔ ان کے کالے کالے ہاتھوں نے چھکڑے پکڑ لئے اور وہ چھکڑوں کو ہٹانے اور ایک دوسرے سے الگ کرنے کی کوشش کرنے لگے یہاں تک کہ لاگر کے سارے چھکڑے ڈول گئے اور چرچرانے لگے اور پھر فضا گاڑھے دھوئیں سے کالی ہو گئی اور اس دھوئیں میں بھالے

بجلیوں کی طرح چمکنے لگے۔

کافر چند بیلوں کو گھسیٹنے میں کامیاب تو ہو گئے۔ لیکن وہ انھیں دوسرے چھکڑوں سے الگ نہ کر سکے۔ کافروں نے لاگر میں بھالے پھینکے لیکن وہ ہمیں کچھ زیادہ نقصان نہ پہنچا سکے۔ میرے خدا! کیا جنگ تھی وہ۔ صرف پچاس آدمی چھ ہزار کافروں سے جنگ کر رہے تھے۔

ہمارے کافروں کے درمیان صرف سات فٹ کا فاصلہ تھا۔ ہم عورتیں تیزی سے بندوقیں بھر رہی تھیں اور ہمارے مرد کافروں کے گروہ میں اندھا دھند بندوقیں چلا رہے تھے۔ نشانہ لینے کی ضرورت ہی نہ تھی۔۔۔۔ کیوں کہ کافر یوں ایک دوسرے میں گھسے ہوئے تھے کہ کوئی نشانہ خطا جاتا ہی نہ تھا۔

دفعتہ اس لڑکی نے، جو بندوقیں بھرنے میں میرا ہاتھ بٹا رہی تھی کہا:۔

"دیکھو چچی۔ کالا آدمی"

اور میں نے اپنے قریب ہی ایک دیو قامت زولو کو دیکھا جو خدا جانے کس طرح کانٹے دار جھاڑیوں میں راستہ بنا کر لاگر میں رینگ آیا تھا۔ میرے ہاتھ میں جو بندوق تھی وہ خالی تھی لیکن قریب ہی کلہاڑی پڑی ہوئی تھی جو میں نے اٹھالی۔ اور جب وہ زولو گھٹنوں کے بل اٹھا ہے تو میں نے کلہاڑی بلند کر کے پوری قوت سے اس گردن پر وار کیا اور اس نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ ہاں بیٹی! اسی زمانے میں ہم کو، بوئیروں کی بیویوں کو، ایسے کام کرنے پڑتے تھے۔

جان بندوق چلا چکا تھا اور زولو کو لاگر میں اور میرے قریب دیکھ کر وہ میری مدد کو آیا۔ اس عرصے میں مزید تین کافر پہلے کافر کے، جس کی گردن میں نے اڑا دی تھی، بنائے ہوئے راستے سے اور چھکڑے کے نیچے سے لاگر میں رینگ آئے تھے ان میں سے دو اٹھ کر کھڑے ہوئے اور بھالے بلند کر کے جان کی طرف بھاگے

اور میں سمجھی کہ معاملہ ختم ہوا کیونکہ لاگر میں سوراخ پیدا کر دینا تھا جیسے کوئی ہوا بھرے غبارے میں سوئی کی نوک گھسا دے۔ لیکن جان نے ایک نعرے کے ساتھ اپنی خالی بندوق پھینک دی اور دونوں کافروں کی طرف لپکا اور اس سے پہلے کہ وہ جان پر بھالے چلائے وہ اپنے بڑے بڑے ہاتھوں میں دونوں کے گلے پکڑ چکا تھا۔ اور جان نے اتنے زور سے دونوں کے سر آپس میں ٹکرائے کہ وہ دونوں ایک ساتھ ڈھیر ہو گئے اور پھر انھوں نے کبھی جنبش نہ کی۔ یہ واقعی جان کی زبردست جسمانی قوت کا ثبوت تھا کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ کافروں کی کھوپڑیاں مضبوط اور موٹی ہوتی ہیں۔

اس عرصے میں لڑکی دوسری بندوق بھر کر رالف کو دے چکی تھی جس سے اس نے تیسرے کافر کو مار گرایا اور پھر اس نے بڑی بہادری کا کام کیا۔ یہ دیکھ کر کہ دوسرے کافر بھی اسی سوراخ سے رینگ کر آنے لگے تھے رالف نے مرے ہوئے کافر کا بھالا اٹھایا اور چھکڑے کے نیچے سے رینگ کر خود اپنے جسم سے سوراخ بند کر دیا۔ وہ پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا اور سوراخ میں داخل ہوتے ہوئے کافروں کے سروں پر بھالا جھونک رہا تھا، چند ثانیوں بعد ہی ہم نے رالف کو لاگر میں گھسیٹ لیا، اسے ایک معمولی سا زخم آیا تھا، اور اس کی جگہ کافروں کی لاشیں ڈھکیل کر ان پر خار دار جھاڑیاں ڈال دیں اور اس طرح سوراخ بند کر دیا۔

اور اس کے بعد ہی اس جنگ کا پلڑا ہماری طرف جھک گیا۔ حالانکہ ایک اور کافر لاگر میں گھس آنے میں کامیاب ہو گیا لیکن اسے فوراً ہی کاٹ کر رکھ دیا گیا اور ہمارے دو آدمی، نکولاس اور پیٹر کافروں کے بھالوں سے مارے گئے، لیکن اس کے بعد کافروں کے حملوں کا زور ٹوٹ گیا۔ جب ہمارے لیڈر رسیلرس نے بندوق چلائی تھی اس کے ٹھیک تیس منٹ بعد موسی لی کازے کے سپہ سالار کالی پی نے اپنی فوج کو واپسی کا حکم دیا اور کافر اداس دل لئے پیچھے ہٹ گئے کیونکہ ہم نے انھیں شکست دیدی تھی۔

تیس منٹ ـــ صرف تیس منٹ تک یہ جنگ جاری رہی تھی لیکن ہمیں یہ تیس منٹ تیس برس معلوم ہوئے تھے۔ ہم لوگ ہانپ رہے تھے، ہمارے چہرے اور بازو اور لباس بارود کے دھوئیں سے کالے ہو رہے تھے اور ہم چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ چھکڑوں کے خیمے چھیر چھیر ہو چکے تھے اور لاگر کے اندر کا میدان خار پشت کے جسم کی طرح نظر آرہا تھا کیونکہ اس میں جگہ جگہ کافروں کے بھالے گڑے ہوئے تھے۔ ہمارے دو آدمی مارے گئے تھے اور بارہ زخمی تھے ـــ ان زخمیوں میں سے ایک بھی نہ اسی وقت مرا اور نہ بعد میں۔ خدا کا شکر ہے۔ عورتوں اور بچوں میں سے کسی کو معمولی سی خراش بھی نہ آئی تھی۔

اور لاگر کے باہر ـــ گھاس خون سے سرخ ہو رہی تھی اور اس سرخ گھاس پر کہیں اکیلے اور کہیں انبار کی صورت میں چار سو زولو سپاہی پڑے ہوئے تھے جن میں سے زیادہ تر مر چکے تھے۔ پسپا ہوتے وقت زولو سپاہی اپنے کتنے زخمیوں کو اٹھا لے گئے تھے یہ میں نہیں جانتی۔

اور تب ہم نے دیکھا کہ کافر ہمارے مویشیوں کو جمع کر رہے تھے چنانچہ پوٹ گیز نامی ایک بوئیر بیس آدمیوں کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر لاگر سے نکلا کہ جتنے مویشی واپس لا سکتا ہو لے آئے آپ جانئے بیلوں کے بغیر ہم مجبور و بے بس ہو جاتے کیونکہ جب بیل ہی نہ ہوتے تو ہم چھکڑوں میں کیا جوتتے اور جب چھکڑوں میں جوتنے کے لئے بیل نہ ہوتے تو ظاہر ہے ہم آگے نہ بڑھ سکتے تھے

سورج کے غروب ہوتے تک یہ لوگ کافروں کا تعاقب کرتے رہے اور اس تعاقب میں انھوں نے بہت سے کافروں کو مار گرایا لیکن چونکہ تعاقب کرنے والے بہت کم تھے اس لئے آخر کار وہ خالی ہاتھ لوٹ آنے پر مجبور ہو گئے۔ رالف اس گروہ کے ساتھ گیا تھا اور چونکہ اس نے ایک بڑا رحم کا کام کیا تھا اور رحم دلی کا ثبوت دیا اس

لئے میں سمجھتی ہوں کہ اسی کے عوض خدا نے آخر میں ہمیں سوزانے سے ملادیا اور بہت سی جانیں بچ گئیں۔ یہ میرا ایمان ہے کہ ہمیں اپنی برائی اور اچھائی کا پھل اس دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔

قارئین سمجھ رہے ہوں گے کہ میں نے اس جنگ کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ یہ ایک بڑھیا کی زندگی کا یادگار تجربہ ہے۔ اگر آپ کا ایسا خیال ہے تو غلط ہے۔ اس جنگ کا تعلق رالف اور میری بیٹی سوزانے کی کہانی سے براہ راست ہے اور اسی لئے میں نے اس جنگ کی تفصیلات یہاں بیان کی ہیں۔

چھبیسواں باب

گماشا

رالف زولوؤں کے تعاقب سے جب لوٹ رہا تھا تو لاگر کے قریب پہنچ کر اس نے اپنی رفتار سست کر دی اور دوسرے لوگوں سے پیچھے رہ گیا کیونکہ وہ اس قتل و غارت سے اکتا گیا تھا اس کے علاوہ اس کا زخم بھی، جو کافر کے بھالے سے آیا تھا، اب خشک ہو کر کھنچنے اور درد کرنے لگا تھا۔ اب کوئی خطرہ بھی نہ تھا کیونکہ کافر بھاگ گئے تھے اور راستے میں جگہ جگہ لاشوں کے انبار پڑے تھے۔ رالف آہستہ آہستہ ان لاشوں کے درمیان سے گذر رہا تھا اور جب وہ لاگر سے سو گز دور تھا تو اس نے اپنے گھوڑے کی لگامیں کھینچ لیں اور اس بھیانک اور عجیب منظر کو دیکھنے لگا۔ رالف کا خیال تھا کہ ایسا منظر اسے پھر کبھی دیکھنے نہ ملے گا۔ حالانکہ بعد میں خونی دریا کی جنگ کے بعد جب ہم نے زولو بادشاہ ڈنگان پر فتح حاصل کی تو وہاں کا منظر اس سے بھی زیادہ عجیب اور بھیانک تھا۔

غروب ہوتے ہوئے سورج کی آخری کرنوں نے پورے منظر کو خونی رنگ دے دیا تھا۔ چھکڑوں کے چھیر جیسے سُرخ نظر آ رہے تھے، میدان کی خون سے سرخ اور روندی ہوئی گھاس اور بھی زیادہ سُرخ تھی حتیٰ کہ کافروں کی لاشیں بھی سُرخ دکھائی دے رہی تھیں۔ یہ لاشیں مختلف حالتوں میں پڑی ہوئی تھیں چند کی لاشیں یوں تھیں جیسے یہ لوگ سو رہے ہوں، چند کے ہاتھ پھیلے سے ہو گئے تھے اور ان کے ہاتھ اب تک بھالے پکڑے ہوئے تھے اور چند کے منہ کھلے تھے کہ یہ لوگ جنگی نعرے لگاتے ہوئے مرے تھے۔ رالف نے ان لاشوں کی طرف دیکھا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ ہم بوئیر زندہ تھے۔

اس لرزہ خیز اور عبرت انگیز منظر کو دیکھنے کے بعد جب وہ گھوڑا موڑ کر لاگر کی طرف آرہا تھا تو اسے کچھ شک سا ہوا کہ قریبی بلند گھاس کے ایک گچھے میں کوئی چیز حرکت کر رہی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنا گھوڑا گھاس کے اس گچھے کی طرف بڑھا دیا۔ اس گچھے کے پیچھے ایک نوجوان کافر کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ یہ کوئی غیر معمولی منظر نہ تھا کیونکہ اس میدان میں کافروں کی سینکڑوں لاشیں پڑی ہوئی تھیں لیکن رالف کو چونکہ یقین تھا کہ اس کافر نے جنبش کی تھی اس لئے وہ گھوڑے پر سے اتر آیا اور اس کا معائنہ کرنے لگا۔ اس کے جسم پر صرف ایک زخم تھا اور وہ بھی چھرے کا جو کافر کی ٹانگ پر آیا تھا۔ زخم گہرا اور جان لیوا نہ تھا لیکن ایسا ضرور تھا جو انسان کو لنگڑا کر کے اسے بھاگنے سے معذور کر سکتا تھا۔

"یہ سور مرا نہیں ہے بلکہ بناوٹ کر رہا ہے" رالف نے دل میں کہا۔

اور اس نے اپنی بندوق اٹھائی کہ اس نوجوان کافر کو گولی مار دے کیونکہ اُن دنوں ہماری حالت اور صورت حال بھی ایسی نہ تھی کہ ہم زخمی کافروں کا علاج کرتے۔

دفعتہ وہ نوجوان کافر، جو بظاہر مردہ معلوم ہوتا تھا، اٹھ بیٹھا اور رالف کے سامنے گھٹنوں پر گر کر اور ہاتھ جوڑ کر رحم کی بھیک مانگنے لگا۔ اگر رالف کی جگہ کوئی دوسرا بوئر ہوتا تو اس نے فوراً ہی گولی مار دی ہوتی لیکن رالف رحم دل تھا چنانچہ وہ نوجوان کافر کی، جو اپنے طور پر خاصا قبول صورت تھا، درخواست سنتا رہا۔

"نوجوان!" رالف نے کہا جو اس نوجوان کی بولی اچھی طرح سے سمجھتا تھا "میں کیوں تمھاری جان بخشی کرنے لگا؟ کیونکہ تم بھی انہی لوگوں میں تھے جو حملہ آور ہوئے تھے اور اگر فتح تمھاری ہوئی ہوتی تو تم ہم میں سے ہر ایک کو بڑی بیدردی سے قتل کر دیتے۔"

"نہیں سردار" نوجوان کافر نے کہا "ایسی بات نہیں ہے۔ میں زولو نہیں ہوں بلکہ میں دوسرے قبیلے سے ہوں اور کالی پی کی فوج میں میری حیثیت ایک باربردار غلام کی سی تھی۔ ان لوگوں نے مجھے گرفتار کر لیا تھا اور میں ان کا سامان لاد کر فوج کے ساتھ

چلا کر تا تھا چنانچہ میں مجبور تھا سردار" اور اس نے قریب پڑے ہوئے مکئی کے دانوں کے ایک تھیلے اور پانی کی تو نبیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"ممکن ہے ایسا ہی ہو" رالف نے کہا" لیکن تم جانو کتے کا انجام بھی وہی ہوتا ہے جو آقا کا"

"سردار! میری جان نہ لو" نوجوان کافر گڑگڑایا" میرا زخم گہرا نہیں ہے۔ حالانکہ میں دوسروں کے ساتھ بھاگ نہ سکا لیکن میرا زخم جلد ہی مندمل ہو جائے گا۔۔۔ ایک ہی دو دن میں مندمل ہو جائے گا اور پھر میں تمھاری خدمت کروں گا اور تمھارا وفادار رہوں گا، میری جان بخشی کر دو اور میں تمھارے لئے خوش قسمتی اور خوشیاں لاؤں گا"

"ہاں خوش قسمتی اور خوشیوں کی مجھے سخت ضرورت ہے" رالف نے کہا" اور اب اس کا بھی مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم زولو نہیں ہو کیونکہ کبھی کوئی زولو اس طرح گھٹنوں پر گر کے اپنی زندگی کی بھیک نہیں مانگتے"

اور رالف سر جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ جان نے لاگر میں سے اسے یوں سر جھکا کر کھڑے دیکھا تو وہ اپنا گھوڑا بڑھا کر اس کے قریب آیا۔

"یہ کیا کر رہے ہو تم بیٹے" جان نے غصے سے کہا" ان لاشوں کے درمیان اکیلے کھڑے اس کالے شیطان سے باتیں کر رہے ہو؟ ہٹ جاؤ ایک طرف۔ اگر تم میں اتنی ہمت نہیں ہے تو میں اسے گولی مار دیتا ہوں" اور جان نے اپنی بندوق اٹھائی۔

"نہیں ابا" رالف نے جان کی بندوق کی نالی ایک طرف ہٹا دی" یہ شخص زولو نہیں ہے بلکہ یہ ان کا بار بردار تھا اور یہ میرے سامنے گڑگڑایا ہے کہ میں اس کی جان بخشی کر دوں اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ اس کے عوض یہ بڑی وفاداری سے میری خدمت کرتا رہے گا اور میرے لئے خوش قسمتی لائے گا"

"کیوں نہیں۔ ان لوگوں کے لئے بھی تو یہ خوش قسمتی ہی لایا تھا" اور جان نے طنزیہ ہنسی ہنس کر وہاں پڑی ہوئی لاشوں کی طرف اشارہ کیا "بیٹے! تم یا تو پاگل ہو گئے ہو یا تمھاری عقل ماری گئی ہے کہ تم اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتے کہ موقع ملتے ہی یہ شیطان تمھیں قتل کر دے گا لو۔ ہٹ جاؤ ایک طرف کہ میں اس کا خاتمہ کر دوں"

اب تو اس نوجوان کو، جس کا نام 'گاشا' تھا، یقین ہو گیا کہ جان اسے زندہ نہ چھوڑے گا چنانچہ اس نے رالف کے پیر پکڑ لئے اور رونے لگا۔

"باس مجھے بچالو" وہ گڑگڑایا "مجھے بچالو باس اور یقین کرو تم کبھی اس پر افسوس نہ کرو گے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ میں تمھارے خوش بختی لاؤں گا۔ یقین کرو باس۔"

"ابا!" رالف نے کہا "اگر آپ نے اس کافر کو گولی ماردی تو یہ ہم دونوں میں جھگڑے کا سبب ہوگا اور میرے اور آپ کے درمیان آج تک جھگڑا نہیں ہوا"

"جھگڑا ہو یا نہ ہو اس کافر کو مرنا ہے"۔ جان نے غصے سے پھنکار کر کہا کیونکہ اسے یہ بات بڑی احمقانہ معلوم ہوئی تھی کہ رالف ایک کافر کی جان بخشی کرنے پر تلا ہوا تھا۔

اور جان نے ایک بار پھر بندوق اٹھائی لیکن دفعتہ اسے کچھ یاد آ گیا اور اس کے بشرے سے پریشانی کے آثار پیدا ہو گئے اور اس نے عجیب نظروں سے چاروں طرف دیکھا۔

"پہلے بھی یہ منظر دیکھ چکا ہوں۔ لیکن کہاں؟ کہاں؟ جان نے یوں کہا جیسے اپنے آپ سے کہہ رہا ہو "یہی میدان جو خون سے سرخ ہے اور سورج غروب ہو رہا ہے — عقب میں لاگر، میرے ہاتھ میں بندوق اور ایک کافر نے رالف کے پیر پکڑ رکھے ہیں — کہاں دیکھا تھا میں نے یہ منظر؟ کہاں دیکھا تھا؟ — اوہ! میرے خدا! اب یاد آیا — وہاں اپنے فارم کی نشست گاہ میں — ہاں — بالکل یہی منظر میں نے سی ہامبا کی آنکھوں میں دیکھا تھا — ہاں ہاں — سی ہامبا کی آنکھوں میں دیکھا تھا — بہت اچھا — زندہ رہنے دو اس کافر کو کیونکہ سی ہامبا نے یہ منظر مجھے یونہی

نہیں دکھایا ہوگا۔ اور حالانکہ میں بے وقوف ہوں، جیسا کہ تمہاری ماں کہتی ہے لیکن اتنی بات تو میں نے سمجھ لی ہے کہ دنیا میں ایسی بہت سی چیزیں ہیں جنھیں ہم سمجھ نہیں سکتے اس کے باوجود یہ چیزیں یہ باتیں ہماری زندگی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں "

چنانچہ وہ دونوں کافر گاشا کو لاگر میں لے آئے اور ان کی درخواست پر کافی بحث کے بعد ہمارے لیڈر نے بھی اس کی جان بخشی کر دی لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ شرط بھی لگا دی کہ گاشا لاگر میں نہیں بلکہ چھکڑوں کے باہر سوئے گا۔

اور جب میں نے گاشا کی داستان سنی تو کہا:۔

"بہر حال ایک بات تو یقینی ہے اور وہ یہ کہ آئندہ تم کبھی اس نوجوان کافر کی صورت نہ دیکھ سکو گے کیونکہ یہ رات کے اندھیرے میں بھاگ کر اپنے دوست زولوؤں کے پاس پہنچ جائے گا "

لیکن میرا خیال غلط ثابت ہوا کیونکہ دوسرے دن گاشا موجود تھا اور جب ٹانگ کا زخم مندمل ہونے کے بعد بھی وہ ہمارے ساتھ ہی رہا اور مجھے کہنا پڑتا ہے کہ ایسا وفادار اور محنتی کافر ملازم کبھی کسی کو نہ ملا ہوگا۔

اس دن کے بعد زولو دوا شکوپ میں کبھی نہ آئے البتہ بعد میں ہم نے دوسرے بوئیروں کے ساتھ مل کر ان پر دو دفعہ حملہ کیا ان دو حملوں میں زولوؤں کے چار ہزار سے زائد آدمی مارے گئے اور ہم نے چھ ہزار مویشی بھی اپنے قبضے میں کر لئے نتیجہ یہ ہوا کہ زولو شمال کی طرف بھاگ گئے اور وہاں ایک دور افتادہ علاقے میں ان خرور زولوؤں نے ایک نئی قوم اور قبیلے کی نیو رکھی جو بعد میں "مٹابلی" کے نام سے مشہور ہوا۔

لیکن دا شکوپ میں ہماری قسمت بگڑ گئی تھی اور یہ ہمارے برے دن تھے۔ زولو ہمارے سارے مویشی ہنکا لے گئے تھے اس لئے ہم اپنے چھکڑوں کو میدانِ جنگ اور لاشوں کے قریب سے ہٹا کر کہیں دور نہ لے جا سکتے۔ چنانچہ ہم اسی جگہ

لاشوں کے درمیان اور ان لاشوں پر گرتے اور آپس میں جھگڑتے ہوئے گدھوں میں بھی کیمپ کرنے پر مجبور تھے۔ لاشیں اتنی زیادہ تھیں کہ ہم انھیں دفن بھی نہ کرسکتے تھے۔

ہم نے اپنے پیغامبر بوئیروں کی دوسری پارٹیوں کی طرف دوڑا دیئے کہ ان سے کچھ مدد حاصل کرسکیں۔ اور جب یہ پیغامبر مدد حاصل کرنے گئے ہوئے تھے تو ہم فاقے کررہے تھے کیونکہ ہمارے پاس کھانے کے لئے غلے کے نام ایک دانہ' نہ تھا اور اس طرف شکار بھی نہ مل رہا تھا۔ بھوک سے بے تاب ہوکر بچے رونے لگتے تو کاروں کی ڈھالیں، جو خشک کھال کی تھیں، کاٹ کر ان بچوں کو دے دی جاتیں اور بچے کھال کے ان سخت ٹکڑوں کو چوس کر اور چبا کر بھوک کی تکلیف کم کرنے کی کوشش کرتے۔ کئی بچے بھوک سے مرگئے اور میں اتنی دبلی ہوگئی کہ ایک دفعہ جب میں نہانے گئی تو تالاب کے پانی میں اپنا عکس دیکھ کر نہ صرف چونکی بلکہ خوفزدہ بھی ہوگئی۔

آخرکار، جب ہم سب نیم جان ہورہے تھے، دوسرے بوئیروں کی طرف سے چند بیل آگئے اور ہم اپنے چند چھکڑے وہاں سے ہٹا کر مارو گو میں لے آئے۔ یہاں ایک انگریز مشنری نے ہمارے حال پر رحم کھا کر ہمیں غلہ دیا۔ یہ مشنری اپنی بیوی کے ساتھ مارگو میں ایک عرصے سے مقیم تھا۔ اور تب سے میرا یہ خیال ہے کہ اگر انگریزوں کی مغرور اور ظالم قوم میں کوئی شریف اور رحم دل ہوتا ہے تو وہ مشنری ہوتے ہیں۔

خیر تو سوسی ٹی کا نرے کے زدلوؤں کو شکست دینے کے بعد یہ سوال اٹھا کہ کیا ہم زدٹ پانسبرگ کی طرف روانہ ہوکر وہیں بس جائیں یا اپنے دوسرے بوئیر بھائیوں کی تقلید کریں جو بڑی تعداد میں رتیف کے ماتحت کوہ کوتھلامبا عبور کرکے ناٹال کی طرف بڑھ رہے تھے

آخر میں ہم نے ناٹال ہی جانے کا فیصلہ کیا کیونکہ وہ سمندر کے قریب تھا اور ظاہر ہے کہ ہم یہ نہ جانتے تھے کہ بعد میں چالباز اور عیار انگریز یہ جگہ بھی ہم سے چھین لے گا۔

چنانچہ ہم آہستہ آہستہ سفر کرتے ہوئے وان وارین درّے کی طرف بڑھنے لگے اور اس وقت ہمارا گروہ تیس چھکڑوں اور ساٹھ سفید فاموں پر مشتمل تھا۔

اور اس رات کا واقعہ ہے جب ہم درّے سے چار دن مسافت پر تھے۔ یا یوں کہیے کہ درّے سے ساٹھ میل دور تھے۔ اور میں، جان اور رالف بیٹھے رات کا کھانا کھا رہے تھے کہ گاشا نے آکر رالف کو سلام کیا اور الاؤ کے قریب پالتھی مار کر بیٹھ گیا گاشا پچھلے چھ مہینوں سے ہمارے ساتھ تھا اور جی جان سے ہماری خدمت کر رہا تھا۔

"باس! ایک درخواست کرنے آیا ہوں" وہ بولا۔

"کہو گاشا جو کہنا ہے" رالف نے کہا۔

"باس! میں ایک ہفتے یا دس دن کی چھٹی چاہتا ہوں"

"کیوں؟"

"میں اپنے لوگوں سے ذرا مل آؤں"

"مطلب یہ کہ اب تم ہمیں چھوڑ جانا چاہتے ہو کیوں؟"

"نہیں سردارن۔ نہیں" گاشا نے جواب دیا "تم جانتی ہو کہ باس نے میری جان بخشی کی ہے اور میں انھیں اب اپنی جان سے بھی زیادہ چاہتا ہوں اس لئے انھیں چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ میں تو اپنے لوگوں میں محض اپنے ماں باپ سے ملنے اور انھیں یہ بتانے جاتا ہوں کہ میں مزے میں ہوں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اب تک وہ مجھے مردہ یقین کر چکے ہوں گے۔ باس وان وارین درّے میں سے ہو کر ناٹال جانا چاہتے ہیں اور یہ جگہ میرے لوگوں کے گھر سے زیادہ دور نہیں ہے لیکن وہاں تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اس کے راستے سے زیادہ لوگ واقف نہیں ہیں۔ خیر تو اس درّے سے ذرا ادھر ایک دوسرا درّہ ہے جو آئیورس ٹنگ کہلاتا ہے اور اپنے ماں سے ملنے کے

بعد میں اسی درّے سے واپس آؤں گا اور پہاڑ کے دوسری طرف باس سے آملوں گا۔ اب یہ میں نہیں جانتا کہ میری ماں اور میرا باپ زندہ ہے کہ دونوں مر گئے۔

"گاشا! مجھے تم پر بھروسہ ہے اس لئے جانے کی اجازت دے سکتا ہوں" رالف نے کہا

"لیکن پہلے مجھے اپنے قبیلے کا نام بتاؤ کہ اگر تم واپس نہ آؤ تو میں ان لوگوں میں تمھیں تلاش کر سکوں"

"باس! میں نے کہا نہیں ہے کہ میں واپس آجاؤں گا؟ ہاں اگر راستے میں زولو میرا خاتمہ کر دیں یا شیر مجھے کھالیں تو بات دوسری ہے لیکن جہاں میرا قبیلہ رہتا ہے اس کا نام ہے امپونڈوانہ۔ یہ ایک چھوٹا سا قبیلہ ہے کیونکہ شاہ زولوشاکا کے زمانے میں اس کی فوجوں نے ہمارے قبیلے کے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا تھا لیکن میں سچ کہتا ہوں باس کہ میرے قبیلے کا گھر بہت ہی عمدہ گھر ہے"

"اور امپونڈوانہ کے معنی کیا ہوتے ہیں" رالف نے پائپ سلگاتے ہوئے پوچھا۔

"اس کے معنی ہیں انسانی ہاتھ کا پہاڑ" گاشانے جواب دیا۔

رالف کے منہ سے پائپ چھوٹ کر فرش پر گرا اور میں نے دیکھا کہ اس کے چہرے کا رنگ جھلسا ہوا رنگ ایک دم سفید پڑ گیا اور اس کی آنکھیں یوں پھیل گئیں کہ معلوم ہوتا تھا حلقوں سے نکل پڑیں گی۔

"گاشا! اسے انسانی ہاتھ کا پہاڑ کیوں کہتے ہیں؟" رالف نے کھوکھلی آواز میں پوچھا "جلد جواب دو اور خیال رہے جھوٹ نہ بولنا"

گاشا نے حیرت سے رالف کی طرف دیکھا۔

"اب یہ میں کیا جانوں باس کیونکہ شروع سے ہی اس پہاڑ کا یہی نام ہے" گاشا نے جواب دیا "لیکن میرا خیال ہے اسے انسانی ہاتھ کا پہاڑ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی ایک ڈھلان

پر، جس کی بلند چوٹیاں سُرخ پتھر کی ہیں، پانچ برساتی نالے ہیں جنھیں اگر دور سے دیکھا جائے تو انسانی ہاتھ کی چار انگلیوں اور ایک انگوٹھے کی مانند نظر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس جگہ کا ایک نام اور بھی ہے جس کا مطلب ہے "وہ جگہ جہاں چٹانوں میں سے پانی نکلتا ہے" کیونکہ دو نالوں کے درمیان، جن میں سے ایک شہادت کی انگلی کی طرح اور دوسرا انگوٹھے کی طرح ہے، ایک چشمہ بہتا ہے اور یہ چشمہ پہاڑ کے قلب میں سے آتا ہے۔"

"اس پہاڑ کے کس طرف یہ نالے اور چشمہ ہیں؟" رالف نے اسی طرح کھوکھلی آواز میں پوچھا۔

"باس! جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی پہلی کرنیں پہاڑ کے اسی پہلو پر پڑتی ہیں۔"

رالف آگے پیچھے کسی شرابی کی طرح، ڈولنے لگا اور اگر میں نے اس کی کمر میں ہاتھ نہ ڈال دیا ہوتا تو میں سمجھتی ہوں وہ گر پڑتا۔

"بے شک۔ یہ وہی پہاڑ ہے۔ میرے خواب کا پہاڑ" اس نے کہا۔

"اب یہ تمھاری حماقت ہے" میں نے کہا

اور یہ میں نے اس لئے کہا تھا کہ مجھے خوف تھا کہ جب رالف کو معلوم ہوگا کہ اس کے خواب کے پہاڑ سے یہ حیرت انگیز مشابہت ایک حیرت انگیز اتفاق کے علاوہ اور کچھ نہ تھا تو رالف انتہائی مایوسی سے پاگل ہو جائے گا۔

"بیٹے۔" میں نے کہا "افریقہ بہت بڑا ملک ہے اور اس میں بہت سے ایسے پہاڑ ہیں جن کے پہلوؤں پر برساتی نالے بنے ہوئے ہیں اور ان کے درمیان چشمے بہتے ہیں چنانچہ یہ کوئی نئی اور حیرت انگیز بات نہیں ہے۔"

رالف نے میری اس بات کا کوئی جواب نہ دیا چنانچہ میں نے گاشا سے پوچھا:۔

"تمھارے اس قبیلے کا سردار کون ہے؟"

"اس کا نام کورانو ہے بشرطیکہ وہ اب زندہ ہو" گاشا نے جواب دیا لیکن چند مہینوں پہلے ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی تھی اور اس نے مجھے بتایا تھا کہ دو برس ہوئے کورانو مر گیا اور یہ کہ نہ، جو میرے بچپن میں حکمراں تھی، وہاں سے واپس آگئی ہے جہاں وہ گئی تھی اور اب وہی اسپونڈوانہ کی

"اس سردارن کا نام کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

گاشا نے میرے اس سوال کا جواب اپنے نتھنوں میں چٹکی بھر نسوار چڑھانے کے بعد دیا۔ اس میں صرف ایک لمحہ گذر گیا لیکن یہ ایک لمحہ مجھے ایک گھنٹہ معلوم ہوا۔

گاشا نے کہنا شروع کیا:۔

"اس کا نام ہے ـــ..." اور وہ زور سے چھینکا اور جھومنے لگا اور ہاتھ کی پشت سے آنکھوں سے بہتا ہوا پانی پونچھنے کے بعد بولا" واہ واہ۔ کیا غضب کا نسوار ہے اور میں باس کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے ایسی بہترین نسوار مجھے دی"

"جواب دو" جان ایک دم سے گرجا اور ایسی خوفناک آواز میں کہ گاشا ایک دم سے ہڑابڑا کر اٹھ کھڑا ہوا اور بھاگنے لگا۔

"واپس آؤ۔ گاشا۔ واپس آؤ" میں نے کہا۔

اور وہ ڈرتے ڈرتے واپس آگیا کیونکہ یہ کافر کچھ زیادہ بہادر نہ تھا اور جب سے جان نے اسے گولی مار دینا چاہی تھی تب سے تو وہ جان کو دیکھتے ہی کانپنے لگتا تھا۔

"تم خاموش رہو" میں نے جان سے کہا

اور جب گاشا قریب آگیا تو بولی:۔

"ہاں گاشا۔ اب کہو"

"سردارن" وہ بولا" میں سچ کہتا ہوں۔ یہ نسوار باس نے ہی مجھے دی تھی۔

بہت دنوں پہلے ایک مردہ زدلو کے کان کی لو میں سے اس کی ڈبیہ نکالی تھی اور مجھے دیدی تھی۔ سچ کہتا ہوں یہ نسوار میں نے چرائی نہیں ہے"

"نسوار کو ڈالو جہنم میں" میں نے جلدی سے کہا کیونکہ میں نے دیکھا کہ رالف کی حالت غیر ہو رہی تھی" اور اس سردارن کا نام بتاؤ۔ جواب تمھارے قبیلے کی حکمراں ہے۔

"اس کا نام" گاشا نے اطمینان کا سانس لے کر کہا" ارے بہت مشہور ہے وہ تو۔ حالانکہ وہ جسم سے چھوٹی ہے لیکن کہتے ہیں کہ بہترین وچ ڈاکٹریس اور بارش برسانے والی ہے۔

اب تو جان کے صبر کا پیمانہ چھلکا، اس نے ہاتھ بڑھا کر گاشا کا گلا پکڑ لیا اور اسے یوں جھنجھوڑنے لگا جس طرح بلّی چوہے کو جھنجھوڑتی ہے۔

"لعنتی کتے" جان دھاڑا" اگر تو نے اپنے قبیلے کی سردارن کا نام فوراً نہ بتایا تو میں تیرا گلا گھونٹ دوں گا"

"پاگل ہو گئے ہو کیا؟" میں نے کہا" تم نے تو اس کا گلا دبا رکھا ہے پھر یہ بچارا بول کس طرح سکتا ہے"

چنانچہ جان نے اس کا گلا چھوڑ دیا لیکن اسے پکڑے رکھا۔ گاشا غریب رونے لگا

"نام۔ نام" جان نے دانت پیس کر کہا۔

"میں کیوں چھپانے لگا سردارن کا نام؟ میں نے اس کا نام بتایا نہیں؟"

"نہیں"

"تو اب بتاتا ہوں۔ اس کا نام ہے سی ہامبانگ یانگا"

اور جان نے گاشا کو چھوڑ دیا تو وہ پٹ سے فرش پر گرا لیکن پھر فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا اور حیرت سے ہم میں سے ہر ایک کی صورت تکنے لگا کیونکہ اس کے خیال میں

ہم تینوں پاگل ہو گئے تھے۔

اور جان نے آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا کر کہا:۔

"خدایا شکر ہے تیرا کہ تو نے سی ہا مبا کی آنکھوں میں مجھے وہ تصویر دکھائی جو مجھے عین وقت پر یاد آگئی اور میں نے گاشا کو گولی نہ ماری"

اور پھر اس نے رالف کی طرف دیکھا اور خاموش ہو گیا کیوں کہ رالف بیہوش ہو چکا تھا۔

ستائیسواں باب

جال

اسپونڈوانہ میں سوزانے کے دو سال عجیب گذرے اور بڑی عجیب زندگی گذار رہی تھی وہ وہاں اور سی ہامبا کے ساتھ وہ اس قبیلے پر حکومت کرتی تھی۔

پہاڑ کی چوٹی پر ایک کھلا میدان تھا جو ایک ہزار ایکڑ میں پھیلا ہوا تھا اس میدان میں ہری ہری اور کومل گھاس اُگ رہی تھی اور اسی جگہ میدان میں سرداروں اور مشیروں اور سپاہیوں کی جھونپڑیاں تھیں۔ اسی جگہ مویشیوں کے کرال بھی تھے لیکن ان کرالوں میں مویشیوں کو خطرے کے وقت ہی بند کیا جاتا تھا یعنی اس وقت جب دشمن حملہ کرتا یا ایسی ہی کوئی بات ہوتی۔ قبیلے کے لوگ پہاڑ کی ڈھلانوں پر رہتے تھے اور چند جھونپڑیاں نیچے کے زرخیز میدانوں میں بھی تھیں۔ ضرورت کے وقت، یعنی دشمن کے حملے وغیرہ کے وقت یہ لوگ میدانوں اور ڈھلانوں پر سے پہاڑ کی چوٹی پر آجاتے تھے اور یہاں سے وہ حملہ آوروں کا مقابلہ اور اپنا بچاؤ کرسکتے تھے کیونکہ مویشیوں کے کرال کے نیچے بڑے بڑے کھڈ تھے جن میں غلہ بھرا جاتا تھا۔ یہ گویا کھتے تھے۔ البتہ اوپر صرف ایک چشمہ تھا جو خشک موسم میں خشک ہوجاتا تھا۔ چنانچہ امپونڈوانہ نے اس چشمے کے دہانے سے ذرا آگے، جو انگوٹھے اور انگلی کی شکل کے نالے کے درمیان بہ رہا تھا، پتھروں کی روک یا بند بنادیا تھا حالانکہ یہ چشمہ پہاڑ کی چوٹی پر نہیں بلکہ اس سے بہت نیچے تھا تاہم اوپر کا چشمہ خشک ہوجانے کے بعد ان لوگوں کی زندگیوں کا انحصار اسی نیچے والے چشمے پر رہ جاتا تھا۔

پہاڑ کی چپٹی چوٹی یا سطح مرتفع سے نیچے اترنے یا نیچے سے اوپر جانے کا صرف ایک

راستہ تھا اور یہ بھی ایک تنگ گھاٹی جو بارش کے پانی نے صدیوں تک بہنے اور پھوڑوں کو گھسنے کے بعد بنادی تھی۔ سطح مرتفع پر سنسناتی ہوئی ہوائیں چلا کرتی تھیں اور یہ چوٹی اتنی بلند اور ننگی تھی کہ اوپر ہر وقت سردی محسوس کی جاتی تھی۔ موسم سرما میں ہفتے میں دو یا تین دفعہ بارش ہو جاتی تھی اور کئی دن ایسے ہوتے تھے جب یہ چوٹی گہری اور گاڑھی دھند میں چھپی رہتی تھی۔ اس کے باوجود اپنے قیام کے دو برسوں میں سوزانے بہت کم اس چوٹی سے نیچے اتری تھی۔ اس لئے نہیں کہ وہ نیچے آنا نہ چاہتی تھی بلکہ اس لئے کہ وہ جرأت نہ کرسکی تھی اور سبب اس کا یہ تھا کہ سوارٹ پیٹ کے بھاڑے کے ٹٹو پہاڑ کے ڈھلانوں اور اس کے قدموں میں ہر وقت منڈلایا کرتے تھے۔ سوزانے کو یہ بھی معلوم ہوا کہ سوارٹ پیٹ اس کی ایک ایک حرکت سے واقف تھا کیونکہ اس کے جاسوس خود امپونڈ دانہ میں موجود تھے۔

اپنے قیام کے ابتدائی چند مہینوں میں سوزانے کا یہ معمول رہا کہ وہ شامیل پر سوار ہو کر نیچے گھاس کے میدانوں میں آجاتی لیکن بعد میں وہ اپنی یہ تفریح ترک کرنے پر مجبور ہو گئی کیونکہ ایک دن سوارٹ پیٹ اور اس کے آدمیوں نے اسے دیکھ لیا اور اس کا تعاقب کیا اور شامیل کی برق رفتاری کی وجہ سے ہی وہ ان سے بچ گئی۔ اس کے بعد نہ تو وہ اور نہ ہی شامیل سطح مرتفع سے نیچے آیا۔ بستی کے باہر اور مویشیوں کے کرال کے گرد ایک چکردار راستہ تھا۔ سوزانے اور شامیل بس اسی راستے پر گھومتے پھرتے اور اس طرح اپنی صحت بنائے رکھتے۔ لے دے کر اس کی تفریح بس اب یہی رہ گئی تھی۔

میں کہہ چکی ہوں کہ سوارٹ پیٹ کی رگوں میں کافر خون بھی تھا چنانچہ بچپن سے ہی وہ دو زندگیاں گزار رہا تھا۔ یعنی سفید فاموں میں ہوتا تو سفید بن جاتا اور کافروں میں ہوتا تو کافر۔ کوہ امپونڈ دانہ سے کوئی تین میل دور ایک پہاڑی تھی جس کے عقب میں سرسبز

وادیاں تھیں ۔ سوارٹ بیٹ چونکہ امیر تھا اور پھر سفید فام کے طور پر مشہور بھی تھا اس لئے وہ آسانی سے ان وادیوں کا مالک اور کافروں کے ایک چھوٹے سے گروہ کا سردار بن گیا ۔ یہ گروہ سو آدمیوں اور تقریباً اتنی ہی یا اس سے کچھ کم عورتوں پر مشتمل تھا ۔ یہ لوگ پناہ گزیں تھے جو مختلف علاقوں اور سمتوں سے زولوؤں کے ہاتھوں لٹ لٹا کر اس طرف آ گئے تھے اور سوارٹ کے گرد جمع ہو گئے تھے ۔

اور اب ان لوگوں کی مدد سے سوارٹ بیٹ نے امبونڈوانہ کو پریشان کرنا شروع کیا ۔ جب بھی اسے موقع ملتا وہ ان مویشیوں کو مار ڈالتا جو ریوڑ سے الگ ہو کر بھٹک جاتے اور ان لوگوں کو بھی گرفتار کر لیتا جو پہاڑ سے ذرا دور نکل آتے ۔ جب بھی وہ ایسے لوگوں کو پکڑتا تو انھیں اپنے غلام بنا لیتا البتہ صرف ایک شخص کو چھوڑ دیتا اور اسے ایک پیغام دے کر امبونڈوانہ کی طرف بھیج دیتا ۔ اس کا پیغام ہمیشہ یہی ہوتا تھا کہ اگر امبونڈوانہ نے اباہیل کو اس کے حوالے کر دیا تو وہ انھیں پریشان نہ کرے گا بلکہ وہاں سے چلا بھی جائے گا لیکن اگر انھوں نے ایسا نہ کیا تو وہ ان کے ساتھ اسی طرح جنگ جاری رکھے گا یہاں تک کہ امبونڈوانہ تباہ ہو جائیں گے ۔

سوارٹ بیٹ کی ان دھمکیوں کا جواب سی ہامبا موقع کی مناسبت سے دیا کرتی تھی لیکن اس کا بھی اکثر ایک ہی جواب ہوا کرتا تھا اور وہ یہ کہ اگر سوارٹ بیٹ امبونڈوانہ سے کوئی چیز حاصل کرنا چاہتا ہے تو خود آ کر لے جائے ۔

چنانچہ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا یہاں تک امبونڈوانہ قبیلے کے لوگ عاجز آ کر بڑبڑانے اور سر ہلانے لگے ۔ بے شک سوارٹ بیٹ اب تک انھیں کچھ زیادہ جانی یا مالی نقصان نہ پہونچا سکا تھا لیکن سی ہامبا کا قبیلہ پہاڑ کی چوٹی پر گویا قید ہو کر رہ گیا تھا ۔ وہ لوگ پہاڑ کی ڈھلانوں سے نیچے قدم بھی نہ رکھ سکتے تھے کیونکہ ادھر وہ نیچے اترے اور سوارٹ بیٹ کے ہاتھوں میں پڑے ۔

خوش قسمتی سے پہاڑ کی ڈھلانیں خاصی چوڑی تھیں جن پر ان کے مویشیوں کو گھاس مل جاتی تھی اور انھیں ڈھلانوں پر اسپونڈوانہ یہاں وہاں غلہ بھی اُگا سکتے تھے سوارٹ بیٹ اور اس کے آدمی ایسا سخت پہرہ دیتے اور ایسے مستعد تھے کہ نہ تو اسپونڈوانہ دوسرے قریبی قبائل تک اپنے عزیزوں میں جا سکتے تھے اور نہ ہی وہ لوگ اسپونڈوانہ کے پاس آسکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوزانے کا تعلق بیرونی دنیا سے پوری طرح سے منقطع ہو گیا۔ نہ تو اسے ہماری خبر تھی اور نہ ہمیں اس کی۔ البتہ امید کی ایک ہلکی سی کرن اب بھی اس کے دل میں روشن تھی اور وہ یہ کہ کافروں میں ابابیل کے متعلق روایتیں اور افواہیں گشت کر رہی تھیں چنانچہ سوزانے کو امید تھی کہ یہ افواہیں ایک نہ ایک دن رالف اور جان کے کانوں تک پہونچیں گی اور وہ اسے بچانے آجائیں گے۔

لیکن یہ اُمید بھی چونکہ زیادہ تسلّی بخش نہ تھی اس لئے اس نے اپنی خبر ہمیں بھجوانے کی کوشش کی۔ پہاڑ پر اپنے قیام کے ایک ہی ہفتہ بعد اس نے زنطی کو وہ اسپونڈوانہ کے ساتھ وہاں سے روانہ کر دیا۔ سوزانے اسے حکم دیا کہ وہ سینکڑوں میل کا فاصلہ طے کر کے ٹرانسکی پہونچ جائے۔

چونکہ سوزانے کے پاس نہ قلم تھا اور نہ روشنائی اس لئے اسے زنطی کے حافظے پر بھروسہ کرنا پڑا اس نے اپنا طویل پیغام زنطی کے سامنے بار بار دہرایا یہاں تک کہ اسے یقین ہو گیا کہ زنطی اس کے پیغام کا ایک ایک لفظ یاد کر چکا تھا۔ سوزانے کا یہ پیغام اس کی پوری داستان تھی اور آخر میں اس نے درخواست کی تھی کہ رالف اور جان زنطی کی راہبری میں اسے بچانے آجائیں کیونکہ وہ خود سوارٹ بیٹ کے ہاتھوں میں پڑنے کے خوف سے پہاڑ پر سے نیچے نہ اتر سکتی تھی۔

زنطی چونکہ بہادر اور وفادار تھا اس لئے وہ اس سفر پر فوراً روانہ ہو گیا حالانکہ یہ ایسا سفر تھا جس کے خیال سے ہی دوسرے لوگوں کو بخار چڑھ سکتا تھا۔

لیکن بدبختی ان لوگوں کے جلو میں چل رہی تھی۔ ایک رات یہ لوگ، یعنی زنٹی اور اس کے دونوں امپونڈوانہ ساتھی باسوٹو قبیلے کے ایک کرال کے باہر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے اور بھوکے تھے چنانچہ زنٹی کے دونوں ساتھی ایک بکری چرالائے اسے ذبح کرکے بھوننے لگے ان لوگوں نے زنٹی سے کہا کہ یہ بکری انھوں نے دانوں کی ایک مالا کے عوض خریدی تھی چنانچہ زنٹی بھی ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہوگیا یہ لوگ چٹخارے لے کر بکری کا گوشت کھا رہے تھے کہ باسوٹو ان پر ٹوٹ پڑے اور انھیں رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔ قبیلے کے بزرگوں کے سامنے انھیں پیش کیا گیا اور انھوں نے ان تینوں کو موت کی سزا سنائی لیکن قبیلے کے سردار کو چونکہ آدمیوں کی ضرورت تھی اس لئے اس نے انھیں موت کے گھاٹ اتارنے کے بجائے اپنے کھیتوں میں کام پر لگا دیا اور وہاں ان کی دن رات کڑی نگرانی کی جانے لگی۔

زنٹی ایک برس تک ان باسوٹو لوگوں کا قیدی رہا اور پھر وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا لیکن اس کے دونوں ساتھی اس کے ساتھ فرار نہ ہوئے کیونکہ انھیں خوف تھا کہ فرار ہوتے وقت یا اس کے بعد اگر وہ پکڑے گئے تو باسوٹو انھیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔ آزاد ہوتے ہی زنٹی پھر اپنے سفر پر روانہ ہوگیا۔ کیونکہ زنٹی ان لوگوں میں سے تھا جو اپنا وہ کام بہر حال پورا کرتے ہیں جو ان کے سپرد کیا جاتا ہے۔ بے شک اسے کوہِ امپونڈوانہ سے روانہ ہوئے ایک سال ہوچکا تھا لیکن اسے اب بھی وہ پیغام لفظ بہ لفظ یاد تھا جو سوزانے نے اس کی زبانی بھیجا تھا۔

خیر تو کئی خطرات کا مقابلہ کرنے اور کئی مصائب جھیلنے اور اپنے تلوے اور پیر زخمی کرنے کے بعد اور ایک بے حد طویل سفر کرکے زنٹی آخر کار ہمارے فارم میں پہونچ گیا ہو جب وہاں پہونچا تو پتہ چلا کہ ہم لوگ جا چکے ہیں اور وہ لمبی ناک والا

شیطان، جس کے ہاتھ ہم نے فارم فروخت کیا تھا، ہمارے علاقے کا مالک اور حکمران تھا
زنٹی نے ان کافروں کو تلاش کر لیا جو اس علاقے میں کہیں کہیں بسے ہوئے تھے
وہ ان کافروں کے ساتھ مقیم ہو گیا اور جب اس کی تھکن پوری طرح سے دور ہو گئی جب
اس کی ٹانگوں کی سوجن دور ہو گئی اور جب وہ تازہ دم ہو گیا تو ایک بار پھر وہ جنوب اور
کوہِ امبونڈوانہ کی طرف سفر کر رہا تھا۔ اس سفر میں اس پر اتنی کچھ بیت گئی تھی کہ وہ ایک
بار پھر اس راستے سفر کرتے ڈرتا تھا لیکن جانتا تھا کہ سوزانے چشم براہ ہو گی اور اپنے
والدین اور رالف کی خبر معلوم کرنے کے لئے بے تاب۔

جس علاقے سے زنٹی کو گذرنا تھا اس میں جنگیں ہو رہی تھیں اور کھانے پینے
کی چیزوں کا فقدان تھا اس کے باوجود زنٹی نے اپنا واپسی کا سفر جاری رکھا، ایک
دفعہ سوارٹ ہیٹ کے ساتھیوں کے ہاتھوں میں پڑنے سے بال بال بچ گیا اور پھر زنٹی
کی روانگی کے پورے ایک سال اور نو مہینے بعد ایک بے حد تھکا ہوا اور لنگڑاتا اور لڑکھڑاتا ہوا
سایہ اس سنگلاخ پگڈنڈی کے ذریعہ ڈھلان چڑھ رہا تھا جو کوہِ امبونڈوانہ کی
بلند ترین چوٹی تک جاتی ہے۔

سوزانے اور سی ہامبا کے اندازے کے مطابق زنٹی کو فارم تک پہونچنے اور
پھر واپس آنے میں چھ مہینے لگ سکتے تھے۔ چنانچہ جب اس کی روانگی کو چھ مہینے گذر
گئے تو پھر سوزانے روزانہ اس کی آمد کا انتظار کرنے لگی۔

امبونڈوانہ کے اس ناقابلِ تسخیر قدرتی قلعہ کے کنارے پر ایک بہت اونچی
چٹان کھڑی تھی جس کی چوٹی کو ہواؤں اور بارشوں نے صدیوں تک گھسنے کے بعد
کرسی کی شکل کا بنا دیا تھا۔ اس قدرتی اور چٹانی کرسی تک چڑھنا ہی اول تو بہت
مشکل تھا اور پھر اس میں بیٹھنا تو اور بھی خطرناک تھا کہ اس پر بیٹھنے والے کو چکر آ جائے
کیونکہ اس کے عین نیچے پانچ فٹ کا گہراؤ تھا لیکن اس چٹانی کرسی پر سے جنوب کا پورا

میدان وہ درّہ نظر آتا تھا جہاں کسی جگہ چھپ کر سوارٹ ہیٹ نے سوزانے سے باتیں کی تھیں اور اسے دھمکیاں دی تھیں۔ اب اگر سوزانے کو بچانے کے لئے کمک آتی تو اسی میدان اور اسی درے سے گزر کر آتی کم سے کم سوزانے کا تو یہی خیال تھا چنانچہ ہر روز وہ اس بلند اور چکرا دینے والی چٹانی کرسی میں جا بیٹھتی اور اس کمک کا انتظار کیا کرتی تھی جو نہ آج آتی تھی اور نہ کل۔ اور اس بلند ترین چٹانی کی کرسی میں بیٹھی ہوئی سوزانے عجیب دکھائی دیتی تھی۔ کیونکہ وہ جو لباس یہاں پہن کر آئی تھی وہ ایک مدت ہوئی پھٹ چکا تھا اور اب وہ خوبصورت کھالوں کے لباس میں ملبوس رہنے لگی تھی، اس کے پیروں میں جوتوں کے بجائے اب بیر تلّے تھے اور بال ہمیشہ کھلے رہتے تھے جو ہوا میں اڑا کرتے تھے۔

آخر کار ایک دن اس نے اپنے اسی بلند دیدبان پر سے ایک تنہا شخص کو لنگڑاتے ہوئے میدان میں سے گزر کر درّے کی طرف آتے دیکھا۔ وسیع و عریض میدان میں یہ شخص ایک سیاہ داغ کی طرح معلوم ہو رہا تھا سوزانے فوراً اپنی بلند کرسی پر سے اتر کر سی ہامبا کے پاس پہونچی۔

"ابابیل!" سی ہامبا نے اسے دیکھتے ہی کہا "تم کوئی خبر لے کر آئی ہو کیونکہ میں اسے تمھاری آنکھوں میں دیکھ رہی ہوں۔ کہو کیا خبر ہے؟"

"زنٹی، واپس آگیا ہے" سوزانے نے جواب دیا "میں نے اسے دور سے آتے دیکھا ہے۔"

سی ہامبا مسکرائی۔ اول تو یقین کر چکی تھی کہ زنٹی کہیں راستے میں مر گیا اور دوم یہ کہ اس کے خیال میں سوزانے اتنی دور سے اسے پہچان نہ سکتی تھی۔ لیکن جب دو گھنٹے بعد زنٹی بستی میں داخل ہوا تو سی ہامبا کے منھ سے حیرت اور خوشی کی چیخ نکل گئی۔

کچھ ہی دیر بعد زنٹی سوزانے کی جھونپڑی میں اور اس کے سامنے بیٹھا اپنی سرگذشت بیان کر رہا تھا۔ اس کی یہ داستان بڑی طویل تھی کیونکہ وہ اسے شروع سے،

یعنی دو برس پہلے کے اس دن سے بیان کر رہا تھا جب وہ کوہ اسپونڈوانہ سے روانہ ہوا تھا۔

"خبر — خبر — کیا خبر لائے ہو" سوزانے نے بے تابی سے کہا۔

"بتا رہا ہوں" زنٹی نے جواب دیا۔

"بیوقوف" سی ہامبا نے کہا "پہلے یہ بتاؤ کہ تم باس کانزی اور باس بوئیمار سے ملے یا نہیں؟"

"افسوس ان سے نہیں مل سکا کیونکہ وہ لوگ جا چکے ہیں"

"جا چکے ہیں؟ کہاں؟ وہ زندہ ہیں کہ ......"

"ہاں ہاں۔ زندہ ہیں اور اچھے بھی ہیں لیکن اس علاقے کے تمام بوئیر کسی طرف ہجرت کر گئے ہیں اس کے علاوہ وہ لوگ ابابیل کو مردہ یقین کر چکے ہیں"

"یہ بڑی تلخ خبر ہے اس کے باوجود اس میں تھوڑی سی شیرینی ہے" سوزانے نے کہا "کیونکہ میرا شوہر زندہ ہے"۔

اور پھر زنٹی نے اپنی داستان بیان کی اور سوزانے خاموشی سے سنتی رہی اور جب وہ خاموش ہوا تو سوزانے نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اسکی خوب خوب تعریف کی۔

اور اس دن کے بعد سے سوزانے کا دل بجھ گیا۔ اس میں مایوسی کا گھٹا ٹوپ اندھیرا اتر آیا۔ رالف افریقہ کے جنگلوں میں کہیں غائب ہو گیا تھا اور رہے اس کے والدین بھی کہیں غائب ہو گئے تھے اور سوزانے ایک پہاڑ پر اور کافروں کے درمیان اکیلی رہ گئی تھی اور پہاڑ کے دامن میں اس کا سخت ترین دشمن منڈلا رہا تھا کہ موقع ملتے ہی سوزانے کو دبوچ لے کبھی کسی لڑکی نے ایسی تنہائی اور ایسی مایوسی اور ایسی ناامیدی محسوس نہ کی ہوگی اور اگر سی ہامبا کی دوستی بھی نہ ہوتی تو سوزانے یقیناً مر جاتی۔

ادھر سوارٹ پیٹ دن بہ دن زیادہ سے زیادہ نڈر بنتا جا رہا تھا اور اب وہ

اپنے آدمیوں کے ساتھ پہاڑی ڈھلانوں پر نمودار ہوتا، امبونڈوانہ اور مویشیوں کو پکڑتا اور یہ جا وہ جا۔ یہاں تک تو خیر ٹھیک تھا لیکن ایک دن پو پھٹنے سے پہلے اس نے اس درے پر ہلہ بول دیا جو پہاڑ پر آنے کا تنہا راستہ تھا۔ یہ کام اس نے ایسی مہارت اور خاموشی سے کیا کہ جب تک وہ اس کی بے ترتیب فوج نصف راستہ طے نہ کر گئی امبونڈوانہ سنتریوں کو پتہ بھی نہ چلا۔

سنتریوں نے انھیں دیکھا تو قرنے پھونک دیئے اور امبونڈوانہ اور سوارٹ پیٹ کے آدمیوں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا اور اگر ایک اتفاقی بات نہ ہو گئی ہوتی تو خدا جانے اس جنگ کا کیا انجام ہوتا کیونکہ سوارٹ پیٹ کے آدمی جان توڑ کر لڑ رہے تھے اور پھر امبونڈوانہ پر، جو یوں بھی بہادر سپاہی نہ تھے، اچانک حملہ کیا گیا تھا۔

قارئین بھولے نہ ہوں گے کہ جب یہ لوگ شمال کی طرف روانہ ہوئے تھے تو زنٹی نے رالف کی بندوق اپنے ساتھ لے لی تھی اور یہ بندوق اور تھوڑی سی بارود اور گولیوں کے ساتھ اب بھی اس کے پاس ہی تھی اس خوف سے کہ کہیں کوئی یہ بندوق چرا نہ لے زنٹی اسے اپنے ساتھ فارم تک کے سفر میں نہ لے گیا تھا۔ اب سوارٹ پیٹ اور امبونڈوانہ کے درمیان جنگ کا شور سن کر زنٹی بندوق اٹھا کر دوڑ گیا اور حملہ آوروں پر گولی چلا دی جو امبونڈوانہ کو پیچھے ڈھکیلتے ہوئے درّے میں آگے بڑھ رہے تھے۔ بندوق میں چھرے بھرے ہوئے تھے۔ خوش قسمتی سے ایک چھرا خود سوارٹ پیٹ کے لگا۔ چھرا اس کی ران میں لگا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گر گیا۔ اس کے ساتھیوں نے سمجھا کہ ان کا سردار بری طرح سے زخمی ہو گیا ہے چنانچہ وہ پلٹ کر فرار ہو گئے۔ سوارٹ پیٹ انھیں واپس بلانے اور انھیں گالیاں دینے لگا لیکن وہ نہ رکے۔ سسی ہاسبا نے اپنے آدمیوں سے ان کا تعاقب کرنے کے لئے کہا لیکن وہ اس کے لئے تیار نہ ہوئے کیونکہ وہ سوارٹ پیٹ سے جنگ کرتے ڈرتے تھے۔

سچ تو یہ ہے کہ امبونڈوانہ ان آئے دن کی جھڑپوں سے اب اکتا چکے تھے جس کا شکار

وہ بے قصور ہی بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ اب وہ پوچھ رہے تھے کہ وہ خوش قسمتی کہاں ہے جس کا وعدہ ابابیل نے کیا تھا۔ اگر وہ سوزانے کو پسند نہ کرتے ہوتے، اگر انھیں اس سے انسیت نہ ہوگئی ہوتی اور نہ اگر انھیں سی ہامبا کی ہوشیاری پر بھروسہ نہ ہوتا اور اگر سی ہامبا اتنی اچھی سردارن نہ ثابت ہوتی تو امبونڈوانہ لوگ سوزانے کو یقیناً اپنے یہاں سے نکال دیتے۔

خیر تو درّے کی اس جنگ کے دوسرے دن سی ہامبا نے سنا کہ سوارٹ بیٹ سخت بیمار تھا کیونکہ اس کے زخم سے بہت زیادہ خون بہہ گیا تھا۔ چنانچہ سی ہامبا نے اپنے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ اب وقت ہے کہ وہ سوارٹ بیٹ پر جوابی حملہ کر دیں لیکن وہ لوگ تیار نہ ہوئے چنانچہ یہ مجلس مشاورت ختم ہوگئی لیکن مجلس کے ختم ہوتے وقت سی ہامبا نے انھیں برا بھلا کہا اور کہا کہ چونکہ وہ لوگ بزدل ہیں اس لئے ان کا انجام بھی بزدلوں کا سا ہی ہوگا۔ امبونڈوانہ جانتے تھے کہ ان کی سردارن کی پیشنگوئیاں صحیح ثابت ہیں اس لئے وہ اپنے دل میں خوف اور اداسی لئے دربار سے اٹھ گئے۔

بعد میں انھیں اپنے جاسوسوں سے معلوم ہوا کہ سوارٹ بیٹ شاہ زولو ڈنگان سے ملنے زولو لینڈ کی طرف گیا ہے سی ہامبا کے خیال میں یہ بڑی منحوس خبر تھی۔ اس کے نزدیک سوارٹ بیٹ کا یہ سفر بے مقصد نہ تھا سی ہامبا نے سمجھ لیا کہ اب نیا خطرہ اور نئی مصیبت آنے والی تھی لیکن اس کے متعلق اس نے سوزانے سے کچھ نہ کہا۔

دو مہینے امن و سکون سے گذر گئے اور پھر ایک صبح وہ چرواہا، جو سوزانے اور سی ہامبا کے مویشی چرایا کرتا تھا بھاگتا ہوا آیا اور فوراً سردارن سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔

"کہو کیا کہنا ہے۔" سی ہامبا نے پوچھا کیونکہ چرواہے کے بشرے پر کے جذبات سے اس نے سمجھ لیا تھا کہ کوئی حیرت انگیز بات ہوئی تھی۔

"سردارن" چرواہے نے کہا" آج صبح جب میں اس گھاٹی میں پہونچا جہاں تمہارے

اور ابابیل کے مویشیوں کا کرال ہے تو ان مویشیوں میں مجھے نئے اور عجیب مویشی نظر آئے جو سو کے قریب ہیں۔ ایسے مویشی میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھے کیونکہ ان میں کا ایک ایک جانور دودھ کی طرح سفید ہے۔ اتنا سفید کہ دیکھنے سے اس کا رنگ میلا ہو۔ اب یہ میں نہیں جانتا کہ یہ مویشی ہمارے مویشیوں میں کیسے آ گئے کیونکہ کرال کا دروازہ بند تھا اور کمال ہے کہ آج صبح میں گیا تو اس وقت بھی میں نے دروازہ بند پایا۔"

یہ سنتے ہی سی ہامبا کا دل سرد ہو گیا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ بے داغ مویشی شاہ زولو ڈنگان کے ریوڑ کے ہی ہو سکتے تھے کیونکہ ڈنگان کے علاوہ کسی اور کے پاس ایسے مویشی نہ تھے اس کے علاوہ اسے یہ بھی یقین تھا کہ یہ مویشی سوارٹ پیٹ چرا کر لایا تھا اور اس نے ڈنگان کے مویشی سی ہامبا اور سوزانے کے مویشیوں میں چھوڑ دیے تھے تاکہ وہ ڈنگان کا خوفناک غصہ سی ہامبا اور اس قبیلے پر نازل کر دے۔ شاہی مویشیوں کو دوسرے مویشیوں میں ملا کر ڈنگان کی فوجوں کے ذریعہ دوسرے قبائل کو مٹانے کی ترکیب کئی دفعہ آزمائی جا چکی تھی اور بڑی کامیاب ترکیب تھی یہ۔ لیکن اس نے چرواہے سے صرف یہ کہا کہ یہ شاید کسی امیر کے مویشی ہوں گے جو بھٹک کر اس طرف آ گئے اور یہ کہ وہ تحقیقات کر کے ان کے مالک کا پتہ لگائے گی اور چرواہے کو ہدایت کی کہ وہ آئندہ سے ہوشیاری سے پہرہ دے۔

اس چرواہے کو رخصت ہوئے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک دوسرا شخص آیا۔ اس نے بتایا کہ اس کی ملاقات ایک ایسے کافر سے ہوئی جو پہاڑ کی دوسری طرف سے آ رہا تھا اُس کافر نے اسے بتایا کہ سفید فاموں کا ایک گروہ، جس میں عورتیں اور بچے بھی ہیں کوہ کاتولامبا عبور کر کے دریائے ئوگیلا کے کنارے پر پڑاؤ ڈال چکے ہیں۔ سی ہامبا کے لئے یہ عجیب خبر تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ مہاجر بوئر کس طرف گئے تھے۔ بہر حال اس نے اس کا ذکر بھی سوزانے سے نہ کیا کیونکہ اسے خوف تھا کہ سوزانے کے دل میں غلط اور

جھوٹی امیدیں سہلانے لگیں گی۔ البتہ اس نے زنٹی کو بلا بھیجا اور اس سے کہا کہ وہ اس چھوٹے سے دستے میں ہے، جس سے صرف سی ہامبا واقف تھی اور جس کا پتہ اس نے زنٹی کو بتا دیا، گزر کر کوہِ کاتھ لامبا کے دوسری طرف پہنچ جائے اور پھر دریائے ٹوگیلا کے کنارے کنارے سفر کر کے اس خبر کی تحقیق کرے کہ کیا واقعی سفید فاموں کا کوئی گروہ وہاں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔ سی ہامبا نے کہا کہ یہ تحقیق کرنے اور جتنی معلومات حاصل کر سکتا ہے اتنی حاصل کرنے کے بعد وہ فوراً آ جائے۔

زنٹی اس سفر کے لئے بھی خوشی سے تیار ہو گیا۔ اوّل تو اس لئے کہ اس نے بڑی سیلانی طبیعت پائی تھی اور پھر اس پہاڑ پر بیٹھے بیٹھے وہ بری طرح سے بیزار ہو رہا تھا۔

زنٹی روانہ ہو گیا تو سی ہامبا نے دوسرے پیغامبروں کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ وہ فوراً زولوؤں کے بادشاہ ڈنگان کے شاہی کرال کی طرف روانہ ہو جائیں اس سے سی ہامبا کا سلام کہیں اور اس سے دریافت کریں کہ کیا اس کے شاہی مویشیوں میں کے چند مویشی گم تو نہیں ہیں کیونکہ سی ہامبا کے ریوڑ میں چند سفید مویشی آ گئے ہیں حالانکہ خود اسے حیرت ہے کہ یہ مویشی اس کے ریوڑ میں کہاں سے اور کیسے آ گئے۔

یہ پیغامبر بھی روانہ ہو گئے لیکن وہ خوفزدہ تھے اور کانپ رہے تھے کیونکہ اس زمانے میں ڈنگان کی دھاگ بیٹھی ہوئی تھی اور کسی کی ہمت نہ تھی کہ وہ شاہی مویشیوں کی خبر لے کر "غیر زولو" کے دربار میں جائے۔ بہر حال وہ لوگ ڈنگان کے کرال کی طرف روانہ ہو گئے اور سی ہامبا اپنے دل میں شک، خوف اور امید لئے ان کی واپسی کا انتظار کرنے لگی

اٹھائیسواں باب

ایچی کی آمد

سی ہامبا کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا۔ اپنی روانگی کے ٹھیک پانچویں دن پیغامبر واپس آگئے۔ وہ بگولے کی طرح امیونڈوانہ کی بستی میں داخل ہوئے۔ انھوں نے یہ سفر بھاگ کر طے کیا تھا اور یوں بے تحاشہ بھاگے تھے کہ سانس ان کے نتھنوں میں نہ سما رہا تھا اور وہ بول نہ سکتے تھے۔

جب ان کا دم ذرا درست ہوا تو انھوں نے بتایا کہ زدلو ایمپی، جو تین ہزار سے زائد سپاہیوں پر مشتمل ہے، امیونڈوانہ کو کچل دینے کے لئے بڑھی چلی آرہی ہے۔ معلوم ہوا کہ جب شاہی مویشی سی ہامبا کے مویشیوں میں پائے گئے تھے اس سے بہت دنوں پہلے ڈنگان کو خبر کی گئی تھی کہ اس کے مویشی سی ہامبا نے چرا لئے ہیں اور اس میں تعجب کی کوئی بات نہ تھی کیونکہ زدلوؤں کی اس "ایمپی" کے ساتھ سوارٹ بیٹ تھا اس لئے یہ شرارت اسی کی تھی۔ سی ہامبا کا خیال نہ تھا۔ سوارٹ بیٹ نے ڈنگان کے مویشی اپنے آدمیوں کے ذریعہ چروائے تھے اور اب ان کی چوری کا الزام اس نے سی ہامبا کے سر تھوپ دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ڈنگان امیونڈوانہ قبیلے کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے لئے بہانہ تلاش کر رہا ہے کیونکہ اس قبیلے سے زدلوؤں کا مدت سے جھگڑا چلا آرہا تھا۔

اب صرف ایک ہی راستہ باقی رہ گیا تھا۔ یعنی یہ کہ بچاؤ کی ہر ممکن تدبیر کر لی جائے چنانچہ سی ہامبا نے فوراً اپنے مشیروں کو طلب کیا اور انھیں بتایا کہ زدلو ایمپی انھیں کچل دینے کے لئے بڑھی چلی آرہی ہے اور ان پر یہ چڑھائی اس لئے کی جا رہی ہے کہ ڈنگان کے سفید مویشی سی ہامبا اور ابابیل کے مویشیوں کے ساتھ کرال میں پائے گئے تھے۔ یہ سنتے

ہی شیر ہاتھ ملنے لگے اور کئی ایک تو رونے لگے کیونکہ زدلوؤں کا خوف ان کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا اور زدلوؤں کی آمد کا مطلب ان کی اور ان کی بیویوں کی اور انکی اولاد کی موت۔ زدلوؤں سے رحم کی امید رکھنا ہی فضول تھا۔

"اب بھی وقت ہے چنانچہ مناسب ہوگا کہ ہم فرار ہو جائیں" ایک بوڑھے نے کہا جو رو رہا تھا۔

"نہیں۔ وقت نہیں ہے" سی ہامبا نے جواب دیا" کیونکہ صبح ابھی یہاں پہونچ جائے گی اور ہم سب کو نیچے میدان میں ہی کاٹ کر رکھ دے گی۔"

"تو پھر ہم کیا کریں؟" شیروں نے کہا" ہم تو اب مرہی گئے ہیں سمجھو۔"

"کیا کریں!" سی ہامبا نے چیخ کر کہا" جنگ کریں گے جس طرح کہ ہمارے باپ دادا نے کی تھی اور ڈنگان کے ان کتوں کو مار بھگائیں گے۔ اگر تم ذرا ہمت سے کام لو، ذرا بہادری کا ثبوت دو تو پھر ان کتوں سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ تمھارے پاس پانی کا ذخیرہ ہے، غلّے کا ذخیرہ ہے اور تمھارے پاس بھالے بھی ہیں اور زدلوؤں کے پر نہیں ہیں کہ وہ پرواز کر کے اور چٹانی دیواروں کو عبور کر کے یہاں آسکیں۔ آنے دو زدلوؤں کو اور اگر تم نے ایسا ہی کیا جیسا کہ میں کہوں گی تو پھر یہ زدلو جو اتنی بھاری تعداد میں آرہے ہیں جب یہاں سے لوٹیں گے اور ڈنگان کے پاس جائیں گے تو بہت کم تعداد میں ہوں گے۔"

چنانچہ امپونڈوانہ جنگ کی تیاریاں کرنے لگے۔ اس لئے نہیں کہ انھیں جنگ پسند تھی بلکہ اس لئے کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کتنے ہی کیوں نہ گڑگڑائیں ڈنگان کی فوج کے بھالے انھیں نہ بخشیں گے۔

مویشیوں کو چوٹی پر کے کرال میں لے آیا گیا اور ان کے لئے گھاس اور دانے کا ذخیرہ کر لیا گیا۔ وہ درہ، جو پہاڑ کی چوٹی پر آنے کا راستہ تھا، بند کر دیا گیا البتہ اس

میں ایک چھوٹا سا راستہ جس میں سے صرف ایک آدمی نکل سکے، کھلا چھوڑ دیا گیا۔ اس دیوار کو اور زیادہ مضبوط کر دیا گیا جو پانی روکنے کے لئے دریا پر بنائی گئی تھی سی ہامبا جانتی تھی کہ یہ ان کی کمزور ترین جگہ تھی کیونکہ یہ دریا بلند، مضبوط اور ناقابل تسخیر چٹانوں کے نیچے سے ہو کر بہتا تھا اور محاصرے کے زمانے میں پیاس بجھانے کے لئے یہی ایک دریا ان کا سہارا تھا۔ بے شک سطح مرتفع کا چشمہ بھی قبیلے کے لئے پانی مہیا کر سکتا تھا اگر اس کا پانی بھی روک لیا جائے لیکن اس کا پانی مویشیوں کے لئے کافی نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سی ہامبا مویشیوں کو نیچے ہی چھوڑ دینا چاہتی تھی کہ زولو انھیں اپنے قبضے میں کر لیں۔ اور یہ تو جانتی ہی تھی کہ زولو مزکی پہاڑ پر قبضہ نہ کر سکتے تھے اور نہ ہی قبیلے والوں میں سے کسی ایک کا بال بھی بیکا کر سکتے تھے لیکن امیونڈوانہ بڑے حریص تھے اور اپنی دولت کو۔ یعنی مویشیوں کو جانے دینا نہ چاہتے تھے حالانکہ یہ فیصلہ کرتے وقت وہ بھول گئے تھے کہ اگر وہ مارے گئے تو پھر مویشی ان کے کسی کام نہ آئیں گے۔ انھوں نے کہا کہ وہ لوگ دریا پر بنائی ہوئی دیوار کی اچھی طرح حفاظت کر سکتے اور اس سے مویشیوں کے لئے پانی لا سکتے ہیں اور یہ کہ اگر محاصرے نے زیادہ طول کھینچا تب بھی پرواہ نہیں۔

"جیسی تمھاری مرضی" سی ہامبا نے کہا، "لیکن خیال رہے جب زولو سپاہی دیوار پھلانگ کر اندر آجائیں تو اس وقت بھی تمھیں اس دیوار کی حفاظت کرنی ہے کیونکہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر تمھاری جانیں بھی جائیں گی اور مویشی بھی"

ادھر امیونڈوانہ جنگ بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ اپنے بچاؤ کی تیاریاں کر رہے تھے اور ادھر سوزانے روزانہ بلند ترین چٹان پر بنی ہوئی قدرتی کرسی میں جا بیٹھتی اور اس کمک کا انتظار کیا کرتی تھی جو آتی نہ تھی ایک دن وہ اپنی اسی بلند کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی کہ اسے دور پر غبار اڑتا نظر آیا جس میں بھالوں کے پھل بجلیوں کی طرح چمک رہے تھے۔

سوزا نے اپنی کرسی پر سے اتر آئی اور سی ہامبا کی تلاش میں بھاگ پڑی۔ اس وقت سی ہامبا اپنے مشیروں کے درمیان گھری بیٹھی تھی۔

"کیا بات ہے ابابیل؟" سی ہامبا نے پوچھا حالانکہ اس نے سمجھ لیا تھا کہ بات کیا ہو سکتی تھی۔

سوزانے نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کرنے کے بعد پوچھا:۔

"کون ہوگا وہ جو ایسی زبردست فوج لے کر پہاڑ کی طرف آرہا ہے؟"

"ابابیل!" سی ہامبا نے سنجیدگی سے جواب دیا "یہ زولوؤں کی فوج ہے جسے ڈنگان نے بھیجا ہے ہمیں تباہ کرنے کے لئے اور اسی فوج کے ساتھ ہمارا پرانا دشمن بل ہیڈ بھی آرہا ہے"

اور اب سی ہامبا نے اسے بتایا کہ سوارٹ پیٹ نے کس طرح ڈنگان کے مویشی ان کے مویشیوں میں چھوڑ دئیے تھے اور یہ کہ سی ہامبا نے جو پیغامبر ڈنگان کے کرال کی طرف روانہ کئے تھے وہ کیا خبر لائے تھے۔

سوزانے نے یہ سنا تو اس کا رنگ بکری کے کھال کے اس چغے کی طرح سفید ہو گیا جو وہ پہنے ہوئے تھی۔

"تو یوں کہو کہ آخر کار یہ طویل داستان قریب الختم ہے" وہ بولی "کیونکہ وہ زولوؤں کی قوت سے واقف تھی اور جانتی تھی ان کے بھالے کسی میں تمیز نہیں کرتے۔

"ہاں ابابیل اُس امپی کی داستان ختم ہونے والی ہے جو یہاں آرہی ہے" سی ہامبا نے بڑے فخر اور یقین سے کہا "بشرطیکہ میرے قبیلے والوں نے ہمت نہ ہار دی اور اسی طرح جنگ کی جس طرح کہ ان کے باپ دادا نے کی تھی۔ گھبراؤ نہیں ابابیل۔ وہ جاندار امپونڈ وانہ کے پہاڑ پر آہی نہیں سکتا جس کے پر و بازو نہ ہوں۔"

سی ہامبا کی ان تسلی آمیز باتوں کے باوجود سوزانے خوفزدہ تھی کیونکہ جانتی تھی کہ

سی ہامبا کے قبیلے کے لوگ ہمت ہار بیٹھے تھے اور یہ بھی جانتی تھی کہ زولو فوج پسپا ہونا جانتی ہی نہیں چنانچہ وہ یا تو بہر طور پہاڑ کو تسخیر کرلے گی یا اس وقت تک یہ فوج جنگ کرتی رہے گی جب تک کہ اس کا آخری سپاہی بھی مارا نہیں جاتا۔

امبونڈوانہ پہاڑ پر ایک عام ہلچل مچی ہوئی تھی۔ قرنے پھونکے گئے اور عورتیں رونے پیٹنے لگیں امبونڈوانہ کے فوجی افسروں نے احکامات جاری کئے اور سپاہی اور عام لوگ بھی بڑے بڑے پتھر لاکر چوٹی کے کنارے پر رکھنے لگے کہ بہ وقت ضرورت انھیں دشمنوں پر لڑھکایا جاسکے اور چرواہے اور رکھوالے مویشیوں کے ریوڑ اندرونی کرال میں ہنکالائے۔

زولو امبی تیزی سے کوچ کرتی ہوئی قریب آگئی اور امبونڈوانہ نے دیکھا کہ امبی چار ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی اور وہ رجمنٹوں میں بٹی ہوئی تھی۔ ایک میل دور امبی رک گئی اور اس نے دو زبردست بازوؤں کی طرح پھیل کر پہاڑ کو محاصرے میں لے لیا اور یوں ایک پتلا سا دائرہ بنا کر زولو سپاہی یوں آگے بڑھے جیسے ہانکا کررہے ہوں۔ جیسے جیسے یہ دائرہ چوٹی کے قریب آتا جارہا تھا موٹا بنتا جارہا تھا کیونکہ جگہ کی تنگی کے باعث سپاہی سمٹ کر ایک دوسرے کے قریب آتے جارہے تھے لیکن اب بھی کہیں کہیں اس دائرے میں رخنے تھے ضرور۔

کچھ ہی دیر بعد امبونڈوانہ نے دیکھا کہ ان میں کے ایک رخنے میں سے ایک شخص بجلی کی سی تیزی سے نکلا اور اتنی تیزی سے ڈھلان چڑھنے لگا۔ زولو سپاہیوں نے اس کا تعاقب کیا اور اسے قتل کرنے کی کوشش کرنے لگے لیکن یہ زولوؤں سے زیادہ تیز رفتار ثابت ہوا اس کے علاوہ وہ راستے سے بھی واقف تھا چنانچہ اس سے پہلے کہ زولو اسے آلیتے وہ پتھر کی اس دیوار کے قریب پہونچ چکا تھا جو دریا کا پانی روکنے کے لئے بنائی گئی تھی۔ وہاں کھڑے ہوئے امبونڈوانہ نے اسے دیوار پر کھینچ لیا۔

یہ آنے والا چوٹی پر آیا تو پتہ چلا کہ یہ کوئی اور نہیں بلکہ زنٹی تھا جو چونکہ اہم خبر لے کر آیا تھا اس لئے اپنی جان کی پروا نہ کر کے زولو فوج کے درمیان سے نکل کر آگیا تھا سی بابا نے اس سے کہا کہ وہ جو خبر لایا ہے اُسے مختصراً بیان کردے کیونکہ لمبی داستان سننے کے لئے اس کے پاس وقت نہ تھا۔

"میں مختصر لفظوں میں ہی کہوں گا" زنٹی نے جواب دیا "سردار ن۔ جیسا تم نے کہا تھا اسی طرح سے اور راستہ تم نے بتایا تھا اسی راستے سے میں نے پہاڑ عبور کیا۔ پیدل یا گھوڑوں پر سفر کرتے ہوئے لوگوں کے لئے تو یہ راستہ بے حد اچھا ہے لیکن چھکڑے اس راستے پر نہیں چل سکتے۔ دوسری طرف کے میدان میں پہونچنے کے بعد دریا کے کنارے کنارے چل پڑا یہاں تک کہ مجھے دفعتہً تیس چھکڑے نظر آگئے جو ایک چھوٹے سے میدان میں اور لاگر کی صورت میں کھڑے ہوئے تھے اور ان چھکڑوں میں بوئیر تھے اور ان کی بیویاں بھی تھیں اور بچے بھی تھے میں آگے بڑھا کہ ان لوگوں سے باتیں کروں لیکن ایک نوجوان بوئر نے میری طرف گولی چلادی چنانچہ مجھے اپنی سلامتی اسی میں نظر آئی کہ چھپ رہوں۔ لیکن جب رات کا اندھیرا اتر آیا تو میں ایک چھکڑا ہانکنے والے سے ملا۔ یہ کافر تھا اور لاگر سے کچھ دور اس کھڈ کے قریب بیٹھا ہوا تھا جو شکار پھانسنے کے لئے کھودا گیا تھا۔ میں اس سے باتوں میں جُٹ گیا معلوم ہوا کہ یہ ان بوئیروں کا گروہ تھا جو کیپ کالونی سے ہجرت کر کے آرہے تھے اور یہ کہ ناٹال پر قبضہ جمانے والے تھے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ ایسے ہی اور بہت سے گروہ افریقہ کے اس حصے میں کھڑے ہوئے تھے اور سفر کر رہے تھے اس نے بتایا کہ اس گروہ میں پچیس آدمی اپنے اہل و عیال کے ساتھ تھے لیکن افسوس ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کا نام بھی نہ جانتا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ فرار ہونے کا موقع تلاش کر رہا تھا کیونکہ اس نے سنا تھا کہ ڈنگان سفید فاموں پر حملہ کرنے والا ہے اور اگر ایسا ہوا تو ڈنگان یقیناً ان لوگوں کو "کھا لے گا"۔ کیونکہ یہ بوئیر اپنے آپ کو محفوظ

سمجھ کر بے پروا بن گئے تھے اور نہ تو مضبوط لاگر بنائے تھے اور نہ ہی سنتری بٹھائے تھے۔ یہ معلوم کرنے کے بعد میں تمھیں رپورٹ سنانے کے لئے تیزی سے روانہ ہوگیا لیکن اس کے باوجود مجھے یہاں پہونچنے میں دیر ہوگئی کیونکہ جب میں زولوؤں کی صفوں میں سے گزر رہا تھا تو انھوں نے مجھے پکڑنے کی کوشش کی اور جب میں ان کی صفوں میں سے بھاگ کر گزر رہا تھا تو میں نے بل ہیڈ کو دیکھا۔ وہ ایک بھورے رنگ کے گھوڑے پر سوار اور تندرست تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے زخم پوری طرح مندمل ہو گئے ہیں۔"

اور اس سے پہلے کہ سوزانے کچھ کہتی سی ہامبانے پوچھا۔

"بوئیر دن کا لاگر یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"سردارن! اگر آدمی تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو تو سات گھنٹوں میں وہاں پہنچ سکتا ہے اور یہ تو ممکن ہی نہیں کہ وہ راستہ بھول جائے۔ میدان عبور کرنے کے بعد ایک دندانے دار چٹان آتی ہے جس میں ایک شگاف ہے بس اس شگاف میں گھس جاؤ اور پُر پیچ درّے میں چلتے رہو اور تم دوسری طرف دریا کے کنارے پر نکل آؤ گے پھر دریا کے کنارے کنارے چلتے رہو جس طرح کہ میں چلتا رہا تھا اور اگر تمھیں وہاں جلدی پہنچنا ہے تو پھر اس بڑے ٹیلے کا رُخ کرو جس کی چوٹی سفید ہے اور جسے پہاڑ و پر سے دیکھا جا سکتا ہے اور جب تم اس ٹیلے پر چڑھو گے تو اس کے قدموں میں تمھیں بوئیروں کے لاگر نظر آئے گا۔"

"تو پھر چلو۔ خدا کے لئے جلدی چلو" سوزانے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ابابیل!" سی ہامبانے اداسی سے کہا "ایک گھنٹے پہلے ہم بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ تم اپنے شامیل پر سوار ہو کر بوئیروں کی لاگر کی طرف روانہ ہو سکتی تھیں۔ لیکن اب — دیکھو" اور اس نے زولوؤں کی طرف اشارہ کیا جو دریا کے کناروں پر، جہاں سے

راستہ ادپر آتا تھا، بھیڑوں کی طرح جمع ہو رہے تھے:

" دیکھا" سی ہامبا نے کہا" اس قلعۂ کوہ کا بس یہی ایک راستہ ہے اور دوسری کسی بھی طرف سے کوئی بھی انسان نیچے نہیں اتر سکتا کیونکہ ہر طرف چٹانیں عمودی ہیں۔ ہاں رسّے سے لٹک کر اترنا بھی ممکن نہیں۔ اور جو ایک راستہ ہے وہ زولوؤں نے روک رکھا ہے اور پھر بل ہیڈ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تمھیں پکڑے گا"

سوزانے نے زولوؤں کی طرف دیکھا اور کراہ کر بولی:۔

"ہائے۔ اب وقت گزر گیا۔ ہائے۔ میرا خدا ہی مجھے بھول گیا ہے"

اور وہ ہچکیاں لے کر رونے لگی۔

"ایسا نہ کہو ابابیل" سی ہامبا نے کہا" مجھے یقین ہے کہ وہ تمھیں بچائے گا جس کی تم عبادت کرتی ہو"۔

ابھی یہ الفاظ سی ہامبا نے کہے ہی تھے کہ ایک شخص بھاگتا ہوا آیا اور اس نے کہا کہ زولوؤں نے اپنے سفیر بھیجے ہیں جو سی ہامبا سے کچھ کہنا چاہتے ہیں اور یہ کہ یہ سفیر پہلی دیوار کے باہر لیکن در سماعت میں کھڑے ہوئے ہیں۔

" چلو۔ میں آ رہی ہوں" سی ہامبا نے کہا

اور وہ اسی وقت اٹھ کر چل دی۔ بستی سے باہر آئی اور جھک کر ان سوراخوں میں سے گزرنے لگی جو دریا میں بنائے ہوئے بند میں آمد و رفت کے لئے چھوڑے گئے تھے۔ اس نے سوزانے کو اپنے ساتھ آنے کی اجازت نہ دی حالانکہ وہ اصرار کرتی رہی۔

بیرونی دیوار کے قریب پہنچ کر وہ اس پر چڑھ گئی اور اب وہ اس کی چوٹی پر کھڑی ہوئی تھی اور سی ہامبا وہ عورت تھی جو خوف کے نام تک سے واقف نہ تھی۔ اور اس نے دیکھا کہ دیوار سے کوئی چالیس قدم دور تین دیو ہیکل زولو کھڑے ہوئے تھے۔ اور ان کے ساتھ وہ شخص بھی تھا جس سے سی ہامبا اتنا ڈرتی تھی کہ زولوؤں کی کل فوج بھی اسے

اتنا خوفزدہ نہ کرسکتی تھی۔ اور یہ تھا سوارٹ پیٹ۔ زدلو افسروں نے سی ہامبا کو دیوار پر دیکھا تو وہ اس کا مذاق اڑانے اور فقرے جست کرنے لگے اور انھوں نے کہا کہ یہ واقعی سی ہامبا نگ یا نگا ہے یا امبونڈ وانہ نے ان سے گفتگو کرنے کے لئے ایک بندریا کو بھیج دیا ہے۔

"میں سی ہامبا ہوں" اس نے جواب دیا" یا بننے رہا ہوں ـــ جو جی چاہے سو کہو البتہ تمھارے ساتھ جو سفید فام ہے اس سے پوچھو تو وہ بتا دے گا کہ میں کون ہوں"

"میں بتاتا ہوں" سوارٹ پیٹ نے کہا" تم چڑیل اور چور ہو اور میں نے برسوں پہلے کہا تھا کہ تم پر موت نازل کردوں گا اور دیکھو میں وہ موت لے آیا ہوں"

"خونی۔ بدمعاش" سی ہامبا نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا" موت تو میں تیرے عین پیچھے کھڑی دیکھ رہی ہوں۔ لیکن میں تجھ جیسے دوغلی نسل کے ذلیل کتے سے نہیں بلکہ ان زدلوؤں سے گفتگو کرنے آئی ہوں۔ کہو اے افسرو کہ تم ایسی زبردست فوج کے ساتھ یہاں کیوں آئے ہو؟"

اس عظیم ہاتھی نے، جس کے پیروں کی دھمک سے زمین لرزتی ہے اور جو ہمارا آقا ہے اور جس کا نام ڈنگان ہے، ہمیں بھیجا ہے" افسروں کے ترجمان نے کہا۔

"کیوں بھیجا ہے؟"

"تمھارے پر قبضہ کرنے، تمھارے مویشیوں پر قبضہ کرنے، تمھارے کرالوں کو جلا کر خاک کرنے اور تمھارے قبیلے کے ایک ایک شخص کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے البتہ ہم ان لڑکیوں کو ختم نہ کریں گے جو شادی کے قابل ہوں گی اور ان بچوں کو بھی قتل نہ کریں گے جو سفر کرسکتے ہوں گے۔ ان لڑکیوں اور ان بچوں کو مویشیوں کے ساتھ عظیم ہاتھی ڈنگان کی خدمت میں پیش کیا جائے گا کہ وہ جیسا چاہے تمھارے ساتھ سلوک کرے کیونکہ بل ہیٹو اور ڈنگان کے درمیان یہی طے پایا ہے۔

"اور یہ فوج کشی کیوں کی گئی ہے ہم پر حالانکہ ہم نے کوئی جرم نہیں کیا ہے؟"

"چھوٹی عورت! تم نے بادشاہ کے کرال سے خاص شاہی مویشی چرالائی ہو اور ان مویشیوں کو تمھارے مویشیوں میں دیکھا گیا ہے۔"

"یہ سچ ہے کہ بادشاہ کے مویشی یہاں ہیں" سی بابا نے کہا "لیکن یہ سچ نہیں ہے کہ ہم نے انھیں چرایا ہے۔ انھیں بل ہیڈ نے چرایا ہے اور بل ہیڈ نے ہمارے مویشیوں میں چھوڑ دیا ہے تاکہ وہ ڈنگان کی فوج ہم پر چڑھا لائے۔"

"بادشاہ کے کانوں کے لئے یہ بے حد مناسب اور موزوں کہانی ہے" افسر نے ہنس کر کہا "خود بل ہیڈ نے بادشاہ کو ان کے مویشیوں کے متعلق بتایا تھا کہ وہ کہاں ہیں لیکن چھوڑو اس ذکر کو۔ بادشاہ ڈنگان رحم دل ہے چنانچہ میری زبانی وہ ایک شرط پیش کر رہا ہے۔ اگر تم نے بادشاہ کے مویشی لوٹا دیئے اور جرمانے کے طور پر اپنے سارے مویشی ہمارے حوالے کر دیئے اور ان کے ساتھ اپنے سارے مشیروں اور قبیلے کے کل بزرگوں کو بھی قتل کر دینے کے لئے ہمارے سپرد کر دیا تو بادشاہ بقیہ لوگوں کو بخش دے گا لیکن قبیلے کے سارے جوان لڑکے اور جوان لڑکیاں میرے ساتھ آئیں گی کہ میں انھیں بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دوں گا البتہ شادی شدہ عورتیں اور بچے جس طرف چاہیں نکل جائیں۔ ممکن ہے بل ہیڈ تمھارے اور سفید فام ابابیل کے ساتھ ان عورتوں اور بچوں کو بھی رکھ لے۔ اب کہو چھوٹی سردارن کیا کہتی ہو؟"

"سنو افسر۔ ہمیں ڈنگان کی اس رحم دلی کی ضرورت نہیں ہے اس سے تو اچھا ہے کہ ہم سب ایک ساتھ رہیں اور مر جائیں۔ لیکن ایک بات سُن لو اے ڈنگان کے افسر کہ اس سے پہلے کہ تم ہمارے مویشی اور لڑکیوں اور جوانوں کو ڈنگان کے پاس لے جاؤ اس پہاڑ کی ڈھلانیں تمھاری ہڈیوں سے سفید نظر آئیں گی۔ ہاں ہر ڈھلان پر زولوؤں کے خنجر بکھرے پڑے ہوں گے۔

" جیسی تمھاری مرضی سردارن ۔ ہم زولو افسروں نے ایسے تکبر کے الفاظ پہلے بھی سنے ہیں لیکن کہو سردارن اب کہاں ہیں وہ لوگ ؟ گدھوں، لومڑیوں اور اگر بھگوں سے پوچھو جنھوں نے ان کی لاشوں کو کھالیا ہے ۔"

انتیسواں باب

پیاس

جب سی ہامباڈنگان کے افسروں سے گفتگو ختم کر چکی تو اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا اس کے باوجود امبونڈ دانہ نے سوچا کہ زدلو فوراً ہی حملہ کر دیں گے۔ لیکن ان کا یہ خیال غلط ثابت ہوا کیونکہ زدلوؤں نے چیخ کر کہا کہ امبونڈ دانہ آج رات آرام کر لیں اور یہ کہ وہ کل حملہ کریں گے تاکہ دن کی روشنی میں مالِ غنیمت سمیٹ اور تقسیم کر سکیں۔

اور دوسرے دن صبح حملہ ہوا۔ زدلوؤں نے سوارٹ ہیٹ کے آدمیوں کو اپنے آگے رکھا۔ یہ لوگ آگے رہنے کے لئے بلکہ اس جنگ میں حصہ لینے کے لئے بھی تیار نہ تھے لیکن کیا کرتے مجبور تھے اور چونکہ زدلو ان لوگوں کی بزدلی سے واقف تھے اس لئے وہ ان کا مذاق اڑانا چاہتے تھے اور اس طرح زدلو صف در صف حملہ آور ہوئے۔ ایک سیلاب بے پناہ کی طرح وہ دیوار سے ٹکرائے، بہت سے مارے گئے اور بہت سے پیچھے ہٹ گئے۔ اس کے باوجود وہ ہنس ہنس کر اور نعرے لگا لگا کر حملے کرتے رہے یہاں تک کہ انھیں بھالے مارتے مارتے امبونڈ دانہ کے بازو شل ہو گئے۔ اس کے باوجود وہ سی ہامبا کی زیرِ نگرانی جنگ کرتے رہے کیونکہ وہ اپنی سردارن کی تلخ باتوں اور زہریلی سرزنش سے ڈرتے تھے اور سچ تو یہ ہے کہ یہ قدرتی اور چٹانی قلعہ واقعی ناقابل تسخیر تھا خصوصاً اس فوج کے لئے جو صرف بھالوں سے مسلح ہو اور اگر اس کا بچاؤ زدلو کر رہے ہوتے تو یہ پہاڑ کبھی فتح نہ ہوتا۔

ایک گھنٹے تک جنگ اسی طرح جاری رہی اور تب زدلو افسروں نے اپنے آدمیوں کو پیچھے ہٹایا اور خود سوارٹ ہیٹ سے مشورہ کرنے لگے کیونکہ بہت سے زدلو سپاہی مارے

گئے تھے اور انھوں نے سمجھ لیا تھا کہ وہ اس طرح دریا پر کبھی قبضہ نہ کر سکیں گے چنانچہ کوئی دوسری تجویز سوچی جائے۔ اور یہ تجویز سوارٹ ہیٹ کو سوجھ گئی۔

دریا پہاڑ کے پہلو سے نکل رہا تھا لیکن ایک چشمے کی صورت میں نہیں بلکہ ایک پُرشور چادرِ آب کی صورت میں۔ یہاں دریا اتنا گہرا اور اس کا بہاؤ تیز تھا کہ اسپونڈ دانہ اپنی تین بچاؤ دیواریں اس کے کنارے پر ہی بنا سکے تھے کیونکہ پانی ایک تنگ گہری گھاٹی میں سے گزر رہا تھا اور بہت سے درختوں سے تنوں کو آپس میں باندھ کر پشتہ بنایا گیا جو دریا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک چلا گیا تھا۔ اس دریا کے عین بیچ میں ایک لمبی چٹان تھی جس پر پانی اچھل اچھل کر کف اچھال رہا تھا اور اس پر سے گزر رہا تھا لیکن جہاں پانی تین فٹ سے زیادہ گہرا نہ تھا۔ یہ چٹان آخری دیوار کے ذرا ادھر سے شروع ہوتی تھی اور پہلی دیوار کے کوئی پچیس فٹ قریب تک چلی گئی تھی۔ سوارٹ ہیٹ نے یہ چٹان پہلے ہی سے دیکھ لی تھی۔

"دیکھو۔ وہ ہے وہ زمین جس پر سوار ہو کر تم فتح کی منزل تک پہونچ سکتے ہو" سوارٹ ہیٹ نے اس چٹان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"وہ کیسے بل ہیڈ؟" سپہ سالار نے پوچھا۔

"وہ اس طرح، وہ سامنے جو درخت اُگے ہوئے ہیں انھیں کاٹ دو اور ان کے ذریعہ کنارے سے چٹان تک ایک پل بناؤ۔ پھر اس چٹان پر پہونچ کر اس پر چل پڑو ـــــ وہاں پانی بس کمر کمر گہرا ہے ـــــ یہاں تک کہ تم تیسری دیوار تک پہونچ جاؤ گے اور اندرونی کنارے تک پہونچ جاؤ گے۔"

حالانکہ سپہ سالار بہادر آدمی تھا ـــــ اور اُس زمانے میں ہر فرد بہادر ہی ہوا کرتا تھا ـــــ تاہم اس نے مشکوک نظروں سے شور مچاتے، اچھلتے اور کف اڑاتے ہوئے پانی کی طرف دیکھا۔

"بل ہیڈ! اس پانی میں موت ہے" اس نے کہا۔

"ہاں۔ چند آدمیوں کے لئے موت ہے لیکن بقیہ کے لئے فتح ہے" سوارٹ ہیٹ نے جواب دیا" لیکن اگر تم موت سے ڈرتے ہو تو واپس جاؤ اور ڈنگان کے سامنے اس کا اقرار کر لو۔ تم جانتے یہ پہاڑ ناقابل تسخیر ہے اور اسے فتح کرنے کا اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ امبوانڈوانہ کو پیاسا مار کر ہی ہم اس پر قبضہ کر سکتے ہیں"۔

"سفید فام! میں نہ موت سے ڈرتا ہوں اور نہ کسی اور چیز سے" زولو سپہ سالار نے کہا" لیکن اگر تم واقعی بہادر ہو تو ہمیں یہ راستہ کیوں بتاتے ہو؟ تم خود کیوں نہیں جاتے؟"

سوارٹ ہیٹ نے شانے اچکائے۔

"چند در چند وجوہات کی بنا پر میں ابھی زندہ رہنا چاہتا ہوں اس کے علاوہ میں ڈنگان کا سپاہی نہیں ہوں" اس نے جواب دیا۔

چنانچہ سپہ سالار نے ان زولوؤں کو، جن کے پاس جنگی کلہاڑے تھے، تین سب سے بلند درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا۔ ان زولوؤں کے کلہاڑے ہلکے تھے۔

بہر حال جب درخت کٹ گئے تو وہ انھیں لڑھکا کر اس جگہ لے آئے جہاں سے وہ زیر آب چٹان شروع ہوتی تھی۔ سبی ہامیا زولوؤں کی یہ کارروائی دیکھ رہی تھی پہلے تو سمجھی کہ زولو دیوار توڑنے کے لئے درخت کاٹ رہے ہیں کہ ان کے تنوں کو ٹکرا ٹکرا کر دیوار گرادیں۔ جب وہ لوگ تنوں کو لڑھکا کر ڈھلان پر لائے تو وہ ان کا ارادہ بھانپ گئی

"زولو براہ دریا ہم پر حملہ آور ہو رہے ہیں" اس نے کہا

اور اپنے آدمیوں کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ وہ ان زولوؤں پر حملہ کریں اور انھیں کنارے سے چٹان تک پل بنانے سے روک دیں لیکن امبوانڈوانہ نے کوئی جواب نہ دیا کیونکہ وہ کھلے میدان میں زولوؤں سے جنگ کرنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔

"پانی انھیں اپنے ساتھ گھسیٹ لے جائے گا" امپونڈوانہ نے جواب دیا۔ "اس کے علاوہ اگر وہ یہاں تک آنے میں کامیاب ہو گئے تو ہم اپنے بھالوں سے ان کا خاتمہ کر دیں گے یا انھیں ہٹا دیں گے۔"

"بزدلو" سی ہامبا نے کہا۔ "اگر تم مارے گئے تو اس کے ذمہ دار خود تم ہو گے۔"

چنانچہ امپونڈوانہ پہلی دیوار کے پیچھے ہی کھڑے رہے اور وہاں سے ان زولوؤں کی طرف بھالے پھینکتے رہے جو صرف تیس قدم دور پل بنا رہے تھے۔ زنٹی ان پر گولیاں چلا رہا تھا اور اس نے کئی ایک زولوؤں کو مار گرایا۔ لیکن دوسرے بہت سے زولوؤں نے آگے بڑھ کر پل بناتے ہوئے زولوؤں اور امپونڈوانہ کے درمیان اپنی ڈھالوں کی روک بنا دی چنانچہ اب امپونڈوانہ کے بھالے انھیں کوئی نقصان نہ پہنچا رہے تھے اور زنٹی کی بندوق کی گولیاں انھیں جو تھوڑا بہت نقصان پہنچا رہی تھیں اس کی انھوں نے کوئی پروا نہ کی۔

کچھ ہی دیر بعد درختوں کے تنوں کا پل بن چکا تھا۔ اب سپہ سالار نے ایک افسر کو حکم دیا کہ وہ اپنے سپاہیوں کو اس پل پر سے لے جائے۔ یہاں میں یہ بتا دوں کہ کافر پانی میں ڈوب کر مرنے سے ڈرتے ہیں۔ حالانکہ یہ افسر، جسے سپہ سالار نے حکم دیا تھا بہادر اور نڈر تھا اگر اسے حکم دیا جاتا تو وہ تن تنہا دیوار پر حملہ کر دیتا لیکن وہ خون بھری نظروں سے غصیلے دریا کی طرف دیکھ رہا تھا اور خاموش تھا۔ لیکن سپہ سالار بھی وہ شخص تھا جو شاکا کے ماتحت رہا تھا چنانچہ جانتا تھا کہ ان لوگوں کو کس طرح سیدھا کیا جاتا ہے جو خوف کا اظہار کرتے اور کسی حکم کی تعمیل کرتے ہچکچاتے ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنا بھالا بلند کیا اور چشم زدن میں اس کے بھالے کی نوک اس افسر کی پیٹھ کے دوسری طرف نکلی ہوئی تھی۔

"یہ انجام ہوتا ہے بزدلوں کا" سپہ سالار نے چیخ کر کہا۔

اب اس نے سپاہیوں کو آواز دی اور خود ہی تنوں کے پل پر بے دھڑک بھاگتا

ہوا زیر آب چٹان پر کود پڑا۔ پانی اس کی کمر تک آیا۔ پانی کا بہاؤ بہت زیادہ تیز تھا اور اگر دوسرے سپاہی پل عبور کر کے اس کے پاس نہ آگئے ہوتے تو یہ زولو سپہ سالار دوسرے ہی لمحے بہہ گیا ہوتا۔ چٹان پر پہونچنے والوں نے کوشش کر کے اس وقت تک اپنے قدم جمائے رکھے جب تک کہ دوسرے سپاہی وہاں نہ پہونچ گئے۔ جب بہت سے زولو چٹان پر پہونچ گئے تو انھوں نے دوہری قطار بنائی، پیچھے والے زولو نے آگے والے کی کمر پکڑ لی۔ اس کے پیچھے والے نے اس کی اور اس کے پیچھے والے نے پھر اس کی وعلیٰ ہذا القیاس۔ اسی طرح ایک انسانی زنجیر تیار ہو گئی اور پھر یہ زنجیر آہستہ آہستہ دیوار کی طرف بڑھی۔ پانی کا بہاؤ بہت زیادہ تیز تھا چنانچہ چند زولو اس زنجیر سے ٹوٹ کر گہرے پانی میں جا پڑے اور غرق ہو گئے اس کے باوجود یہ قطار بڑی ہمت اور احتیاط سے آگے بڑھتی رہی۔ اور اب وہ پہلی دیواروں کے قریب تھے اہپونڈ وانہ نے ان پر بھالوں کی بوچھار کر دی۔ بہت سے زولو مارے گئے۔ لیکن اگر کوئی زولو مارا جاتا یا زخمی ہو جاتا تو اس کی کمر پیچھے والا چھوڑ کر اسے گہرے پانی میں ڈھکیل دیتا اور جلدی سے آگے بڑھ کر دوسرے سپاہی کو، جو اس کے آگے ہوتا، کمر پکڑ لیتا۔

اہپونڈ وانہ برابر بھالے پھینک رہے تھے۔ لیکن زولوؤں کی یہ لمبی قطار ان کی پروا کئے بغیر سانپ کی طرح آگے رینگتی رہی یہاں تک کہ اس کا اگلا سرا تیسری دیوار کے قریب پہونچ گیا اور تب افسر نے جسے حیرت ہے کہ اب تک کوئی بھالا نہ لگا تھا، اپنے سپاہیوں کو کچھ حکم دیا۔ فوراً ہی سپاہی گہرے پانی میں کود پڑے اور بدستور ایک دوسرے کی کمر پکڑے اپنے پیروں سے تیرنے لگے اور اس کنارے کی طرف گھوم گئے جو بیس گز دور تھا۔ یہاں چند چٹانیں باہر کو نکلی ہوئی تھیں۔ ان سپاہیوں نے بڑی کوششوں کے بعد یہ چٹانیں پکڑ لیں۔

اور پھر سوزانے نے، جو بلندی پر کھڑی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی، ایک حیرت انگیز

اور عجیب منظر دیکھا۔ اس نے بعد میں مجھے بتایا کہ ایسا منظر نہ تو اس نے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ ہی پھر کبھی، جب تک وہ زندہ رہی، دیکھ سکی۔ اور جو کچھ اس نے دیکھا وہ کسی کو بھی حیرت زدہ کر دینے کے لئے کافی تھا۔

اس نے دیکھا کہ زدلوؤں کی وہ زنجیر جو گہرے پانی میں اتر گئی تھی اور پانی کا تیز بہاؤ اسے جھکولے دے رہا تھا، ایک دم سے یوں جم گئی جیسے ان لوگوں نے لنگر ڈال دیا ہو اور پھر ان لوگوں نے اپنے جسموں سے کنارے چٹان تک ایک پل بنا دیا۔ جی ہاں یہ انسانی جسموں کا ایک پل تھا جس پر سے دوسرے سپاہی بھاگتے ہوئے گذر رہے تھے۔ سپاہی ان لوگوں کے ایک سے دوسرے کندھوں پر اور ایک سے دوسرے سروں پر کود رہے تھے اور اس طرح پانی میں پل بنا کر کھڑے ہوئے زدلوؤں کے سر زیر آب ہو ہو جاتے تھے۔ ان زدلوؤں میں سے، جنھوں نے پل بنا رکھا تھا، کئی ایک غرق ہو گئے لیکن بقیہ نے اپنے پیر اس وقت تک جمائے رکھے تھے جب تک کہ کافی سے زیادہ سپاہی دوسری طرف نہ پہونچ گئے۔

جب امپونڈوانہ نے دیکھا کہ زدلو کنارے پر آ گئے ہیں تو وہ ان پر حملہ کرنے کے لیے نہ رکے، اگر انھوں نے ایسا کیا ہوتا تو وہ بہت سے زدلوؤں کو خاک و خون میں لٹا دیتے، اس کے برخلاف وہ سبی ہاما کو اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے اس گھاٹی میں بھاگ پڑے جو پہاڑ کی چوٹی تک جاتی تھی۔ انھوں نے بڑے بڑے پتھر پہلے ہی سے تیار رکھے تھے چنانچہ ان پتھروں سے امپونڈوانہ نے گھاٹی کا راستہ بند کر دیا۔ چنانچہ یوں ہوا کہ زدلوؤں نے کافی جانی نقصان اٹھانے کے بعد یہ عجیب جنگ جیت لی اور امپونڈوانہ کے پینے کے پانی کا ذخیرہ اپنے قبضے میں کر لیا۔ امپونڈوانہ کے لئے پانی بند ہو چکا تھا۔

حالانکہ زدلوؤں نے یہ جنگ جیت لی تھی لیکن وہ پہاڑ فتح نہ کر سکے تھے۔

چنانچہ انھوں نے اب ان دیواروں پر حملے شروع کیے جو گھاٹی کو بند کیے ہوئے تھی وہ ان دیواروں کو گرانے یا ان پر چڑھ جانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہ رہے کیونکہ اوپر سے ان پر بڑے بڑے پتھر لڑھکائے گئے جنھوں نے بہت سے زدلوؤں کو کچل کر رکھ دیا اور بہت سوں کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے چنانچہ یہ لوگ پسپا ہوکر دریا کے دہانے پر آگئے۔ اس کے بعد زدلوؤں نے ہر طرف اور ہر جگہ تلاش کیا لیکن انھیں پہاڑ پر جانے کا کوئی دوسرا راستہ نہ ملا کیونکہ کوئی دوسرا راستہ تھا ہی نہیں۔

"معلوم ایسا ہوتا ہے" زدلوؤں کے سپہ سالار نے کہا" کہ اب ہمیں میٹھی جنگ کرنی پڑے گی۔ یہ پہاڑی خرگوش چونکہ ہمیں اوپر پہنچنے نہیں دیتے اس لئے ہم یہاں بیٹھ کر اس وقت کا انتظار کرتے ہیں جب کہ یہ خرگوش پیاس سے بے تاب ہوکر خود ہی ہمارے پاس پانی مانگنے آجائیں گے"۔

چنانچہ وہ انتظار کرنے لگے اور انھوں نے چوٹی کے چاروں طرف اپنے سپاہی متعین کر دیئے کہ شاید نیچے آنے کا کوئی خفیہ راستہ ہو جس سے امبوٹڈ دانہ آکر ان پر بے خبری میں حملہ نہ کر دیں۔

جب امبونڈ دانہ چوٹی پر پہونچ گئے تو سی ہامبا نے انھیں سخت سست کہا اور اپنے مشیروں اور افسروں سے ایسے تلخ الفاظ کہے کہ ان میں سے اکثر نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے کہ یہ الفاظ سُن نہ سکیں۔ لیکن دوسروں نے جواب دیا کہ وہ ان "بھوتوں" کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جو جھاگ اچھالتے پانی پر چل سکتے ہوں۔"

"اب بے شک تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے" سی ہامبا نے چیخ کر کہا" کیونکہ

اب وہ اطمینان سے بیٹھ رہیں گے اور ان کی طرف سے پیاس جنگ کرے گی اور پیاس ان کی بہترین دوست ہے۔ تمھاری بزدلی کی وجہ سے ہم سب مرجائیں گے اور اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم ابابیل کو ان کے حوالے کردو گے تو میں بڑی خوشی سے آج ہی مرجاتی۔"

اور پھر اس نے اپنا چہرہ زمین میں چھپا لیا اور پھر کچھ نہ بولی۔ اس نے اس وقت بھی کچھ نہ کہا جب اس سے کہا گیا کہ زولوؤں پر بڑے بڑے پتھر لڑھکا کر انھیں کافی جانی نقصان پہونچایا گیا اور یہ کہ وہ پسپا ہوگئے۔

چوٹی پر کا چھوٹا چشمہ ان ہزاروں آدمیوں کی پیاس بجھاتا رہا جو ڈھلان پر کے کرال خالی کر کے اوپر آگئے تھے لیکن پانی اتنا تھا کہ مویشیوں کو نہ دیا جاسکتا تھا۔ تیسری رات کو مویشی پیاس سے ایسے بے تاب ہوئے کہ وہ کرال توڑ کر بھاگ نکلے اور چشمے میں اتر کر اپنے کھروں سے اسے اس بری طرح روندا کہ چشمہ کیچڑ میں تبدیل ہوگیا اب وہاں پانی نہ تھا امبونڈ دانہ نے چشمے کے کنارے پر اور خود چشمے کے پیندے میں بھی پانی حاصل کرنے کے لئے گڑھے کھودے لیکن ان میں سے کبھی زیادہ پانی نہ نکلا کیونکہ ذرا سا کھودنے کے بعد ہی چٹان نکل آتی تھی۔ اور معلوم ایسا ہوتا تھا کہ چشمے کا منبع بھی یا تو بند ہوگیا تھا یا اندر ہی اندر کسی اور طرف پلٹ گیا تھا۔

چنانچہ اب چوٹی پر رہنے والے پیاس کی خوفناک تکلیف کا مزہ چکھنے لگے۔ اور مویشی ایسے پاگل ہوئے کہ وہ ڈکرانے اور ادھر ادھر بھاگنے لگے اور جو بھی ان کے سامنے آتا اسے یہ باؤلے مویشی رگید دیتے یا اپنے کھروں تلے کچل دیتے۔ اسی نئی مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لئے امبونڈ دانہ ان مویشیوں کو چوٹی پر سے گھاٹی میں ہنکانے لگے لیکن زولوؤں نے سمجھ لیا تھا کہ یہ مویشی امبونڈ دانہ کے

لئے کیسی زبردست مصیبت بنے ہوئے تھے چنانچہ وہ بھالے مار مار کر انھیں واپس امپونڈ دانہ کی طرف لوٹا دیتے۔

یہ ترکیب کامیاب نہ ہوئی تو امپونڈوانہ نے دوسری ترکیب آزمائی۔ وہ مویشیوں کو چوٹی کے کنارے تک ہنکا لائے اور پھر انھیں نیچے ڈھکیل دینے کی کوشش کی لیکن سانڈ اور بیل بجائے اس کے کہ بلندیوں پر سے نیچے کود پڑتے خود امپونڈوانہ پر پلٹ پڑے اور ان میں سے اکثر کو مار ڈالا۔ یہ ترکیب بھی کامیاب نہ ہوئی تو امپونڈوانہ نے زیادہ خطرناک جانوروں کو بھالے مار کر ٹھکانے لگا دیا اور بقیہ کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ وہ سارے مویشیوں کو ٹھکانے نہ لگا سکتے تھے کیونکہ خوف تھا کہ ان کی لاشیں سڑ گل کر وبا پھیلا دیں گی۔

چھٹا دن طلوع ہوا تو امپونڈوانہ کا بڑا کرال جہنم کا نمونہ پیش کر رہا تھا جس میں جیسے عذاب میں پھنسی ہوئی روحیں بھٹک تڑپ اور چیخ رہی تھیں۔ سورج آگ برسا رہا تھا اور اس برستی ہوئی آگ میں مرد، عورتیں اور بچے یہاں وہاں پڑے ہوئے تھے۔ وہ پیاس سے نڈھال تھے اور جو نڈھال نہ تھے وہ تڑپ رہے تھے یا دیوانے کتوں کی طرح ادھر ادھر بھاگ رہے تھے اور اپنے بال نوچ رہے تھے۔ عورتوں کی چھاتیاں خشک ہو گئیں اور شیر خوار بچے مر گئے لیکن بچوں کی یہ لاشیں اب بھی بے سدھ پڑی ہوئی عورتوں کے سینے پر پڑی ہوئی تھیں اور ان کے بے جان اور سرد ہونٹوں میں اب بھی ماؤں کی خشک چھاتیوں کی ٹھنیاں دبی ہوئی تھیں۔ ایک طرف تین مرد ایک بڑھیا کو جھونپڑی میں سے باہر گھسیٹ لائے تھے اور اسے بڑی بے دردی سے پیٹ رہے تھے کہ وہ انھیں پانی کا وہ ذخیرہ بتا دے جو اس نے چھپا رکھا ہے بڑھیا رو رہی تھی، ہاتھ جوڑ رہی تھی اور سارے دیوتاؤں کی قسم کھا کر کہہ رہی تھی کہ اس نے کہیں پانی نہیں چھپایا ہے ادھر چند آدمی ایک

گائے کو ذبح کر رہے تھے کہ اس کا خون پی کر اپنی پیاس بجھائیں اور ایک طرف ایک لڑکی پتھر اٹھا کر ان کے نیچے لگی ہوئی نمی چاٹ رہی تھی۔

ان دل خراش مناظر کے درمیان، جو اس جھونپڑی کے باہر دیکھے جا سکتے تھے، سی ہامبا سر جھکائے بیٹھی تھی۔ وہ چونکہ سردارن تھی اس لئے اس کے پاس اب بھی تھوڑا سا پانی تھا جو ایک تونبی میں بھرا ہوا تھا۔ اس تونبی میں سے اس نے سوزانے کو تو پانی پلایا تھا لیکن خود نہ پیا تھا کیونکہ اس کی رعایا پیاسی تھی۔

دفعتہ سی ہامبا کی نظر اس لڑکی پر پڑی جو پتھروں پر سے نمی چاٹ رہی تھی۔ سی ہامبا کا دل رو اٹھا۔ اس نے جھونپڑی میں جا کر تونبی میں سے تھوڑا سا پانی ایک آبخورے میں انڈیلا اور پھر اس لڑکی کو آواز دی۔ لڑکی لڑکھڑاتی ٹانگوں سے چلتی ہوئی اپنی سردارن کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ سی ہامبا نے اسے آبخورا دیتے ہوئے کہا کہ وہ تھوڑا تھوڑا پانی پیئے۔

چشم زدن میں لڑکی پیالہ خالی کر چکی تھی۔ فوراً ہی اس کی بے نور آنکھوں میں حیات کی چمک آ گئی اور اس کی زبان کھل گئی اور سی ہامبا کو دعائیں دینے لگی۔ اس نے اشارے سے لڑکی کو کہا کہ اب وہ جائے اور خود جھونپڑی میں آ گئی کہ رو کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لے لیکن وہ رو بھی نہ سکی کیونکہ اُس کے آنسو خشک ہو گئے تھے۔

"تین دن اور" وہ دل میں بولی "اور اگر ان تین دنوں میں بارش آ گئی تب تو ٹھیک ہے ورنہ یہ سب کے سب مر جائیں گے۔ ہاں یہ لوگ جو بزدل ہیں اور وہ لوگ بھی جو ان کی بزدلی کا خمیازہ بے قصور رہی بھگت رہے ہیں۔

اور عین اس وقت سوزانے جھونپڑی میں داخل ہوئی۔ سی ہامبا نے

دیکھا کہ وہ کوئی خبر لے کر آئی تھی۔

"کیا بات ہے ابابیل؟" اس نے پوچھا" اور کہاں سے آرہی ہو تم؟"

"میں اُس بلند چوٹی پر سے آرہی ہوں جس کی چٹانی کرسی میں میں بیٹھا کرتی ہوں" سوزا نے جواب دیا" میں لوگوں کو پیاس سے تڑپتے نہیں دیکھ سکتی چنانچہ میں دن بھر وہیں بیٹھ رہتی ہوں۔ اور سنو سی ہامبا زنولو واپس جا رہے ہیں میں نے انھیں نیچے کے میدان میں سے گزرتے دیکھا ہے لیکن وہ زولولینڈ کی طرف نہیں بلکہ کوہ کاتھلامبا کی طرف جا رہے ہیں"

تیسواں باب
ترغیب

سوزانے کے اس انکشاف نے پہلے تو سی ہا مبا کو چونکا دیا اور پھر اسکی آنکھوں میں امید کی چمک آگئی لیکن یہ چمک پھر فوراً بجھ گئی۔

"یہ کوئی فریب ہے" وہ بولی "فریب ہی ہو سکتا ہے۔ آج تک نہ تو ایسا دیکھا اور نہ سُنا کہ زولوؤں نے اپنے ہاتھ میں آیا ہوا شکار چھوڑ دیا ہو۔ سپہ سالار اپنی فوج بادشاہ کے حکم کے بغیر یہاں سے ہٹا ہی نہیں سکتا"

سی ہا مبا اسی وقت اٹھ کر جھونپڑی سے باہر آئی تو اس کی مڈبھیڑ کئی دوسرے آدمیوں سے ہوئی جو یہی خبر لے کر اور بھاگتے ہوئے آئے تھے۔

سی ہا مبا نے ان میں سے چند لوگوں کو اور ان کے ساتھ زنٹی کو بھی پوری خبر لانے کے لئے گھاٹی کی طرف بھیج دیا۔ زنٹی کو بھیجنے کی وجہ یہ تھی کہ سی ہا مبا کو اپنے لوگوں پر بہت کم اور زنٹی پر بہت زیادہ بھروسہ تھا۔

ایک گھنٹے بعد یہ لوگ واپس آگئے اور ان کے بشرے سے عجیب جذبات عیاں تھے اور سی ہا مبا حالانکہ بہت زیادہ ہوشیار تھی لیکن ان جذبات کو سمجھ نہ سکی۔

"کیو راستہ صاف ہے؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں سردارن" ان لوگوں نے جواب دیا "ڈنگان کا حکم آیا اور زولو چلے گئے، ہم نہیں جانتے کہ وہ کہاں گئے ہیں لیکن بل ہیڈا اپنے ان آدمیوں کے ساتھ جو زندہ بچ گئے ہیں، راستہ روکے ہوئے ہے۔

"اس سفید فام سے تم نے بات چیت کی؟" سی ہامبا نے پوچھا۔

"ہاں"

"سناؤ۔ کیا کہا تم نے اور کیا جواب دیا اس نے"

اس پر وہ لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے جیسے شرمندہ ہوں۔

چند لمحوں بعد اس شخص نے جو معمر تھا کہنا شروع کیا۔

"سردارن! بل ہیڈ نے ایک شرط پیش کی ہے اور یہ ہیں اسکے الفاظ۔ اے امپونڈوا نا! تم پیاس سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہے ہو اور یہ میں جانتا ہوں بیشک زولو چلے گئے ہیں اور میرے ساتھ بہت کم آدمی ہیں اسکے باوجود تم اس گھاٹی میں آکر نہ تو ہمارا مقابلہ کر سکتے ہو اور نہ ہی باہر نکل سکتے ہو چنانچہ اب مجھے صرف یہ کرنا ہے کہ مزید چند دنوں تک یہاں بیٹھا رہوں یہاں تک کہ تم سب کے سب اور تمھارے مویشی بھی پیاس سے مر جائیں لیکن میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ مر جاؤ کیونکہ تمھارے ساتھ میرا کوئی جھگڑا نہیں ہے اور اگر تم مر گئے تو تمھارے ساتھ وہ بھی مر جائے گی جو تمھارے ساتھ رہتی ہے ___ اور جسے میں زندہ رکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں ایک شرط پیش کرتا ہوں: اپنی سردارن سی ہامبا کو اور اس کے ساتھ ابابیل کو میرے حوالے کر دو اور میں تم سب کو آزاد کر دوں گا اور تمھارا جس طرف جی چاہے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ نکل جاؤ۔ بیشک میں اس پہاڑ پر قبضہ کر لوں گا اور مستقل طور پر یہیں مقیم ہو جاؤں گا لیکن وعدہ کرتا ہوں کہ تمھارے مویشی میں سے آدھے تمھیں لوٹا دوں گا۔"

"سردارن! جب بل ہیڈ خاموش ہوا تو ہم نے آپس میں مشورہ کرنے کے بعد اسے یہ جواب دیا ___ بل ہیڈ! ہم اپنی سردارن اور اس کی سفید فام بہن کو تمھارے حوالے نہیں کر سکتے۔ اس ذلت سے تو موت بہتر ہے۔ البتہ اگر تم نے ہمارا راستہ چھوڑ دیا اور ہمیں آزاد کر دیا تو ہم ان دونوں کو اپنے درمیان لے کر یہاں سے

نکلیں گے اور تب اگر تم نے انھیں زبردستی ہمارے درمیان سے نکال لیا تو ظاہر ہے کہ اس میں ہمارا قصور نہ ہوگا اور ہم ذلت سے بھی بچ جائیں گے، اور اگر ان دونوں نے ہمارے ساتھ آنا پسند نہ کیا تو ہمارے چلے جانے کے بعد تم پہاڑ کی چوٹی پر جاکر ان دونوں پر قبضہ کر سکتے ہو۔"

"ہماری یہ شرط بل ہیڈ نے مان لی اور کہا ــــ مجھے منظور ہے۔ تم ابابیل کو اس چٹانی کرسی پر بٹھادو جہاں وہ بیٹھا کرتی ہے اور اس کے قریب سی ہامبا کو کھڑا کردو تاکہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں کہ وہ دونوں محفوظ ہیں اور سلامت۔ اس کے بعد تم لوگ جاسکتے ہو۔ چنانچہ یہ ہمارے اور بل ہیڈ کے درمیان طے پایا کہ کل صبح بل ہیڈ ہمارے لئے راستہ کھول دے گا اور ہمیں دریا تک جانے اور پانی پینے دے گا اور اس کے بعد ہم جس طرف چاہیں جاسکتے ہیں۔"

اپنے لوگوں کی یہ شرمناک اور ذلیل باتیں سنیں تو سی ہامبا غصے سے کانپنے لگی اس کا غصہ اتنا بڑھا ہوا تھا کہ چند لمحوں تک تو اس کے منھ سے کوئی لفظ نہ نکلا۔ آخرکار اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا :۔

"لعنت ہے تم لوگوں پر بزدلو۔ یہ باتیں میرے سامنے بیان کرنے کی جرأت تم نے کی کس طرح ؟ تم بہت زیادہ تعداد میں ہو چنانچہ گھاٹی میں گھس کر بل ہیڈ اور اس کے گنے چنے آدمیوں پر حملہ کرکے دریا پر قبضہ کیوں نہیں کر لیتے ؟"

"سردارن !" اس سمر شخص نے کہا" ہمیں یہ باتیں کہنے کی جرأت کرنی پڑی کیونکہ تم جانو بھوک کے بھالوں کے سامنے عزت قائم نہیں رہ سکتی۔ تم گھاٹی پر حملہ کرنے کو کہتی ہو لیکن ہم جانتے ہیں اور تم بھی جانتی ہو کہ اس گھاٹی میں صرف دس آدمی سینکڑوں آدمیوں کو روک سکتے اور کامیابی سے ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ پیاس نے ہماری قوت زائل کر دی ہے اور ہم جنگ سے اکتا گئے ہیں۔

سنو۔ ایک طرف سینکڑوں آدمیوں کی زندگی کا سوال ہے اور اس میں تم اور ابابیل بھی شامل ہو اور دوسری طرف یہ ذلت ہے۔ چنانچہ ہم مرنے پر اس ذلت کو ترجیح دیتے ہیں۔ اب اگر تم اور ابابیل بل ہیڈ کے ہاتھوں میں پڑنا نہیں چاہتیں تو تم بے شک وہ کر سکتی ہو جو ہم نے عزت کو ترجیح دے کر کیا ہوتا۔ سردارن! تم مر سکتی ہو اور یہ اطمینان کر کے مر سکتی ہو کہ تم مر کر ان سینکڑوں انسانوں کی زندگی بچا رہی ہو جن پر تم نے حکومت کی ہے۔"

"سنو سردارن! ہم نے تمھیں نہیں بلایا تھا بلکہ اپنے بھائی کی، جو ہمارا سردار تھا، موت کے بعد خود تم ہمارے پاس آئی تھیں۔ ہم نے تمھیں خوشی سے قبول کر لیا اور تم دو سال تک ہم پر حکومت کرتی رہیں لیکن تم ہمیں جنگجو بنانا چاہتی ہو حالانکہ ہم لوگ جنگجو نہیں۔ ہم امن و سکون چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ تمھاری سفید فام بہن ہمارے لئے مسرتیں اور سکون لائے گی لیکن ہمارے لئے وہ ایک مجسم بدشگونی ثابت ہوئی ہے کیونکہ جب سے وہ یہاں آئی ہے ہم جھگڑوں اور جنگ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ سے ہم اس پہاڑ میں قید ہو گئے ہیں اور جب بھی ہم میں سے کوئی پہاڑ پر سے اتر کر میدانوں میں گیا ہے مارا گیا ہے۔ چنانچہ اب ہم اس منحوس ابابیل کو برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ اپنی قسمت خود ہی تلاش کرے۔ یہ ہماری اور ہماری بیویوں کی اور ہماری اولاد کی زندگی اور موت کا سوال ہے اور ہمیں اپنی زندگیاں عزیز ہیں۔"

"اس کے علاوہ ہمارے اور ابابیل کے درمیان جو کچھ طے ہوا ہے اس کی خبر امپونڈدانہ کے بچے بچے تک پہونچ گئی ہے اور اب اگر ہم نے ایسا نہ کیا جیسا کہ طے پایا ہے تو یہ لوگ ہمارے اور ساتھ میں تمھارے اور ابابیل کے بھی ٹکڑے اڑا دیں گے کیونکہ پیاس نے انھیں دیوانہ بنا رکھا ہے۔ ہمارے دل اداس ہیں

سردارنی۔ لیکن کیا کریں مجبوری ہے۔ تم جانو قسمت سے کوئی نہیں لڑ سکتا۔"

"میں لڑ سکتی ہوں" سی ہامبا نے کہا "لیکن تم فکر نہ کرو۔ کل صبح تم ہمیں اس بلند چٹان پر دیکھ لوگے۔ اب جاؤ یہاں سے بزدلو۔ میں تمھاری صورت تک دیکھنا نہیں چاہتی۔ تم مرد نہیں ہو کہ دریا پر اپنا قبضہ قائم نہ رکھ سکے۔ تم مرد نہیں کہ بل ہیڈ اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کرکے دریا تک پہونچنے سے ڈرتے ہو۔ تم ہجڑے ہو چنانچہ ہم سے غداری کرکے اپنی جانیں بچا رہے ہو۔ بہت اچھا یوں ہی سہی۔ لیکن اتنا سن لو کہ شاکا کے گھرانے کا عذاب تم پر نازل ہوگا۔ ان بھالوں کے پھل تمھیں ورثے میں ملیں گے جن کے دستے پکڑتے تم ڈرتے ہو۔ جاؤ یہاں سے۔"

اور اس کے ان سخت الفاظوں کو ان امبونڈوانہ نے اپنے دل پر کوڑوں کی ضرب کی طرح محسوس کیا اور سی ہامبا کی شعلہ بار آنکھوں کے سامنے وہ سمٹ گئے اور پھر سر جھکا کر سپٹے ہوئے کتوں کی طرح وہاں سے چلے گئے۔

یہاں میں اپنی کہانی روک کر یہ بتا دینا ضروری سمجھتی کہ سی ہامبا کی یہ پیشنگوئی اسکی ہر پیشنگوئی کی طرح صحیح ثابت ہوئی۔ چند برسوں بعد پانڈا زولوؤں کا بادشاہ بنا اور ہم بوئیروں کے ساتھ زولوؤں کی جنگوں کا سلسلہ ختم ہوا اور تب زولوؤں نے، جو کبھی کسی جھگڑے کو بھولتے نہ تھے، اچانک امبونڈوانہ پر حملہ کر دیا اور رات کے وقت پہاڑ پر چڑھ گئے اور امبونڈوانہ کے ایک ایک مرد کو چن چن کر قتل کر دیا اور عورتوں اور بچوں کو زولولینڈ لے گئے چنانچہ امبونڈوانہ قبیلے کا نام و نشان تک مٹ گیا۔

پیاس کی تکلیف میں پھنسے ہوئے لوگوں پر سورج غروب ہو گیا اور کوہ امبونڈوانہ

کی چوٹی پر خاموشی مسلط ہو گئی لیکن اس خاموشی میں پیاس سے بے تاب ہو کر ادھر اُدھر دوڑتے ہوئے مولشیوں کی ٹاپوں اور کراہتی ہوئی اور روتے ہوئے بچوں کی آوازیں گونج رہی تھیں اور یہ عورتیں اور بچے بھی ادھر ادھر گھاس کی ان پتیوں کی تلاش میں بھٹک رہے تھے جو رات کی نمی کی وجہ سے ذرا گیلی ہو گئی ہوں اور جسے وہ چوس کر اگر ممکن ہو تو تسکین حاصل کر سکیں۔

سی ہامبا اس بڑی جھونپڑی میں پہونچی۔ جہاں وہ سوزانے کے ساتھ سویا کرتی تھی۔ سوزانے ایک اسٹول پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے بشرے سے اور پھیلی ہوئی آنکھوں سے انتہائی مایوسی عیاں تھی۔

"اب کیا ہوا ؟" سوزانے نے پوچھا۔

سی ہامبا کے قریب آئی اور اپنی بانہیں اس کی گردن میں ڈال کر اس کا ماتھا چوم لیا۔

"افسوس ابابیل۔ جو نہ ہونا چاہیئے تھا وہ ہو گیا" سی ہامبا نے کہا اور پھر اس نے امپونڈوانہ کے ہتھیار ڈال دینے کے متعلق اور ان کے اور سوارٹ پیٹ کے درمیان جو کچھ طے ہوا تھا وہ سب کچھ سوزانے کو بتا دیا۔

سوزانے خاموشی سے سنتی رہی۔۔ اس کے دل میں غم اور مایوسی اس طرح بھر گئی تھی کہ اب اس میں مزید گنجائش نہ تھی چنانچہ اس کے بشرے سے اب کسی قسم کے جذبات کا اظہار نہ ہو رہا تھا۔

جب سی ہامبا خاموش ہوئی تو سوزانے نے کہا:۔

"تو قصہ آخر کار ختم ہوا۔ اور یہ ہمارے سارے مصائب اور غموں کا اور قسمت سے طویل جنگ کا بھی خاتمہ ہے۔ تو یہ ہے انجام۔ یعنی ہماری موت بلکہ میری موت کیونکہ اس سے پہلے کہ سوارٹ پیٹ مجھے انگلی بھی لگائے میں مر جاؤں گی۔ اگرچہ عزم جیسے

پہلے ایسا ہوا ہوتا تو میں خوشی سے مرجاتی لیکن اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ میرا شوہر زندہ ہے چنانچہ میں اسے دیکھنے کا ارمان لے کر اس دنیا سے جاؤں گی ۔"

اور اس نے سی ہا میبا کے شانے پر سر رکھ دیا اور رونے لگی سی ہا میبا بھی رو رہی تھی۔ کچھ دیر بعد سی ہا میبا نے کہا :-

"میرے دماغ پر اندھیرا چھایا ہوا ہے حالانکہ اس وقت اسے صاف ہونا چاہیے ابابیل ! اپنے خدا سے دعا کرو کہ وہ مجھے روشنی دکھائے اور میں کوئی راستہ تلاش کر سکوں کیونکہ اب بھی وقت ہے بے شک ہم مایوسی کے جنگل میں بھٹک رہے ہیں لیکن کوئی ایسا جنگل نہیں ہے جس سے باہر نکلنے کا راستہ آدمی تلاش نہ کر لے۔ چنانچہ دعا کرو کہ مجھے روشنی دی جائے اور میں کوئی راستہ تلاش کر سکوں کیونکہ تمھاری زندگی کا انحصار اسی پر ہے ۔"

چنانچہ سوزانے دعا مانگنے لگی لیکن وہ بے حد تھکی ہوئی سی اور اداس تھی، چنانچہ کچھ دیر بعد اسے نیند آگئی اور سی ہا میبا بھی سو گئی ۔ جب سی ہا میبا کی آنکھ کھلی تو آدھی رات ہونے میں ایک گھنٹہ باقی تھا ۔ جھونپڑی میں ایک دیا ٹمٹما رہا تھا اور اس کی لرزتی ہوئی روشنی میں وہ قریب سوئی ہوئی سوزانے کا سفید چہرہ دیکھ سکتی تھی یہ سوچ کر اس کے منھ سے ایک آہ نکل گئی کہ کل کا سورج غروب ہونے سے پہلے یہ چہرہ اور بھی زیادہ سفید ہو جائے گا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ سوزانے امیونڈوانہ کی طرح نہ تھی جنھوں نے موت پر ذلت کی زندگی کو ترجیح دی تھی ۔

"کاش کہ میری عقلمندی اور ہوشیاری عود کر آئے" وہ بڑبڑائی "اے ابابیل کے خدا ! مجھے راستہ بتا اور میں سچ کہتی ہوں کہ اپنی اس سفید فام بہن کی خاطر اپنی جان تک دے دوں گی ، اے ستاروں کے روشن کرنے والے ! میں اپنے لیے کچھ نہیں مانگتی کیونکہ میں تیرے پجاریوں میں سے نہیں ہوں لیکن میں اس کے لئے

مانگتی ہوں جو تیری پوجا کرتی ہے۔ میری جان لے لے لیکن اسے بچا لے۔"

سی ہامبا نے سچے دل سے یہ دعا مانگی تھی اور اپنے لئے نہیں بلکہ کسی اور کے لئے چنانچہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ خدا نے اس کی دعا سن لی حالانکہ وہ کافر تھی۔ بہر حال ہوا یہ کہ جب وہ اپنی نگاہیں ادھر ادھر دوڑا رہی تھی تو اس کی نظر جھونپڑی میں رکھے ہوئے مٹی کے چند برتنوں پر پڑی۔ ان برسوں میں جب تک کہ سوزا نے اسپونٹدوانہ میں رہی۔ اس کے صرف دو مشاغل تھے جن کے ذریعہ وہ اپنا وقت گذارا کرتی تھی ان میں سے ایک تو یہ تھا کہ وہ چاقو سے لکڑی کو چھیل کر اس سے کھلونے بنایا کرتی تھی اور دوسرا یہ کہ وہ مٹی کے برتنوں پر رنگ سے تصویریں بناتی تھی۔ ان برتنوں کو بعد میں آگ میں ڈال کر پکایا جاتا تھا بطور رنگ کے وہ ایک خاص قسم کی چکنی مٹی استعمال کرتی تھی جو پہاڑ کی ڈھلانوں پر کثرت سے پائی جاتی تھی۔ سُرخ، کالی، سفید اور پیلی مٹی۔ اس پہاڑ پر خاص قسم کے درخت اُگ رہے تھے۔ سوزا نے ان درختوں کے پھلوں کے چھلکوں کو ابال کر ان سے ایک قسم کی روشنائی بناتی تھی۔

ان برتنوں اور ان کے قریب رکھے ہوئے بکری کے بالوں کے برشوں پر اس کی نظر پڑی تو سی ہامبا کے دماغ پر سے دفعتہً اندھیرا چھٹ گیا اور دوسرے ہی لمحے ایک ترکیب وہ سوچ چکی تھی اور اسے یقین تھا کہ یہ ترکیب ہٹ پڑ ہی نہیں سکتی۔ کل صبح ہزاروں کی تعداد میں اسپونٹدوانہ پہاڑ پر سے اتریں گے اور گھاٹی میں سے گذر کر نیچے میدان میں پہنچ جائیں گے۔ ٹھیک ہے سوزا نے بھی ان لوگوں کے ساتھ جائے گی۔ ہاں وہ ایک سیاہ فام عورت بن کر جائے گی۔ اس کی آنکھیں اور بال کالے تھے اور ان رنگوں سے، جن سے سوزا نے مٹی کے برتنوں پر تصویریں بنایا کرتی تھی، اس کے چہرے کا رنگ کالا کیا جا سکتا تھا اور پھر ہزاروں کے مجمع

ہیں کون اسے پہچان سکے گا خصوصاً اس لئے بھی کہ وہ کافروں کی بولی اتنی روانی سے بولتی تھی جیسے کافروں میں ہی پیدا ہوئی ہو۔ لیکن ۔۔ بل ہیڈ بڑا ہی ہوشیار تھا چنانچہ وہ یقیناً اس قسم کی چالاکی کے لئے تیار ہو گا۔ سبی ہامبا اسے کس طرح دھوکا دے سکتی تھی ؟

ایک بار پھر اس نے برتنوں کی طرف دیکھا اور ایک بار پھر اس کے دماغ کے دریچے کھل گئے۔ سوزانے کی یہ عادت تھی کہ وہ ہر صبح اپنی بلند چٹانی کرسی پر جا بیٹھتی اور سورج کے طلوع ہونے کا نظارہ کیا کرتی تھی اور پھر اُمید بھری نگاہوں سے نیچے وادیوں اور میدانوں کی طرف دیکھا کرتی تھی کہ شاید اسے بچانے کے لئے بوئر آرہے ہوں گے۔ سوراٹ پیٹ سوزانے کی اس عادت سے واقف تھا۔ یہ بلند چٹانی کرسی نیچے اور درّے کے دہانے سے دیکھی جاسکتی تھی چنانچہ سوارٹ پیٹ ہر صبح درّے کے دہانے پر آکر کھڑا ہوتا اور پانچسونٹ کی بلندی پر بیٹھی ہوئی اس لڑکی کی طرف گھنٹوں تک دیکھا کرتا جسے وہ حاصل نہ کر سکا تھا۔

بس تو ٹھیک ہے۔ کل صبح ایک دوسری سفید فام عورت سوارٹ پیٹ کی نگاہوں کی پیاس بجھانے کے لئے اس بلند چٹانی کرسی پر بیٹھی ہوئی ہوگی یا کم سے کم یہ وہ عورت ہوگی جو بظاہر سفید دکھائی دے گی۔ چوٹی کے کنارے پر اور اس کرسی نما چٹان کے قریب ایک لڑکی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ یہ لڑکی پیاس سے تڑپ تڑپ کر اسی دن مری تھی۔ اگر لاش کے بازوؤں، پیروں اور چہرے کو سفید رنگ دیا جائے اسے سوزانے کا سفید کھال کا جبہ پہنا دیا جائے اور پھر اسے اس چٹانی کرسی پر بٹھا دیا جائے تو پانچسونٹ کی گہرائیوں میں سے اس کی طرف دیکھنے والا کیا اسے پہچان سکے گا کہ یہ سوزانے نہیں بلکہ کوئی اور ہے؟ اور اگر سوارٹ پیٹ حسب معمول اسے دیکھنے کے لئے درّے کے دہانے پر آکھڑا ہوا، اور وہ یقیناً آکھڑا ہوگا تو

پھر کون ہوگا جو فرار ہوتے ہوئے امبوندوانہ میں اسی لڑکی کو تلاش کرے جوان کے خیال میں چٹانی کرسی پہ بیٹھی ہوئی ہوگی؟ ترکیب بہت عمدہ تھی جو کامیاب ہوسکتی تھی لیکن وقت بہت کم تھا۔

"ابابیل! اٹھو" سی ہامبا نے سوزانے کو آہستہ سے جھنجھوڑا تو فوراً اٹھ بیٹھی۔

"کیا بات ہے سی ہامبا؟" اس نے پوچھا۔ کیا پھر کوئی نئی مصیبت آئی ہے؟"

"وہ روشنی مجھے مل گئی ہے جس کے لئے تم نے اپنے خدا سے دعا کی تھی۔"

اور پھر اس نے اپنی تجویز سوزانے کے سامنے بیان کردی۔

"ترکیب تو بہت اچھی ہے اور میرے خیال میں کامیاب رہے گی" سوزانے نے کہا "میں ان رنگوں سے اپنے چہرے کا رنگ ایسا بنا سکتی ہوں کہ کوئی مجھے پہچان نہ سکے اور اگر میرے بال کاٹ دیئے جائیں تو کوئی مجھ میں اور ایک کافر عورت میں تمیز نہ کر سکے گا۔ لیکن ایک بات میں نہیں سمجھی"

"وہ کیا؟"

"تم کیا کرو گی سی ہامبا؟ اگر تم نے فرار ہونے کی کوشش کی تو اپنے قد و قامت کی وجہ سے فوراً پہچان لی جاؤ گی"

"میں؟" سی ہامبا قدرے ہچکچاہٹ کے بعد بولی "میں نہیں جانتی کہ میں کیا کروں گی۔ میں نے اپنے متعلق سوچا ہی نہیں۔ میں بھی کسی نہ کسی طرح نکل ہی جاؤں گی"۔

"سی ہامبا! مجھے دھوکا دینے کی کوشش نہ کرو۔ چنانچہ یہ معاملہ یہاں ختم ہوا۔ میں تمہارے بغیر نہ جاؤں گی"

"تم خود اپنی موت کا خیال کرو اور کیا اس کے بعد بھی تم کہہ سکتی ہو کہ تم نہ جاؤ گی۔؟"

"نہ جاؤں گی۔"

"واقعی تم بڑی بہادر ہو" سی ہامبا نے کہا" اتنی ہمت ہے تمھارے دل میں کہ اگر اس سے آدھی بھی اپھونڈ وانہ میں ہوتی تو آج انھیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا بہرحال ابابیل میں بھی بہادر ہوں، اور مجھ پر ایک ذمہ داری عائد ہے جسے میں پورا کرنا چاہتی ہوں۔ یہ ذمہ داری میں نے اس وقت قبول کی تھی جب تم نے مجھے سوارٹ بیٹ سے بچایا تھا اور میری ذمہ داری ہے خود تمھیں بچانا اور اب وہ وقت آ گیا ہے۔ سنو ابابیل! میں ڈرپوک نہیں ہوں اور مجھے اپنی پروا نہیں ہے۔ میں کہہ چکی ہوں کہ کسی نہ کسی طرح میں بھی بچ نکلوں گی لیکن تمھارے ساتھ نہیں جا سکتی۔ بعد میں میں تم سے آ ملوں گی۔ ہیں! تم انکار کر رہی ہو؟ بس تو پھر اپنے ہاتھوں سے میرا خاتمہ کر دو کیونکہ اب میں زندگی سے اکتا گئی ہوں زندگی میرے لئے سخت لیکن موت آسان ہے۔ ابابیل! اب تم خود اپنی جنگ لڑلو اور اگر ممکن ہو تو اکیلی ہی پرواز کر جاؤ"

اور اس نے چاقو نکال کر سوزانے کے گھٹنوں پر رکھ دیا۔

"تمھارا مطلب ہے کہ اگر میں نے تمھاری بات نہ مانی تو تم خودکشی کر لو گی؟" سوزانے نے پوچھا۔

"بالکل یہی مطلب ہے میرا کیونکہ میں پیاسی ہوں اس لئے ممکن ہے کہ مر کر میں اس دنیا میں پہنچ جاؤں جہاں مجھے پانی مل جائے۔ تو اب صورت حال یہ ہے کہ اگر تم نے میری بات مان لی تو میں زندہ رہوں گی اور اگر انکار کر دیا تو میں مر جاؤں گی۔"

"نہیں۔ میں ایسا نہیں کر سکتی" سوزانے نے کہا" ہم دونوں ساتھ مریں گے سی ہامبا۔"

اب سی ہاہبا سوزانے کے قریب کھسک آئی اور اس کے کان کے قریب منھ لے جا کر بولی :۔

"ابابیل! رالف کا نزی کا خیال کرو۔ سوچو کہ تمھارے بغیر اس کی زندگی کیسی ہو گی۔ ان بچوں کے متعلق سوچو جو تمھاری کوکھ سے جنم لینے والے ہیں اور اس بوسے کو یاد کرو جو تم نے رالف کو دیا تھا اور جو اس سے تمھاری محبت کا ثبوت تھا۔ ابابیل! اپنے شوہر کا خیال کرو جو تمھاری تلاش میں سرگرداں ہے ہاں۔ جو تمھاری تلاش میں بیابانوں میں بھٹک رہا ہے۔ ہاں۔ میں اس کی آواز سُن رہی ہوں۔ وہ دیوانوں کی طرح تمھیں پکار رہا ہے۔"

اور سوزانے نے ہتھیار ڈال دیئے۔

"سی ہاہبا! تم بڑے دل کی عورت ہو۔ تم بہت زیادہ شریف ہو۔" وہ بڑبڑائی۔ "تم نے مجھے اکسایا ہے، تم نے مجھے ترغیب دلائی ہے اور میں وہ کر رہی ہوں جو کرنا نہیں چاہتی۔ خدا مجھے معاف کرے۔"

اکتیسواں باب

الوداع

چنانچہ اس کے بعد وہ دونوں کام میں مصروف ہو گئیں کیونکہ سورج طلوع ہونے سے پہلے انھیں بہت کچھ کرنا تھا۔ پہلے توسی ہامبا نے ایک تیز چاقو سے سوزانے کے بال کاٹنے شروع کیے۔ اس نے اس کے بال چھوٹے کر دیے چنانچہ وہ بال، جو اب سوزانے کے سر پر رہ گئے تھے، آپ ہی آپ مڑ گئے۔ لیکن سوزانے کے بال ایسے پتلے اور نرم تھے کہ وہ کافر عورتوں کے بالوں کی طرح معلوم ہوتے ہی نہ تھے اس لیے سی ہامبا نے ان پر چربی کی چکنائی چپڑ دی اور پھر اس پر وہ سبز مٹی لگا دی جو کافر عورتیں لگایا کرتی تھیں۔ بال بن چکے تو سوزانے نے اپنے سارے کپڑے اتار دیے اور سی ہامبا نے وہ روشنائی، جو سوزانے نے بنائی تھی، چکنائی اور ایک قسم کی کالی مٹی میں حل کر کے سوزانے کے پورے جسم پر چپڑ دی۔ جب وہ خشک ہو گئی تو سوزانے کے پورے جسم کی رنگت کافر عورتوں کی سی ہو گئی۔ اب سی ہامبا نے اس کی کمر سے "موچا" (لنگوٹ) باندھ دیا جیسا کہ کافر عورتیں باندھا کرتی تھیں، اس کے پیروں میں کافر بیر تلے پہنا دیے، اس کے شانوں پر کھال کا ایک پرانا کمبل ڈال دیا۔ اور پیروں میں تاروں اور دالوں کے بنے ہوئے پازیب پہنا دیے۔ اور اس کے بعد وہ کئی منٹوں تک سوزانے کی طرف غور سے دیکھتی رہی اور جب اسے یقین ہو گیا کہ اس کی اصل رنگت کہیں سے بھی دکھائی نہیں دے رہی ہے تو وہ سر ہلا کر دروازے کی طرف چلی۔

"کہاں جا رہی ہو؟" سوزانے نے پوچھا۔

"زنٹی کو بلانے" سی ہامبا نے جواب دیا" کیونکہ اب ہمیں اس کی مدد کی ضرورت ہے۔"

"نہیں نہیں" سوزانے نے کہا" میں تقریباً برہنہ ہوں اور نہیں چاہتی کہ کوئی مرد مجھے اس حالت میں دیکھے۔ شرم آتی ہے مجھے"

"ابابیل! اب تم ایک کافر عورت ہو اور کافر عورتیں اس لباس سے شرماتی نہیں۔ اگر تم نے کبھی شرم یا گھبراہٹ کا اظہار کیا تو تم خود ہی اپنا بھونڈا پھوڑ دو گی"

"ہائے قسمت میں یہ بھی لکھا تھا۔ خیر۔ جو خدا کی مرضی" سوزانے نے کہا۔

اور پھر وہ کافروں کی طرح فرش پر اکڑوں بیٹھ گئی اور سی ہامبا کی واپسی کا انتظار کرنے لگی جو کچھ ہی دیر بعد زنٹی کو لے کر آ گئی۔ زنٹی کی حالت امپونڈ وانہ سے نسبتاً بہتر تھی۔ وہ بیوقوف سہی لیکن اس نے سمجھ لیا تھا کہ کیا ہونے والا ہے چنانچہ اس نے پتھروں میں اپنے لئے پانی پہلے ہی سے چھپا لیا تھا۔

"زنٹی" سی ہامبا نے کہا" میں تم سے چند راز کی باتیں کہنا چاہتی ہوں"

"کہو سردارن" زنٹی نے کہا اور اب اس کی نظر سوزانے پر پڑی جو چراغ کی روشنی کے حلقے میں اور فرش پر بیٹھی ہوئی تھی" لیکن یہاں تو ایک اجنبی عورت موجود ہے۔"

"یہ کوئی اجنبی عورت نہیں ہے زنٹی" سی ہامبا نے کہا" بلکہ وہ ہے جسے تم اچھی طرح جانتے ہو"

"نہیں۔ میں اسے نہیں جانتا۔ ایسی حسین عورت کو میں نے پہلے کبھی دیکھا ہوتا تو کیا میں اسے بھول سکتا تھا؟ — لیکن — ایں — لیکن" اس نے اپنی آنکھیں مل کر سوزانے کی طرف دیکھا" یہ نہیں ہو سکتا۔ میری آنکھیں یقیناً مجھے دھوکا دے رہی ہیں۔"

"ٹھیک ہے زنٹی ـ تمھاری آنکھیں تمھیں دھوکا نہیں دے رہیں۔ یہ سامنے بیٹھی ہوئی عورت ابابیل کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے"

پہلے تو زنٹی منھ کھولے سوزانے کی طرف دیکھتا رہا اور پھر ایک دم ہنسنے لگا اور اتنا ہنسا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ سی ہامبا نے اس کی پیٹھ پر دو ہتھڑ مار کر کہا:۔

"بیوقوف! بس بہت ہوا"

"واؤ" زنٹی نے کہا "کمال ہے یہ تو۔ یقیناً جادو ہے۔ وہ جو برف کی طرح سفید تھی کوئلے کی طرح کالی ہو گئی واؤ۔ یہ جادو کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا"

یہ الفاظ سن کر سوزانے ایک دم سے اٹھ کھڑی ہوئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا وہ رو پڑے گی۔ ادھر سی ہامبا اپنے الفاظ کے کوڑوں اور تھپڑوں سے زنٹی کا منھ بند کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ خاموش تو ہو گیا لیکن آنکھیں پھاڑے بدستور سوزانے کی طرف دیکھتا رہا۔

"زنٹی!" سی ہامبا نے کہا "تم نے اب تک میری بہت سی خدمتیں کی ہیں لیکن آج تمھیں میری سب سے بڑی خدمت کرنی ہے۔ آج صبح ابیونڈ وانہ کے ساتھ ابابیل بھی یہاں سے نکل جائے گی اور اس بدلے ہوئے روپ میں اسے کوئی پہچان نہ سکے گا۔ زنٹی! تمھیں اس کے ساتھ جانا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ نہیں بلکہ اس کے پیچھے اور کئی قدم دور چلنا ہے۔ میدان عبور کرنے کے بعد تم اس سے اس دندانے دار چٹان کے قریب ملو گے جو کوہ کاتھلامبا میں ہے اور وہاں سے اسے بوئیروں کے اس پڑاؤ میں پہنچا دو گے جو دریا ٹیگولا کے کنارے پر ہے۔ سمجھ گئے؟"

"سمجھ گیا سردارن۔ لیکن خود تمھارا کیا؟"

"میرا قد و قامت ایسا ہے کہ میں ہزاروں میں پہچان لی جاؤں گی" سی ہامبا نے جلدی سے کہا "چنانچہ میں یہیں پہاڑ پر اس جگہ چھپ جاؤں گی جس سے صرف میں واقف ہوں۔ بعد میں میں تم سے یورپ والوں کے پڑاؤ میں آملوں گی اور اگر نہ آؤں تو تم نئے چاند کی پہلی رات کو مجھے تلاش کرتے آجانا۔ لیکن بس۔ اب باتوں میں وقت ضائع نہ کرو کیونکہ وقت بہت کم ہے اور کام بہت ہیں۔ ہم نے ایک سفید عورت کو کالی بنایا ہے اور اب ایک کالی عورت کو سفید بنانا ہے تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔"

اتنا کہہ کر سی ہامبا نے رنگ کا برتن اور کھال کا وہ چغہ، جو سوزا نے پہنا کرتی تھی، زنٹی کے ہاتھ میں دیا۔ خود سی ہامبا نے بیل کی کھال کی پٹیاں، جو سفید رنگی ہوئی تھیں اور رسیوں کا کام دیتی تھیں، اٹھائیں اور جھونپڑی سے باہر آگئی۔

ادھر ادھر بیٹھے یا ٹہلتے ہوئے پیاسے لوگوں سے کتراتے ہوئے وہ لوگ کرال سے باہر آئے اور سطح مرتفع کو تیز تیز قدموں سے طے کرتے ہوئے چوٹی کے مشرقی کنارے پر پہنچ گئے۔ اسی کنارے پر وہ پچاس فٹ بلند چٹان تھی جس کی چوٹی پر پتھر کی وہ قدرتی کرسی تھی جس میں سوزا نے روزانہ بیٹھا کرتی تھی اور وہاں سے وہ پانچسو فٹ کی گہرائیوں میں دیکھا کرتی تھی اور ان لوگوں کا انتظار کیا کرتی تھی جو اسے بچانے کے لئے اب تک نہ آئے تھے۔

اس چٹان کے قدموں میں اور اس کے آس پاس ہی سی ہامبا نے اس کی تلاش شروع کی جس کی اسے ضرورت تھی اور آخر کار وہ اسے مل گئی۔ ایک جوان عورت کی لاش جو پانی کی تلاش میں یہاں تک رینگ آئی تھی اور پھر یہیں مر گئی تھی۔

سی ہامبا نے سفید چکنی اور بھیگی ہوئی مٹی کا برتن اٹھایا اور زنٹی کی مدد سے اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ اس نے یہ مٹی لاش کے چہرے، بازو اور ٹانگوں پر چپڑ دی جلد ہی یہ کام ہو گیا کیونکہ آپ جانئے اس قسم کے کام میں زیادہ احتیاط

کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن اب جو کام تھا اتنا آسان نہ تھا کیونکہ انھیں اس لاش کو چٹان کی چوٹی پہ لے جانا تھا اور وہاں تک جو راستہ جاتا تھا وہ دشوار گزار تھا۔ اگر زنٹی جسمانی طور پہ اتنا مضبوط نہ ہوتا تو یہ کام شاید کبھی انجام تک نہ پہونچتا۔ بہر حال سوزانے سی ہامبا اور زنٹی نے مل کر یہ لاش چوٹی پہ پہنچا دی۔

وہ تینوں اس تقریباً عمودی راستے پر چڑھتے رہے اور وہ جانتے تھے کہ اگر ان میں سے کسی ایک کا قدم ذرا سا بھی غلط پڑا تو وہ یا تینوں نیچے گہرائیوں میں جا پڑیں گے اور ان کی ہڈیاں سُرمہ ہو جائیں گی۔

آخر کار وہ چوٹی پہ پہونچ گئے اور لاش کو اس پتھر پہ بٹھا دیا گیا جسے سوزانے "کرسی" کہتی تھی۔

اب سی ہامبا کی ہدایت کے مطابق زنٹی نے لاش کو سوزانے کا چغہ پہنا دیا اور اس کی ٹوپی لاش کے چہرے پر آنکھوں تک جھکا دی۔ اس کے بعد اس نے چرمی پٹیوں سے اس لاش کو کرسی سے باندھ دیا۔ ایک پٹی لاش کے گلے اور دوسری اس کی کمر سے باندھ دی گئی۔ اب وہ لاش کرسی میں سیدھی بیٹھی ہوئی تھی۔ پٹیاں ایسی مضبوط باندھ دی گئی تھیں کہ لاش نہ تو پھسل سکتی تھی اور نہ ہی کسی طرف جھک سکتی تھی۔

"لو بھئی" سی ہامبا نے کہا "یہ ہے وہ دلہن جسے سوارٹ پیٹ نیچے سے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا رہے گا۔ تم صحیح سلامت یہاں سے نکل کر کسی محفوظ جگہ پہونچ جاؤ گی۔ چلو اب کرال میں واپس چلو کیونکہ صبح قریب ہے۔"

وہ لوگ کرال میں اور وہاں سے جھونپڑی میں پہونچے۔ زنٹی کو جھونپڑی کے دروازے پر ہی چھوڑ کر وہ دونوں جھونپڑی میں داخل ہوئیں اور کسی نے انھیں نہ دیکھا کیونکہ امپونڈو انہ نیچے جانے کے تنگ راستے کے سرے پر جمع ہو رہے تھے۔

جھونپڑی میں پہونچکر سی ہامبا نے چراغ جلایا اور اس کی روشنی میں ایک بار پھر سوزانے کو باریک بینی سے دیکھنے لگی۔ جہاں جہاں اسے کالی رنگت کم دکھائی دی وہاں اس نے دوبارہ رنگ لگا دیا یہاں تک کہ اسے یقین ہو گیا کہ اب سوزانے کی سفید رنگت کسی جگہ سے بھی نہ جھلک رہی تھی۔

"بس اب ٹھیک ہے" آخر کار اس نے کہا "اگر خود تم نے اپنا بھانڈا نہ پھوڑ دیا تو تمھاری جلد تمھارا راز فاش نہ کرے گی۔ ابابیل! اب ہماری جدائی کا وقت آ گیا ہے اور اس خیال سے میں روحانی مسرت محسوس کر رہی ہوں کہ جو احسان تم نے مجھ پر کیا تھا اس کا کچھ بدلہ میں چکا رہی ہوں۔ بہت عرصہ ہوا ابابیل جب میں نے تم سے کہا تھا کہ ایک دور افتادہ مقام میں، میں بھی تمھاری جان بچاؤں گی، جس طرح کہ تم نے میری جان بچائی تھی اور مجھے یقین ہے کہ میں نے تمھیں بچا لیا ہے۔ اب اس میں کسی شک وشبہہ کی گنجائش نہیں ہے۔ ابابیل! میں دیکھ رہی ہوں کہ تم اپنے شوہر کے پاس پہونچ جاؤ گی اور اپنے شوہر کے ساتھ اور اپنی اولاد کے درمیان خوش رہو گی اور یہ سارے واقعات تمھیں ایک خواب پریشاں معلوم ہوں گے۔ ایک ایسا جو پھر تمھیں کبھی نظر نہ آئے گا۔ بس اس سے زیادہ مجھے اور کیا چاہیئے؟ اس سے زیادہ میں اور کیا طلب کر سکتی ہوں۔"

"ابابیل! میں نے کہا کہ تمھارے احسان کا کچھ بدلہ میں ادا کر رہی ہوں کیونکہ پورا بدلہ تو میں کبھی چکا نہیں سکتی کیونکہ ابابیل! تم نے مجھے وہ محبت دی ہے جو مجھے کسی جگہ سے نہیں ملی۔ دوسروں کے والدین ہیں، بھائی ہیں، بہنیں ہیں اور شوہر ہیں جو ان سے محبت کرتے ہیں لیکن میرا کوئی نہیں ہے سوائے تمھارے اور تم میرے لئے سب کچھ ہو۔ ماں بھی، باپ بھی اور بہن بھی۔

"پھر تم ہی کہو ابابیل کہ میں تمھارے احسان سے کس طرح سبکدوش ہو سکتی ہوں؟

تم نے مجھ سے ۔ ایک کالی بونی سے محبت کی اور مجھے سکھایا کہ محبت کس طرح کی جاتی ہے اور ابابیل! محبت کبھی مرتی نہیں ۔ ہاں یہ مرنے کے بعد بھی قائم رہتی ہے اور رہے گی ۔ میں کافر عورت ہوں اس کے باوجود کبھی کبھی مجھے روشنی نظر آتی ہے اور اس روشنی میں چند چیزیں دیکھتی ہوں ۔ ہاں میں دیکھتی ہوں کہ ہماری یہ زندگی صرف ایک راستہ ہے جو ہمیں موت کے اندھیرے دروازے تک پہونچا دیتا ہے اور موت کے اس اندھیرے دروازے کے دوسری طرف خوبصورت باغات ہیں ۔"

"ہائے سی ہامبا! تم ایسی باتیں کیوں کہہ رہی ہو؟" سوزانے نے کہا "تو پھر یہ ہماری آخری الوداع ہے ؟ کیا تمھارا علم تمھیں بتا رہا ہے کہ ہم پھر کبھی نہ ملیں گے؟"

"یہ میں نہیں جانتی ابابیل" سی ہامبا نے جلدی سے کہا " اور اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ تم نے کہا ہے تو مجھے اس کی پروا نہیں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ تم مجھے کبھی فراموش نہ کروگی اور یہ کہ جب اس دنیا میں تمھارے دن ختم ہوں گے تو پھر کسی دوسری دنیا میں ہماری ملاقات ہوگی یا ممکن ہے کہ تم اس وقت مجھے اپنے قدموں میں کھڑی دیکھو گی جب تم بستر مرگ پر ہوگی ۔ نہیں ۔ رو نہیں ابابیل ۔ بس اب جاؤ کیونکہ وقت آگیا ہے اور اپنے شوہر سے محبت کرو تو یہ یاد کر لینا کہ ایک عورت بھی محبت کر سکتی ہے پھر وہ ایک بونی اور کافر ڈاکٹریس ہی کیوں نہ ہو ۔ ابابیل ۔ میری بہن! خدا حافظ ۔"

اور سوزانے کے گلے سے لگ کر وہ اسے بار بار چومنے لگی اور پھر اس نے سوزانے کو جھونپڑی سے باہر دھکیل دیا اور زنٹی کو بلا کر اس سے کہا کہ اب ابابیل اس کے حوالے ہے ، وہ اس کی حفاظت کرے اور ایسا ہی کرے جیسا اس سے کہا گیا ہے ۔ سی ہامبا نے زنٹی سے کہا کہ اگر اس نے اپنے فرض سے کوتاہی کی تو سی ہامبا بھوت بن کر عمر بھر پریشان کرتی رہے گی ۔

اور اس طرح وچ ڈاکٹر یس سی ہامبا اور میری بیٹی سوزانے ایک دوسرے سے جدا ہوئیں سی ہامبا نے پورے تین سال تک سوزانے کو اپنے ساتھ اور محفوظ رکھا اور آخر میں خود اپنی جان کی بازی لگا کر اس کی جان بچائی۔ سی ہامبا اور سوزانے ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لئے الگ ہو گئیں اور اس دنیا میں پھر ان کی ملاقات نہ ہوئی۔ سی ہامبا ایک کافر عورت تھی لیکن ہزاروں سفید فاموں سے زیادہ شریف اور بہادر تھی۔ یہ کہانی ختم کرنے سے پہلے خود قارئین میرے اس بیان کی تائید کر دیں گے۔

زنٹی نے سوزانے کا ہاتھ پکڑ لیا اور کرال کے تنگ راستوں اور گلیوں میں گزرتا ہوا اسے میدان میں سے آیا جو کرال اور نیچے جاتے ہوئے ڈھلانی درے کے درمیان چھٹا ہوا تھا۔

یہاں امپوٹڈوانہ کی پوری آبادی بھیڑ لگائے کھڑی تھی۔ یہ لوگ ابھی درے میں داخل نہ ہو سکتے تھے کیونکہ وہ صرف دس فٹ چوڑا تھا اور مویشیوں سے بھرا ہوا تھا اور ان مویشیوں میں چند زندہ تھے اور چند مردہ۔ یہ مویشی بھی پانی کی بو پا کر اس طرف ہجوم کر آئے تھے لیکن درے کے دہانے پر بنی ہوئی دیوار نے ان کا راستہ روک دیا تھا چنانچہ چند مویشی وہیں گر کر مر گئے تھے۔

زنٹی اور سوزانے اس بھیڑ میں گھس گئے تھے اور ان میں مل گئے اور زنٹی اپنی کہنیوں سے راستہ بناتا ہوا سوزانے کو بھیڑ کے تقریباً بیچ میں لے آیا کیونکہ وہ ان بھگوڑوں میں نہ تو سب کے آگے اور نہ ہی سب کے پیچھے رہنا چاہتا تھا۔ حالانکہ سوزانے سوزا اب سیاہ فام تھی اس کے باوجود زنٹی اور سوزانے بھی کسی قسم کا خطرہ مول لینا نہ چاہتی تھی۔

اور وہاں پہونچ کر زنٹی اور سوزا نے انتظار کرنے لگے اور کسی نے ان کی طرف نہ دیکھا کیونکہ امپونڈوانہ پیاس سے بے تاب اور خود اپنے حالوں پریشان تھے۔ عجب نفسی نفسی کا عالم تھا کہ شوہروں نے اپنی بیمار بیویوں کو چھوڑ دیا تھا اور ماؤں نے اپنے ان بچوں کو چھوڑ دیا تھا جنھیں وہ اٹھا نہ سکتی تھیں تاکہ مویشی انھیں روند دیں یا پھر فاتح انھیں بھالوں سے چھید دیں۔ کسی کو کسی کی پروا نہ تھی۔ ان میں سے ہر ایک جلد از جلد دریا پر پہونچ کر اپنی جلتی ہوئی پیاس بجھانا چاہتا تھا۔

اور اب افق مشرق پر روشنی پھیلنے لگی۔ حالانکہ سورج اب تک طلوع نہ ہوا تھا لیکن روشنی اتنی ضرور تھی کہ آدمی اپنے ہاتھ کی پشت پر کی رگیں اور اپنی انگلیوں کے ناخنوں پر سفید چاند دیکھ سکتے تھے۔ صبح ہو گئی تھی چنانچہ سینکڑوں خشک گلوں سے ایک آواز نکلی اور ہزاروں آوازوں نے ایک ساتھ چیخ کر کہا :-

"صبح ہو گئی۔ راستہ کھول دو۔ راستہ کھول دو"

لیکن معلوم ایسا ہوتا تھا کہ دیوار اب تک موجود ہے کیونکہ مویشی جہاں تھے وہاں سے ایک انچ آگے نہ بڑھے تھے اور وہ یوں ایک دوسرے سے بھڑے ہوئے تھے کہ آدمی ان کی پیٹھوں اور سروں پر چل کر گزر سکتے تھے اور چند بے تاب اور بے صبر امپونڈوانہ نے ایسا کرنے کی کوشش کی بھی۔

آخر کار سورج طلوع ہوا اور اس کی کرنیں مشرق افق پر ایک آتشی پنکھے کی طرح پھیل گئیں۔ سوزا نے سر گھما کر پیچھے دیکھا۔ وہ دیکھ ہی رہی تھی کہ سورج کی کرنیں چٹانی کرسی پر، جو اس پہاڑ کی بلند ترین چوٹی تھی، اتر آئیں۔

اور اس نے دیکھا کہ اس بلند کرسی پر ایک سفید شبیہ بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے قریب جیسے ایک سیاہ فام بچہ کھڑا ہوا تھا۔ یہی ہامیا تھی۔

نیچے سے، بہت نیچے سے، گہرائیوں میں سے دوسری آنکھیں بھی کرسی پر بیٹھی

ہوئی اس سفید شبیہ اور اس کے قریب کھڑی ہوئی سیاہ فام بونی کو دیکھ رہی تھیں اور یہ سوارٹ ہیٹ کی آنکھیں تھیں جو سر پیچھے کی طرف سر جھکائے اوپر دیکھ رہا تھا۔ وہ لوگوں کو اس وقت تک جانے دینا نہ چاہتا تھا جب تک کہ اسے یقین نہ ہو جائے کہ سوزانے اور رسی ہامبا ان کے ساتھ نہیں جا رہی۔ اور اب اسے یقین ہو گیا کہ واقعی یہ دونوں امپونڈوانہ کے ساتھ نہ جا رہی تھیں۔ سوزانے اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اور رسی ہامبا اس کے قریب کھڑی ہوئی تھی۔

"دیوار گرا دو" سوارٹ ہیٹ نے چیخ کر اپنے آدمیوں کو حکم دیا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ راستہ جلد از جلد مویشیوں اور انسانوں سے صاف ہو جائے اور پھر وہ خود اوپر، اپنی منزل کے پاس پہنچ جائے۔

سوارٹ ہیٹ کے آدمی دیوار کے پتھر گرانے لگے ابھی وہ آدھی دیوار ہی اتار سکے تھے کہ پیاس سے باؤلے مویشیوں نے ڈھکیل کر بقیہ دیوار گرا دی اور پانی کی طرف یوں اندھا دھند بھاگے کہ سوارٹ ہیٹ کے کئی آدمی ان کے کھروں تلے کچلے گئے۔

"دیوار گر گئی۔ راستہ کھل گیا" مویشیوں کی لمبی قطار کو آگے بڑھتے دیکھ کر امپونڈوانہ چلائے اور پھر وہ بھی دیوانہ وار آگے بڑھے۔

سوزانے کے قریب ایک جوان عورت تھی جو پیاس کی شدت کی وجہ سے ایسی نڈھال تھی کہ بمشکل چل سکتی تھی۔ وہ اپنی گود میں ایک سال کی عمر کا لڑکا لئے ہوئے تھی یہ لڑکا زندہ تھا لیکن بیہوش تھا اور اس کے منہ سے کف کے سرخ بلبلے نکل رہے تھے۔ ایک شخص نے اس عورت کو ڈھکیل دیا اور وہ لڑکھڑا کر گر پڑی۔ سوزانے نے دیکھا کہ عورت کو گرانے والا وہ بوڑھا تیر تھا جو گزشتہ کل امپونڈوانہ کے ہتھیار ڈال دینے کی خبر لے کر رسی ہامبا کے پاس آیا تھا۔

عورت نے اٹھنے کی کوشش کی تو دوسرے بھاگتے ہوئے لوگوں نے اسے روند دیا۔

"بہن — بہن" اس عورت نے کہا اور اس کمبل کا کونہ پکڑ لیا جو سوزانے اوڑھے ہوئے تھی، میں تو مر چکی لیکن ہائے — میرے بچے کو بچالو"

"مرنے دو اسے بھی" زنٹی نے سوزانے کے کان میں کہا۔

لیکن سوزانے کو اس عورت پر رحم آگیا۔ وہ عورت کی اس التجا کو نہ ٹھکرا سکی جو اس کی آنکھوں سے جھانک رہی تھی۔ چنانچہ آگے بڑھتے وقت سوزانے نے جھک کر بچے کو عورت کی گود سے گھسیٹ لیا اور اپنے کولھوں پر بٹھا لیا اور آگے بڑھ گئی۔ دوسروں پر رحم کیا جائے تو خدا ہم پر رحم کرتا ہے۔ کیونکہ قارئین دیکھ لیں گے کہ اسی بچے کی وجہ سے سوزانے آخر کار اپنے آپ کو بچا سکی بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ اس کی وجہ سے وہ بچ گئی۔ اس کے علاوہ یہ بچہ بھی زندہ رہا، ہمارا بے حد وفادار خدمت گار ثابت ہوا اور آج بھی وہ ہماری خدمت کرتا ہے حالانکہ اب اس کی ڈاڑھی سفید ہو گئی ہے۔

تنگ درے میں سے انسانوں کا سیلاب گزرنے لگا۔ وہ لڑکھڑا رہے تھے، ایک دوسرے کو دھکیل رہے تھے اور پتھروں اور مردہ مویشیوں پر سے گزر رہے تھے اور عورتوں اور بچوں کو، جو گر جاتے تھے، کچل رہے تھے اس بھیڑ میں دھکے کھاتی ہوئی سوزانے آخر کار درے کے دوسرے دہانے پر پہنچ گئی اور وہاں سوارٹ ہیٹ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑا اس بھیڑ کو درے سے نکلتے دیکھ رہا تھا۔

"ابابیل!" زنٹی نے سوزانے کے کان میں کہا" اب میں پیچھے ہٹ جاتا ہوں کیونکہ ہو سکتا ہے بل ہیڈ مجھے پہچان لے۔ اگر میں یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا تو وادی میں تم سے آملوں گا، یا پھر اس وندانے وار چٹان کے قریب تمھارے پہنچ جاؤں گا۔ اور اگر میں نہ آؤں تو اس بچے کو پھینک دینا۔

اور اس راستے پر چل پڑنا جس کے متعلق میں تمھیں بتا چکا ہوں۔ بس۔ اب بے خوف ہو کر آگے بڑھو ـــــ لیکن ٹھہرو۔ کمبل سینے پر سے کھول دو ـــــ اسپونڈ وانہ کی عورتیں اپنا سینہ کھلا رکھتی ہیں۔"

سوزانے نے شرم سے اپنا چہرہ تپتا محسوس کیا تاہم اس نے زنٹی کی اس ہدایت پر عمل کیا۔

بتیسواں باب
درّہ کا تھلامبا

باڑے کی دیوار توڑ کر بھاگے ہوئے جانوروں کی طرح امیونڈوانہ لوگ دیوانہ وار آگے بڑھے اور دریا کے کنارے پہنچ کر اس پر ٹوٹ پڑے۔ انھوں نے اپنے سر پانی میں ڈال دیئے اور بے تحاشہ پانی پینے لگے۔ کئی لوگوں نے اتنا پانی پی لیا کہ ان کا معدہ پھٹ گیا اور وہ وہیں مر گئے کئی کو مویشیوں نے روند دیا اور کئی ایک پیچھے آنے والوں کے دھکے کھا کر دریا میں جا پڑے اور تیز دھارا انھیں اپنے ساتھ گھسیٹ لے گیا۔

سوزانے درّہ عبور کر چکی تھی کہ عین اس کے نہانے پر پیچھے سے آتی ہوئی بھیڑ نے اسے ڈھکیل دیا اور سوزانے، جس کی گود میں بچّہ تھا، سنبھل نہ سکی اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔ وہاں کھڑے ہوئے سوارٹ برٹ کے آدمیوں میں سے ایک کو شاید اس پر رحم آ گیا یا شاید راستہ صاف کرنے کی غرض سے اس نے سوزانے کا ہاتھ پکڑا اور اسے سہارا دے کر کھڑا کر دیا۔ اگر اس نے ایسا نہ کیا ہوتا تو سوزانے یقیناً روند جاتی۔ اس شخص نے سوزانے کو اٹھا تو دیا لیکن پھر اس کا ہاتھ نہ چھوڑا اور بھوکی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"واہ! تم تو بہت خوبصورت ہو" وہ بولا "حیرت ہے کہ امیونڈوانہ میں ایسی حسین عورتیں ہوتی ہیں۔ بہر حال میں تمھیں اپنی بیوی بنا دوں گا اگر بُل ہیڈ نے مجھے ایک سو تگڑے بیل دیئے تو میں انھیں قبول نہ کر کے تمھیں قبول کر لوں گا۔"

یہ سُن کر سوزانے کا خون خشک ہو گیا۔

"پانی۔ پانی" اس نے پھٹی ہوئی آواز میں کہا "مجھے پانی پینے دو۔ میں ہاتھ

جھڑتی ہوں۔"

"گھبراؤ نہیں میری پیاری۔ میں خود تمھیں دریا تک لے جاؤں گا۔"

اب تو سوزانے خوفزدہ ہوگئی چنانچہ وہ چیخنے اور اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ اس کی چیخیں سن کر سوارٹ ہیٹ، جو قریب ہی تھا، وہاں آگیا۔

"کیا ہے؟" اس نے اپنے آدمی سے پوچھا۔

"کوئی بات نہیں ہے بل ہیڈ" اس شخص نے جواب دیا" ایک عورت ہاتھ لگی ہے جسے میں اپنی بیوی بنانا چاہتا ہوں کیونکہ بے حد خوبصورت ہے یہ عورت۔"

سوارٹ ہیٹ نے سوزانے کی طرف دیکھا لیکن کچھ زیادہ غور سے نہیں کیونکہ اس کا دھیان تو اس میں پھنسا ہوا تھا جو بلند چٹانی کرسی میں بیٹھی ہوئی تھی۔ سوزانے نے سوارٹ ہیٹ کی نگاہیں اپنے جسم پر محسوس کیں تو اس کا دل خوف سے سرد ہوگیا۔

" واقعی یہ خوبصورت عورت ہے" وہ بولا" لیکن شادی شدہ اور بچے والی ہے اور میں امبونڈرانہ کے جینگی پوتوں کو اپنے لوگوں میں نہیں چاہتا جانے دو اسے اور اپنے لئے کوئی کنواری لڑکی پسند کرلو۔"

" شادی شدہ ہو یا بچے والی، بہر حال میں تو اس کو اپنی بیوی بناؤں گا اس شخص نے کہا۔

اب تو سوارٹ ہیٹ کو غصہ آگیا۔ کیونکہ وہ اس بات کو برداشت کرہی نہ سکتا تھا کہ کوئی اور خصوصاً خود اس کے آدمی اس کا حکم نہ مانیں۔

"کتے! دہ گرجا چھوڑ دے اسے ورنہ میں ابھی وقت تجھے گولی مار دوں گا۔"

یہ شخص اپنے آقا کے غصّے سے واقف تھا اور اس سے ڈرتا تھا چنانچہ اس نے سوزانے کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ سوزانے دریا کی طرف بھاگی اور جب وہاں پہونچی ہے تو یہ دیکھ کر کانپ گئی کہ جہاں سے اس شخص نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا وہاں سے کالا

رنگ اکھڑ گیا تھا اور اس کی جلد کی سفیدی نظر آرہی تھی سوارٹ پیٹ نے زور سے اس کے بازو پر یہ سفیدی دیکھی تو سمجھا کہ سوزا نے ہاتھی دانت کی چوڑیاں پہن رکھی ہے جو اکثر کافر عورتیں پہنا کرتی ہیں۔ لیکن خدا کی مہربانی یہ بھی ہوئی کہ سوزا نے کے بازو پر یہ سفید حلقہ دیکھ کر اسے وہ سفید لڑکی یاد آگئی جو پہاڑ کی بلند ترین چوٹی کی کرسی میں بیٹھی ہوئی تھی چنانچہ وہ گھوم کر اور سر اٹھا کر اس چوٹی کی طرف دیکھنے لگا اور کالی لڑکی کو بھول گیا جس کی گود میں بچہ تھا۔

بھیڑ میں سے راستہ بناتی خوفزدہ سوزا نے آگے بڑھتی رہی اس کا دل دھڑک رہا تھا اور وہ سوارٹ میٹ اور اس کے آدمیوں سے زیادہ سے زیادہ دور نکل جانا چاہتی تھی لیکن وہ بھی پیاسی تھی، اس کا حلق بھی خشک ہو رہا تھا۔ چنانچہ وہ لبِ آب پہونچی اور ایک پتھر کی اوٹ میں بیٹھ کر پانی پینے لگی۔ جب وہ اپنی پیاس بجھا چکی تو اس نے بچے کے منھ میں پانی ٹپکایا اور پھر اسے دریا میں جھکولے دینے لگی۔

لڑکے کے تقریباً مردہ جسم میں جان پڑ گئی۔ وہ ہاتھ پاؤں چلانے اور کمزور آواز میں رونے لگا۔ عین اس وقت سوزا نے کی نگاہیں اوپر اٹھ گئیں اور یہ دیکھ کر اس پر سکتہ سا طاری ہو گیا کہ وہی شخص، جو اسے اپنی بیوی بنانا چاہتا تھا، دریا کے کنارے پر ادھر ادھر خود سوزا نے کو تلاش کر رہا تھا۔

خوش قسمتی سے سوزا نے پتھر کی اوٹ میں تھی چنانچہ وہ شخص اسے دیکھ تو نہ سکا البتہ وہ صرف تیس قدم دور کھڑا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا اور ادھر بچہ ہوش میں آکر رونے لگا تھا۔ اس خوف سے کہ وہ شخص بچے کی آواز سُن کر اس طرف نہ آجائے سوزا نے نے اسے زیرِ آب کر دیا۔

عین اس وقت اُس شخص کی نظر بچے والی ایک دوسری عورت پر پڑی جو

کوئی شوگز دور بیٹھی پانی پی رہی تھی۔ وہ اس طرف بھاگا تو سوزانے نے فوراً بچے کو پانی میں سے گھسیٹ لیا جس کا دم گھٹ چلا تھا۔ اس نے بچے کو کولھے پر لادا، کمبل کے کونے سے اپنے بازو پر کا سفید نشان چھپایا اور کنارے کی ڈھلان چڑھنے لگی۔ وہ پتھروں اور مویشیوں اور ان لوگوں کے پیچھے چھپ رہی تھی جو اپنی پیاس بجھانے کے بعد اب اس منحوس پہاڑ پر سے اتر جانا چاہتے تھے۔

اور اب وہ سوارٹ بیٹ اور اس کے آدمیوں سے دور اور ان کی حد نظر سے باہر آ چکی تھی اور اب کئی برسوں کے بعد اس نے پہلی دفعہ آزادی کا سانس لیا۔ بہت دیر تک وہ پہاڑ کی ڈھلان اترتی رہی اور پھر میدان میں آگئی اور تب اس نے دندانے دار چٹان کا رخ کیا جو اس درے کا پتہ دیتی تھی جو سلسلہ کا تھ لامبا میں تھا اور یہ چٹان دس میل دور تھی۔

سوزانے بار بار پیچھے دیکھ رہی تھی لیکن کوئی اس کے پیچھے نہ آ رہا تھا۔ اس کی نگاہیں زنٹی کو تلاش کر رہی تھیں لیکن اس کا بھی کہیں پتہ نہ تھا چنانچہ اس کے دل میں الٹے سیدھے اندیشے سر اٹھانے لگے۔ البتہ ایک چیز وہ صاف طور سے دیکھ رہی تھی۔ وہ سفید رنگی ہوئی لاش چٹانی کرسی میں اب بھی بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے قریب سی ہامبا جو ایک سیاہ داغ کی طرح دکھائی دیتی تھی، اب بھی کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے دو دفعہ گھوم کر اس چٹان کی طرف دیکھا لیکن دوسری دفعہ وہ کالا داغ اتنا چھوٹا نظر آیا کہ وہ غور سے دیکھنے کے بعد ہی اسے دیکھ سکی۔ وہ بہت دیر تک اس کالے داغ کی طرف دیکھتی رہی اور نہ میں سے اس کے دل نے سی ہامبا کو الوداع کہی اور اسے دعائیں دیں۔ سی ہامبا اس کی بہترین دوست تھی۔ وہ اس کی نجات دہندہ تھی۔

اداس دل لئے سوزانے آگے بڑھ گئی۔ اس نے اپنا سفر جاری رکھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ سی ہامبا نے خود اپنے فرار کی کیا تجویز سوچی تھی اور کیا وجہ تھی کہ وہ اپنی تجویز کو جامۂ عمل

بھاگنے کے بجائے اب تک لاش کے قریب کھڑی ہوئی تھی اور وہ یہ بھی سوچ رہی تھی کہ اب اس کی اور سی ہا مبا کی ملاقات کب اور کہاں ہو گی۔ تیسری دفعہ گھوم کر اس نے دیکھا۔ وہ سفید رنگی ہوئی لاش اب ایک ننھا سا نقطہ دکھائی دے رہی تھی اور پھر وہ نقطہ بھی افق کی نیلاہٹوں میں غائب ہو گیا۔

اس کے بعد سوزا نے کسی بھی جگہ رکے بغیر چلتی رہی اور پھر دوپہر کے بارہ بجے دندانے دار چٹان کے سائے میں تھی۔ دس میل کا یہ سفر طے کرنے میں اس نے کافی سے زیادہ وقت لیا تھا کیونکہ راستے میں لمبی لمبی گھاس کھڑی تھی جس میں کوئی پگڈنڈی نہ تھی، پھر سورج آگ اگل رہا تھا۔ پیاس اور اداسی نے خود سوزا نے کو کمزور کر رکھا تھا اور پھر وہ بچے کا بوجھ سنبھالے ہوئے تھی چنانچہ اس کی رفتار بے حد سست رہی۔ بہر حال اب وہ دندانے دار چٹان کے سائے میں کھڑی ہانپ رہی تھی اور پہاڑوں کے عظیم الشان سلسلے اور اس کی بلند اور عمودی چوٹیوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”میرے خدا! اس بچے کو گود میں لے کر اور اشیائے خورد و نوش کے بغیر میں کبھی اس پہاڑ کو عبور نہ کر سکوں گی۔ چنانچہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ میں مر جاؤں گی آخر کار ــــ خدایا! میں موت سے بھاگ کر موت کی طرف آئی ہوں“ سوزا نے سوچا۔

اور پھر وہ اس چشمے کے کنارے بیٹھ گئی جو سلسلۂ کوہ کی طرف سے بہتا ہوا آ رہا تھا اس نے اپنے تھکے ہوئے پیر نرمل چشمے کے ٹھنڈے پانی میں لٹکا دیئے اور ایک عجیب طرح کا سکون محسوس کرنے لگی۔

وہ بہت دیر تک اسی طرح بیٹھی رہی اور بے تحاشہ روتے ہوئے بچے کو چپ کرانے کی کوشش کرتی رہی۔ دفعتہً ایک انسانی سایہ پیچھے سے رینگ کر اس کے سامنے آیا۔ سوزا نے خوف کی ایک چیخ کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی لیکن پھر اس نے دیکھا کہ یہ کوئی اور نہیں زنتی تھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم آ گئے ۔ میں تو اس خوف سے لرز رہی تھی کہ کہیں سوارٹ ہیٹ یا اس کے آدمیوں نے تمھیں پکڑ نہ لیا ہو" سوزا نے کہا۔

"نہیں ابابیل ۔ انھوں نے مجھے پکڑا نہ تھا لیکن پہاڑ پر سے اترنے کے بعد میں نے میدان بائیں کنارے پر سے عبور کیا کیونکہ اگر ہم ساتھ ساتھ سفر کرتے تو پہاڑ پر سے لوگ ہمیں دیکھ سکتے اور شک کر سکتے تھے یہ بات یقیناً ہمارے لئے خطرناک ثابت ہوتی ۔ اچھا ۔ اب آؤ ہم کھانا کھالیں کیونکہ کئی دنوں سے ہم نے پیٹ بھر کر کھایا ہی نہیں۔"

اور زنٹی نے اس بڑے چرمی تھیلے میں سے، جو اس کی بغل سے لٹک رہا تھا، خشک گوشت اور بھونی ہوئی مکئی نکالی۔

سوزا نے بے شک بھوکی تھی لیکن اس سے پہلے کہ خود کھاتی اس نے مکئی کے تھوڑے سے دانے اٹھائے، پتھر سے کوٹ کران کا آٹا سا بنایا، پھر اس میں تھوڑا سا پانی ملا کر بچے کو کھلانے لگی ۔ وہ بڑی رغبت سے کھاتا رہا اور جب شکم سیر ہو گیا تو سو گیا

پھر سوزا نے اور زنٹی نے کھانا کھایا اور سوزا نے کو یہ خشک گوشت اتنا لذیذ معلوم ہوا کہ پہلے کبھی نہ معلوم ہوا تھا ۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ لوگ فوراً ہی آگے روانہ ہو گئے حالانکہ سوزا نے کی آنکھیں نیند سے بند ہوتی جا رہی تھیں لیکن زنٹی نے کہا کہ وہاں ٹھہرنا خطرے سے خالی نہ تھا کیونکہ جب سوارٹ ہیٹ کو معلوم ہو گا کہ سوزا نے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی ہے تو پھر وہ ہر چہار طرف اسے تلاش کرے گا اور چونکہ وہ گھوڑے پر سوار ہو گا اس لئے ظاہر ہے کہ ایک گھنٹے میں اتنا فاصلہ طے کر سکے گا جتنا کہ ہم چار گھنٹوں میں بھی طے نہ کر سکیں گے کیونکہ پیدل ہیں۔

چنانچہ وہ دونوں درّے کی طرف بڑھے ۔ سوزا نے اب تیزی سے چل سکتی تھی ۔ اوّل تو اس لئے کہ اس نے کھانا کھایا تھا اور دوم اس لئے کہ بچے کو زنٹی نے اٹھا رکھا تھا۔

وہ زنٹی دن بھر اسی طرح چلتے رہے یہاں تک کہ وہ درے کی چوٹی پر پہنچ گئے اور اب ناٹال کے میدان ان کے قدموں میں نقشے کی طرح پھیلے ہوئے تھے اور ان میدانوں میں اور دریا کے کنارے پر جو زیادہ دور نہ تھا، ایک سفید چوٹی والی چٹان کھڑی تھی۔ زنٹی نے بتایا کہ اس چٹان کے قدموں میں بوئر کیمپ تھا۔

سوزا نے وہیں بیٹھ گئی اور اس چٹان کے قدموں کی طرف دیکھنے لگی۔ اور وہاں دن کی ختم ہوتی ہوئی روشنی میں، اسے چھکڑوں سے سفید سفید خیمے نظر آ گئے اور اس کا دل اچھل کر جیسے اس کے حلق میں پھنس گیا کیونکہ ان چھکڑوں میں سفید فام مرد اور عورتیں تھیں جنہیں اس نے کئی برسوں سے نہ دیکھا تھا اور ان کے پاس پہنچنے کے بعد وہ آخر کار محفوظ ہو گی۔ وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ دفعتہً اس نے اپنے جسم پر ایک عجیب طرح کی برفیلی ہوا محسوس کی۔ ہوا کا یہ جھونکا اتنا ہلکا تھا کہ اس کا ایک بال بھی نہ ہلا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے قریب ہی سی ہامبا کی موجودگی محسوس کی۔ ایک لمحے کے لئے۔۔ صرف ایک لمحے کے لئے یہ احساس ابھر کر ڈوب گیا۔

"ہائے۔ سی ہامبا مر گئی" سوزا نے ایک دم سے چیخ اٹھی۔

زنٹی نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر اداسی سے بولا۔

"شاید ایسا ہی ہوا ہو۔ لیکن کاش وہ نہ مری ہو کیونکہ وہ ایک بہترین عورت اور سردارن تھی۔ بہر حال جو ہونا تھا وہ ہو چکا اور ہمیں اپنی زندگیاں بچانی ہیں۔ چنانچہ اب چلو۔"

تھوڑی دیر بعد ہی اندھیرا گہرا ہو گیا اور اگر زنٹی کے علاوہ کوئی دوسرا اس کا راہبر ہوتا تو وہ ٹھہر جاتی اور چاند کے طلوع ہونے کا انتظار کرتی جو آدھی رات کو طلوع ہونے والا تھا۔ لیکن زنٹی اندھیرے میں بھی اس راستہ پر چل سکتا تھا جس پر سے ایک دفعہ وہ گذر چکا ہو۔ چنانچہ وہ پتھروں کے انباروں پر سے اور پہاڑی نالوں

میں نئے بڑے یقین کے ساتھ گزر رہا تھا۔

سوزانے اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتی زنٹی کے پیچھے چل رہی تھی ایک دفعہ ایک پتھر سے اس کا ٹخنہ اتنے زور سے ٹکرایا کہ وہ لڑھک کر قریب کے چشمے میں گر پڑی اور جب اٹھ کر چلنے لگی تو معلوم ہوا کہ وہ لنگڑا رہی تھی۔ چنانچہ اب وہ زنٹی کے شانے کا سہارا لینے پر مجبور تھی اور جہاں راستہ زیادہ دشوار گزار ہوتا تو زنٹی اسے اٹھا لیتا۔ ایک بار پھر زنٹی نے اصرار کیا کہ بچے کو پھینک دیا جائے کیونکہ زنٹی جسمانی طور پر مضبوط ہونے کے باوجود بچے اور سوزانے کا بوجھ برداشت نہ کر سکتا تھا۔

"نہیں زنٹی" سوزانے نے کہا "اس بچے کی وجہ سے میں ذلیل ہونے اور مرنے سے بچی ہوں اور اگر میں نے اسے چھوڑ دیا تو میں ذلیل ہو کر مروں گی۔ زنٹی! تمہارا جی چاہے تو بے شک اکیلے ہی آگے بڑھ جاؤ۔ میں بچے کے ساتھ یہیں ٹھہرتی ہوں"

"واقعی سفید فام لوگ عجیب ہوتے ہیں" وہ سر ہلا کر بولا "کہ اس وقت بھی جب ان کی زندگی خطرے میں ہوتی ہے، دوسرے کے بچے کو اٹھا لیتے ہیں۔ بہت اچھا ابابیل۔ جیسی تمہاری مرضی" اور وہ بچے کو گود میں سنبھالے اور سوزانے کو سہارا دیتا ہوا احتیاط سے آگے بڑھنے لگا۔

اور اس طرح وہ آگے بڑھتے رہے اور ایک کے بعد دوسرا گھنٹہ گزرتا رہا اور صرف تارے انھیں روشنی دکھانے کی کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ آدھی رات کے وقت چاند طلوع ہوا اور ان تھکے ہوئے مسافروں نے دیکھا کہ وہ پہاڑ کے قدموں سے زیادہ دور نہ تھے۔

اور تب وہ دونوں سستانے کے لئے ٹھہر گئے لیکن جب انھوں نے اپنے اعضا اکڑتے محسوس کئے تو پھر اٹھ کر چل پڑے۔ اب سوزانے بری طرح سے لنگڑا رہی

تھی کیونکہ اس کا ٹخنہ سوج کر درد کرنے لگا تھا۔

اور اب وہ ڈھلان اتر کر میدان میں پہنچ گئے اور اس سفید چوٹی والی چٹان کی طرف بڑھے جس کے قدموں میں بوئیروں کا کیمپ تھا اور جو اب بھی ان سے چھ میل دور تھا۔ سوزانے اب چوپایوں کی طرح ہاتھوں اور پیروں کے بل رینگ رہی تھی کیونکہ اب زنٹی کی طاقت بھی جواب دے چکی تھی اور وہ اسے اٹھا نہ سکتا تھا۔ اور اس طرح انھوں نے تین میل کا فاصلہ اتنے ہی گھنٹوں میں طے کیا اور تب سوزانے ایک آہ بھر کر اور کراہ کر زمین پر بیٹھ گئی۔

"زنٹی! اب میں نہیں چل سکتی" اس نے کہا "اگر میں نے آرام نہ کیا تو مر جاؤں گی۔"

زنٹی نے سوزانے کی طرف دیکھا اور سمجھ لیا کہ واقعی وہ پوری طرح سے تھک گئی تھی

"اگر ایسا ہی ہے تو پھر صبح تک اسی جگہ آرام کرتے ہیں" زنٹی نے کہا "اور میں سمجھتا ہوں کہ صبح تک تو ہم یہاں محفوظ ہیں کیونکہ بل ہیڈ رات کے وقت درہ عبور کرنے کی جرأت شاید ہی کرے۔"

سوزانے نے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ چین سے بیٹھنے والا نہیں۔ میں سمجھتی ہوں وہ چاند کی روشنی میں درہ عبور کر لے گا۔ سنو زنٹی۔ بوئیروں کا کیمپ زیادہ دور نہیں ہے اور تمھارے بدن میں اب بھی کچھ قوت باقی ہے۔ تم بچے کو لے کر وہاں جاؤ، کسی نہ کسی طرح کیمپ میں داخل ہو جاؤ میری زبوں حالی ان سے بیان کرو اور وہ فوراً گھوڑوں پر سوار ہو کر مجھے بچانے کے لیے آ جائیں گے۔"

"خیال برا نہیں" زنٹی نے کہا "لیکن ابابیل! میں تمھیں یہاں اکیلی چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا کیونکہ یہاں تمھارے چھپنے کی کوئی جگہ ہے ہی نہیں۔"

"اگر تم یہاں ٹھہر بھی گئے زنٹی تو میری کوئی مدد نہ کر سکو گے اس لئے جاؤ کیونکہ

جتنی جلد تم کیمپ میں پہنچو گے اتنی ہی جلد وہ لوگ مجھے بچانے آجائیں گے"۔

"میں نے تمہارا حکم سُنا" زنٹی نے کہا۔

چنانچہ اس نے بچے ہوئے کھانے میں سے نصف سے زیادہ سوزانے کے قریب رکھا، بچے کو اپنی کمر پر باندھا اور سوزانے سے رخصت ہوکر کیمپ کی طرف چل دیا۔

ایک گھنٹے یا اس سے کچھ کم وقت میں وہ کیمپ کے قریب پہنچ گیا۔ یہ کیمپ چھکڑوں اور چند خیموں پر مشتمل تھا اور چھکڑوں کا لاگر نہ بنایا گیا تھا۔ کیمپ کے قریب ہی ایک چھوٹا سا دریا بہہ رہا تھا۔ ایک چھکڑا کیمپ سے الگ اور اس سے کوئی پچیس گز آگے اکیلا کھڑا ہوا تھا اور اس کے سامنے بنے ہوئے چولھے میں اب بھی انگارے جل رہے تھے۔

"اب اگر میں نے اس چھکڑے کے قریب سے نکلنے کی کوشش کی تو وہ لوگ مجھے گولی مار دیں گے" زنٹی نے سوچا حالانکہ اسے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہاں کیمپ کے کافر گہری نیند سو رہے تھے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ زنٹی جانتا نہ تھا۔

جیسا کہ میں نے کہا کہ زنٹی جانتا نہ تھا کہ اس چھکڑے کے قریب کافر سو رہے تھے۔ چنانچہ وہ اس سے دور کھڑا آوازیں دینے لگا یہاں تک کہ ایک کافر جاگ گیا اور ہاتھ میں بندوق لے کر زنٹی کے قریب آیا۔

"کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"میں کیمپ کے باس سے ملنا چاہتا ہوں" زنٹی نے جواب دیا "کیونکہ میری سردارن، جو سفید فام ہے، یہاں سے کچھ دور نڈھال پڑی ہے اور باس سے مدد طلب کر رہی ہے"۔

"اگر تمہیں باس سے ملنا ہے" کافر نے ایک جمائی لی "تو پھر صبح تک انتظار کرو۔ تب باس بیدار ہوگا اور تم اس سے مل سکو گے"۔

"میں انتظار نہیں کر سکتا"

اور زنٹی نے کیمپ کی طرف قدم بڑھایا لیکن فوراً ہی کافر نے بندوق کی نال اس کے سینے کی طرف کر دی۔

"اگر ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو میں تمھیں گولی مار دوں گا"۔ وہ بولا۔

"تو پھر اب میں کیا کروں ؟" زنٹی نے اداس آواز میں کہا۔

"واپس جاؤ یا اگر باس سے ملنا ہی ہے تو صبح تک انتظار کرو۔ تم یہاں چھکڑے کے قریب بیٹھ سکتے ہو۔ صبح باس سے اپنی کہانی کہنا جو میرے خیال میں جھوٹ ہے"

چنانچہ زنٹی چھکڑے کے قریب بیٹھ گیا کیونکہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا اور وہ بندوق والا کافر اس پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ حالانکہ ظاہر یوں کر رہا تھا جیسے سو گیا ہو۔

سوزا نے اس زبردست میدان میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی اور خوف تھا کہ اس کے دل میں اترتا جا رہا تھا۔ اوّل تو میدان میں موت کی خاموشی تھی، پھر سوزا نے شدت سے تنہائی محسوس کر رہی تھی اور پھر یہ دھڑکا بھی لگا ہوا تھا کہ نہ شیر جو کہیں دور دھاڑ رہے تھے، قریب نہ آجائیں اور پھر یہ خوف بھی تھا کہ سوارٹ بیٹ اسے تلاش کرتا ہوا وہاں نہ پہنچ جائے۔ وہ خوفزدہ تھی اور سہمی ہوئی تھی ساتھ ہی اتنی تھکی ہوئی بھی تھی کہ قریب کے چشمے میں منہ ہاتھ دھونے کے بعد سو گئی۔

جب اس کی آنکھ کھلی ہے تو افق مشرق پر سے اندھیرا سمٹنے اور سپیدی ابھرنے لگی تھی اور سوزا نے یوں محسوس کر رہی تھی جیسے خوف کے سرد ہاتھ نے اسے اپنی مٹھی میں دبا لیا ہو۔ کچھ آواز اس کے کانوں میں آئی اور اس نے سر اٹھا کر دیکھا اس کے عین سامنے اور ڈھلان کی چوٹی پر سیاہ جسموں کا ایک سیلاب سا دکھائی دیا جس میں بھالوں کے پھل بجلیوں کی طرح چمک رہے تھے۔

"لو۔ قصّہ ختم ہوا" سوزانے نے دل میں کہا "کیونکہ یہ سامنے زولواہی ہے اور وہی ہے جس نے امپونڈوانہ پر چڑھائی کی تھی کیوں کہ ان کے سروں میں اڑتے ہوئے سارسوں کے پر میں دیکھ رہی ہوں" اور وہ انتہائی خوف کے عالم میں زمین پر لیٹ گئی۔

تینتیسواں باب

خواب کا پہاڑ

اب میں پھر اس شام کا ذکر کر رہی ہوں جب گاشا نے وہ خبر سنائی تھی کہ اس کا قبیلہ انسانی ہاتھ والے پہاڑ پر رہتا ہے۔ قارئین بھولے نہ ہوں گے کہ گاشا وہ کافر لڑکا تھا جسے، ہمارے لاگر پہ کافروں کے حملے کے بعد، رالف نے بچایا تھا گاشا فرش پر بیٹھا ہوا تھا اور حیرت زدہ آنکھوں سے ہماری صورت تک رہا تھا اور ایک طرف رالف بے ہوش پڑا ہوا تھا اور میں اور جان ایک دوسرے کی طرف یوں دیکھ رہے تھے جیسے خود خدا کی طرف سے ہمیں ایک نشانی مل گئی ہو۔

"ایسا تو میرے الفاظ میں لوئن سا برا جادو تھا کہ باس تڑپ سے گر کر مر گئے" گاشا نے کہا۔

"باس مرے نہیں ہیں" میں نے جواب دیا "لیکن تمھارے یہ باس پچھلے کئی برسوں سے امیونڈوانہ کے اس پہاڑ کو تلاش کر رہے تھے جس کا ذکر تم نے کیا ہے۔ گاشا! اب یہ بتاؤ کہ تم نے کسی سفید فام عورت کے متعلق کبھی کچھ سنا ہے جو سی بامبا کے ساتھ اس پہاڑ پر رہی ہے۔"

"نہیں۔ میں نے ایسی کسی عورت کے متعلق کچھ نہیں سنا"

اس کے اس جواب نے مجھے مایوس کر دیا کیونکہ اگر کوئی سفید فام عورت اس پہاڑ پر ہوتی تو یہ ایک ایسی عجیب بات ہوتی کہ اس کا چرچا ہر کافر قبیلے میں ہوتا اور اس شخص نے، جس نے گاشا کو سی بامبا کی واپسی کے متعلق بتایا تھا، اس کا ذکر بھی ضرور کیا ہوتا۔ چنانچہ ـــ میں نے فیصلہ کیا ـــ سوزانے یا تو مر گئی تھی یا

سوارٹ پیٹ کے پنجے میں تھی یا پھر سی ہامبا نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ یہ آخری بات ماننے کے لئے میں تیار نہ تھی۔ اب اگر گاشا اتنا بیوقوف نہ ہوتا تو ہمارے دن اتنے اداس اور امید وبیم میں نہ گزرتے۔ بے شک اس نے یہ نہ سنا تھا کہ سی ہامبا اپنے ساتھ ایک سفید فام عورت کو لے کر اپنے لوگوں میں پہونچی تھی لیکن اس نے یہ ضرور سنا تھا کہ وہ امپونڈوانہ پہاڑ پر اپنے ساتھ ایک سفید "پرندہ" لے کر پہونچی تھی۔ اگر گاشا نے ہم سے یہ بات کہی ہوتی تو ہم سمجھ جاتے کہ یہ "سفید پرندہ" سوزانے ہی تھی جس کا نام کافروں نے "ابابیل" رکھا تھا۔

خیر تو آمدم برسر مطلب، ہم رالف کو ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگے۔ اور جب اسے ہوش آیا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تو میں نے اس سے کہا کہ جھوٹی امیدیں باندھنا اور جذبات کی رو میں بہہ جانا حماقت ہے کیونکہ میں نے کہا "گاشا نے سی ہامبا کے متعلق تو سنا ہے لیکن کسی سفید فام عورت کے متعلق کچھ نہیں سنا۔

اس پر رالف نے جواب دیا کہ چونکہ خود خدا نے اس کے خواب کے پہاڑ کا پتہ اتنے عجیب ڈھنگ سے بتا دیا ہے اس لئے اسے یقین ہو گیا ہے کہ وہ سوزانے کو اسی پہاڑ پر پائے گا۔

میں نے جواب دیا کہ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو لیکن خدا کا راز خدا ہی جانتا ہے اور یہ کہ پہلے سے اندازے لگا لینا اور پھر ان پر یقین بھی کر لینا پاگل پن ہے۔
لیکن رالف نے میری بات سنی ان سنی کر دی۔ وہ ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوا اور بولا،

"چلو ابا۔ امپونڈوانہ پہاڑ کی طرف چلا جائے۔

"پہلے ہمیں اپنے گروہ کے لیڈر سے مشورہ کر کے اس سے مدد طلب کرنی چاہئیے" جان نے کہا، "کیونکہ تم جانو ان جنگلوں میں اور انجانی جگہوں میں اکیلے بھٹکنا

خطرے سے خالی نہیں کیونکہ چاروں طرف کافر بکھرے پڑے ہیں جو ہمیں قتل کر دیں گے"

لیکن رالف اتنا زیادہ بے چین تھا کہ وہ جان کی یہ بات بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا لیکن میں نے اسے یاد دلایا کہ ہمارے پاس گھوڑے نہ تھے کیونکہ وہ سب کے سب وبا میں مبتلا ہو کر مر گئے تھے اس کے علاوہ" میں نے کہا" رات اندھیری ہے اور ہم اسی وقت اٹھ کر لاگریں پہو نچے اور رجان کے گروہ کے تمام معمر لوگوں کو طلب کیا۔

"کیا بات ہے ہیر.بو ئیمار"؟ ہمارے لیڈر نے پوچھا۔

"میں آپ سے یہ درخواست کرنے آیا ہوں" جان نے کہا" کہ آپ اپنا راستہ بدل کر اس پہاڑ کی طرف کوچ کر دیں جو یہاں سے تین دنوں کی مسافت پر ہے، جو امپونڈوانہ کہلاتا ہے اور جہاں تک ہمیں میرا یہ ملازم گاشا پہنچا دے گا"

"اس طرف کوچ کرنے کی کوئی وجہ؟" لیڈر نے حیرت سے پوچھا۔

"برادر" جان نے کہا" آپ سب یہ تو جانتے ہی ہیں کہ وہ شیطان سوارٹ پیٹ میری اکلوتی بیٹی سوزانے کو اٹھا لے گیا تھا۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ سوزانے رالف کانزی کی بیوی ہے۔"

"بہت پرانی داستان ہے یہ تو" لیڈر نے کہا" اور یقیناً سوزانے بچاری ایک عرصہ ہوا مر گئی ہو گی چنانچہ اب تم اس کا ذکر کیوں کرتے ہو اور ہمارا کوہ امپونڈوانہ کی طرف کوچ کرنے سے اس کا کیا تعلق؟"

"ہمارا خیال ہے کہ سوزانے کوہ امپونڈوانہ پر اور کافروں میں رہتی ہے اور ہم اسے بچانا چاہتے ہیں۔ ہمیں ابھی ابھی گاشا کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ سی ہامبا، جو سوزانے کی دوست ہے اور ہمارا یہ خیال ہے اس کے ساتھ تھی، اب اس قبیلے کی سردارن ہے اور ان پر حکومت کرتی ہے"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو" لیڈر نے کہا" لیکن کیا گاشا نے یہ بھی کہا ہے کہ تمھاری

بیٹی بھی وہیں ہے؟"

"نہیں" جان نے جواب دیا۔

"تو پھر تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

اب جان شش و پنج میں پڑ گیا لیکن چونکہ جواب دینا ضروری تھا اس لئے اس نے سرخ ہو کر کہا:۔

"ہم جانتے ہیں کہ سوزانے وہیں ہے کیونکہ دو برس پہلے رالف نے اسی پہاڑ کو خواب میں دیکھا تھا اور اس خواب میں اس سے کہا گیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو، جسے شادی کی رات کو سوارٹ پیٹ اٹھا لے گیا تھا، اسی پہاڑ پر پائے گا۔"

یہ سُن کر وہاں بیٹھے ہوئے یوئیر ہنس پڑے۔ حالانکہ ہم لوگ بڑے مذہبی قسم کے لوگ تھے لیکن خوابوں کی حقیقت پر یقین نہ رکھتے تھے۔ اس پر مجھے غصہ آگیا اور میں بڑی سخت باتیں کہہ گئی چنانچہ وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ میں نے انھیں رالف کا خواب سنایا اور یہ بھی بتایا کہ گاشا نے امبونڈوانہ پہاڑ کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ پہاڑ وہی ہے جسے رالف نے خواب میں دیکھا تھا۔ جب میں خاموش ہوئی تو رالف نے کہا:۔

"دوستو۔ یہ کہانی تمھیں احمقانہ معلوم ہوتی ہو گی لیکن میں پوچھتا ہوں کہ میں تم لوگوں میں اور کافروں میں کس نام سے مشہور ہوں؟ کیا میرا نام پہاڑ والا نہیں ہے؟ اور میں اس نام سے کیوں مشہور ہو گیا ہوں؟ اس لئے کہ مجھے اس پہاڑ کی تلاش تھی اور میں نے ہر شخص سے اس پہاڑ کے متعلق پوچھا ہے جس کے ایک پہلو پر ایسے نالے ہیں جو دور سے انسانی پنجے کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔ اور سچ کہنا یہ آپ ہی لوگ تھے نا کہ جنھوں نے میرے اس خواب اور ان تحقیقات کی وجہ سے مجھے پاگل سمجھ لیا تھا؟ لیکن اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ اس قسم کا پہاڑ موجود ہے اور میں نے یہ بھی سن لیا ہے کہ سی ہامبا

جو میری بیوی کے ساتھ تھی، اس پہاڑ پر بسنے والے قبیلے کی سردارن ہے۔ چنانچہ اب اگر میں کوہ امبونڈوانہ کی طرف، جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا، جانا چاہتا ہوں تو اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ میری بیوی وہیں ہے۔"

اس کے بعد بوئر ہم پر نہ ہنسے بلکہ وہ چند قدم دور ہٹ کر آپس میں مشورہ کرنے لگے اور پھر ہمارے لیڈر رسیلرس نے کہا :-

"ہیر بوتیار اور کانزی، تمھارے اس خواب کے متعلق تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ممکن ہے تمھارا خواب سچا ہو اور اگر سچا ہے تو پھر مجھے کہنا پڑتا ہے کہ یہ جادو ہے اور جادو سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ اگر تمھیں اس پہاڑ کی تلاش میں جانا ہی ہے تو مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تمھیں اکیلا ہی جانا ہوگا کیونکہ ہم تمھاری وجہ سے اپنے سفر کے نقشے میں تبدیلی نہیں کر سکتے۔ لیکن ہمارا مشورہ تو یہی ہے کہ تم کبھی اس طرف نہ جاؤ کیونکہ خوابوں اور جادو کا اثر برا ہوتا ہے۔"

سیلرس کا یہ جواب سنا تو میں اس پر برس پڑی اور اسے برا بھلا کہنے لگی لیکن جان اور رالف وہاں سے اٹھ گئے اور جب میں ان کے قریب پہونچی ہوں تو وہ لاگر سے باہر کھڑے باتیں کر رہے تھے اور رالف کہہ رہا تھا:-

"مجھے اکیلا ہی جانے دیجئے"

"نہیں" جان نے کہا "میں بھی چلوں گا تمھارے ساتھ کیونکہ ایک سے دو بھلے۔ اس کے لئے جب تک مجھے یہ معلوم نہیں ہو جاتا کہ سوزانے زندہ ہے یا مر گئی تب تک میں راتوں کو سو نہ سکوں گا"

"اور میرا کیا ؟" میں نے پوچھا۔

"تم اسی گروہ کے ساتھ رہو بیوی اور ان ہی کے ساتھ کوچ کر دو۔ ہم فرصت پانے کے بعد وہاں ناٹال میں تم سے آملیں گے۔"

"ایسی کوئی بات نہ ہوگی جان بوشمار" میں نے کہا۔ کیونکہ جہاں تم دونوں جاؤ گے میں بھی جاؤں گی تم سمجھتے ہو مجھے اپنی بیٹی سے محبت نہیں اور کیا میں اس کے متعلق حقیقت معلوم کرنا نہیں چاہتی؟"

"جیسی تمہاری مرضی بیوی" جان نے کہا" خدا کی مرضی بھی شاید یہی ہے کہ ہم تینوں شروع سے ساتھ ہیں تو اب بھی ساتھ ہی رہیں"۔

اور وہ چھکڑے کو سفر کے لئے تیار کرنے چلا گیا۔

گیارہ بجے چاند طلوع ہوا تو ہمارے چھکڑے میں بیل جوتے گئے۔ ہماری روانگی سے کچھ دیر پہلے ہمارے کئی دوست ہمارے پاس آئے اور ہم سے درخواست کی کہ ہم اس خطرناک سفر پر روانہ نہ ہوں لیکن جب ہم نے ایک نہ سنی تو وہ دھمکانے لگے کہ ہمیں جبراً روک لیں گے اور اگر جان نے کڑک کر نہ کہا ہوتا کہ ہم اپنی مرضی کے مالک ہیں اور جہاں چاہیں جا سکتے ہیں تو میں سمجھتی ہوں ان لوگوں نے ہمیں جبراً روک لیا ہوتا چنانچہ وہ لوگ ہماری ضد پر افسوس کرتے رخصت ہوئے اور وہ نہ جانتے تھے کہ ہم سے زیادہ خود انھیں خطرہ تھا کیونکہ جب وہ لوگ سفر کرتے ہوئے ندی دان ربیتن درے میں پہونچے تو زولوامبی، جو زانین کا خاتمہ کر کے لوٹ رہی تھی، ان پر ٹوٹ پڑی اور اس گروہ کے نصف سے زیادہ آدمیوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔

خیر تو چاند کے طلوع ہوتے ہی ہم لوگ روانہ ہو گئے۔ گاشا ہماری راہبری کر رہا تھا۔ ہم لوگ رات بھر سفر کرتے رہے اور صبح کی پہلی کرن کے ساتھ ایک جگہ ٹھہر گئے۔ جیسا کہ میں نے کہا ہمارے پاس گھوڑے نہ تھے اور اس سفر میں مجھے پہلی دفعہ معلوم ہوا کہ بیل کس قدر سست رفتار ہوتے ہیں۔ یہ غالباً اس لئے تھا کہ میں جلد از جلد کرہ امپونڈوانہ پر پہونچ جانا چاہتی تھی لیکن بیل غریب ایک گھنٹے میں دو میل سے زیادہ فاصلہ طے نہ کر سکتے تھے کیونکہ آپ جانئے افریقہ کے جنگلوں

اور گھاس کے میدانوں میں ظاہر ہے کہ نہ راستے تھے اور نہ سڑکیں۔ رالف کی بے چینی دیکھنے کے قابل تھی۔ وہ بار بار چھکڑے سے آگے نکل جاتا اور پھر واپس آجاتا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ اگر ہم نے اجازت دے دی ہوتی تو وہ ہمیں چھکڑے میں آنا چھوڑ کر خود پیدل ہی آگے بڑھ جاتا۔

تیسرے دن سورج بلند ہو گیا تو ہم حسب معمول آگے روانہ ہوئے۔ چاروں طرف گاڑھی گاڑھی دھند تھی۔ رفتہ رفتہ دھند چھنٹ گئی اور تب گاشا نے، جو چھکڑے کے بکس پر رالف کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، رالف کے شانے پر ہاتھ رکھ کر سامنے کی طرف اشارہ کیا۔ رالف نے دیکھا کہ میدان کے سرے پر اور بہت دور ایک سفید بادل سا تھا اور اس کے اوپر سرخ پتھروں والے پہاڑ کی چٹیی چوٹی نظر آرہی تھی۔

"دیکھا باس" گاشا نے کہا "وہ ہے میرا گھر امپونڈوانہ اور آج رات کا اندھیرا اترنے سے پہلے مجھے معلوم ہو جائے گا کہ میرے ماں باپ زندہ ہیں یا نہیں اور اگر نہیں تو پھر یہ کہ وہ میرے لئے مویشی چھوڑ گئے ہیں تو وہ قانوناً میرے ہوں گے۔"

اور وہ مزے میں آکر سیٹی بجانے لگا۔

"اور مجھے" رالف نے کہا "یہ معلوم ہو جائے گا کہ میری زندگی کیا ہو گی جنت یا جہنم؟"

اور اس کے بعد رالف دن بھر چھکڑے کے بکس پر بیٹھا رہا۔ اس نے نہ کچھ کھایا اور نہ کچھ پیا۔ بس خاموش بیٹھا اس پہاڑ کی طرف دیکھتا رہا۔

دوپہر کے ایک بجے، جب امپونڈوانہ پہاڑ کی سرسبز ڈھلانیں بہت قریب معلوم ہوتی تھیں، ہمیں زمین پر ننگے قدموں کے بے شمار نشانات نظر آئے۔ رالف تو چھکڑے میں ہی بیٹھا رہا لیکن جان اور گاشا نیچے اتر آئے۔

"اَمّی ابھی گزری ہے اس طرف سے" جان نے کہا

"ہاں ۔ اور میرے خیال میں زولو ابھی تھی جو کل گزری ہے اس طرف سے" گاشا نے کہا ۔

وہ جان کے قریب سے ہٹ کر آس پاس کی جھاڑیوں میں جھانکنے لگا اور پھر فوراً ہی اس نے آواز دی ۔

"دیکھو باس ۔ دیکھو" اس نے ایک جھاڑی کی طرف اشارہ کیا ۔

جان نے جھاڑی میں دیکھا تو وہاں ایک زولو سپاہی پڑا ہوا تھا اور اس کے قریب ہی اس کا بھالا پڑا ہوا تھا ۔ یہ زولو سپاہی تھا اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ تھی کیونکہ اس کے بالوں میں اب بھی بھورا اور لمبا پر اڑسا ہوا تھا ۔ گاشا کی آواز سن کر زولو اٹھ کر بیٹھ گیا کیونکہ اب تک وہ زندہ ہے حالانکہ سخت پیچش نے اسے موت کے بے حد قریب پہونچا دیا تھا ۔

"مانزی ، املونگھو ، مانزی (پانی ، سفید فام ، پانی)" زولو نے کہا ۔

"پانی لاؤ ۔ یہاں ایک بیمار کافر پڑا ہوا ہے" جان نے رالف سے کہا جو بدستور چھکڑے کے بکس پر بیٹھا پہاڑ کی طرف دیکھ رہا تھا ۔

رالف پانی لے آیا اور زولو بہت سا پانی غٹ غٹا گیا ۔

"کون ہو تم اور یہاں کیسے آئے ؟" جان نے پوچھا ۔

"میں شاہ زولو ڈنگان کا سپاہی ہوں" زولو نے جواب دیا "لیکن جب ہم پہاڑ والوں پر حملہ کر رہے تھے تو میں بیمار ہو گیا ۔ لیکن پھر بھی میں اَمّی کے ساتھ رہا لیکن اس جگہ پہونچ کر میری قوت جواب دے گئی اور میں ایک سورج اور ایک چاند سے یہاں پڑا ہوا ہوں ۔ میں نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ وہ میرا خاتمہ کر دیں لیکن انھوں نے میری یہ بات نہ مانی اور کہا کہ ممکن ہے میں تندرست ہو کر ان سے

جالموں"

"کہاں گئے ہیں وہ لوگ؟" جان نے پوچھا۔

"وہ لوگ ناٹال کی طرف بوئیروں کو کھا لینے گئے ہیں" زولو نے خالی خالی نظروں سے سلسلۂ کاتھ لامبا کی طرف دیکھا" یہ بادشاہ کا حکم ہے اور یہ حکم ہمیں اس وقت ملا جب ہم امبونڈوانہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ کل صبح میرے ساتھی ان بوئیروں پر حملہ کر دیں گے جو ایک چھوٹے سے ٹیلے کے قدموں میں دریائے ٹیگولا کے کنارے پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں اور اس وقت تک مجھے ان کے پاس بہر حال پہنچ جانا ہے۔ ہاں۔ اب ایک بار پھر میرے جسم میں طاقت آگئی ہے اور کل صبح میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بوئیروں پر حملہ کروں گا۔ الوداع سفید فام۔ میں تمہیں قتل نہ کروں گا کیونکہ تم نے مجھے پانی پلایا ہے جس نے میرے بدن میں طاقت کی رو دوڑا دی ہے۔"

اور وہ اٹھا، اپنا بھالا اٹھایا اور کوہ کاتھ لامبا کی طرف بھاگنے لگا۔

"ٹھیرو" رالف نے کہا "یہ بتاتے جاؤ کہ اس پہاڑ پر کیا ہوا؟"

لیکن معلوم ہوتا ہے زولو نے اس کی آواز نہ سنی یا اگر سنی تو اس کی طرف دھیان نہ دیا۔ وہ کوئی تیس قدم تک بھاگتا چلا گیا۔ دفعتہً وہ رکا، اپنا بھالا بلند کر کے جیسے کسی کو سلام کیا اور چیخ کر بولا۔

"سردار! میں حاضر ہوں"

پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور اوندھے منہ گرا، جان، رالف اور کاشا جب اس کے قریب پہنچے ہیں تو وہ مر چکا تھا۔

"زولوؤں اور ناٹال کے بوئیروں کے متعلق یہ عجیب بات بتائی ہے مرنے والے نے" جان نے اپنا ماتھا رگڑ کر کہا۔

"شاید یہ زولو ہذیان بک رہا تھا" رالف نے جواب دیا" تاہم ممکن ہے

اس میں کچھ سچائی ہو" دفعتہً اس نے جان کا بازو پکڑ لیا" کیا واقعہ ہوا کوہ اسپونڈوائن پر؟ زولوؤں نے حملہ کیا تھا وہاں۔ کیا واقعہ ہوا"

جان نے نفی میں سر ہلایا لیکن کوئی جواب نہ دیا۔ وہ جانتا تھا کہ وہاں کیا ہوتا ہے جہاں زولو فوج جاتی ہے۔

والف آگے بڑھنے کے لئے بہت زیادہ بے چین تھا اس کے باوجود ہم نے صورت حال پر غور اور مشورہ کرنے کی غرض سے چند منٹوں کے لئے چھکڑا روک لیا۔ اور آخر میں فیصلہ کیا کہ ہم اپنے ساتھیوں کو خبردار کرنے کے لئے چھکڑا چلانے والے کو واپس ناٹال کے کیمپ کی طرف بھیج دیں۔ لیکن ہمارا یہ چھکڑا چلانے والا ناٹال کے بوئیروں کے پاس نہ پہونچ سکا۔ یا تو وہ راستے میں سے ہی بھاگ گیا یا شیر نے اسے پھاڑ کھایا یا پھر بوئیروں کو نہ پا سکا جو اس کے وہاں پہونچنے سے پہلے ہی آگے روانہ ہوگئے تھے۔ وجہ کچھ بھی ہو ہمارا پیغام بوئیروں تک نہ پہونچا اور نہ ہی پھر کبھی ہم نے اپنے اس چھکڑا چلانے والے کو دیکھا۔

اس کے بعد ہم آگے روانہ ہوئے اور پوری سہ پہر تک سفر کرتے رہے اور ہمارے دل خوف سے دھڑک رہے تھے۔ راستے میں ہمیں کوئی انسان نہ ملا البتہ ایک دو دفعہ مویشی ادھر ادھر بھٹکتے نظر آئے جن کے ساتھ چرواہے نہ تھے اس سے ہمیں حیرت بھی ہوئی اور ہمارے دلوں میں امید کی شعاع بھی روشن ہوگئی کیونکہ فاتح اپنے مفتوح قبیلے کے مویشی پیچھے نہ چھوڑ جاتی تھی اور اگر فتح اسپونڈوائن کی ہوئی تھی تو پھر مویشیوں کے ساتھ رکھوالے کیوں نہ تھے۔

اور سورج غروب ہونے سے کوئی دو گھنٹے پہلے ہم لوگ پہاڑ کے شانے کے قریب سے گذرے اور اب اس کا مشرقی پہلو ہماری نظروں کے سامنے تھا۔

"خدا کی قسم۔ یہی ہے میرے خواب کا پہاڑ" رالف ایک دم سے چیخ اٹھا۔

اور واقعی اس ڈھلان پر ایسے نالے تھے کہ وہ انسانی ہاتھ کی چار انگلیاں اور انگوٹھا معلوم ہوتے تھے اور انگوٹھے اور شہادت کی انگلیوں کے درمیان ایک دریا بہہ رہا تھا جس کے کنارے پر چھاتے کی شکل کے درخت اُگ رہے تھے۔

"آگے بڑھو۔ آگے بڑھو" رالف چلایا۔

اور چابک اٹھا کر بیلوں پر برسانے لگا اور اتنی بیدردی سے کہ بیل آخر کار تکلیف سے ڈکرانے لگے۔ لیکن میں چھکڑے کے خیمے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے گھوم کر پیچھے دیکھا تو یہ دیکھ کر دم بخود رہ گئی کہ اب کہیں سے رکھوالے آگئے تھے جو مویشیوں کو ہنکا کر پہاڑ کی طرف لئے جا رہے تھے۔

"معلوم ہوتا ہے وقت گذر گیا" میں دل میں بولی" زولو ہوں یا کوئی اور بہرحال انھوں نے پہاڑ پر قبضہ کر لیا ہے اور یہ فاتح ہیں جو مویشیوں کو ہنکا کر لے جا رہے ہیں۔ اب یہ لوگ ہم پر حملہ کر دیں گے اور ہم بھی مارے جائیں گے۔ خیر۔ جو خدا کی مرضی۔ اگر سوزانے مر گئی۔ ہے تو ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے اور رالف کے لئے تو موت زندگی سے بہتر ثابت ہوگی کیونکہ اگر سوزانے کے بعد وہ زندہ رہا تو پاگل ہو جائے گا۔"

اب ہم دریا کے کنارے پہونچ گئے تھے اور اس طرف بڑھ رہے تھے جہاں سے یہ دریا نکلتا تھا۔ ہر طرف قدموں کے نشان ضرور تھے لیکن کہیں کوئی انسان دکھائی نہ دیتا تھا البتہ گدھ کثرت سے تھے جو کسی انسان یا جانور کی لاش پر جھگڑ رہے تھے

"یہاں جنگ ہوئی ہے" جان نے سرگوشی میں کہا" اور اب یہاں موت کی خاموشی کا راج ہے۔"

لیکن رالف کچھ کہے بغیر تھکے ہوئے بیلوں پر بڑا امڑ چابک برسا رہا تھا۔

آخر کار بیل بالکل ہی بے بس ہو گئے اب وہ چھکڑے کو نہ کھینچ سکتے تھے کیونکہ راستہ عمودی ہو گیا تھا۔ چنانچہ رالف نے وہ ہتھیار اٹھا لیا جو اس کے ہاتھ میں آگیا اور یہ وہ بھالا تھا جو گاشا نے بچپن میں مبتلا ہو کر مرے ہوئے زلو کے ہاتھ سے چھڑا کر چھکڑے میں رکھ لیا تھا۔ رالف بھالا اٹھا کر چھکڑے پر سے کود پڑا اور بھاگ کر ڈھلان پر چڑھنے لگا میں اور جان اس کے پیچھے تھے۔ دو سو گز آگے بڑھ کر راستہ ایک موڑ مڑا اور ہم پہلی دیوار کے دروازے کے سامنے تھے۔ یہ نہ ہی دیوار تھی جس پر زلوؤں نے دریا کا پانی روک کر قبضہ کر لیا تھا۔ دروازہ کھلا تھا چنانچہ رالف اس میں گھس پڑا۔

پہلے تو رالف کو کچھ نظر نہ آیا لیکن پھر فوراً ہی اس نے آوازیں سنیں۔

"اب بھی نہ بتائے گی جبکہ موت تیرے سر پر کھڑی ہے؟ پی لے اور بتا"

"بیوقوف" دوسری کھنچی ہوئی آواز نے جواب دیا "میں کہتی ہوں کہ موت ہم دونوں کے سر پر کھڑی ہے۔

اور اب چونکہ تو بچ گئی ہے اس لئے میں خوشی سے جان دوں گی اور اپنا راز اپنے ساتھ لے جاؤں گی"

"چڑیل کہیں کی۔ اب میں ہتھیار استعمال کرنے پر مجبور ہوں"

اور اب رالف نے اس پتھر کے دوسری طرف، جہاں سے آوازیں آرہی تھیں دیکھا۔ ایک پست قامت عورت لب آب ایک پتھر سے بندھی ہوئی تھی اور اس پر ایک شخص جھکا ہوا تھا جو سفید فام تھا۔ اس شخص کے ایک ہاتھ میں کھلا ہوا چاقو تھا اور دوسرے میں پانی کی تونبی۔ وہ یہ تونبی عورت کے ہونٹوں کے قریب لے جاتا اور جب وہ پانی پینے کے لئے منہ کھولتی تو اسے ہٹا لیتا۔

رالف نے اس بندھی ہوئی عورت کو پہچان لیا ــــ وہ سی ہاما تھی یعین

اس وقت اس شخص نے اوپر نظر کی اور اس کی اور رالف کی نظر ٹکرائیں۔ اور اب رالف نے اسے بھی پہچان لیا ۔

یہ سوارٹ ہیٹ تھا۔

چونتیسواں باب

فرشتۂ انتقام

چند لمحوں تک وہ دونوں خاموش کھڑے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے جیسے کسی نے جادو کی چھڑی گھما کر ان دونوں کو پتھر میں تبدیل کر دیا ہو۔ اور یہ سی ہامبا کی آواز تھی جس نے یہ جادو توڑ دیا۔ اس کا گلا خشک تھا اور پیاس سے زبان پھول گئی تھی اس لئے اس کی آواز عجیب سی تھی۔

"ظالم اور شیطان" وہ بولی "نہیں کہا تھا میں نے کہ تیری موت قریب ہے؟" خوش آمدید ابابیل کے شوہر رالف کانزی۔

اور تب رالف نے ایک جھرجھری لی، اپنا بھالا بلند کیا اور زخمی شیر کی طرح سوارٹ ہیٹ کی طرف چھلانگ لگا دی۔

ایک لمحے تک سوارٹ ہیٹ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا لیکن سی ہامبا کے الفاظ نے اس کے دل پر ایسا خوف طاری کر دیا تھا کہ رالف کی صورت میں اسے واقعی اپنی موت دکھائی دی۔ چنانچہ وہ خوفزدہ انٹیلوپ کی طرح پلٹ کر بھاگا لیکن بھاگتے بھاگتے بھی اپنا کام کر گیا۔ سی ہامبا کے قریب سے گزرتے وقت اس نے اپنا چاقو سی ہامبا کے بدن میں اتار دیا ایک بار اس نے گردن گھما کر پیچھے بھی دیکھا کہ شاید اسے کچھ مدد مل جائے لیکن وہاں کوئی نہ تھا جو اس کی مدد کو آتا۔ اس کے تمام ساتھی، جو سوارٹ ہیٹ سی ہامبا کو اذیت دے رہا تھا، وہاں سے ٹل گئے تھے۔ اول تو اس لئے کہ وہ سی ہامبا کے جادو سے ڈرتے تھے اور دوم اس لئے کہ انہیں خوف تھا کہ ان کے دوسرے ساتھی چرائے ہوئے مویشیوں پر قبضہ نہ کر لیں۔

سوارٹ ہیٹ اس راستے پر بھاگ رہا تھا جو اوپر جا رہا تھا اور اتنی تیزی سے کہ میں نے پہلے کبھی کسی آدمی کو اس طرح بھاگتے نہ دیکھا تھا اور نہ ہی کسی اور نے دیکھا ہوگا اور رالف اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں انتقام کے شعلے تھے اور دل میں غصے کا لاوا۔

وہ دونوں جانوروں اور انسانوں کی لاشوں کو پھلانگتے بھاگتے رہے یہاں تک کہ پہاڑ کی چوٹی یعنی سطح مرتفع پر پہونچ کر سوارٹ ہیٹ گھڑی بھر کے لئے رک گیا۔ اس کا خیال تھا کہ یہاں وہ شاید اپنا تعاقب کرنیوالے کو روک لے گا اور کامیابی سے اس کا مقابلہ کر سکے گا کیونکہ یہاں درّے کا یا اس راستہ کا، جس پر وہ دونوں بھاگتے آئے ہیں، دہانہ تنگ تھا۔ لیکن ظالم بزدل ہوتے ہیں چنانچہ سوارٹ ہیٹ بھی بزدل تھا۔ وہ ایک بار پھر پلٹ کر بھاگ پڑا اور اب وہ اس بلند چٹانی کرسی کی طرف بھاگا جا رہا تھا جس پر اب بھی وہ سفید رنگی ہوئی لاش بیٹھی ہوئی تھی سوارٹ ہیٹ کا خیال تھا کہ وہاں وہ اپنا بچاؤ کر سکے گا۔ رالف بدستور اس کے پیچھے لگا ہوا تھا لیکن اب اس کی رفتار بہت کم تھی کیونکہ دفعتہ وہ پرسکون ہو گیا اور عیار بن گیا تھا غالباً اس لئے کہ جانتا تھا کہ اس کا دشمن اب اس سے بچ نہ سکے گا چنانچہ وہ تیز بھاگ کر اپنا سانس پھلانا اور قوت زائل کرنا نہ چاہتا تھا۔

وہ دونوں کوئی چھ سو گز تک اسی طرح بھاگتے رہے اور جب سوارٹ ہیٹ چٹان کی کرسی پر چڑھ رہا تھا تو رالف اس سے پچاس قدم پیچھے تھا۔ چند ثانیوں بعد وہ بھی چٹان کے قدموں میں پہونچ گیا اور رک کر اوپر دیکھا سوارٹ ہیٹ چوٹی پر پہنچ چکا تھا اور اس بلند کرسی کے قریب کھڑا ہوا تھا لیکن وہ رالف کی طرف نہیں بلکہ کرسی میں بیٹھی ہوئی لاش کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اب اس نے پہلی دفعہ دیکھا کہ یہ لاش بندھی ہوئی تھی۔ لاش کو سفید چغہ پہنایا گیا تھا اور اب وہ سیدھی بیٹھی ہوئی نہ تھی بلکہ جھک گئی تھی،

اور کرسی کی متھی پر لٹک سی گئی تھی اور جیسے رالف کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کا چغہ سینے پر سے کھل گیا تھا اور لاش کی ایک کالی چھاتی عریاں ہو گئی تھی۔

رالف حیرت سے اس لاش کی طرف دیکھ اور سوچ رہا تھا کہ کیا مطلب تھا اس کا؟ دفعتہً اس نے یہ معمہ حل کر لیا اور ایک زور کا قہقہہ لگایا۔ بے شک یہ یہی ہامبا کا کام تھا اور اس جھکی ہوئی لاش نے اسے یہ بھی بتا دیا کہ سوزانے، رالف کی بیوی زندہ تھی اور یہ کہ صرف یہ معلوم کرنے کے لئے کہ سوزانے کہاں تھی سوارٹ ہیٹ سی ہامبا کو اذیت دے رہا تھا۔

رالف نے ایک بار پھر قہقہہ لگایا اور پھر اوپر چڑھنے لگا۔ اسے چاہئے تھا کہ جان کا انتظار کرتا جو ہاتھ میں بندوق لئے پیچھے آ رہا تھا لیکن رالف کو اب انتظار کی تاب نہ تھی۔ وہ سوارٹ ہیٹ سے ڈرتا نہ تھا اور اسے یقین تھا کہ فتح اس کی ہو گی کیونکہ وہ حق پر تھا اور خدا اس کے ساتھ تھا۔ رہا سوارٹ ہیٹ تو وہ کچھ ایسا خوفزدہ تھا کہ کرسی میں جھکی ہوئی لاش کے قریب کھڑا کچھ بکنے اور چیخنے لگا۔

"سوارٹ ہیٹ" رالف نے کہا "تمھارے مظالم کا دور ختم ہوا۔ اور موت قریب آ گئی اور جب تم مر جاؤ گے تو دوسری دنیا کا عذاب کہیں گیا نہیں۔ سوزانے آخر دم تک میری ہو گی جیسی کہ وہ شروع سے میری تھی لیکن دیکھو یہ کرسی میں بیٹھی ہوئی بیوی تم نے حاصل کی ہے اور تمھاری یہ بیوی موت ہے"۔

اور اس نے اپنے بھالے سے کرسی میں جھکی ہوئی لاش کی طرف اشارہ کیا۔

سوارٹ ہیٹ نے کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی رالف نے مزید کچھ کہا۔ سوارٹ ہیٹ نے ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور رالف کی طرف پوری قوت سے پھینکا لیکن اس کا نشانہ خطا کر گیا۔ پتھر رالف کے بہت قریب سے گزرتا ہوا نیچے جا پڑا۔ اب سوارٹ ہیٹ نے اپنے بائیں ہاتھ سے لاش کی کلائی پکڑ لی کہ اپنے آپ کو اس بلندی پر سنبھال سکے

اور دوسرے ہاتھ میں کھلا ہوا چاقو گھسیٹ لیا کہ جب رالف اوپر پلیٹ فارم پر پہنچے تو اس پر وار کر سکے۔

رالف نے اس کا ارادہ بھانپ لیا چنانچہ وہ اوپر چڑھتے ہوئے کچھ دیر کے لئے ٹھہر گیا، اپنا کوٹ اتار کر اپنی بائیں کلائی پر لپیٹا کہ ڈھال کا کام دے سکے، پھر اپنا بھالا آگے بڑھایا اور آہستہ آہستہ اوپر چڑھنے لگا۔ پلیٹ فارم کے قریب پہونچ کر وہ ایک دم سے چھلانگ لگا کر چبوترے سے پلیٹ فارم پر پہنچ گیا۔ سوارٹ ہیٹ نے اس پر چاقو سے وار کر دیا لیکن رالف نے کوٹ لپٹی ہوئی کلائی پر وار روک لیا۔

اور اب کون کہہ سکتا ہے کہ کیا ہوا؟ ۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے اس چٹانی کرسی کے چکر کاٹتے رہے اور سوارٹ ہیٹ بدستور لاش کی کلائی پکڑے ہوئے تھا اور میں پانچسو فٹ نیچے کھڑی چاقو اور بھالے کے پھل کو بار بار چمکتے دیکھ رہی تھی کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے پر مسلسل وار کر رہے تھے۔

اور پھر رالف کا ایک وار کام کر گیا۔ زولو بھالے کا پھل سوارٹ ہیٹ کے سینے میں اتر گیا۔ وہ لڑکھڑایا، پیچھے ہٹا اور پیچھے خلا تھا اور اب وہ لاش کی کلائی دونوں ہاتھوں سے پکڑے لٹک رہا تھا اور پھر اس کے نیچے گہرائیاں تھیں، موت کی گہرائیاں۔

رالف نے ایک دفعہ پھر قہقہہ لگایا اور کہا:۔

"سوارٹ ہیٹ! تم نے جس خدا کا مذاق اڑایا تھا اس کا غضب تم پر نازل ہو گیا"

اور اس نے بھالے کا پھل لاش کے جسم اور بیڑیوں کے، جن سے وہ بندھی ہوئی تھی، درمیان داخل کر دیا اور انھیں کاٹنے لگا۔

ایک ایک کر کے پٹیاں کٹ گئیں اور سوارٹ ہیٹ لاش سمیت سینکڑوں فٹ کی گہرائیوں میں گرا۔ اس کی ایک فلک شگاف چیخ چٹانوں سے ٹکرائی اور پھر ایک

دھا کا گونج گیا اور اب نیچے کے پتھروں پر سوارٹ بیٹ بے حس و حرکت پڑا ہوا
تھا اور اس کے بدن کی تمام ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں اور وہ یوں گٹھری بن گیا تھا کہ
کوئی کہہ نہ سکتا تھا کہ سوارٹ بیٹ تھا۔

اور یوں اس شیطان کے ناپاک وجود سے دنیا پاک ہو گئی جس کا نام سوارٹ بیٹ تھا

جب رالف پہلی دیوار کے دروازے میں داخل ہوا ہے تو ہم دونوں، یعنی میں
اور جان، اس کے پیچھے اور ذرا دور تھے اور جب ہم وہاں پہونچے تو ہم نے دیکھا کہ۔
سوارٹ بیٹ اور اس کے پیچھے رالف اس راستے پر بھاگے جا رہے تھے جو چٹانی
کرسی تک جاتا تھا۔ سوارٹ بیٹ کی پشت ہماری طرف تھی اور میں اسے کئی برسوں
کے بعد دیکھ رہی تھی اس کے باوجود میں نے اسے فوراً پہچان لیا۔ "ہم نے شیر کا بھٹ
تلاش کر لیا ہے جان" میں نے دیکھا" اور دیکھو وہ بھاگا جا رہا تھا وہ خونخوار شیر"
"ہاں۔ اور دیکھو وہ پڑا ہے اس ظالم شیر کا شکار" جان نے کہا اور پڑی ہوئی سی
ہاہبا کی طرف اشارہ کر کے وہ بھی ان دونوں کے پیچھے بھاگ پڑا۔

اِدھر میں بھی ہاہبا کی طرف چلی جو ایک چپٹے پتھر پر پڑی تھی۔ وہ بیہوش ہو چکی تھی
بے شک یہ ہی ہاہبا ہی تھی لیکن میرے خدا کیا حالت ہو رہی تھی اس کی کہ دیکھی نہ
جاتی تھی۔ اس کی ایک ٹانگ ۔۔ اب یہ مجھے یاد نہیں کہ وہ کونسی ٹانگ تھی، بندوق
کی گولی نے توڑ دی تھی اور اس کی کمر کے اس زخم سے خون بہہ رہا تھا جہاں بھاگتے
وقت سوارٹ بیٹ نے اپنے چاقو سے وار کیا تھا اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے اس کا چھوٹا
سا جسم اور بھی سکڑ گیا تھا۔

میں اس کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی اور اس کے سینے پر اپنا ایک ہاتھ رکھ
دیا۔ اس کا دل اب بھی دھڑک رہا تھا لیکن بے حد کمزوری سے۔ میں نے اپنے چلو میں

پانی لے کر اس کے منھ پر چھڑکا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"پانی پلاؤ مجھے" سی ہا مبا نے کہا۔

میں نے اس کے خشک حلق میں پانی ٹپکایا تو سی ہا مبا کے چھوٹے سے جسم میں جان پڑ گئی۔

"اے ابابیل کی ماں! خوش آمدید" اس نے کہا" عین وقت پر آئی ہو تم کیونکہ مرنے سے پہلے میں تمھیں سب کچھ بتا دوں گی اور میں خوش ہوں کہ اتنے گھنٹوں تک میں پیاس کی شدت برداشت کر سکی۔ اور زندہ رہ سکی۔"

"سی ہا مبا" میں نے کہا" پہلے صرف ایک بات مجھے بتا دو۔ کیا سوزا نے زندہ ہے اور کیا وہ محفوظ ہے؟"

"ہاں۔ ابابیل زندہ ہے اور میں سمجھتی ہوں آج تک وہ تمھارے لوگوں میں بوئیروں میں پہنچ جائے گی اور پھر محفوظ ہو گی کیونکہ وہ پہاڑ عبور کر کے ان بوئیروں میں پناہ حاصل کرنے گئی جو سفید چوٹی والی چٹان کے قدموں میں اور دریائے ٹیگولا کے کنارے پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔"

"سفید چوٹی والی چٹان کے قدموں میں؟" میں نے چونک کر کہا" میرے خدا! تب تو یہ وہی کیمپ ہے جس پر زولو کل صبح حملہ کرنے والے ہیں!"

"کیا کہا تم نے؟" سی ہا مبا نے پوچھا۔

میں نے مختصر لفظوں میں اسے وہ باتیں سنا دیں جو مرتے ہوئے زولو سپاہی نے ہمیں بتائی تھیں۔ وہ غور سے سنتی رہی۔

"بے شک۔ یہ سچ ہو سکتا ہے" جب میں خاموش ہوئی تو سی ہا مبا نے کہا" کیونکہ جب بل ہیڈ مجھے عذاب دے رہا تھا تو اس نے کہا تھا کہ زولو فوج بادشاہ ڈنگان کے حکم سے یہاں سے چلی گئی ہے کہ بوئیروں پر حملہ کرے لیکن میں نے سوچا تھا کہ بل ہیڈ

جھوٹ کہہ رہا ہے۔"

"بہر حال" کچھ دیر بعد اس نے پھر کہا "ممکن ہے زولوؤں کو شکست ہو جائے لیکن — ٹھہرو — وہاں گھاس کے میدان میں گھوڑا شامیل موجود ہے۔ بل ہیڈ کے آدمی اسے بل ہیڈ کے لئے یہاں لے آئے ہیں ۔ میں جانتی ہوں کہ وہ تازہ دم ہے اور اسے خوب کھلایا پلایا گیا ہے۔ اگر ابابیل کا شوہر سورج غروب ہونے پہلے اس پر سوار ہو گیا تو کل صبح ہونے سے پہلے وہ بوئیروں کے لاگر میں اپنی بیوی کے پاس پہنچ جائے گا اور لاگر والوں کو خبردار کر دے گا۔ جب وہ بل ہیڈ کا خاتمہ کرنے کے بعد یہاں آئے گا تو میں اسے راستہ بتا دوں گی کیونکہ سورج غروب ہونے تک تو میں رہوں گی۔ مجھے تھوڑا سا پانی اور پلا دو"

میں نے دیکھا کہ جب تک رالف اور جان واپس نہیں آجاتے میں کچھ نہیں کر سکتی چنانچہ میں نے سی ہامبا سے درخواست کی کہ وہ مجھے سارے واقعات سنا دے کیونکہ میں نے سمجھ لیا کہ سی ہامبا زیادہ دیر تک زندہ نہ رہے گی۔ چنانچہ اس نے رک رک کر لیکن بڑی تفصیل سے سارے واقعات بیان کر دیئے اور میں اس کافر عورت کی محبت، وفاداری اور جرأت پر دل ہی دل میں حیرت کرتی رہی۔

اور آخر میں اس نے بتایا کہ اس نے کس طرح سوزانے کو ایک کافر عورت بنا دیا اور کس طرح ایک کافر عورت کی لاش کو سفید رنگ کر کے چٹان کی ایک کرسی میں بٹھا دیا

"دائیں طرف چند قدم ہٹ جاؤ" اس نے کہا" اور تمہیں وہ لاش دکھائی دے گی"

چنانچہ میں نے چند قدم دائیں طرف ہٹ کر اوپر دیکھا اور مجھے سوارٹ ہیٹ اور رالف ایک دوسرے پر وار کرتے دکھائی دیئے ۔ وہ اتنی بلندی پر تھے کہ بہت چھوٹے نظر آرہے تھے اور بھالے اور چاقو کے پھل بار بار چمک جاتے تھے۔ میں جو کچھ دیکھ رہی تھی وہ سی ہامبا کو بتایا تو وہ بولی ،

"گھبراؤ نہیں۔ بہت جلد فیصلہ ہو جائے گا۔"

اور ایسا ہی ہوا کیونکہ کچھ ہی دیر بعد میں نے کافر عورت کی لاش اور اس کے ساتھ سوار ٹ ہیٹ کو بلندیوں پر سے گرتے دیکھا۔ اب صرف مالف خالی چٹانی کرسی کے قریب کھڑا ہوا تھا۔

"سی ہامبا قصہ ختم ہوا" میں نے اُس کے قریب آکر کہا۔

"ہاں جانتی ہوں" اس نے جواب دیا" بل ہیڈ کی آخری چیخ میں نے بھی سنی تھی اب تم یہ بھی سن لو کہ سوزانے کے چلے جانے کے بعد کیا ہوا۔ میں چٹان پر چڑھ کر کرسی میں بیٹھی ہوئی لاش کے قریب کھڑی ہو گئی اور جیسی کہ توقع تھی بل ہیڈ اپنا شکار دبوچنے آیا اور اس نے ہم سے نیچے اتر آنے کو کہا لیکن میں نے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر اس نے ابابیل کو ۔ کیونکہ وہ کرسی میں بندھی ہوئی لاش کو ابابیل ہی سمجھے ہوئے تھا ۔ حاصل کرنے کی کوشش کی تو وہ یقیناً ان بلندیوں پر سے نیچے کھائی میں گر پڑے گی۔ اور اس طرح مجھے وہ وقت مل گیا جس کی مجھے ضرورت تھی کیونکہ میں نے اوپر سے ابابیل کو دیکھا جو میدان عبور کر کے دندانے دار چٹان کی طرف جا رہی تھی البتہ ایک بات نے مجھے الجھا دیا اور وہ یہ کہ سوزانے اپنی کمر پر ایک بچہ اٹھائے ہوئے تھی اتنی بلندی پر سے اور اتنے فاصلے سے ظاہر ہے کہ میں ٹھیک سے دیکھ نہ سکی تھی۔ چنانچہ ممکن ہے وہ گٹھڑی ہو جسے میں نے بچہ سمجھ لیا تھا"

"آخر بل ہیڈ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور اچانک اس نے بندوق اٹھا کر گولی چلا دی۔ نشانہ اس نے ذرا نیچے لیا تھا کیونکہ اسے خوف تھا کہ کہیں گولی کرسی میں بیٹھی ہوئی کے نہ لگ جائے۔ گولی میری ٹانگ میں لگی اور نیچے لڑھک گئی۔ لاش کرسی میں نیچے لڑھکنے کے بجائے پیچھے گر کر گہرائیوں میں جا پڑی ہوتی۔ میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جب بل ہیڈ اوپر پہنچے گا تو میں گہرائیوں میں چھلانگ لگا دوں گی اور اس

طرح اس کے ہاتھ نہ آؤں گی لیکن افسوس اب میں ایسا نہ کرسکتی تھی۔

"مجھے یوں زخمی کرنے کے بعد بل ہیڈ چٹان پر چڑھنے اور ابابیل کو پیارے ناموں سے پکارنے لگا۔ میں نیچے پڑی پڑی دیکھ رہی تھی اور حالانکہ مجھے سخت تکلیف تھی اس کے باوجود ہنس رہی تھی کیونکہ جانتی تھی کہ کیا ہونے والا تھا۔

"ابابیل نے چونکہ کوئی جواب نہ دیا اس لئے بل ہیڈ نے کرسی کے پیچھے سے رنگ کر دفعتہً اس کا چغہ اور بازو پکڑ لیا کیونکہ اس کو خوف تھا کہ کہیں ابابیل واقعی نیچے نہ پھاند پڑے جیسا کہ میں نے کہا تھا۔

"اور تب لاش ایک طرف جھک گئی اور بل ہیڈ نے اس کا سفید رنگا ہوا چہرہ اور اس کے نیچے کالا سینہ دیکھا۔ ہائے۔ کاش کہ اس وقت تم موجود ہوتیں اور بل ہیڈ کا غصہ اور صورت دیکھ سکتیں۔ وہ زخمی بھینسے کی طرح ڈکراتا ہوا میرے قریب آیا۔

"کہو بل ہیڈ۔ کیا خیال ہے تمھارا اپنی دلہن کے متعلق؟" میں نے کہا۔

"یہ سب کچھ تیرا کیا دھرا ہے" وہ بولا "اور اب میں تجھے زندہ نہ چھوڑوں گا"۔

"میں کہاں ڈرتی ہوں مرنے سے؟" میں نے کہا "اور اب چونکہ میں نے تجھے شکست دے دی ہے۔ اس لئے میں سکون سے مروں گی۔ اٹھا بندوق اور مجھے گولی مار دے"

"نہیں ابھی نہیں" وہ بولا "اگر موت نے تیری زبان بند کردی تو پھر میں کیسے معلوم کرسکوں گا کہ سوزانے بوئیمار کہاں ہے"

"سوزانے بوئیمار نہیں سوزانے کا نزی کہہ بدمعاش کیونکہ وہ اس انگریز کی بیوی ہے" میں نے کہا۔

"اس کے علاوہ" اس نے دانت پیسے "میں تجھے تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتا ہوں"

"پھر اس نے اپنے آدمیوں کو آواز دی اور مجھے اٹھا کر یہاں لایا اور یہاں اس نے مجھے پتھر سے باندھ دیا وہ جانتا تھا کہ میرے جسم سے بہت سا خون نکل گیا تھا اور

پیاس مجھے تڑپا رہی تھی چنانچہ وہ پانی کی تونبی میرے منھ کے قریب رکھ کر مجھے روحانی تکلیف دیتا رہا۔

"آگ اگلتے سورج میں میں دن بھر اس طرح پڑی موت کی آرزو کرتی رہی اور وہ مجھے اذیت دیتا رہا لیکن میں نے اسے نہ بتایا کہ ابابیل کہاں تھی اور کس طرف گئی تھی۔ بل ہیڈ کا خیال تھا کہ وہ پہاڑ پر ہی کہیں چھپی ہوئی ہے چنانچہ اس نے اپنے آدمیوں کو اسے تلاش کرنے کا حکم دیا اور وہ اسے تلاش کرتے رہے یہاں تک کہ تھک گئے اور آخر کار مویشیوں پر قبضہ جمانے کی غرض سے بھاگ گئے۔ بل ہیڈ کے فرشتوں کے خیال میں بھی یہ بات نہ آئی کہ ابابیل ایک کافر عورت کا بھیس بدل کر اس کی نظروں کے سامنے سے نکل گئی تھی۔"

یہاں میں یہ بتادوں کہ واقعی ایسا ہی ہوا تھا جیسا کہ سی ہامبا نے بتایا اور میں نے اپنی کہانی میں بیان کیا کیونکہ بعد میں سوزانے کے اس حیرت انگیز فرار کی کہانی پورے افریقہ میں مشہور ہوگئی تو اس کافر نے، جو سوزانے کو اپنی بیوی بنانا چاہتا تھا جب وہ کافر عورت کے بھیس میں تھی، بتایا کہ بے شک اس نے اور بل ہیڈ نے بھی سوزانے کے بازو پر وہ سفید نشان دیکھا تھا اور اس وقت سوزانے ان دونوں سے چونکہ ذرا دور تھی اس لئے ان دونوں نے ہی اس سفید نشان کو ہاتھی دانت کا وہ کڑا سمجھا جو کافر عورتیں پہنا کرتی تھیں۔

"اے ابابیل کی ماں!" سی ہامبا نے کہا "ابابیل بخیر و خوبی یہاں سے نکل گئی اور بازی میں نے جیت لی۔"

اور اب اس پانی کا اثر، جس نے اسے عارضی قوت بخشی تھی، زائل ہونے لگا اور سی ہامبا نڈھال ہوگئی۔ عین اس وقت میں نے رالف اور اس کے ساتھ جان کو بھی واپس آتے دیکھا اور میں ان سے ملنے کے لئے آگے بڑھی۔

"معاملہ ختم ہوگیا" رالف نے پرسکون آنکھوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جانتی ہوں" میں نے جواب دیا "لیکن بیٹے! اگر تم اپنی بیوی کو بچانا چاہتے ہو تو ابھی اور کام کرنا باقی ہے"

اور میں نے اسے وہ ساری باتیں بتا دیں جو سی ہامابا سے سنی تھیں۔

"شامیل" رالف کا رنگ فق ہو گیا "شامیل کہاں ہے؟"

اور وہ اسے تلاش کرنے کے لئے جانے لگا

"ٹھہرو۔ جان لے آئے گا اسے" میں نے اسے روکتے ہوئے کہا "تم سی ہامابا کے قریب آؤ تاکہ وہ تمھیں راستہ بتا دے"

چنانچہ جان گھوڑے کو لانے اس میدان کی طرف گیا جس کی طرف میں نے اشارہ کر دیا تھا اور میں رالف کو سی ہاماباکے قریب لے آئی۔ سی ہامبا نے اسے آتے سن کر اپنی آنکھیں کھول دیں۔

"اے ابابیل کے شوہر! خوش آمدید" وہ بولی "تم نے اچھا کیا کہ بل ہیڈ کا خاتمہ کر دیا لیکن اچھا اب غور سے سنو"

اور اس نے رالف کو وہ راستہ بتایا جو کہ کاتھر لاماباہیں سے جاتا تھا اور جس راستے سے سوزائے گئی تھی۔

عین اسی وقت جان شامیل کو لے کر آگیا اس پر زین کسی ہوئی تھی اور وہ سفر کے لئے تیار تھا۔ یہ زین سوارٹ ہیٹ کی تھی اور گھوڑا اسی کے لیئے تیار کیا گیا تھا۔

لیکن شامیل خود ہی اس کے قریب جا کھڑا ہوا کیونکہ وہ سی ہاماباکو پہچانتا اور اس سے محبت کرتا تھا سی ہاماباتے دونوں ہاتھوں سے گھوڑے کی ایال

پکڑ کر اپنے آپ کو اوپر اٹھایا اور اس کے کان میں کچھ کہنے لگی اور میں قسم کھا کر کہتی ہوں کہ مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے گھوڑا اس کی باتیں سمجھ رہا تھا۔

"نہیں۔ میں نہیں" سی ہامبا نے اونچی آواز میں کہا "میں نہیں بلکہ رالف کا نزدی۔ لیکن اطمینان رکھو شامیل بہت جلد میں بھی تم پر سوار ہوں گی لیکن اس دنیا میں نہیں بلکہ اس دوسری دنیا میں جو قبر کے اندھیرے کے اُس پار ہے۔ دیکھو شامیل۔ رکنا نہیں، لڑکھڑانا نہیں کیونکہ یہ تمہاری آخری اور سب سے زیادہ طویل دوڑ ہے۔ جاؤ رالف اب جاؤ"

اور تب رالف نے جھک کر سی ہامبا کا ماتھا چوم لیا، وہ پست قامت ڈچ ڈاکٹرس مسکرائی اور اس نے رالف اور سوزانے کی آئندہ خوشگوار زندگی کی پیشنگوئی کی۔ رالف اچھل کر گھوڑے پر سوار ہوگیا اور شامیل شام کے سرخ دھندلکے میں ہوا ہوگیا۔

سی ہامبا ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھی دن کی روشنی کو ختم ہوتے دیکھتی رہی اور جب آخری کرن نے اس کے چہرے کو چھوا تو سی ہامبا اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے چلائی:۔

"ابابیل! میں نے اپنا وعدہ وفا کیا۔ میں نے تمہاری خدمت کی اور اپنی جان دے کر تمہاری جان بچائی۔ بہن! مجھے بھولنا نہیں"

اور تب دن کی روشنی ختم ہوگئی اور اسی وقت سی ہامبا کی روح بھی پرواز کر گئی۔ اور میں اور جان اس کے قریب کھڑے رو رہے تھے۔

پینتیسواں باب

آخری دوڑ

رالف شامیل کو بھگاتا ہوا پہاڑ کی ڈھلان طے کر گیا اور پھر ایک ہی میل کا فاصلہ طے کیا تھا کہ اندھیرا اترنے لگا اور پھر تھوڑی دیر بعد ہی اندھیری رات نے اسے اپنی آغوش میں سمیٹ لیا۔ اب اسے آہستہ آہستہ اور احتیاط سے آگے بڑھنا، تاروں کی ناکافی روشنی میں راستہ دیکھنا اور پہاڑ کو تلاش کرنا تھا۔

لیکن اندھیرے میں اس کی نگاہیں تلاش کرتی رہیں لیکن اسے دندانے دار چٹان نظر نہ آئی۔ وہ سلسلۂ کوہ تک پہنچ گیا اور کئی گھنٹوں تک شامیل کو ادھر ادھر دوڑاتا رہا، اس کا دل ایک انجانے خوف سے دھڑک رہا تھا، وہ جلد از جلد پہاڑ کے دوسری طرف پہنچ جانا چاہتا تھا لیکن اسے وہ چٹان نہ ملی۔ آخر کار وہ گھوڑے پر سے اتر آیا اور چاند کے طلوع ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اسے ایسا معلوم ہوا کہ چاند نے طلوع ہونے میں کبھی اتنی دیر نہ کی تھی۔ وہ بے تابی سے انتظار کر رہا تھا لیکن چاند تھا کہ کسی طرح طلوع ہوتا ہی نہ تھا۔

آخر کار وہ طلوع ہوا اور چاندنی آہستہ آہستہ پہاڑ کی چوٹیوں پر سے نیچے رینگ آئی۔ رالف نے ادھر ادھر دیکھا اور اسے وہ چٹان نظر آگئی جس کی اسے تلاش تھی۔ دندانے دار چٹان جو اس سے نصف میل دور سایوں میں تھی۔

"وقت بہت کم ہے" رالف نے گھوڑے پر سوار ہو کر اسے بھگاتے ہوئے

سوچا۔ تین گھنٹوں بعد سویرا ہو جائے گا اور یہ پہاڑ بہت دور تک پھیلے ہوئے ہیں اور عمودی ہیں۔ خدایا!"

اب وہ درے میں تھا شامیل اس کی سنگلاخ ڈھلان جتنی تیزی سے چڑھ سکتا تھا چڑھ رہا تھا۔ رات کی خاموشی اور چاندنی میں وہ اوپر ہی اوپر چڑھتا رہا۔ کہیں دور ایک شیر دھاڑ رہا تھا اور خاموشی لرز لرز جاتی تھی۔

دو گھنٹوں کی مسلسل چڑھائی کے بعد وہ چوٹی پر تھا اور دور۔ کئی میل دور نیچے گھاس کا میدان تھا اور اس سے بھی دور چاند کی ٹھنڈی کرنیں سفید چوٹی والی چٹان پر چمک رہی تھیں اور اس کے قدموں میں بہتے ہوئے دریا کی سطح پر جھلملا رہی تھیں۔ میلوں دور سے اور اسے صرف ایک گھنٹے میں یہ فاصلہ طے کرنا تھا۔ صرف ایک مختصر سا گھنٹہ اور اگر اس نے ایک گھنٹے میں یہ فاصلہ طے نہ کر لیا تو پھر۔ زولوؤں کے بھالے سوزانے اور ان لوگوں کو چھید کر رکھ دیں گے جن میں وہ پناہ گزیں تھی۔ ایک لمحے تک رالف نے گھوڑے کی لگامیں کھینچ رکھیں کہ وہ اپنا دم درست کر لیں۔ پھر اس نے ایک ایڑ مار کر لگاموں کو ایک جھٹکا دیا اور شامیل نے ہنہنا کر اپنی آخری دوڑ شروع کی۔

کبھی کسی گھوڑے نے ایسی برق رفتاری کا ثبوت نہ دیا ہو گا اور کبھی کسی سوار نے ایسا ہولناک اور کٹھن توڑ سفر نہ کیا ہو گا۔ شامیل رکے بغیر اور لڑکھڑائے بغیر پتھروں کو پھلانگ رہا تھا، شگافوں کو صاف پھلانگ رہا تھا اور چشموں میں سے طوفان کی طرح گزر رہا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ ڈھلان طے کر چکا تھا۔ اب وہ گھاس کے میدان میں تھا اور دشوار گزار راستہ پیچھے چھوٹ گیا تھا لیکن اب وہ پسینے میں شرابور تھا، اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اور تنفس اس کے حلق میں سیٹی بجا رہا تھا۔

رالف نے رکابوں میں کھڑے ہو کر آسمان کی طرف دیکھا۔ افق مشرق سے اندھیرا سمٹنے اور اجالا ابھرنے لگا تھا۔

"اب بھی وقت ہے" رالف نے سوچا۔ سفید چوٹی والی چٹان دور نہیں ہے اور زدلو اس وقت تک حملہ نہیں کریں گے جب تک کہ اتنا اجالا نہیں پھیل جاتا کہ انھیں اپنے ناخنوں پر کے سفید چاند نظر آجائیں"

اور اب شامیل ایک طویل ڈھلان چڑھ رہا تھا کیونکہ یہاں میدان کی حالت ایسی تھی جیسے سمندر کی کوہ پیکر موجیں منجمد ہو گئی ہوں۔

وہ اس ڈھلان کی چوٹی پر پہونچ گیا اور بجلی کی طرح ۔ اس سے پہلے کہ رالف انھیں دیکھ یا کچھ سمجھ سکتا ۔ وہ زدلو امپی کی صفوں میں سے گذر چکا تھا جو تین طویل صفوں میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔ زدلو حیرت سے چیخنے لگے لیکن اس سے پہلے کہ وہ رالف یا گھوڑے کو کوئی جانی نقصان پہنچا سکتے وہ ان کے بھالوں کی زد سے نکل چکا تھا اور اب رالف نے اطمینان کا سانس لیا اور گھوڑا بھی خوشی سے ہنہنایا کیونکہ ان کے خیال میں اب وہ خطرے سے باہر تھے۔

شامیل ڈھلان اترنے لگا اور اس کی ٹاپوں کی گرج سوزانے نے سنی جو خوفزدہ ہو کر گھاس میں لیٹ کر زمین سے لپٹ گئی تھی۔ گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنی تو اس نے سر اٹھا کر پیچھے دیکھا پہلے تو اسے کچھ نظر نہ آیا سوائے ایک گھوڑے کے جو حیرت انگیز رفتار سے اسی کی طرف بھاگا آرہا تھا اور اس پر ایک شخص سوار تھا۔ وہ گھوڑے کی طرف دیکھتی رہی اور پھر اس نے اسے پہچان لیا۔ بے شک وہ شامیل تھا۔

اور اس کا سوار ؟ کون تھا وہ ؟ رالف نہیں ہو سکتا کیونکہ اس شخص کے سنہری ڈاڑھی تھی اور رالف کے ڈاڑھی نہ تھی۔ سوزانے اپنا جھکا ہوا سر اٹھایا جس پر سے ہیٹ کہیں راستے میں گر گئی تھی۔ اور سوزانے نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا اور آنکھیں مل کر دیکھا۔ اسے یقین نہ آرہا تھا کہ وہ جو کچھ دیکھ رہی تھی وہ حقیقت تھی۔ گھوڑسوار اس کا شوہر تھا۔ رالف کانزی ۔ جس کی عمر کئی سال بڑھ گئی تھی اور جس نے

ڈاڑھی چھوڑ رکھی تھی — ڈاڑھی والا — لیکن اس کا شوہر۔ خوشی کی ایک تکلیف دہ ٹیس اس کے دل میں اٹھی اور اس ٹیس نے اس پر غشی سی طاری کر دی اور اس وقت تک کھڑی نہ ہو سکی جب تک کہ رالف عین اس کے سر پر نہ پہونچ گیا۔ اس نے سوزانے کو دیکھا اور اندھی روشنی میں اسے زد لو سپاہی سمجھ کر جلدی سے اپنی بندوق اٹھا کر نالی سوزانے کی طرف جھکا دی۔ اس کی انگلی لبلبی دبانے ہی لگی تھی کہ سوزانے کی قوت گویائی عود کر آئی اور اس نے چیخ کر کہا:۔

"رالف! رالف! یہ میں ہوں۔ سوزانے — تمہاری بیوی"

دفعتہً رالف نے گھوڑے کی لگامیں سی کھینچ لیں اور یوں معلوم ہوا جیسے کسی زبردست قوت نے گھوڑے کو پیچھے کی طرف پھینک دیا ہو۔ وہ ایک دم سے اپنی پچھلی ٹانگوں پر بیٹھ گیا لیکن اتنی تیز رفتاری سے آیا تھا وہ کہ فوراً ہی رک نہ سکا اور سوزانے کو اپنے زبردست جسم سے رگڑتا اور اپنے کھروں سے زمین پر ہل چلاتا ہوا اس کے قریب سے نکلا چلا گیا اور پھر وہ یوں رک گیا جیسے اس کے سامنے آہنی دیوار آگئی ہو۔

"سوزانے! یہ تم ہو؟ خدایا؟ کیا واقعی میری بیوی مجھے مل گئی؟" رالف نے ایسی عجیب آواز میں کہا جو قطعی غیر انسانی معلوم ہوتی تھی " جلدی سے سوار ہو جاؤ۔ زد لو کو ہے ہیں پیچھے"

اور یوں رالف اور سوزانے کئی برسوں کی جدائی کے بعد آخر کار مل گئے لیکن لُنانی پاکٹو کے پہاڑ پر نہیں، جیسا کہ رالف نے خواب میں دیکھا تھا، بلکہ اس کے قریب ایک میدان میں

"نہیں" سوزانے نے کہا اور رالف نے جھک کر اسے گھوڑے پر گھسیٹ لیا اور اپنے آگے بٹھا لیا۔

"نہیں کیا؟" رالف نے حیرت سے پوچھا۔

"زولو ہمارے پیچھے نہیں بلکہ آگے ہیں" سوزانے نے جواب دیا" میں نے دیکھا تھا انھیں"

اور اب رالف نے دیکھا۔ واقعی سوزانے نے غلط نہ کہا تھا۔ بے شک زولو ان کے آگے تھے اور ان کے دائیں بائیں اور پیچھے تھے، ہاں وہ ان کے چاروں طرف تھے اور اپنا دائرہ تنگ کر رہے تھے اور نعرے لگا رہے تھے۔

"بولا لا ادم لنگو (قتل کر دو سفید رفام کو)"

اور وہ بھاگتے ہوئے ان کے قریب آ رہے تھے۔

"ہائے رالف! اب ہم کیا کریں؟" سوزانے بڑبڑائی۔

"حملہ کر دیں گے ان پر۔ آگے جو خدا کی مرضی" رالف نے جواب دیا۔

"ہاں جو خدا کی مرضی میرے سرتاج"

اور سوزانے نے زین پر گھوم کر اپنی باہیں رالف کی گردن میں ڈال دیں اور اس کے ہونٹ چوم کر کہا:۔

"خدا کا شکر ہے کہ ہم مل گئے۔ اب ہم ساتھ مریں گے"

"سنبھل کر بیٹھو اور مضبوط پکڑے رہو" رالف نے کہا اور پھر ایک دم سے گھوڑے کو زولوؤں کی طرف دوڑا دیا۔

لیکن اب زولو سامنے کی ڈھلان پر سے بھاگ کر اتر رہے تھے اور صرف سو گز دور تھے اور یہ فاصلہ اتنا کم تھا کہ شامیل، جو اب دو آدمیوں کا بوجھ سنبھالے ہوئے تھا بڑی سست رفتاری سے ڈھلان چڑھ رہا تھا۔

جب ان کے اور زولوؤں کے درمیان صرف چند گز کا فاصلہ رہ گیا تو رالف نے بندوق اٹھا کر لبلبی دبا دی۔ ایک زولو لٹو کی طرح گھوم کر گرا اور ٹھنڈا ہو گیا۔ بندوق اب بیکار تھی چنانچہ رالف نے اسے پھینک کر اپنا ایک ہاتھ سوزانے کی کمر میں ڈال دیا اس

پر جھک گیا کہ جہاں تک ممکن ہو اسے زدلوؤں کے بھالوں سے بچا سکے اور پھر گھوڑے کو ایڑ لگائی۔

اور اب وہ زدلوؤں میں تھے اور گھوڑا زدلوؤں کو یوں چیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا جس طرح کہ جہاز پانی کو کاٹتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ چاروں طرف بھالوں کے پھل چمک کر جھکے لیکن اب تک انھیں کوئی زخم نہ آیا تھا۔ گھوڑے کی تیز رفتار انھیں بچائے ہوئے تھی حالانکہ شامیل کی ران میں ایک بھالا پیوست تھا اور وہ لرز رہا تھا

دفعتہً رالف کو ایسا معلوم ہوا جیسے اس کے بائیں شانے کو دہکتے ہوئے لوہے سے داغ دیا گیا ہو۔ اور اب ایک بھالا اس کے شانے میں بھی پیوست تھا اور سلگتا ہوا اور اس کے پورے بازو اور پھر پورے جسم میں دوڑ گیا۔ وہ سوزانے پر اور بھی زیادہ جھک گیا یہاں تک کہ اس کا سر شامیل کی ایال کے اڑتے ہوئے بالوں میں تقریباً چھپ گیا لیکن بہت سے کالے ہاتھوں نے آگے بڑھ کر رالف کی ٹانگیں اور گھوڑے کی لگامیں پکڑ لیں اور شامیل آخر کار رک گیا۔ ایک دیو قامت زدلو نے بھالا بلند کر کے گھوڑے کی پسلیوں میں مارا۔ چھپاک کی آواز کے ساتھ بھالا بہت اندر تک اتر گیا۔

"معاملہ ختم ہوا" رالف بڑبڑایا۔

لیکن معاملہ ابھی ختم نہ ہوا تھا کیونکہ اس نئے اور گہرے زخم کی شدید تکلیف محسوس کر کے شامیل ایک دم سے پاگل ہو گیا۔ وہ چیخا جس طرح کہ صرف گھوڑا ہی چیخ سکتا ہے، اس نے اپنے کان پیچھے کی طرف جھکائے یہاں تک کہ وہ بھیڑیے کی طرح معلوم ہونے لگا، پھر وہ اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا اور اگلی دونوں ٹانگیں چلا کر زدلوؤں کی کھوپڑیاں اور ہڈیاں توڑ دیں۔ وہ پھر چاروں ٹانگوں پر کھڑا تھا، ایک بار پھر وہ چیخا اور پھر منہ کھول کر اس زدلو کی طرف لپکا جس نے اسے زخمی کیا تھا،

اس نے پسلیوں کے نیچے سے اس زولو کو اپنے بڑے بڑے دانتوں میں پکڑ لیا اور پھر لوگوں نے یہ بھیانک منظر دیکھا کہ ایک زبردست گھوڑا ایک زولو کو اپنے دانتوں میں لٹکائے بھاگا جارہا ہے، وہ زولو بھیانک آواز میں چیخ رہا ہے اور گھوڑا اسے دائیں بائیں جھٹک رہا ہے جس طرح کہ کتا چوہے کو جھنجھوڑتا ہے۔[1]

شامیل اس زولو کو اسی طرح جھنجھوڑتا رہا یہاں تک کہ گوشت اس زولو کے بدن سے الگ ہو گیا اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ ایک بار پھر شامیل منہ کھول کر دوسرے زولو کی طرف لپکا لیکن وہ اس کے سامنے سے بھاگ گیا اور اب سب اس کے سامنے سے بھاگنے لگے۔ اس زمانے میں زولو گھوڑے کو ایک خوفناک اور خونخوار جانور سمجھتے تھے اور انھوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا کہ یہ گھوڑا تو سب سے زیادہ خونخوار تھا۔

"یہ گھوڑا تو بھوت ہے اور بد روح سوار ہے اس پر" زولو چلائے اور اس کے سامنے سے کائی کی طرح پھٹ گئے۔

اور وہ اپنے سوار کو لے کر زولوؤں میں سے نکل آیا، اور ڈنگان کے جنگی کتے چیختے اور نعرے لگاتے ان کے پیچھے دوڑے۔ بے شک وہ زولو فوج کے درمیان سے نکل آئے تھے لیکن ایک بھالا رالف کے شانے میں اور ایک شامیل کی ران میں پیوست تھا۔

صرف دو میل دور وہ سفید چوٹی والی چٹان تھی۔

"گھوڑا راستے میں ہی مر جائے گا" رالف نے سوچا۔

---

[1] قارئین کو یہ واقعہ محض تخیلی معلوم ہوگا لیکن جرنیل ماربوٹ نے اپنے روزنامچے میں گھوڑے کے اس قسم کے سلوک کا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا ہے۔
ہیگرڈ

اور واقعی وہ مر رہا تھا۔ رالف نے ایک ہاتھ سے زین پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے سوزانے کو اپنے اور قریب گھسیٹ لیا اور وہ اپنے شوہر سے لپٹ گئی۔ شامیل اتنی تیزی سے بھاگ رہا تھا کہ کبھی کوئی گھوڑا نہ بھاگا ہوگا۔ وہ دو میل کا فاصلہ بہت جلد طے کر گیا۔

لاگر کے بوڑھے دن کی نیند آخرکار ٹوٹ گئی تھی۔ انھوں نے بندوق کا دھاکا اور پھر زولوؤں کے جنگی نعروں کی آوازیں سنی تھیں جو بہت دور سے آرہی تھیں اور صاف سنائی نہ دیتی تھیں نیم عریاں مرد اور عورتیں چھکڑوں پر کھڑی مغرب کی طرف دیکھ رہی تھیں ان کے پیچھے افق مشرق پر روشنی کی ایک لکیر سی آہستہ آہستہ ابھر رہی تھی اور پھر اس دھندلی روشنی میں ان لوگوں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا۔

بجلی کی سی تیزی سے ایک گھوڑا ان کی لاگر کی طرف بھاگا آرہا تھا اس کے سینے، ران اور منھ سے خون ٹپک رہا تھا، اور اسی گھوڑے پر سنہری ڈاڑھی والا ایک شخص سوار تھا جس کے ایک شانے میں بھالا لرز رہا تھا اور اس شخص نے اپنے سے ایک عورت کو لپٹا رکھا تھا جس پر غشی طاری ہو رہی تھی۔

"کوئی دم میں شامیل گر پڑے گا اور ہم اس کے نیچے دب جائیں گے" رالف نے سوچا اور اگر اتنی حیرت انگیز رفتار سے بھاگتا ہوا گھوڑا گر پڑا ہوتا تو واقعی رالف اور سوزانے اس کے نیچے دب کر مرجاتے یا عمر بھر کے لئے اپاہج ہو جاتے۔ لیکن وہ نہ گرا۔ لاگر پچاس گز دور تھا جب شامیل لڑکھڑانے اور جھومنے لگا اور پھر تین چھلانگوں کے بعد رک گیا اور اس نے اپنی سرخ آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھا اور کمزور آواز میں یوں ہنہنایا جیسے اس نے وہ آواز سنی ہو جسے وہ جانتا اور جس سے

محبت کرتا ہو۔

رالف اس کی پیٹھ پر سے اُتر آیا، اس نے سوزانے کو گھسیٹ لیا اور پھر حسرت سے گھوڑے کی طرف دیکھنے لگا۔

ایک لمحے تک شابیل اس طرح کھڑا رہا کہ اس کا سر زمین کو چھو رہا تھا، پھر اس کے منہ سے خون آلود کف ٹپکنے اور اس کی آنکھوں اور کانوں سے خون بہنے لگا اور اب اس نے آخری دفعہ اپنی گردن ہلا کر ایال جھٹکی، پھر وہ اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا، اپنی اگلی ٹانگیں ہوا میں چلائیں، الٹ کر پیٹھ کے بل گرا اور پھر نہ اٹھا۔

سوزانے بیہوش ہو گئی تھی چنانچہ وہ اسے اٹھا کر کیمپ میں لے آیا اور وہاں بوئیروں نے اس کے شانے میں سے بھالا نکالا اور رالف سوائے ان چند الفاظ کے اور کچھ نہ کہہ سکا۔

"تیار ہو جاؤ۔ زولو قریب آ گئے ہیں"

ہاں۔ ہاں۔ ان لوگوں نے زولو امپی کو شکست دیدی اور اس جنگ میں بوئیروں کا صرف ایک آدمی مارا گیا۔ اس جنگ میں ظاہر ہے کہ رالف نے کوئی حصہ نہ لیا۔ سی ہاسیا کو دفن کرنیکے بعد جب میں اور جان چار دنوں میں اس لاگر میں آئے تو رالف اور سوزانے اب بھی بستروں میں پڑے ہوئے تھے اور ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے ایک دوسرے کی طرف دیکھ اور مسکرا رہے تھے۔

ہاں ان لوگوں نے زولوؤں کو شکست دے دی تھی اور ان کا صرف ایک آدمی مارا گیا تھا کیونکہ ان کے سامنے چھکڑوں کی روک تھی، پیچھے چٹان تھی اور ایک طرف دریا تھا اور پھر چونکہ رالف نے انھیں خبردار کر دیا تھا اس لئے وہ مقابلے کے لئے تیار بھی ہو گئے تھے۔

لیکن موت کی اس رات میں بہت سے ایسے بڑے گروہ اور ناگر تھے جنھیں خبردار کرنے کے لئے کوئی شامیل اپنے سوار گھوڑے کو نہ پہونچا تھا۔ اور اس رات پچھے سو آدمی — مرد، عورتیں، بوڑھے اور شیر خوار بچے ڈنگان کے سپاہیوں کے بھالوں میں چھد کر اپنے پیدا کرنے والے کے پاس پہنچ گئے اور تب سے اس علاقے کا نام "وائین" — "سرزمین گریہ" پڑ گیا۔

بے شک ہم نے خونی دریا کے جنگ میں زولوؤں سے ان لوگوں کا انتقام لے لیا لیکن ہمارا یہ انتقام ظاہر ہے کہ انھیں دوبارہ زندہ نہ کر سکا اور اسی وقت سے ڈنگان کا ستارۂ عروج غروب ہونے لگا۔

اور یہاں میری کہانی ختم ہوتی ہے اور جب میں کہانی ختم کر رہی ہوں اور سفید چوٹی والی چٹان کا سایہ ہمارے گھر پر پڑ رہا ہے اور میرے عین قدموں تلے وہ جگہ ہے جہاں شامیل نے گر کر جان دی تھی جان اور رالف کو اس جگہ سے کچھ ایسی انسیت ہو گئی تھی کہ وہ یہاں سے کہیں جانے کے لئے تیار نہ تھے اور اس وقت بھی وہ یہاں سے نہ گئے جب انگریزوں نے ناٹال میں اپنا جھنڈا لہرا کر ہمیں انگریزی رعایا بنا دیا۔ ناٹال پر انگریزوں نے قبضہ کر لیا تو اس کا مجھے اور جان کو بہت دکھ ہوا لیکن ہم نے منھ سے کچھ نہ کہا البتہ رالف کو شاید اس کا کوئی دکھ نہ تھا کیونکہ وہ آخر کو انگریز ہی تھا اور اسے انگریزی حکومت اور انگریزی جھنڈے سے محبت ہو سکتی تھی لیکن میں اپنی بیٹی سوزانے سے آج تک خفا ہوں کہ وہ ایسی بدلی کہ اس نے انگریزوں اور ان کی لعنتی حکومت کے خلاف کبھی ایک لفظ تک نہ کہا۔

خیر تو ہم انگریزی جھنڈے کے سائے میں رہنے لگے اور ہم غریب بھی نہ تھے کیونکہ رالف اور چند بوئر جا کر سوزانے اور سی ہامبا کے وہ مویشی، جنھیں

سوارٹ پیٹ کے آدمی چرائے گئے تھے، واپس لے آئے اور خاصا بڑا ریوڑ

کھایہ۔

اس کے بعد رالف اور سوزانے میں کبھی جدائی نہ ہوئی اور وہ ہنسی خوشی
ندگی کے دن گذارنے لگے یہاں تک کہ خدا نے میری بیٹی سوزانے کو، جب
ہ بوڑھی ہوگئی تھی، اپنے پاس بلا لیا۔ سوزانے کی موت کے بعد رالف کو زندگی سے
ئی دلچسپی نہ رہ گئی اور اس نے انگریزی فوج میں بھرتی ہو کر ایسانڈ هلوانہ میں
کالوڈ دایہ کی فوجوں سے جنگ کی اور اسی جنگ میں وہ اور اس کا بیٹا بھی بہادری
سے لڑتے ہوئے مارے گئے۔ رالف کے اس بیٹے کی بیوی ایک شریف اور
خاندانی انگریزن تھی جو زچگی میں ایک بچے کو جنم دے کر مر گئی تھی۔

سوزانے مر گئی، رالف اور اس کا بیٹا مر گیا چنانچہ جان اور میرے لئے
نیا اندھیر ہوگئی لیکن اس بڑھاپے میں ایک بار پھر اسی اندھیرے میں خدا نے
ھے پھر روشنی دی اور وہ روشنی تمہاری وجہ سے ہے اور تمہارا نام بھی سوزانے
ی ہے اور اب میرے دل کا بوجھ بھی ہلکا ہوگیا ہے کیونکہ میں نے گزرے ہوئے
مانے کی داستان بیان کر دی ہے اور تم نے اپنی "ٹپ ٹپ کرتی مشین پر انگلیاں
ر کر یہ داستان لکھ لی ہے۔ اب میں بہت بوڑھی ہوگئی ہوں اور وہ دن قریب
یں جب میں اس دنیا سے رخصت ہو کر دوسری دنیا میں اپنی بیٹی سوزانے اور
رالف کے پاس پہونچ جاؤں گی۔

اختتامیہ

بیرونس گلینتھرسک، سابق سوزانے کانزی کے قلم سے

اس کو تقریباً تین سال کا عرصہ ہو چکا ہے جب میری پرنانی، سوزانے بوشمار نے، خود اپنے گزرے زمانے کی اور میرے پردادا رالف کانزی اور پردادی سوزانے بوشمار کی کہانی بیان کی اور مجھ سے لکھوائی تھی۔ وہ کہانی اپنے طور پر مکمل تھی لیکن قسمت کے کھیل نیارے ہیں یا یوں کہیے کہ قدرت کے کرشمے نیارے ہیں کہ پرنانی کی کہانی میں مزید اضافہ کرنے کے لیے مجھے قلم اٹھانا پڑا۔

میں یہ سطور لکھ رہی ہوں تو میرے سامنے ناٹال کی سرزمین گریہ" کا نہ تو میدان پھیلا ہوا ہے اور نہ سامنے دریائے ٹیگولا ہے بلکہ سامنے سرسبز اور خوبصورت پہاڑوں کا سلسلہ ہے جن کے قدموں میں ایک نہ دمراہی نارنجی دریا بہہ رہا ہے کیونکہ یہ افریقہ نہیں اسکاٹ لینڈ ہے اور میں گلینتھرسک کے قصر میں بیٹھی ہوئی ہوں اور میرے کمرے کی کھڑکی کے نیچے جو ٹیرس ہے اس میں سے میرا چھوٹا لڑکا کھیلتا ہوا گزر رہا ہے جو ایک دن اس دفتر کا مالک بنے گا۔

لیکن میں شروع سے یہ داستان بیان کرتی ہوں جو واقعی بڑی عجیب ہے۔

اپنی کہانی میں میری پرنانی غالباً کسی جگہ یہ بتا چکی ہیں کہ میں نے ڈربن کے ایک اسکول میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی حالانکہ میری پرنانی، سوزانے بوشمار، اتنی تنگ نظر اور متعصب تھیں کہ چاہتی تھیں کہ دوسری باتوں کے علاوہ تعلیم میں بھی دوسری لڑکیوں سے نہ صرف الگ بلکہ ان سے بڑھ چڑھ کر رہوں۔ اس کے علاوہ وہ جانتی تھیں بلکہ انھیں

یقین تھا کہ اگر میرے والد زندہ ہوتے تو وہ خود بھی یہی چاہتے۔ میرے والد خود اپنے والد، یعنی ابابیل کی کہانی کے ہیرو رالف کانزی کے ساتھ اس جنگ میں شریک تھے جو انگریزوں اور زولوؤں کے درمیان ہوتی تھی اور وہ دونوں اسی جنگ میں بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے مارے گئے تھے۔ رالف کانزی، یعنی اپنے دادا کو میں نے اپنے بچپن میں دیکھا تھا جب وہ بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کے سر کے سارے بال سفید ہو گئے تھے۔

میرے نانا الدسو فی صد انگریز تھے اور ان میں بوئیروں کی سی کوئی بات نہ تھی۔ اس کے علاوہ انھوں نے ناٹال کے نوآباد انگریزوں کے ایک گھرانے کی ایک انگریز خاتون سے شادی کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ میرے والد اور میری پرنانی میں کبھی بنی نہیں۔

جب میں تعلیم سے فارغ ہو گئی تو ڈربن میں چند دوستوں کے ساتھ رہنے لگی یہ دوست میری ایک ہم جماعت کے والدین تھے۔ انہی کے گھر میں میری ملاقات اپنے شوہر رالف میکنزی سے ہوئی جو اس وقت لارڈ گلنیتھ سک کے نام سے مشہور تھے جب ہماری ملاقات ہوئی ہے تو اس وقت رالف میکنزی کے والد کے انتقال کو چھ مہینے گذر چکے تھے۔

اس وقت میرے شوہر رالف کی عمر صرف تیئس برس کی تھی اور وہ اسکاٹش/چستانی رجمنٹ میں ایک بڑے عہدے پر فائز تھے جو ہندوستان سے ڈربن آئی تھی۔

خیر تو ہماری ملاقات ہوئی اور ہم دونوں ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو گئے حالانکہ خود میرے لئے یہ عجیب اور ناقابل یقین سی بات تھی کہ وہ خوبصورت اور ذہین لارڈ، جو امیر تھا اور جس کے سامنے ایک دنیا تھی، مجھ جیسی ایک عام سی ٹیچ لڑکی سے محبت کرنے لگا جس کے پاس کچھ نہ تھا سوائے اس کے حسن کے (میری پرنانی کے نزدیک میں کچھ زیادہ حسین نہ تھی) اور دولت کے نام اسے جنوبی افریقہ کا ایک فارم مویشی ورثے

میں ملنے والے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ جب انھوں نے مجھ سے شادی کی درخواست کی اور اپنے گھٹنوں پر گر کر کہا کہ وہ مجھے اپنی بیوی بنانا چاہتے ہیں تو میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اور میں نے ان کی یہ درخواست فوراً قبول کر لی ہوتی۔ لیکن نہیں مجھے کبھی اپنے والدین کی ذہانت اور پیش بینی ورثے میں ملی تھی۔ میں جانتی تھی کہ میں ایک زبردست خطرہ مول لے رہی ہوں، مجھے خوف تھا کہ میں رالف میکنزی کو شاید دوبارہ نہ دیکھ سکوں گی اس کے باوجود میں نے ان سے کہا کہ میں اس وقت تک ان سے شادی نہ کروں گی جب تک کہ وہ اپنی والدہ اور دوسرے عزیزوں سے اس کی اجازت نہیں لے لیتے یا کم سے کم ایک سال تک اپنی اس درخواست پر غور نہیں کر لیتے۔

آپ پوچھیں گے کہ جب سب کچھ میرے ہاتھ میں تھا، جب رالف میکنزی فوراً میرے ساتھ شادی کرنے کو تیار تھے تو میں نے انھیں ایسا جواب کیوں دیا؟ اس کی دو وجوہات تھیں۔ ایک تو یہ کہ میں بہت سی ایسی شادیوں کا انجام دیکھ چکی تھی جو عجلت اور جذبات کی رو میں کی گئی تھیں اور اس قسم کی شادیوں کا انجام ایک یا دوسرے واسطے سے برا ہی ہوا تھا اور اکثر برا ہی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی نہ چاہتی تھی کہ بعد میں لوگ میری طرف انگلیاں اٹھائیں اور کہیں کہ یہ ہے وہ لڑکی جس نے موقع سے فائدہ اٹھا کر ایک امیر لڑکے کو پھانس لیا اور اس کی دولت کی خاطر اس سے شادی کر لی۔

چنانچہ میں نے رالف میکنزی کو منع کر دیا کہ وہ ہماری نسبت کا ذکر کسی سے نہ کرے اور خود میں نے بھی اپنی زبانی سے اس کے متعلق کچھ نہ کہا اس کے باوجود اس ایک مہینے میں، جب تک کہ میں ڈربن میں رہی، میں اور رالف ایک دوسرے سے ملتے رہے۔ بہت اچھا اور بڑا شہر تھا ڈربن اور وہاں تقریباً ہر دن ایک نہ ایک پارٹی ہوا کرتی تھی اور جب کوئی پارٹی نہ ہوتی تو میں اور رالف گھوڑے پر سوار ہو کر سیر کرنے چلے جاتے۔

ابھی قسم کی ایک سیر کے موقع پر میں نے رالف کو اپنے دادا اور دادی کی حیرت انگیز
کہانی سُنائی۔ میرا مطلب ہے میں جو کچھ جانتی تھی وہ میں نے اسے سُنادیا اور تفصیلات
اس وقت تک مجھے معلوم نہ تھیں کیونکہ اس وقت تک پرنانی نے مجھ سے یہ کہانی لکھوائی نہ
تھی اور پھر یہ بات بھی تھی کہ ہمارے گھر میں ان واقعات کا ذکر بہت کم ہوتا تھا۔

رالف غور سے سنتا رہا اور جب میں خاموش ہوئی تو اس نے پوچھا کہ کیا وہ انگوٹھی
اور لاکٹ، جس کا ذکر میں نے کیا تھا، اب بھی میرے پاس ہے۔

"ہاں۔ ہیں کیوں نہیں۔ یہ لو" میں نے کہا

یہاں میں یہ بتادوں کہ اپنے والد کی موت کے بعد سے میں یہ دونوں چیزیں پہنا
کرتی تھی۔

رالف انگوٹھی کو اور اس کے گھسے ہوئے نگ کو اور اس پر کندہ مقولے کو دیکھتا
رہا۔ نگ پر یہ دو لفظ کندہ تھے "پہلے عزت"۔ جو دھندلا گئے تھے۔ رالف چند ثانیوں
کی کوششوں کے بعد یہ دو لفظ پڑھنے میں کامیاب ہوگیا تو میں نے دیکھا کہ وہ چونکا اور
جب اس نے لاکٹ کی تصویریں دیکھیں تو اس کا رنگ زرد ہوگیا۔

"سوزانے" وہ بولا" جانتی ہو کہ ہم دونوں میں دور کا رشتہ ہونا چاہیئے بلکہ شاید ہے
کم سے کم یہ تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ اصل تصویر میں نے دیکھی ہے جس سے اس لاکٹ
کی تصویریں نقل کی گئی ہیں۔ اور اس انگوٹھی پر جو قول کندہ ہے وہ ہمارا خاندانی ہے
"پہلے عزت"۔ یہی ہمارے خاندان کا دستور العمل ہے"۔

اب تو میرا شوقِ تجسس ایک دم سے بیدار ہوگیا اور میں نے اس پر سوالات کی
بوچھار کردی لیکن اس نے میرے کسی سوال کا جواب نہ دیا بلکہ اس نے مجھے مجبور کیا کہ اپنے
اجداد رالف کا نری کے متعلق جو کچھ جانتی ہوں بیان کردوں۔ چنانچہ میں بیان کرنے لگی۔
رالف غور سے سنتا اور وقتاً فوقتاً اپنی ڈائری میں کچھ نوٹ کرتا رہا۔ اس کے علاوہ بعد

میں، میں نے رالف کو وہ تحریر بھی دکھائی جو اس بائبل کے پہلے صفحے پر لکھی ہوئی تھی اور یہ بائبل اس خاتون کی لاش کے قریب سے ملی تھی جو رالف کا نزی کی والدہ تھیں۔ اس کے بعد اس نے انگوٹھی کا نشان لاکھ پر اور لاکٹ کی تصویروں اور بائبل کے پہلے صفحے کی تحریر کا فوٹو لینے کی اجازت چاہی جو میں نے خوشی سے دے دی۔

اس واقعہ کے تین دن بعد میں اور رالف ایک عرصے کے لئے جدا ہو گئے اور اس جدائی کے خیال سے ہم دونوں اداس اور غمزدہ تھے اور ہم دونوں کی آنکھوں میں آنسو تھے اور میرا دل تو عجیب الٹی سیدھی طرح سے دھڑک رہا تھا کیونکہ مجھے خوف تھا کہ جب میں اس کی نظر سے دور ہو جاؤں گی اور جب وہ اپنے لوگوں میں پہنچ جائے گا تو مجھے بھول جائے گا اور چونکہ میں اسے دل و جان سے چاہتی تھی۔ اس لئے یہ خیال میرے دل کو نوچ رہا تھا۔ رالف نے میری دلی کیفیت غالباً بھانپ لی کیونکہ اس نے بڑی نرم آواز اور پیار بھرے لہجے میں کہا:۔

"سوزانے! موت کے علاوہ صرف ایک چیز ہمارے درمیان جدائی کی خلیج حائل کر سکتی ہے"

"اور وہ کیا چیز ہے؟" میں نے پوچھا۔

"خود تمہارا فیصلہ جو شاید انکار کی صورت میں ہو۔"

"اگر ایسا ہی ہے رالف تو پھر ہم کبھی جدا نہ ہوں گے" میں نے بڑے جوش اور یقین سے کہا۔

"میری پیاری سوزانے! یہ تم اس وقت کہہ رہی ہو اور اس وقت تمہارا خیال بھی یہی ہے" وہ بولا "لیکن وقت بتا دے گا۔ فرض کرو اگر میں وہ نہ ہوا جو ــــــ"

اور وہ خاموش ہو گیا اور پھر اس نے اپنا یہ جملہ کبھی پورا نہ کیا اور اس کے ان الفاظ نے میرے دن کا چین اور راتوں کی نیند حرام کر دی اور میں کئی ہفتوں تک پریشان

رہی اور سوچتی رہی کہ رالف آخر کہنا کیا چاہتا تھا اور میں نے سینکڑوں طریقوں سے یہ جملہ اپنے طور پر مکمل کیا اور ہر مکمل جملہ میرے لئے زیادہ سے زیادہ فکر و پریشانی کا باعث بنتا گیا۔

خیر تو میں بھی ڈربن سے فارم پر واپس آگئی اور اس کے فوراً بعد ہی میری پرنانی نے وہ داستان لکھانی شروع کر دی جو آپ پچھلے صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔ میری پرنانی نے یہ داستان لکھانے کی وجہ جو بتائی ہے اس کے علاوہ، میرے خیال میں ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ چاہتی تھیں کہ میں اپنے اجداد اور خاندان سے واقف ہو جاؤں۔

بہر حال جب میں نے اپنی پرنانی کی بیان کردہ داستان کا مقابلہ اپنے محبوب الف کے کہے ہوئے الفاظ سے کیا تو میں ایک سوچ میں پڑ گئی اور اپنے طور پر الٹے سیدھے نتیجے اخذ کرتی رہی لیکن اس کے متعلق میں نے اپنی پرنانی سے ایک لفظ بھی نہ کہا کیونکہ معاملہ نازک تھا۔

ہر ہفتے رالف کا خط مجھے ملتا اور حالانکہ اس کے خطوط پیار و محبت سے بھرے ہوئے ہوتے لیکن اس کے کسی خط میں اس بات کا اشارہ تک بھی نہ ہوتا کہ وہ کب مجھ سے ملنے آ رہا ہے۔ میں جانتی تھی کہ چند ہفتوں کی چھٹی لینا اس کے لئے کچھ مشکل نہ تھا سچ تو یہ ہے کہ اس سلسلے میں اس کی خاموشی پر مجھے غصہ بھی آیا اور اپنے خطوط میں میں نے اپنے غصے کا اظہار بھی کیا لیکن پھر بھی وہ خاموش رہا حالانکہ میں نے اسے لکھ دیا کہ وہ آ کر مجھ سے میرے بوئیر گھر اور بوئیر ماحول میں دیکھے اور پھر فیصلہ کرے کہ مجھ سے شادی کرنا اس کے لئے مناسب ہوگا یا نہیں۔

ہماری جدائی کو چھ مہینے گذر چکے تھے کہ میں نے سنا کہ سپاہیوں کی ایک چھوٹی رجمنٹ قریبی بستی میں وہاں مقیم دوسری رجمنٹ کی جگہ لینے آ رہی ہے۔ میں نے یہ بھی سنا کہ یہ آنے والی رجمنٹ "ہائی لینڈر" ہے لیکن اس پر میں نے یقین نہ کیا کیونکہ

میں جانتی تھی کہ نوآبادی میں ہائی لینڈر صرف ایک رجمنٹ تھی اور وہ رالف کی رجمنٹ تھی اور رالف نے اپنے خطوط میں، جو اس نے ڈربن سے لکھے تھے، قریبی بستی میں آنے کا ذکر نہ کیا تھا۔

ایک صبح میری پرنانی نے اپنی داستان لکھانی ختم کر دی۔ اس کے انجام کا اثر ان کے دل پر، معلوم ہوتا ہے، خاص طور سے ہوا کیونکہ جب میں آخری سطور ٹائپ کر چکی تو انھوں نے تیوری پر بل ڈال کر مجھ سے کہا کہ میں یہ ٹائپ کا بیاں ان کے سامنے سے ہٹا دوں اور یہ کہ پھر کبھی نہ تو انھیں یہ کاپیاں دکھاؤں اور نہ ہی ان کا ذکر ان کے سامنے کروں۔

اس کے بعد وہ بدقت تمام اٹھیں، کیونکہ ان کے پیروں پر سوجن تھی، اور چھڑی ٹیکتی ہوئی کمرے سے باہر نکلیں اور برآمدے کی ایک کرسی میں بیٹھ کر میدان کے انتہائی کنارے پر کے سلسلۂ کوہ کی طرف دیکھنے لگیں۔ وہ یقیناً اس خوفناک رات کے متعلق سوچ رہی تھیں جب میرے دادا رالف کا نزی شامیل پر سوار ہو کر میری دادی کو بچانے کے لئے ان پہاڑوں پر سے اترے تھے اور اسی سامنے والے میدان میں زولوؤں نے ان دونوں کو گھیر لیا تھا۔

ہمارا فارم سفید چوٹی والی چٹان کے سائے اور ایک سبزہ زار میں تھا۔ سامنے ایک ٹیلا تھا اور قریبی بستی تک جاتا ہوا راستہ اس ٹیلے پر سے ہو کر گزرتا تھا۔ دفعتہً میری پرنانی نے اس ٹیلے کی طرف دیکھا تو وہاں انھیں ایک شخص کھڑا دکھائی دیا جو ادھر ادھر یوں دیکھ رہا تھا جیسے فیصلہ نہ کر پاتا ہو کہ اسے کس طرف جانا ہے۔ اس شخص نے ہائی لینڈرز رجمنٹ کے افسر کی وردی پہن رکھی تھی جو ایک گھاگھرا قسم کے لباس کی طرح ہوتی ہے۔ میری پرنانی نے کبھی کسی مرد کو ایسا لباس پہنے نہ دیکھا تھا۔

"ارے، ہائے ہائے۔ کیا زمانہ آگیا ہے" میں نے انھیں کہتے سنا۔" سفید فام

کافرڈ کاموچا پہننے لگے ہیں ۔ سوزانے باہر آؤ اور اس بے حیا اور نیم عریاں شخص کو ہٹا دو یہاں سے "

اپنے کاغذات رکھ کر میں باہر آئی اور دیکھا کہ "بے حیا اور نیم عریاں" شخص میرے رالف کے علاوہ اور کوئی نہ تھا ۔ اپنے منگیتر اور محبوب کو دیکھا تو میں سب کچھ بھول گئی یہ بھی بھول گئی کہ بڑی بی برآمدے میں بیٹھی ہوئی تھیں ۔ میں ایک چھلانگ میں برآمدے سے نیچے تھی، میں رالف کی طرف بھاگ رہی تھی اور پھر میں اس کی بانہوں میں تھی ۔

چند لمحوں تک تو خاموشی طاری رہی اور پھر میں نے اپنے پیچھے سے بڑی بی کی ایک چیخ اور پھر انھیں مدد کے لئے پکارتے سنا ۔ میں نے رالف کی آغوش سے الگ ہو کر اور پیچھے گھوم کر دیکھا تو بڑی بی اپنی چھڑی بلند کئے لنگڑاتی ہوئی ہماری طرف چلی آ رہی تھیں ۔

" سوزانے ! کون ہیں یہ خاتون ؟ " رالف نے پوچھا ۔

اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتی میری پرنانی کے منھ سے ایسی مغلظات نکلیں کہ میں خود شرما گئی ۔ انھیں ایسی باتیں کہتے میں نے پہلے کبھی نہ سنا تھا ۔

"کیا کہہ رہی ہیں یہ ؟ " رالف نے پھر پوچھا کیونکہ وہ ڈچ زبان نہ جانتا تھا "یہ تو بہت غصے میں معلوم ہوتی ہیں "

" یہ میری پرنانی وراؤ بوسمار ہیں " میں نے کہا " انھیں ہمارے متعلق کچھ معلوم نہیں کیونکہ میں نے انھیں بتایا ہی نہیں "

" اوہ ۔ یہ بات ہے ۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اب انھیں سمجھا دینا مناسب ہوگا ۔ " رالف نے کہا ۔

اور میں اپنی پرنانی کی طرف گھوم گئی اور انھیں رالف اور اپنے متعلق بتانے

لگی لیکن ڈرتے ڈرتے۔ جب میں اپنی صفائی پیش کر رہی تھی تو دیکھا کہ بڑی بی کا چہرہ دفعتہً متغیر ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ اب وہ میری باتیں نہ سن رہی تھیں۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔ اس نوجوان کی صورت کس کی یاد دلا رہی ہے مجھے؟" انھوں نے بلند آواز میں لیکن اپنے آپ سے کہا" خدایا! اس نوجوان کی صورت ہو بہو اس انگریز لارڈ کی سی ہے جو پچاس برس پہلے اپنے وکیل کے ساتھ ہمارے گھر آیا تھا۔۔۔ بے شک۔ اس کی صورت رالف کا نزری کے اس چچازاد یا خالہ زاد بھائی کی سی ہے۔ لڑکی اُ۔ وہ ایک دم سے میری طرف گھوم گئیں۔

"اس لونڈے کا نام کیا ہے؟"

"لارڈ گلنیتھ سک" میں نے جواب دیا۔

"لارڈ گلنیتھ سک! وہی صورت، وہی نام اور تم اس کی باہوں میں۔ تو پھر کیا خدا اس کہانی کو اور آگے بڑھا رہا ہے جو میں نے آج ہی ختم کی ہے؟ آؤ"

اور وہ چھڑی ٹیکتی ہوئی واپس برآمدے میں آگئیں۔

"بیٹھو" جب میں اور رالف پہنچے تو انھوں نے کہا" لیکن ٹھہرو۔ یہ کمبل دو مجھے سوزانے"

میں نے کمبل انھیں دے دیا۔ میں حیران تھی کہ وہ کرنا کیا چاہتی ہیں۔ اور یہ دیکھ کر تو میں ہنستے ہنستے لوٹ گئی جب انھوں نے کمبل سے رالف کے گھٹنے ڈھانک کر کہا:۔

"اس نوجوان کی پتلون کسی نے اتار لی ہے اور اسے سردی لگ جائے گی"

"سوزانے!" رالف نے کہا" خدا کے لئے سمجھاؤ مجھے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے اور بڑی بی سے کہو کہ مجھے سردی نہیں لگ رہی"

"تمھارے اس گھاگھرے نے نانی کو حیرت زدہ کر دیا ہے" میں نے کہا تو رالف

بھی ہنسنے لگا۔

"بس۔ خاموش" نانی نے ایسی آواز اور لہجے میں کہا کہ رالف دفعتہً خاموش ہو گیا" اب سناؤ اپنی سرگذشت ۔ ہاں۔ میں بولی۔ نوجوان تعلیم یافتہ نہیں ہے۔ سوزانے یہ جو کچھ کہے گا تم اس کا ترجمہ مجھے سناؤ گی۔ اچھا۔

"نانی ماں! پہلے تو میں اپنے متعلق کچھ کہنا چاہتی ہوں" میں نے کہا۔

"چلو۔ تم ہی کہو"

"م۔ م۔ میں رالف کی منگیتر ہوں" میں نے کہا" لیکن میں نے اس کے متعلق آپ سے کچھ نہیں کہا تھا محض اس لئے کہ میں اسے موقع دینا چاہتی تھی کہ اگر یہ چاہے تو اپنا ارادہ بدل لے"

"ارادہ بدل لے!" بڑی بی گرجیں" میں بھی تو دیکھوں کس طرح بدلتا ہے یہ اپنا ارادہ جس سے منگنی کر کے تم نے اسے عزت بخشی ہے۔ واہ۔ یہ لارڈ ہو گا تو اپنے گھر کا۔ میرے سامنے اس کی ایک نہ چلے گی۔ شکر کر کہ میں نے ڈنڈے مار کر اسے یہاں سے نکال نہیں دیا اور وہ بھی محض اس لئے کہ اس کی صورت اس انگریز لارڈ کی سی ہے جو اپنے وکیل کے ساتھ ہمارے گھر آیا تھا"

نانی ماں کی ان باتوں کا ترجمہ میں نے رالف کو سنایا تو وہ بولا:۔

"سنو سوزانے اور میں جو کچھ کہوں اس کا ترجمہ، لفظ بہ لفظ، تم اپنی پر نانی کو سناتی جاؤ۔ بڑی بی کہتی ہیں کہ میرا نام لارڈ مگیتھ سک ہے لیکن پچھلے چند دنوں میں مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میں ایسا کوئی جانور نہیں ہوں بلکہ صرف رالف میکنزی ہوں۔

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"میرا مطلب یہ ہے سوزانے کہ تمھارے دادا رالف کا تنزی حقیقت میں رالف میکنزی تھے اور مجھے یقین ہے کہ وہ وہی تھے اور میں نے اس کے متعلق ضروری تحقیقات

کر لی ہیں — اور یہ ثابت کر دیا جائے کہ جب وہ چھ سال کے تھے تو ان کا جہاز افریقہ کے ساحل کے قریب غرق ہو گیا، وہ خود بچ گئے اور انھوں نے تمھاری دادی سے شادی کر لی — اور یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کیونکہ تمھاری بڑ نانی اس کی گواہ اور تم خود اس کا زندہ ثبوت ہو — تو پھر تم ہی گلینتھ سک کی حقیقی وارثہ اور پرنسس گلینتھ سک ہو اور میں چونکہ چھوٹے بھائی کی اولاد میں سے ہوں، صرف رالف میکنزی ہوں — لفٹیننٹ رالف میکنزی"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" میں نے کہا "کیونکہ میں نے تو سنا ہے کہ انگلستان میں باپ کا لقب بیٹوں کو ملتا ہے نہ کہ بیٹیوں کو"۔

"عموماً ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے خاندان میں لقب اور اس کی جائداد بھی لڑکیوں کو ہی ملتی آئی ہے۔ چنانچہ تمھیں اپنے باپ کا اور دادا کا حق ملے گا حالانکہ خود وہ اس سے محروم رہا۔ سوزانے! یہ باتیں محض ہوائی نہیں ہیں اس تمام عرصے میں، یعنی جب تک کہ میں تم سے دور رہا، میں کیپ اور اسکاٹ لینڈ میں بھی اس سلسلے میں تحقیقات کرتا رہا کیونکہ میں نے لاکٹ کی تصویروں کے فوٹوگراف انگوٹھی پر کے قول کا نمونہ اور جتنی کچھ باتیں تم نے مجھے بتائی تھیں اور جو خود میں نے اپنی کوششوں سے معلوم کی تھیں، لکھ کر گھر بھیج دی تھیں اور خدا کی قسم سوزانے مجھے یقین ہے کہ گلینتھ سک کی وارثہ تم ہو، صرف تم ہو"۔ ہاں۔ ہمارے گھر کی مالکن تنہا تم ہو"۔

تقریباً میکانکی طور پر، کیونکہ میں اتنی حیرت زدہ تھی کہ میرا سر چکرا رہا تھا، میں نے رالف کی ان باتوں کا ترجمہ نانی کو سنایا تو وہ سر ہلا کر بولیں۔

"خدا کے کھیل بھی نیارے ہیں کہ میری اس آخری عمر میں دعاؤں کا جواب دیا اور میری پیٹھ پر سے میرے گناہ کا بوجھ ہٹا دیا۔ سوزانے! اس اسکاچستانی سے

چھو کہ کیا اب بھی تم سے شادی کرنا چاہتا ہے؟" میں ذرا ہچکچائی تو وہ اپنی چھڑی فرش
مار کر گرجیں" لڑکی! یہ کیا نافرمانی ہے۔ پوچھ اس سے"
چنانچہ میں نے بہت کچھ شرما کر اور رک رک کر رالف سے پوچھا اور یہ بھی کہہ دیا
میں یہ پوچھنے پر مجبور کی گئی ہوں۔
"ہیں! میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں!" رالف نے حیرت سے کہا" ارے
سوزانے! اب تو سوال یہ ہے کہ کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟ چند مہینوں پہلے جب
ں نے تم سے شادی کی درخواست کی تھی تو میرے پاس سب کچھ تھا لیکن اب، اگر وہ
بت ہو گیا اور یقیناً ہو جائے گا، جو میں ثابت کرنا چاہتا ہوں، میں ایک اسکاچستانی
ر غریب شریف زادے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوں اور تم ۔۔ تم سوزانے اسکاچستان
ں ایک امیر ترین اور باعزت لڑکی ہو"
جواب میں میں نے ان نظروں سے رالف کی طرف دیکھا جن کا مطلب صرف
ہ سمجھ سکتا تھا۔ میں نے چونکہ اس کی ان باتوں کا ترجمہ بھی کر دیا تھا اس لئے اس سے
پہلے کہ میں کچھ کہتی نانی نے کہا:۔
"اب اس لونڈے سے کہو کہ وہ دولت اور لقب وغیرہ کے گیت گیت نہ گائے
ن انگریزوں کو دولت اور ظاہری دکھاوے کا ہوکا ہو گیا ہے۔ میں اس کے عادات
اطوار، چال چلن اور اس کے مذہبی اعتقادات کے متعلق معلوم کرنا چاہتی ہوں"
اور ان باتوں کے متعلق نانی ماں نے ڈھیر سارے سوالات رالف سے پوچھے
جن کہ یہاں بیان کرنا ضروری نہیں۔
"بہر حال اس نوجوان نے سچ سچ کہا ہے، جس کا مجھے کچھ شک ہے، تو پھر یہ دوسروں
سے کچھ ٹھیک ہی ہے،" نانی ماں نے کہا" اچھا اب اس سے یہ پوچھو کہ اسے کوئی مردوں
والی بیماری تو نہیں اور یہ کہ یہ بچے پیدا کرنے کے قابل ہے کہ نہیں"

"یہ آپ ہی پوچھ لیں" میں نے سُرخ ہو کر کہا

اس پر بڑی بی نے مجھے "مراد جلی اور بیوقوف" کہا اور ہنس پڑیں اور پھر یکایک بولیں :-

"میرے سامنے جھک جاؤ تم دونوں"

اور یہ عجیب بات ہے کہ ہم نے ان کے اس حکم کی تعمیل کی کیونکہ ہم، خصوصاً رالف بڑی بی سے ڈرتا تھا۔ جی ہاں۔ ہم دونوں وہاں برآمدے میں نانی ماں کے سامنے جھک گئے اور برآمدے کے باہر کھڑی ہوئی ایک کافر لڑکی حیرت سے منھ کھولے یہ کاروائی دیکھتی رہی۔

"رالف کانرس" نانی ماں نے کہا "تم کچھ بھی اور کیسے بھی کیوں نہ ہو بہر حال اپنے دادا کی طرح ایماندار اور مخلص ہو کیونکہ اگر ایسے نہ ہوتے تو سوزانے کو یہ بتانے نہ آتے کہ تمھاری دولت اس کی دولت اور تمھارا لقب اس کا لقب ہے۔ اب یہ سچ ہے کہ نہیں یہ میں نہیں جانتی اور نہ ہی مجھے اس کی پرواہ ہے میں تو صرف اتنا جانتی ہوں کہ تمھاری رگوں میں وہی خون ہے جو میرے اس بیٹے کی رگوں میں تھا جسے میں نے گود لیا تھا اور بس یہی میرے لئے کافی ہے اور میرے لئے یہ دنیا کی کسی بھی دولت اور عزت کے کسی بھی لقب سے بڑھ کر ہے"

"اور سوزانے تم ـــ تم بڑی مکّار اور گستاخ ہو کہ تم نے مجھ سے وہ باتیں چھپائیں جن سے واقف ہونے کا مجھے حق حاصل ہے اس کے علاوہ تمھیں اپنے حسن پر بڑا غرور ہے اور اپنی صورت شکل کے متعلق بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہو لیکن میں آخری دفعہ کہہ رہی ہوں کہ جب میں تمھاری عمر کی تھی تو تم سے زیادہ خوبصورت تھی اور میری بیٹی اور تمھاری دادی سوزانے کے مقابلے میں تمھارا حسن کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن میں اتنا ضرور کہوں گی کہ تم دل کی بری نہیں اور اپنے دادا دادی کی خصوصیات بھی تم میں موجود ہیں

چنانچہ " نور انھوں نے اپنا ایک ہاتھ میرے اور دوسرا رالف کے سر پر رکھ دیا" میں، سوزانے بوئیار، تم دونوں کو دعا دیتی ہوں ۔ آئندہ ہفتے تمھاری شادی کر دی جائے گی ۔ کہ تم دونوں خوش رہو اور پھلو پھولو ۔ اور خدا تمھیں ایسی صالح اولاد عطا فرمائے جو ہمارا اور تمھارا نام بھی روشن کرے ۔ آمین ۔

" جب میں اس دنیا کو چھوڑ کر دوسری دنیا میں جاؤں گی اور اپنے بیٹے رالف کانزی اور اپنی بیٹی سوزانے کو تمھارے اور اس رالف کے متعلق بتاؤں گی تو وہ دونوں بہت خوش ہوں گے ۔"

پھر وہ اٹھیں اور چھڑی ٹیکتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلیں لیکن دروازے میں پہونچ کر ہماری طرف پلٹ کر بولیں، ۔

" میں کہتی ہوں لڑکی، تیری شائستگی، خوش اخلاقی اور مہمان نوازی کو کیا ہوا؟ اپنے منگیتر کے لئے کم سے کم کافی تو بنا کر لا "

چنانچہ میرے احتجاج کے باوجود ایک ہفتے بعد ہماری شادی ہو گئی ۔ اتنی جلدی میں شادی کرنا نہ چاہتی تھی لیکن نانی ماں کچھ بھی سننے کے لئے تیار نہ تھیں ۔ ادھر رالف بھی جلد از جلد شادی کرنے کے لئے مرا جا رہا تھا چنانچہ نانی ماں کو یہ پٹی پڑھا دی کہ اس کی رجمنٹ افریقہ سے جانے والی تھی اور یہ کہ اگر شادی جلد ہی نہ ہو گئی تو پھر یہ معاملہ کھٹائی میں پڑ جائے گا ۔

اور عجیب منظر تھا ہماری شادی کا بھی ۔ نانی ماں اپنے بہترین چھکڑے میں بڑی شان سے بیٹھی ہوئی تھیں جس میں ایک نہ دو اٹھارہ بیل جتے ہوئے تھے یہ بیل دودھ کی طرح سفید تھے اور ڈنگان کے ان بیلوں کی نسل سے تھے جنھیں سوارٹ ہیٹ نے، امپونڈانہ کو تباہ کرنے کے لئے، سی ہامبا کے مویشیوں میں چھوڑ دیا تھا ۔

نانی ماں کے قریب ان کے شوہر جان بوشمار بیٹھے ہوئے تھے۔ چونکہ وہ بہت بوڑھے اور اپاہج تھے اس لئے انھیں کرسی میں بٹھا کر اور پھر کرسی سمیت اٹھا کر چھکڑے تک لایا گیا تھا۔ وہ بیچارے جانتے ہی نہ تھے کہ یہ کیا ہو رہا تھا۔ لیکن جو چند الفاظ انھوں نے کہے ان سے پتہ چلتا تھا کہ وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ ان کا گروہ ایک سے دوسری جگہ ہجرت کر رہا ہے۔ میرے رالف کو وہ اپنا رالف، یعنی وہ جسے انھوں نے بیٹا بنایا تھا، سمجھے ہوئے تھے۔ غالباً اس لئے کہ میرے رالف کی آواز ان کے رالف کی آواز کی طرح تھی۔ بہر حال وہ میرے رالف کو "بیٹا" کہہ کر مخاطب کر رہے تھے لیکن میری موجودگی انھیں کچھ الجھائے ہوئے تھی کیونکہ ایک دو دفعہ انھوں نے کہا :-

"تو سوزانے اس شیطان سوارٹ ہیٹ کے پنجے سے بچ نکلی۔ رالف! اس کتے کا خاتمہ کر دیا تم نے؟ رالف! اس کتے سوارٹ ہیٹ کا خاتمہ کر دیا نا؟"

اور اس طرح ہم اس چھوٹے سے گرجا میں پہونچے۔ جہاں رجمنٹ کا پادری ہماری شادی کا خطبہ پڑھنے والا تھا۔ فوجی اسکاچستانی بینڈ بجا رہے تھے اور اس کی دھن پر ادھر ادھر مارچ کر رہے تھے۔

باجے والوں کے پیچھے میں اور رالف چل رہے تھے اور ہمارے پیچھے وہ چھکڑا تھا جس میں اٹھارہ سفید بیل جتے ہوئے تھے اور جس میں میرے پرنانا اور پرنانی سوار تھے اور آخر میں وردی پوش سپاہیوں کا پرا تھا۔ یہ گارڈ آف آنر تھا۔

گرجا کے کھلے ہوئے دروازے کے سامنے چھکڑا روک لیا گیا اور پھر چھکڑے پر بیٹھے وارڈ بوشمار ہماری شادی کی رسومات دیکھتی رہیں اور کافی شور مچا کر دستخط کرنے کے لئے رجسٹر چھکڑے میں منگوایا۔ انھوں نے ایک کافر ملازم کے سر پر رجسٹر رکھ کر دستخط کئے اور ایسا کرتے ہوئے روشنائی سے بھری ہوئی دوات اس کافر کی

پیٹھ پر اونڈھا دی۔

"کوئی بات نہیں" وہ بولیں "یہ بیچارا پہلے ہی سے اتنا کالا ہے کہ یہ روشنائی اسے اور کالا نہ کرسکے گی"

"ہائے نانی ماں۔ میں آپ کو چھوڑ کر کیسے جاسکتی ہوں" میں نے بعد میں ان سے کہا۔

"بیٹی" انھوں نے کہا "اپنی جوانی میں، اس ہستی کو اپنے سے الگ نہ کرنے کے لئے جس سے مجھے محبت تھی، میں نے ایک بڑا گناہ کیا تھا اور اب اپنے اس گناہ کا کفارہ میں دوسری ہستی سے، جس سے میں محبت کرتی ہوں، جدا ہوکر ادا کر رہی ہوں۔ ہاں بیٹی! میں اپنی نسل کی آخری نشانی کو الوداع کہہ رہی ہوں بیٹی! اس طرح میں آخری عمر میں اپنے اس گناہ کا کفارہ ادا کر رہی ہوں جو میں نے برسوں پہلے کیا تھا۔ جاؤ بیٹی۔ خدا تمھارا حافظ و ناصر ہو"

چنانچہ میں نے اپنا ہاتھ اپنے شوہر کے ہاتھ میں دیا اور رخصت ہوئی اور جب ہم اس ملک میں پہونچے تو پتہ چلا کہ دولت، جائداد اور لقب قانوناً میرا تھا کیونکہ یہ ثابت ہوگیا تھا کہ میرے دادا رالف کانرس ہی اس کے صحیح وارث تھے۔ میں یہ جائداد اور لقب وغیرہ اپنانے کے لئے تیار نہ تھی لیکن رالف نے اصرار کیا اور کہا کہ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو مستقبل میں نہ صرف ہمارے لئے بلکہ ہماری اولاد کے لئے بھی قانونی الجھیڑے پیدا ہوجائیں گے۔

اس کے چھ مہینے بعد، قصر گلنیتھر سک میں، مجھے ایک خط ملا جس کے آخر میں میری نانی، سوزانے بو شار، کے دستخط تھے۔ خط مختصر تھا اور یوں تھا:۔

"بیٹی سوزانے!

گزشتہ رات تمھارے پرنانا اللہ کو پیارے ہوئے اور آج میں نے انھیں سپردِ خاک کردیا۔ اب میں بھی زیادہ دن زندہ نہ رہوں گی کیونکہ اتنے برسوں تک تمھارے نانا کے ساتھ رہی ہوں کہ ان کی کمی محسوس کر رہی ہوں۔ ان کے بغیر مجھے دنیا بھائیں بھائیں کرتی معلوم ہوتی ہے اور میں جلد از جلد تمھارے نانا کے پاس دوسری دنیا میں پہونچ جانا چاہتی ہوں۔ بیٹی! اگر تمھاری عزّت اور دولت اجازت دے تو دوسری دنیا میں مجھ سے اور اپنے نانا سے ضرور ملنا آکر۔ میں جیسی بھی ہوں تم سے محبّت کرتی ہوں اور تمھارے شوہر سے بھی محبت کرتی ہوں کیوں کہ اس کی رگوں میں میرے رالف کا خون گردش کر رہا ہے۔

بیٹی! جب تک زندہ رہو خوش رہو۔ یہی ہے میری دل سے دعا۔ کبھی کبھی اس بڑھیا کو اور اپنے نانا کو یاد کر لینا۔ اب ہماری ملاقات دوسری دنیا میں ہوگی چنانچہ اس وقت تک کے لئے خدا حافظ۔

دعا گو

زرادُ بوئمار

اس کے بعد مجھے چند دوسرے خطوط سے معلوم ہوا کہ اپنے شوہر کے انتقال کے دوسرے دن علی الصبح نانی ماں، زرادُ بوئمار بھی انتقال فرما گئیں کیونکہ مرنے میں بھی وہ اپنے شوہر سے پیچھے رہنا نہ چاہتی تھیں۔ اسی دن شام کو انھیں اپنے شوہر جان بوئمار کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

خدا ان دونوں کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔ ختم شد

منظہر الحق علوی کے دوسرے ناول

آدم خور ، بھیڑیا ، تار عنکبوت ، تیغ زن اول ، تیغ زن دوم

6/50 ، 9/- ، 10/- ، 8/- ، 10/-

جوشش محبت ، خوابوں کے شکاری ، خونریز ، دختر شب

6/- ، 10/ ، 8/- ، 9/-

ڈراکیولا ، ڈراکیولا کی واپسی ، رات کا کالا کفن ، سایہ شیطان

9/- ، 7/- ، 8/- ، 10/-

سونا سمندر ، شہر خموشاں ، ظل ہما ، عالم اسفل ، عالم گم گشتہ

8/- ، 7/- ، 12/- ، 5/- ، 7/50

غلاموں کے سوداگر ، کوارٹرمین کے کارنامے ، گنج سلیمان ، گرد باد

10/- ، 5/50 ، 3/50 ، 10/-

گردش ایام ، موج بلا ، ندائے روح ، نیل کی ساحرہ

8/- ، 6/- ، 9/- ، 6/50

زھر آب ، مقدس پھول

9/- ، 9/-

دیو استبداد

7/-

گناہ آدم ، آواز کے جنگل

7/- ، 8/-